اللہ

پہچان

حصّہ اوّل

بولو کہ پہچانے جاؤ

محمد حفیظ اللہ

الله

پہچان

حصّہ اوّل

بولو کہ پہچانے جاؤ

در سخن مخفی منم چو بوئے گل در برگِ گُل
ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

محمد حفیظ اللہ

۵۵۶ - ایل، فرید ٹاؤن ساہیوال

فہرست

فہرست (-۲-)

اصل بات پہچان کی ہے

جو پہچان گیا
وہ مستقبل کے معمار کے ساتھ ہو گیا
اور اپنی سرنوشت پر چل پڑا
جس نے نہیں پہچانا
وہ اُپنے ہی زمان و مکان میں گھرا رہا
اُسی میں اُس کا دم گھٹ گیا

جس کو تو موجود دیکھے وہ فنا — جو نہیں ظاہر اُسی کو ہے بقا
جب کہیں رہبر تجھے مل جائیگا — پھر تجھے تو کون ہے بتلائیگا
سرِ حق کو جاننا آسان نہیں — اپنے کو پہچاننا آسان نہیں

(مولائے رُوم)

پہچان

باسمہٖ سبحانہٗ

عرض

تاریخ کی گمشدہ کڑیاں جوڑنے کے لیے علم کے مختلف شعبے آتے ہیں اور گوناگوں بے انتہا معلومات ہونی چاہئیں۔ اپنے نقصِ علم کی بنا پر میں نے آسان راستہ اپنایا۔ مختلف النوع واقعات اور تاریخی داستانوں میں باہمی ربط پیدا کر کے ایسا مواد فراہم کر دیا ہے نیز بیشتر تاریخوں میں سے عمدہ تحریریں نقل کر کے میں نے ایسی ترتیب دے دی ہے۔ جو تنقیدی نظر رکھنے والے مفکرین کے لیے خاصا قابلِ تحسین ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ جدید نظریات کے مطابق نسب ناموں کے ساتھ ناموروں کے فوٹو بھی سجا کر طالب علموں کے لیے تحقیق کی ایک نئی سمت فراہم کر دوں مگر احباب کے اصرار پر ملتوی کرنا پڑا تاکہ اہلِ ادب کے اذہان پر بارِ خاطر نہ ہو۔

میں اپنی علمی بے بضاعتی اور کوتاہیوں کے اعتراف کے ساتھ علم افروز بصیرت رکھنے والے اصحاب سے توقع رکھتا ہوں کہ اس کتاب کا بنظرِ تنقید مطالعہ فرمائیں گے کیونکہ میں ساعتِ زہرہ میں پیدا ہونے والا عرّاف یا فطری طور پر غیب بینی و کہانت کا مدعی نہیں ہوں۔ یہ کتاب بھی سیرت کی نہیں اس لیے ملتمس ہوں کہ بزرگانِ دین کے نیک ناموں کو آداب و ضروری دعوات کے ساتھ پڑھا جائے۔

لکھنے والے کو ملامت اور انکار کا سامنا ہوتا ہے۔ اضداد کے تیروں کا نشانہ بنا پڑتا ہے اور بعض طالبانِ حق طلب و کوشش سے باز رہ جاتے ہیں۔ ادنےٰ طبقات کے بِسفلے لوگ تاریخ سے نفرت پر مجبور ہیں مگر عالی نسب اشراف اور اہلِ علم اصحاب تاریخ سے والہانہ لگاؤ رکھتے ہیں۔ اپنے آباؤ بزرگانِ ملت پر فخر کرتے ہیں اور کریم حوصلہ افزائی میں کبھی بخل نہیں کرتے۔ ؎ ذرۂ ناچیز و تعمیرِ بیابانے نگر

گفتند یافت مے نشود جستہ ایم ما
گفت آنکہ یافت مے نشود آنم آرزو است

دعا توفیقی اِلّا باللہ العظیم
۱۵، رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ بدھ ۱۱، اپریل ۱۹۹۰ء

محمد حفیظ اللہ

ابتدائیہ

اَے نسلِ انسانی! ہم نے تمہیں مختلف گروہوں اُور قبیلوں میں محض اِس لیے تقسیم کیا ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو اور تھوڑا سا وہ تنوع اور تلون قائم رہے جس سے یہ فطرت زیادہ خوشگوار اور رنگ برنگ نظر آئے ورنہ خدا کے نزدیک تو وہی قوم زیادہ معزز ہے اور درخورِ اجر ہے جو خوفِ خدا سے فطری قوانین پر زیادہ عمل پیرا ہو" (الحجرات)

"ہم نے تمہاری طرف واضح آیات نازل کیں اور اقوامِ سابقہ کی سرگزشتیں بھی" (۲۴ : ۳۴)

جس قوم کو اپنی بہبود اور منزل تک رسائی کی راہ سجھائی نہ دی وہ انجام کار تباہ ہو گئی لہٰذا یہ جماعت اور افراد کا اوّلین فرض ہے کہ اپنی کامیابی کی راہ نکالیں جس کے لیے انہیں اپنے اسلاف کی کارگزاریوں سے واقفیت حاصل کرنے کی اَشد ضرورت ہے کہ کون سے عمل نے ان کو فائدہ پہنچایا اور کس کوتاہی و بدعملی سے وہ نقصان میں رہے۔ جس سے اجتناب کیا جانا چاہیئے: جتنی بھی سابقہ قومیں تباہ ہوئیں ان کی بربادی کا باعث توحید (UNITY) واخلاص (DISCIPLINE) اور ایمان: (FAITH) کا فقدان تھا وہ پہلے اختلافات کا شکار ہوتے اور گروہوں میں بٹ گئے پھر آپس میں سر پھٹول شروع ہو گئی۔ (ایمان نیک و بد کی تمیز کا نام ہے)

کوئی قوم اس وقت تک ٹھوس جماعت نہیں بنتی جب تک اُس کے افراد کو اس کے بزرگوں اور اس خطے کی تاریخ اور کارناموں سے آگاہی حاصل نہیں ہوتی۔ وطن کی گمشدہ تاریخ اور قوموں کی تاریخ اور ان کے فراموش شدہ عظیم انسانوں پر تحقیق کر کے وَرطۂ تحریر میں لانا بہت بڑا ملی فریضہ ہے۔ ملک اور اس کی قوموں کی تاریخ۔ افراد اور ملک کے خطوں کی تاریخ سے مل کر معرضِ وجود میں آتی ہے

اَب ترقی کا زمانہ ہے تحقیق کے لیے تمام جدید سہولتیں، کتب خانے، ذرائع آمد و رفت، رسل و رسائل موجود ہیں۔ خطہ موجود ہے قبیلے موجود ہیں نسل موجود ہے۔ خاندانوں کے بزرگ موجود ہیں۔ شجرے موجود ہیں کئی خاندانی بھاٹ موجود ہیں۔ آثار موجود ہیں بے شمار ذاتی لائبریریاں موجود ہیں۔ تاریخ میں چند صدیاں کوئی بڑا عرصہ نہیں ہوتا۔ سائنسی معلومات نے فاصلوں کو ختم کر دیا ہے۔ ہمارے نوجوانوں کو اپنے جوہر اس میدان میں بھی دکھانے کا موقع ہے۔ تمدن اُس وقت تک صحت مند رہتا ہے جب تک ان میں تخلیقی قوتیں رکھنے والی جماعت برسرِ عمل رہتی ہے اور وہ ہر چیلنج کا مقابلہ جدید اور احسن طریقہ سے کرتی رہتی ہے۔ جس قوم کی اخلاقی بنیادیں زیادہ استوار اور مرکزی اصول زیادہ جان بخش ہوں گے وہی انحطاط اور تنزل سے محفوظ رہتی ہے۔ شارع اسلام نے ہمیں اخوت (یَا اَیُّھَا النَّاس کُونُوا اِخْوَۃً) کا سنہری اصول دے کر بنی نوع انسان کو ہلاکت سے بچنے کا واحد راستہ دکھا دیا ہے۔

قرآن مجید میں قوم بمعنی جماعت یا لوگ (People) آیا ہے۔ عام طور پر ایک قومیت سے مُراد اشخاص کا ایسا مجموعہ لیا جاتا ہے جس کو چند مخصوص جذبات نے مل کر باہم مربوط کر دیا ہو انہیں بڑے طاقت ور جاذبے دو ہیں ۱۔ جاذبۂ نسل اور جاذبۂ دین لیکن ایک مُشترک لٹریچر سے دلچسپی اور زمانۂ ماضی کے مشترک کارناموں اور مشترک مصائب کی یاد اور مُشترک رسوم و عوائد، مُشترک مقاصد اور حوصلوں کا بھی اس احساسِ جمعیت کی پیدائش میں بہت کچھ دخل ہے۔ کبھی یہ سب رابطے یکجا موجود ہوتے ہیں اور موجودہ افراد کو بستہ و پیوستہ رکھتے ہیں۔

ملّتِ اسلامیہ کی بنیاد اخوت و مساوات کے زریں قاعدہ پر رکھی گئی ہے جو اکثریت کے برعکس اہلیت و خدمت کی فضیلت پر مبنی ہے (مالنا ملکٌ بل لنا امینٌ۔ صحابہؓ) ہماری فلاح اسی پر گامزن ہونے میں ہے۔
(وامرہم شوریٰ بینہم ۴۲ : ۳۸) (وشاورھم فی الامر ۳ : ۱۵۹)

از نسب تعمیر بنیادِ اُمم ۔ باوطن وابستہ تقدیرِ اُمم
ملّتِ ما را اساسِ دیگر است
آں اساس اندر دلِ ما مضمر است

اسلام میں مشاورت کے تین اصول

I امورِ مملکت میں مَشورہ

امیرِ مملکت پر واجب ہے کہ دینی معاملات میں علمأ سے ، دفاعی اور جنگی امور میں جنرلوں اور ماہرینِ اسلحہ سے ، ضروریاتِ زندگی کے بارے میں زرعی ماہرین و سائنسدانوں سے ملکی ترقی و آبادی کے لیے انجینیرؔوں وغیرہ سے ، عوام کی مشکلات معلوم کرنے اور ان کی فلاح و بہبود کے لیے عوام کے نمائندوں ، اہل الرائے مفکریّن اور اہلِ فن سے اور قانون سازی کے لیے فقیہوں و دکلا سے مشورہ لے . اس اعلیٰ و اَرفع مقصد کے لیے ہر شعبہ و طبقہ کی کُل وقتی مستقل مشاورتی کونسلیں قائم کرے

II مجالس شوریٰ کے انتخاب میں مَشورہ

عوام الناس کالانعام بل ھم اضل کی رائے پر انتخاب یبایعون اللّٰہ یعنی بیعت کا جواز نہیں . بیعت تو حلفِ وفاداری ہے جس سے انکار و اجتناب سزائے موت کا مصداق ہے . عوام کے فاسق و کاہل ⑧ نمائندوں کو کُلّی اختیار دینا نہ صرف حکمت کے منافی ہے . علم و دانش اور تقوٰے و طہارت کی بھی نفی ہے . صحت جسم کے ساتھ ساتھ زیورِ علم اور طہارتِ قلب و ذہن ہی فضیلت کا معیار ہیں جنہیں نظر انداز کرکے ہم بہت نقصان اٹھا چکے ہیں بلکہ غضبِ الٰہی کا شکار ہو گئےؔ ہیں کیونکہ اللّٰہ نے اکثریت کی رائے کو ردّ فرمایا ہے (۶ : ۱۱۷ ، ۷ : ۱۷۹ ، ۲۵ : ۴۴)

III سربراہِ مملکت کے انتخاب میں مشورہ

آنحضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا : " میں مسلمانوں پر ایسے شخص کو امیر بناؤں گا جو سب سے زیادہ مدبّر دُور اندیش اور امورِ جنگ میں سب سے زیادہ بیدار مغز اور ہوشیار ہو (بیہقی) قرآن کا سب سے زیادہ جاننے والا ہو (کل شیءٍ احصینٰہ کتابا) (فی امام مُبین) (تاریخ الخلفاء) طالوت کے بارہ میں وزادہ بسطۃً فی العلم والجسم . اور والذین اوتوالعلم درجاتٍ ۵۸ : ۱۱ کی آیاتِ مقدسہ واضح ہیں ۔

قطرۂ آبِ وضو قنبرے — خوب تر خونابِ قیصرے

دراصل فضیلتِ انسانی کا انکار ربّ کا انکار ہے . مرکزِ عقیدت اکابرینِ امت یعنی اللّٰہ کے برگزیدہ بندوں (انعمت علیہم) کو بنانا چاہیئے مگر یہودی سازشی دماغ نے شخصیّتوں کا مرتبہ گھٹا کر کثرتِ رائے کی پیروی کا تخریبی عقیدہ رائج کیا ہے جو تمدّن کی تباہی کا موجب ہے . بہبودئ عوام کا نسخہ غلبۂ عوام نہیں غلبۂ خواص ہے (زینوفون ۔ جمہوریّت کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ بدکردار اچھے رہیں اور نیکوکار پریشان) تخلیقی دماغ رکھنے والے افراد بنی نوع کے اصل محسن ہیں . ہر قوم میں تین طبقات پائے جاتے ہیں ۔

---

⑧ بلا امتیاز عالم فاضل و جاہل اور نیک و بد (۵/۱۰۰ ، ۶/۵۰ ، ۷/۳۰ ، ۱۳/۱۶ ، ۵۹/۲۰)

۱۔ بہترین عنصر۔ جو ایثار پیشہ سخی دلیر مرد ہونے کے علاوہ اُپنے ذاتی مفادات کو قربان کرنے پر ہمہ وقت مستعد رہتے ہیں۔

۲۔ بدترین عنصر۔ بدکار خود غرض مفاد پرست۔ اُچکے۔ رشوت خور۔ منافع خور۔ سود خور۔ ظالم۔ زیاں کار۔ استحصالی۔

۳۔ متوسط طبقہ۔ کھاتے پیتے۔ سفید پوش۔ بزدل جو طاقت ور کا ساتھ دینے میں اپنی فلاح سمجھتے ہیں خواہ اشراف غالب آئیں جن سے ملک کی آبادی ہوتی ہو خواہ تخریب کار اراذل کامیاب ہوں تو انہیں ان کے پیچھے چلنے میں بھی عذر نہیں ہوتا۔ عوام الناس کی اکثریت اسی بدبخت طبقہ سے تعلق رکھتی ہے ان میں سے کچھ لوگ اُس وقت اقتدار حاصل کرتے ہیں جب اشراف اور خبیثوں میں تصادم انتہائی صورت اختیار کر جائے اور کسی کا پلّہ بھاری نہ ہو۔ ان کی قیادت میں قوم ترقی و رواداری کی عام ڈگر پر چلنے لگتی ہے۔ حالات میں اعتدال رہتا ہے۔

مگر قوم کو عروج اشراف کی قیادت میں ہی حاصل ہوتا ہے جو ہر نازک وقت میں ملّت کے لیے کٹ مرنے کو تیار رہتے ہیں۔ قوم کی فضیلت کا امانت دار یہی طبقہ ہے جو قلیل ہوتا ہے۔ قوموں کی قسمت اقلیتیں بدلتی ہیں نہ کہ اکثریتیں۔

" نظامِ عالم نسلی عصبیت اور شخصی فضیلت کے اصولوں پر قائم ہے۔ اپنا شجرۂ نسب بھول جانے سے شرافت مشتبہ ہو جاتی ہے خون میں ملاوٹ سے اعلیٰ نسل مسخ ہو جاتی ہے اور اچھی خصلتیں مٹ جاتی ہیں۔ اراذل برپا ہو کر قوم کو زوال کی ڈگر پر چلا دیتے ہیں۔ انسان کی آخری امید علم کی حکومت ہے۔ حکومت کو سیاسی درندوں کے ہاتھ میں دے دینا کہ وہ عالمانِ فطرت کو اپنی گندی سیاست کا آلۂ کار بنائے رکھیں۔ ان لوگوں کو جنہوں نے ہزار ہا برس سے شب و روز ایک کر کے اپنی ایجادوں سے زمین کو دلہن کی طرح سجا دیا ہے۔ نہایت ادنےٰ تنخواہیں دے کر ملازم اور بے زبان بنائے رکھیں وہ آشکارا بدمعاشی ہے کہ اس سے بڑی بدمعاشی رُوئے زمین پر موجود نہیں۔ ذی شعور انسان صرف حکومت کرنے والا صرف ذی شعور انسان کا طبقہ ہو سکتا ہے اور قرآن میں علم کی حکم سے وابستگی عظیم الشان ربانی حکمت ہے" (المشرقیؒ)

اسلامی نظام کے پانچ موضوعات ۔ (۱) مُسلّمات ۔ بنیادی عقائد (۲) عبادات ۔ مذہبی رسُوم وعوائد (۳) اخلاقیات ۔ اخلاقی کردار کے ضوابط (۴) ادارت ۔ معاشرتی اقتصادی اور سیاسی اُمور (۵) قانونِ شریعت ان موضوعات کی لازمی بنیاد لازمی طور پر وحیٔ الٰہی پر ہے نہ کہ انسانی عقل پر جو ناقص ہے۔ اللہ تعالےٰ نے انسانوں کی رشد و ہدایت کے لیے اُپنے آخری پیغمبرؐ کے ذریعے جو مکمل ضابطۂ حیات قرآن و سنّت کی صورت میں عطا فرمایا ہے ہم سب اپنے

عہد کے مطابق اس کی لازمی اطاعت کے پابند ہیں جس سے رُوگردانی اور پہلوتہی قہرِ الٰہی کو دعوت دینا ہے۔ مغربی شیطانوں کی تقلید میں عدل کے نام پر جاری ظلم روا نہیں۔ یہی لیل و نہار رہے تو ہم بھی مغضوب اقوامِ رفتہ کی طرح داستانِ پارینہ بن کر خاشاک ہو جائیں گے۔ اس فریبِ عدل سے بچنا ہوگا۔

ابوبکر صدیق اکبرؓ نے آنحضورؐ کا فرمان سنایا۔

"اگر لوگ اپنے درمیان منکرات و فواحش ہوتے دیکھیں اور خفگی نہ کریں تو بعید نہیں کہ ان گناہوں کی پاداش میں مرتکب اور غیر مرتکب دونوں ہی دھر لیے جائیں"۔

کتابِ مقدس: اگر تم میری شریعت پر چلو گے تو میں تمہاری کھیتیوں پر بارش برساؤں گا۔ تمہارے درخت بہت پھل دیں گے تم آرام سے اپنے ملک میں رہو گے اور تمہاری زمین پر تلوار نہیں چلے گی۔

پاکستان میں ملتِ اسلامیہ مختلف اقوام اور متعدد گروہوں کا مجموعہ ہے۔ ایک نظام ایک دین ایک کتاب اور نفع و نقصان میں شرکت کے باوجود باہمی رشتۂ ازدواج و امتزاج سے اجتناب کی بنا پر جسمانی اور روحانی خصوصیات بالکل جُداگانہ ہیں جو نسل درنسل چلی آرہی ہیں لہٰذا ان کی رسوم و عادات علامات جبلی خصوصیات اور فطری رجحانات کے مطالعہ سے ان کی تاریخ اور کارناموں کی سرگزشت مُرتب کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مستقبل کا مشترکہ لائحہ عمل تیار ہو جاتے اور ہر گروہ اپنی جبلت کے مطابق ترقی کی منازل کا تعین کر سکے کیونکہ زمانۂ حال گزشتہ کا محکوم اور مستقبل کا حاکم ہے ان میں سے ایک کی واقفیت حاصل کرنے کے لیے دوسرے کا علم ضروریات سے ہے۔ کوئی قوم ماضی میں خواہ حکمران یا محکوم رہی ہو اس کی عظمتِ حقیقی کا اندازہ اس کے حکمرانوں اور زورآوروں کے قصے کہانیوں سے نہیں بلکہ تمدّن اور علمی اکتشافات سے ہی ہو سکتا ہے۔ وہی اوصافِ قابلیت یا عیوب جو کبھی ایک قوم کو ترقی کی شاہراہ پر ڈال دیتے ہیں۔ دُوسرے زمانہ میں اس کے تنزّل کا سبب بن جاتے ہیں۔ متوسط اور ادنیٰ طبقات میں جمود طاری رہتا ہے اور بہت کم تغیر پیدا ہوتا ہے۔ تاریخ چونکہ اعلیٰ تمدّن سے مزیّن طبقات سے بحث کرتی ہے اس لیے پسماندہ طبقات کے اصل حالات و واقعات کو جمع و منضبط کرنا کافی دشوار کام ہے خصوصاً انساب کے معاملہ میں گم شدہ کڑیاں ملانے کے لیے بہت محنت اور تحقیق کی ضرورت پیش آتی ہے تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف اسباب و علل کی بنا پر انتقالِ آبادی کا عمل جاری رہا ہے۔ ۴۸-۱۹۴۷ء کے انقلاب نے تاریخ عالم میں زبردست تبدیلی پیدا کر دی ہے گویا یہ زمین اب جوان ہوئی ہے جس کے سینہ پر دو ایسی مملکتیں اُبھر آئی ہیں جن کی نظریاتی بنیاد نوعِ انسانی کے لیے حجت بن گئی ہے۔ بنی اسرائیل سے وادیٔ قدس کا وعدہ قیامت تک کے لیے اس لازمی شرط کے ساتھ ہوا کہ وہاں کے پرانے باسیوں کو بے دخل نہیں کریں گے یہود نے حسبِ سابق اس کی خلاف ورزی کر کے اپنے وجود کے خلافِ فطرت ہونے کا ثبوت دے دیا ہے یعنی اس کی

میعاد ختم ہو چکی چالیس سال سے بھی اُوپر ہو گئے اور گناہ جاری ہے۔ یہ خطۂ پاک یعنی مملکتِ خداداد پاکستان اس مستحکم عہد پر عطا ہوا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا عالم میں ڈنکا بجادیں گے۔ اُمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نفاذ کریں گے پاکستان کی آبادی ان مجاہدین کی اولاد پر مشتمل ہے جنہوں نے اس خطۂ ارضی کو اسلامی عدل سے منور کیا تھا۔ ؎

کارواں رفتہ و اندازۂ جاہش پیداست
زاں نشانہا کہ بہر رہگزار افتاداست

ہمارا اوّلین فرض یہی ہے کہ بنی نوع کو اسلام سے روشناس کرائیں۔ شعائرِ اسلامی کو اپنائیں خود مومن بنیں اور دنیا کے سامنے اخلاقِ حسنہ کا نمونہ پیش کریں اور اقوامِ عالم کے سامنے مثالی نظام کی عملی صورت دکھائیں۔ خیر و شر، نیکی و بدی، صحیح و غلط کو الٰہی میزان میں پرکھیں اور تباہی کے راستہ سے دُور ہٹ کر ترقی کے زینہ پر قدم رکھیں۔ اسلام دنیاوی حشمت کا وعدہ دیتا ہے۔ تاریخ عالم اس کی گواہ ہے بلکہ خود ہماری اپنی حالت ہنود کے مقابل شاہد ہے اگر نظامِ صلوٰۃ و زکوٰۃ مخلص انسانوں کے ہاتھ میں ہو تو ہم دنیا کی سب سے آسودہ حال قوم بن جائیں۔

اہلِ علم سے یہ اَمر مخفی نہیں کہ امامِ حق کے مقابل امامِ باطل بھی ہوتا ہے۔ اسی لیے جب ایک گروہ سست پڑتا ہے تو دوسرا غلبہ کرتا ہے جس طرح علم میں ہر صاحب کا فوق ہے۔ اَمر میں بھی ایسا ہی ہے۔ خدا نے ہر شے کا جوڑا بنایا اور بعض کو بعض پر قادر کر دیا ہے اسی بنا پر آنحضور نے سستی و کاہلی سے اللہ کی پناہ طلب کی اور ہمیں اس کے نقصانات سے متنبہ کیا۔ یہاں کے عوام میں گمراہی پھیلنے کی وجوہات میں جہالت لاعلمی اور خود فراموشی کا زیادہ دخل ہے (الناس اعداء لما جھلوا)۔ اسلام کے شورائی نظام کو متعارف کرانے کی بجائے استحصالی طبقہ کے مفاد میں مغربی جمہوریت کی برائی کو واحد طریقۂ ثواب و نجات کہنے کے فتوے جاری ہوئے جس سے قوم میں احتساب اور عدل کا تصوّر فنا ہو گیا۔ عاقبت کی فکر کی بجائے دنیاوی مفاد کے ذرائع حصول کے جنون نے لی ہے۔ قلوب ایمان کی روشنی سے محروم ہو گئے۔ خانۂ خالی را دیو مے گیرد۔ حرام خوروں کو کب برداشت ہے کہ ملک میں عدل قائم ہو اور اس کی باگ ڈور جانیں لڑانے والے مخلص و مجاہد طبقات کے ہاتھ میں ہو۔ یہ مغربی جمہوریت کے ثمرات ہیں کہ شر اور اشرار طاقت پکڑتے ہیں کیونکہ اس نظامِ شیطنت میں بغیر سرمایہ اقتدار حاصل کرنا ناممکن ہے اور سرمایہ کی فراہمی دوسروں کے حقوق غصب کئے بغیر محال ہے اس طرح یہ شیطانی چرخہ چل رہا ہے اور قوم کا کفن تیار ہو رہا ہے۔ پراپیگنڈہ اور جھوٹ کی انتہا ہے کہ یہ ملک بس ووٹ ڈالنے سے معرضِ وجود میں آ گیا۔ حالانکہ جمہوریت نے ہندی مسلم اور فلسطینی مسلم کے لیے عذابِ دوزخ بنا رکھا ہے۔

اسلام تقاضا کرتا ہے کہ معیشت کی تقسیم مساویانہ اور عدل سے ہو۔ لوگوں میں ایسی آزادی (بے راہ رَوی نہیں) اور ایسا انصاف رائج ہو جس کے بعد محتاجی کمزوری اور گمنامی کی بنا پر کوئی مصیبت زدہ نہ رہ جائے اور

نہ کوئی محض قوت، دولت اور ناموری کی بنا پر اچھا بنا رہے بلکہ سب لوگ باعزت زندگی بسر کر سکیں۔ سبھوں کے تقاضے عمدگی سے پورے ہوں گے۔ سروری در دین ما خدمت گری است

برتری اور امتیاز کی بات دینداری، تقوے اور ثابت قدمی کی بنا پر ہو۔ اسلام چاہتا تھا کہ خلفا اور حکام لوگوں کے حقوق، اُن کے جان و مال اور مفادات کے امین ہوں۔ لوگوں کے سامنے ان کے صلاح و مشورہ سے ان کے معاملات کا نظم کریں۔ پھر ان کی کارروائیوں میں جبر و عزور نہ ہو۔ خود پسندی اور مفاد پرستی نہ ہو اور یہ سب کچھ اس لیے نہ کریں کہ وہ سردار ہیں نہ یہ کہ ان کو کوئی امتیاز حاصل ہے بلکہ اس لیے کریں کہ وہ رہنما ہیں لوگ ان پر بھروسہ کرتے ہیں ان سے ان کی دل جمعی ہوتی ہے اور ان کو اپنے معاملات کی نگرانی کا اہل سمجھتے ہیں اسی وجہ سے اپنی آزاد منشا سے بلا کسی دباؤ یا زبردستی ان کو یہ سب کام سونپتے ہیں اور جب ان میں سے جس کا جی چاہے گا ان کی کارروائیوں کے بارے میں باز پرس کر سکے گا۔ اگر پتہ چلا کہ حکمران و حکام نے غلطی کی ہے تو ان کی درستی کرنی ہوگی۔ اسلام اس قسم کے نظامِ حکومت کا اور حاکم و محکوم میں اس طرح کے تعلق کا خواہاں ہے۔ مغربی جمہوریت میں عام آدمی ووٹ دے کر بے بس ہو جاتا ہے اس کے برعکس اسلامی معاشرہ احتساب کو اوّلیت دیتا ہے۔ اسی زرّیں اصول پر ملکی اداروں کی تشکیل ہونی چاہیئے عدل کے فقدان سے قومی انتشار پیدا ہوا ہے۔ یکجہتی اور اتحاد ملّی کے لیے عدل کا قیام واحد کلید ہے جو موجودہ نظام میں ناممکن ہے۔

اسلام کے شورائی نظام میں حکومت و اقتدار کا کوئی تصور ہی نہیں بلکہ امانت ہے اس میں اشراف اہلِ علم وفن، اہلِ خدمت، ہُنرمند اور راسخون فی العلم کو ذمہ داری سونپی جاتی ہے۔ جو قوم کی قیادت کرتے ہیں۔ شریر عناصر دَب جاتے ہیں۔ مجاہدین غلبہ پاتے ہیں تو ملّت کے وجود میں نئی رُوح سرایت کرتی ہے۔ موجودہ نظام ایسی خرابیوں کا سرچشمہ ہے جس نے اس خوب صورت دنیا کو وحشی حیوانوں کی چراگاہ بنا دیا ہے۔ یہ انسانیت کی اعلیٰ خصوصیات سے مطابقت نہیں پیدا کر سکا۔ اسلامی نظام میں فرد سب سے پہلی شئے ہے جو اُمّت کو بناتا ہے پھر اُمّت ریاست قائم کرتی ہے اور اپنے اندر سے بہترین افراد پیدا کرتی ہے جو اُمّت کو بناتے ہیں۔ یہ تمام نظاموں سے جُداگانہ طرز پر ہے۔ جس میں ملّت کا ہر فرد اپنے علم و قابلیت کے مطابق اپنی آراء و خیالات پیش کر کے اجتماعی فیصلے میں معاون بنتا ہے اس خداداد نظام کو اپنا کر ہم زندگی کی ایسی حقیقی لذّت سے آشنا ہو سکتے ہیں جو ہمیں ماضی کی حالتِ جمود سے نکال کر مستقبل کی حالتِ حرکت و ارتقاء کی طرف لے جانے والی ہے۔ ہماری خود فراموشی کا یہ عالم ہے کہ ہم اپنے ماضی سے بیگانہ ہو کر مستقبل کے خوف میں مبتلا ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے اسلاف کی عظیم روایتوں کو بھلا دیتے ہیں اور ان پر فخر نہیں کرتے وہ خود اپنی زندگی میں کارہائے نمایاں سرانجام نہیں دے سکتے جن پر ان کی آئندہ نسلیں فخر کر سکیں اور ان کو بھی عقیدت و محبت سے یاد رکھیں۔

جس طرح عظیم الشان عمارت کے لیے مضبوط بنیادوں کی اساس ضروری ہے کسی گروہ کے لیے بھی اگر آثارِ سلف سے انفصال نہ ہو تو اس کا قیام و بقا ممکن نہیں۔ تمام شرافت و نجابت اصل ہی کی جانب رجوع کرتی ہے اور جس شئے کے لیے کوئی قدیم نہ ہو تو اس کے لیے کوئی جدید بھی نہیں ہو سکتا۔ زمانہ حال ماضی پر دلالت کرتا ہے اور مستقبل حال کے مشابہ ہوتا ہے۔ جس قوم کا ماضی نہ ہو اس کا نہ حال ہو سکتا ہے نہ مستقبل۔ ہر چند کہ اسلام فوقیت و فضیلت کے شرافتِ نسبی سے مخصوص کرنے کو تسلیم نہیں کرتا اور مدار شرافت تقوٰے ہے تفاخر خاندانی نہیں ؎

پُرسند کہ عملت چیست و نپرسند کہ پدرت کیست

کاندریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

آنحضورؐ نے ہمیں اصول عطا فرمایا۔ "سیّد القوم خادمہ"۔ ہر کہ خدمت کرد اوُ مخدوم شد۔ ہر کہ خود را دید او محروم شد خدمت کے لیے اہلیت کا معیار اوّلین شرط ٹھہرا۔ لہٰذا خدمت کے بغیر سیّد و مخدوم بننے کی ہوس ایک ایسی بُرائی ہے جسے تلوار کی نوک سے ہٹا دینا اسوۂ حسینی ہے۔ فرمایا "پناہ بخدا میں بندوں کی بندگی قبول کرلوں"۔ یہی بناتے لَا اِلٰـہ ہے۔ قوانینِ الٰہی کے مطابق زندگی بسر کرنے کی بجائے ہوائے نفس کی پیروی ہی وہ شرک ہے۔ جو رَبّ العزّت کے نزدیک ناقابلِ معافی جُرم ہے (افرءیت من اتخذ الٰہہ ھوٰاہُ)

با دو قبلہ دَر رہِ توحید نتواں رَفت ُ است

یا رضائے دوست باید یا ہوائے خویشتن

قوم کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ قوانینِ الٰہی یعنی شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہونا ہے یا مس مانی قانون سازی کے نتائج بُھگتنے ہیں۔

ہم محض تاریخ کے احترام سے قوم کے انحطاط و زوال کو نہیں روک سکتے۔ معاشرتی زندگی میں ثبات و تغیّر کی ہر دو خصوصیات پیدا کرنے کے دوامی اصول چاہیئں۔ اسلام کی ہیئت ترکیبی میں حرکت و تغیر قائم رکھنے والا عنصر جو جمود پیدا نہیں ہونے دیتا وہ اجتہاد ہے۔ (الذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ۲۹ : ۶۹)۔ یہ شریعت کی قوت جامع ہے اہلِ علم و جُہلا کو نیکوں اور بدکاروں کو ایک سطح پر رکھنا کس قدر ظلمِ عظیم ہے۔ خدا اور رسول صلعم کے فرمانوں کا صریحاً انکار و دشمنی ہے۔

عمرؓ فاروق رضؓ نے تنبیہہ کی" نسب سیکھو اور شاداب علاقوں کے باسیوں کی مانند نہ ہو جاؤ کہ جب کسی کسی کی اصل کے بارے سوال ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ یمنی۔ تہامی یا عراقی شامی جیسے پاکستانی کہے پنجابی سندھی یا لاہوری ملتانی وغیرہ۔ آنحضورؐ کا فرمان ہے۔" سونے چاندی کی کانوں کی طرح انسانوں کی بھی کانیں ہیں" جیسے بَریلی اور دیوبند کی ٹکسالیں جہاں سے سکّہ بند نکلتے ہیں۔ مخصوص وضع قطع اور جامد خیالات ان کا طرۂ امتیاز ہے۔ ان کے مقابل

جدیدیت کے علمبردار۔ معاشرت میں یورپ کی نقالی لباس و ہیئت میں، طرزِ حکومت میں غلامانہ اطوار انگریز حکمرانوں کی زبان کا چسکہ عقل و دانش اور خلق و دین میں اس کی تاثیر ایک کھلی حقیقت ہے۔ اسی بنا پر علماً نے انگریزی تعلیم کی مخالفت کی ہے مگر خود بھی غلط روش پر چلے کہ خود سازی و سائنسی اکتشافات اور حربی علم سے اغماض کیا اور جہاد کی تلقین بند کردی اور مختلف گروہوں میں بٹ گئے حالانکہ وَلیسَ دین اللہ بالمعصی (خدا کا دین قسم قسم کا نہیں۔) حضورؐ نے فرمایا جو جماعت سے بالشت بھر علیحدہ ہوا وہ دین سے نکل گیا۔ علیکم لبسواد الاعظم

اللہ عزّ و جل کے کلام پاک میں اس حکم کی تاکید آئی ہے کہ "اے اہلِ ایمان مسلمانو! کفار کو اپنا دوست نہ بناؤ" اس حکم کی صریحاً خلاف وَرزی کا نتیجہ ہے کہ جماعت اہلِ سُنت کہلوانے والوں کا ایک گروہ فتنہ میں مبتلا ہوگیا اور دین کی گرفت کمزور ہوگئی۔ مشہور سیاسی لیڈر وَلی خاں نے اپنے ملک و دین کی توہین کے لیے فرمایا۔ ہم پانچ ہزار سال سے افغان۔ ایک ہزار سال سے مسلمان اور چالیس سالہ پاکستانی ہیں ؎

از مقامِ خود نداری آگہی

بر زبانِ خویش نازی ابلہی؟

اس کے مقابل ملّی عصبیت اور جذبۂ ایمانی سے سرشار پیکرِ صدق و یقین قائداعظم علیہ الرحمۃ کا قولِ فیصل۔ ہم اوّل و آخر مسلمان ہیں جس روز پہلا مسلمان وارِدِ ہند ہوا اُسی روز پاکستان کی بنیاد رکھ دی گئی تھی۔ پختون اور پشتون کون ہیں افغان کہلوانے والے کون ہیں؟ ہمارے محققین اور علمائے علم الالسنہ نے ابھی تک اس طرف توجہ نہیں دی حالانکہ یہ مسئلہ زیادہ محنت طلب بھی نہیں۔ موجودہ سائنسی دور میں تحقیقی عمل نے اسے بہت آسان کردیا ہے۔ یونانی اکائیو اور لیلیو (AKGUO & LALEO) علم السمعیات یعنی آوازوں کے علم نے بڑی ترقی پائی ہے۔ یہ عام سی بات ہے کہ بعض قومیں بعض الفاظ بکثرت بولتی ہیں اور بعض الفاظ کی آواز بدل دیتی ہیں۔ تہذیب و ثقافت میں زبان کو بہت اہمیت حاصل ہے۔

جناب وَلی خاں خود محمد زئی ہے جو یُوسف زئی کی شاخ ہے یہ قبیلہ پختون ہے اور خ کی آواز زیادہ نکالتے ہیں یعنی محمد خزائی اور یوسف خزائی بولنے سے حقیقت بیان ہوتی ہے۔ اس کے برعکس یہود کی مانند ش زیادہ بولنے والے خود کو پشتون کہتے ہیں جن کے بارے میں اسرائیلی ہونے کا گمان غالب ہے کہ جو لوگ بخت نصر بابلی کے خوف سے پہاڑی درّوں میں پناہ گزین ہوگئے تھے۔ درۂ خیبران کی یاد دلاتا ہے۔ خیبر اصفہان کے پاس آتش کدہ تھا۔ یہود خود کو ایرانی الاصل قرار دیتے ہیں (عرب صحرا میں پناہ لینے والوں نے بھی خیبر کی بستی بسائی جس کے نشان موجود ہیں۔ فتح خیبر کی دیو مالائی کہانی کے رُدّ کے لیے فطرت نے محفوظ رکھا ہے بشرطیکہ آثار کو مٹانے کی "عبادت" کے شوق میں امیرِ عرب کی نظر سے محروم رہ گئی ہو۔ واقعہ اسی قدر ہے کہ ایک یہودی زور آور کے وار سے علی المرتضیٰ کی

ڈھال گر پڑی تو آپؓ نے قریب پڑے ہوئے دروازے کے تختے کو اُٹھالیا. نادان لکڑی کے وزن کو امانت کے بوجھ سے بڑا جانتے ہیں. علی المرتضیٰ نے خیبر کی گھاٹیوں میں سے قموص کو قابو کیا. زبیرؓ نے قُلّہ کو اور ناعم و مصعب و طیع، سلالم وغیرہ دیگر گھاٹیوں پر اور اصحاب نے قبضہ کیا تھا) پشتونوں میں یہود کا سفلہ پن یعنی کمزوروں پر سختی و ظلم، بخل و بغاوت اور سُود خوری کا رواج ہے اس کے خلاف دُرّانیوں کی شاخ یوسف زئی (خزاعی) خواجہ خیل ایک شائستہ قوم ہے جو مستونگ (بلوچستان) اور سوات مالاکنڈ میں بکثرت آباد ہیں. دُرّانی خراسان مشہد تا سبی پھیلے ہوئے ہیں. ان کے سردار ملک کہلاتے ہیں جو عرب کا نشان ہے انہیں افغان اور باقی ملی جُلی اقوام کو پٹھان کہتے ہیں. ترک نسل کے لودھی. برکی. سُلیمان خیل غلزئی ہوتک وردگ پاوندے کوچی اخروٹا بھی ہیں. توری تاتاری اور آفریدیوں کے بارے میں یُونانی نسل ہونے کا گمان ہے. اُزبک تاجک قزلباش تُرک وزیر مسعود خٹک شلک مختلف نسلوں کا مجموعہ ہے. کاکڑ (ہندو) بنارس میں بھی موجود ہیں. مندو خیل ہری پال اور ہند کو بولنے والے اُرمر اور جٹ جُٹ قبل اسلام کے باسی ہیں جن کے آباؤ اجداد بدھ مت کے پیرو تھے. غوری عرب تہامہ کے غوز اور غوزار دن سے نسبت کی بنا پر مشہور ہوئے. ابوبکر عبداللہ بن کثیر محدّث (ف مکہ ۱۲۰ھ) دارانی یعنی عطّار تھے ان کی آل بھی درانی مشہور ہوئی. ان میں عرب اشراف کی خصوصیات اور رسم و رواج خصوصاً پنچایت سسٹم (جرگہ) پناہ دینا. بدل. عزت اور میزبانی کہ گھر کا آخری جانور بھی ذبح کر ڈالنا اور مہمان کے سیر ہو کر کھانا نہ کھانے کا بُرا منانا ابھی تک طبائع میں راسخ ہے. زمرد جو سانپ کو اندھا کر دیتا اور مرگی کا شافی علاج ہے اس کی کانیں سوات میں ہیں اور جہاں کانیں ہوں گی وہاں شیاطین کا پہنچنا لازمی امر ہے اس لیے اچھوں کے ساتھ بُرے شامل ہو جاتے ہیں.

پاکستان میں ایک کے بعد دوسری قوم وارد ہوتی رہی اس لیے ان میں کچھ مشابہ اخلاق نے جنم لیا اور بعض صورتوں میں بالکل مخالف اور متضاد عادتوں نے گھر کر لیا. خصوصاً تقسیم ملک کے بعد سابقہ حالات و عادات کو لوگ بھولتے گئے اور نئی پود میں ہم جنسی نے اثر کیا ان کے اخلاق و عادات، طور طریقے اور تہذیب و تمدن سابقہ راستوں پر باقی نہیں رہے. آزادی نے مسلم قوم کو دوبارہ عزت و وقار کے ساتھ خوشحالی سے بھی ہمکنار کر دیا ہے. جدید علوم و فنون، صنعت و حرفت کی ترقی اور محنت کی عظمت سے اعضاء میں تناسب اور رنگ و رُوپ میں نکھار پیدا ہونے لگا ہے اور مزاج میں اعتدال آ رہا ہے. البتہ کاشت کار، بعض دست کار اور گڈریے وغیرہ دیہات میں رہنے پر مجبور ہیں. فطری سادہ زندگی بسر کرنے کے علاوہ شہریوں کی سی چستی و چالاکی سے متاثر نہ ہونے کی بنا پر ان میں تبدیلی کی رفتار بہت کم ہے جس کی بنا پر ان کے ماضی کی کھوج لگانی زیادہ مشکل نہیں. تاجروں کے اخلاق شرفاء کے اخلاق سے پست ہوتے ہیں. جھوٹی قسمیں کھا کر گاہکوں سے زائد رقم بٹورنا بہت معیوب اور مروّت سے بعید ہے. لوگوں کی ضرورت و ناواقفیت یا سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھانا ایک کریہہ فعل ہے جس کا وبال ان پر پڑتا ہے. غریبوں کے دل دُکھتے

ہیں تو بددعائیں دیتے ہیں۔ اس طرح ان کے چہرے مسخ ہوتے جاتے ہیں۔

تاریخ کا یہ مسلّمہ فیصلہ ہے کہ دنیا میں بڑی بڑی سلطنتوں کے قیام اور تاریخ انقلابات کے پسِ پشت ہمیشہ مذہبی جذبہ ہی کارفرما رہا ہے۔ مذہب کی جدید روح ایک وسیع تصوّر ہی کا نتیجہ ہے۔ نظریۂ ارتقا کی بنیاد بھی مذہبی تصوّر پر قائم ہے کیونکہ اس میں ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ارتقا ہے اور سب سے اعلیٰ خدا ہے۔ یہ مملکت بھی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی لامحدود طاقت سے وجود میں آئی ہے اور اس کا قیام و بقا اسی دینی جذبہ کا مرہونِ منت ہے جو ہمیں ایک راستے پر مجتمع کرتا ہے۔

تاریخ کا مادّی نظریہ

" انسانی زندگی کی ضروریات کی پیدائش اور ان کی تقسیم سماج کا سب سے بڑا بنیادی اصول ہے اس لیے تمام مجلسی تبدیلیوں اور سیاسی انقلابوں کے اَسباب نہ تو انسانی اَذہان میں تلاش کرنے چاہئیں اَور نہ ابدی صداقت اور عدل میں بلکہ ذرائع اور تقسیم میں جستجو کرنے چاہئیں نہ کہ فلسفہ میں بلکہ ہر دور کے خاص معاشی حالات میں ہو سکتے ہیں۔ تمام گزشتہ تاریخ سوائے ابتدائی ادوار کے طبقہ وار کشمکش کی تاریخ ہے اَور یہ کہ سماج کے ان طبقوں کی کشمکش ذرائع پیدائش و مبادلہ کا نتیجہ تھی۔ سماج کی معاشی حالت سے آئینی، سیاسی، مذہبی، فلسفیانہ اور کسی خاص زمانہ کے مخصوص تصوّرات کی بڑی عمارات تعمیر ہوتی ہے۔ سَرمایہ داروں کی دولت کا زائد قدر سے بڑھ جانا انقلاب کی بنیاد بنتا ہے۔ مادی حالات کے بَدلنے سے انسانی افکار و نظریات، سماجی تعلقات و معاشرتی حالات بدلتے رہتے ہیں" (کمیونسٹ مینی فیسٹو)۔ دونوں نظریات ہمیں انقلاب کی وعید سناتے ہیں۔ اس سیلاب کے آگے استحصالی طبقات تنکوں کا بند باندھ کر مطمئن ہیں۔ اچانک انقلاب سے تدریجی انقلاب بہتر ہے بشرطیکہ دانشور طبقہ صحیح اقدامات بَروقت اٹھائے۔

عموماً سردار اَور چودھری لوگ کسی خاص قبیلہ کی خاص فضیلت، شجاعت و سخاوت اور شہرت کی بنا پر اُس سے منسوب ہونا پسند کرتے ہیں حالانکہ اس سے ان کی اپنی ذات و حیثیت معتوب ہو جاتی ہے۔ حسب و نسب کا فائدہ عصبیت و حمایت اور شرافت کو اپنانا ہے تاکہ ایک دوسرے کے دکھ دَرد میں شریک ہوں لیکن جب عصبیت والوں نے غیر خاندانی اشخاص کی پَرورش کی یا ان غلاموں کو آزاد کر کے ان سے رشتے بھی کر لیئے تو وہ غلام اور پروردہ لوگ انہی کے نسب میں شامل ہو گئے اور انہی کے خاندان کا لبادہ اوڑھ بیٹھے جس طرح سادات قریش اور راجپوت قوم میں ہوا تا ہم نسلی اور خونی بُعد انہیں جداگانہ عادات و اطوار پر قائم رکھتا ہے اور نہ ہی انہیں وہ مرتبۂ یگانگت و موانست حاصل ہوتا ہے جو یک جدّی کنبہ میں پایا جاتا ہے۔ ایک قبیلہ و قوم اَور نسل کے افراد ایک ہی قسم کے اَحوال و خصائل اور ایک ہی طرح کے اخلاق و اطوار کے حامل ہوتے ہیں۔ ایک ہی قبیلہ و نسل کے لوگ خواہ انہوں نے مختلف ممالک اور متضاد ماحول میں تربیت پاکر پرورش پائی ہو اَپنے

اعمال و کردار، عقل و تمیز اور علم و جہل کے اعتبار سے خاص خاص نو ملیتوں میں ان میں زبردست مماثلت پائی جاتی ہے۔ مصر، سوڈان، شمالی افریقہ، حجاز و نجد، خراسان و افغانستان کے آرائیوں کی بستیوں اور پاکستان کے چار صوبوں و آزاد کشمیر میں ان کی آبادیوں میں یکسانیت، ان کے مکینوں کی شکلوں اور طرز بود و باش اور اپنے دینی عقائد کے لگاؤ اور اخلاقِ فاضلہ کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اتنی صدیاں گزر جانے کے باوجود اور زبانوں کے اختلاف کے علی الرغم کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔ ایک نظر میں ہی ان کی پہچان ہو جاتی ہے۔

(خیال رہے کہ عمرؓو بن العاص نے فلسطین پر یلغار کے وقت لشکر ترتیب دینے کے لیے قیس عیلان سے زیادہ مجاہدین لیے تھے پھر ان کے خالہ زاد عقبہ بن نافع فہری نے بھی۔ بنو قیس اور بنو تمیم کے ساتھ افریقہ فتح کیا۔ آرائیں اور راعین وادیٔ نیل میں پھیلے ہوئے ہیں جو رشتہ کرنے کیلئے کف سے باہر نہیں جاتے)

اسی طرح پنجاب کے جاٹ، عرب کے زط یورپ کے جپسی میں حیران کن مماثلت پائی جاتی ہے البتہ ہندو جاٹوں کی بعض ناپاک عادتوں اور بری رسومات کے اثر سے چہروں کا مسخ مشاہدہ ہوتا ہے۔ یہاں کے اصل راجپوتوں، وسطِ ایشیا کے تاتاریوں اور جرمن سامیوں میں چمڑوں کے سیاہ و سفید یا زرد و سرخ ہو جانے کے باوجود اشکال و طبائع اور اخلاقی اقدار میں قدر مشترک ہے۔ ترکِ وطن کے باوجود نئے ماحول اور مختلف آب و ہوا میں بھی قوموں نے اپنی فطرت، عادت اور ماحول کو اپنائے رکھا اور دیارِ غیر میں بھی اپنے لہجہ، بود و باش اور عادات کو برقرار رکھا۔ اختلافِ وطن اور آب و ہوا کے فرق سے طبائع میں بھی فرق آجاتا ہے مگر نسب اور دین ایک ہونے کے سبب طبیعت کے استاد نے ان میں افتراق کو راہ نہیں دی۔

عربوں اور غیر عربوں میں تمیز و فرق نسب کے علاوہ مخصوص علامات، عادات و شعائر سے ہوتا ہے علاقائی اثرات کے علی الرغم دیگر خصوصیات احوال و خواص سے بھی فرق عیاں ہوتا ہے۔ مخصوص نشانات و علامات کے فرق میں صورت و سیرت، اخلاق و عادات اور عمرانی طبعی حالات میں (مثلاً ذرائع روزگار) تعمیرات علوم و صنائع اور مذہب و شرائع اور سیاست میں حدِ اعتدال اہلِ نسب کے لیے واضح نشاندہی کرتے ہیں۔ تھل و چولستان کے باسیوں اور پنجاب و سندھ کی زرخیز زمینوں پر آباد ایک ہی نسل میں وہی فرق پیدا ہو گیا ہے جو نجد و حجاز کے بدویوں اور عراق و مصر کے کسانوں میں ہے۔ بدوی اناج اور ضروریاتِ زندگی خصوصاً ترکاریوں پھلوں سے محروم ہونے کی بنا پر دودھ اور گوشت پر گزارہ کرتے ہیں۔ اس لیے ان کے جسم سڈول شکلیں موزوں اور اخلاق معتدل و دل پسند اور ذہن بڑے روشن ہوتے ہیں جو حقائق کو بڑی سرعت سے پا لیتے ہیں جیسے جنگل کے ہرن نیل گائے گیدڑ، بھیڑیے، پرندے گھریلو پالتو بکریوں، گائے بھینس، کتوں، مرغوں وغیرہ کی نسبت تیز حواس ہوتے ہیں باہم ہم جنس ہونے کے باوجود ان میں کتنا عظیم فرق واقع ہوا ہے۔ زرخیزی ردّی فضلات اور فاسد اخلاط پیدا کر

پیدا کر دیتی ہے۔ کم خوراکی وبھوک حسن وجمال اور فہم و ذکاء کا باعث ہے۔ آرام کی زندگی کا اثر دین و عبادت پر بھی پڑتا ہے۔ فاقہ مست ہی مجاہد اور عبادت گزار ہوتے ہیں۔ دین انہیں دُنیوی عیش میں پھنسنے سے روکتا ہے اس لیے سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ (ابن خلدونؔ۔ مقدمہ)

یورپین قومیں باوجود فراوانی کے اپنی مستقل عادت کی بنا پر محنت بلکہ سخت محنت پر لگی ہوتی ہیں وہ نہ ہماری طرح لمبی تان کر سوتے ہیں نہ خواب دیکھتے ہیں۔ اس کے برعکس ہمارے ہاں تصوّف نے خواب ہی کو اعلیٰ انسانی قدر قرار دے رکھا ہے حالانکہ عمر کو گھٹاتی ہے نیند اور جمود ذہنی کا موجب ہے۔ ؎

دلے زندہ شود ہرگز نمیرد
دلے بیدار شد خوابش نگیرد

یورپ نے وہاں سے آگے قدم بڑھایا ہے جہاں تک یسوع مسیحؑ ان کو پہنچا گئے۔ طبّی کمالات، سائنسی انکشافات اور رَفع الی السماء دیکھ لیجیے۔ انہوں نے اپنے ہادی پیشوا کی اقتداء میں انسان کو کس قدر سہولتیں اور برکتیں فراہم کر دی ہیں اور ہماری حالت یہ ہے کہ اعلیٰ طبقات اسفل السافلین کی طرف گرتے جا رہے ہیں اور سافل طبقہ بے مہار ہو کر اعلیٰ کو پیچھے دھکیل رہا ہے۔ ہم صرف آنحضورؐ کی نعت گا کر گزارہ کرتے ہیں۔

؎ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

انبیاء کی وراثت علم ہے جسے دنیائے اسلام نے نظر انداز کر رکھا ہے۔ میراثِ خلیلؑ و حبیبؐ تو تثلیث کے فرزند لے گئے۔

مقولہ ہے کہ تاریخ مرتب کرنے والے اپنے نسلی، گروہی، دینی و روحانی رشتوں کے ساتھ وفا شعاری اور اخلاقی تصوّرات کو پیمانہ بنا کر واقعات و حالات اور ان کے فطری نتائج کا صحیح جائزہ نہیں پیش کر سکتے مگر ہمیں اپنی پستی کا اندازہ کر کے اصلاحِ احوال کے لیے تاریخ ہی سے مدد لینی پڑتی ہے۔ امیر و غریب اور یعنی مزدور کسان اور نئے ملازمین تجار کے استحصال کو حقارت سے دیکھتے ہیں۔ یورپین سوسائٹی نے ہر خاص و عام کے لیے ترقی و تعلیم کے یکساں سامان فراہم کر دیے ہیں جہاں غریب سے غریب کا بیٹا اعلیٰ تعلیم و تربیت حاصل کر کے اونچے سے اونچا منصب پا سکتا ہے۔ مزدور کارخانے کا مالک بن سکتا ہے، عام آدمی خدمت و صلاحیت کے طفیل ملک کا صدر بن کر ساری قوم کی عزت کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ وہاں کی سیاست سمندر کی لہروں کی طرح ہے جو اوپر ہی اوپر ٹکرا کر شور مچاتی ہیں مگر سمندر کی تہہ پُرسکون رہتی ہے۔ وہاں حکمران گروہ کی معمولی لغزش کا بھی محاسبہ کیا جاتا ہے۔ لوگ ذرا سی بے انصافی کے خلاف اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ حکومتیں فوراً جھک جاتی ہیں۔ کسی جگہ انا کا مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔ زندہ قوموں کے افراد کی یہ

خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ ہر معاملہ میں اپنی ذات پر قومی مفاد کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس کے برعکس ہماری حالت یہ ہے کہ استحصالی طبقہ پراپیگنڈہ اور سرمایہ کے زور پر غلبہ حاصل کئے ہے۔ عوام جاہل ہیں۔

ہر قسم کے استحصال و استبداد کو قوت سے ختم کرنے کا اعلانِ نبویؐ مظلوم طبقات کے لیے زندگی کا پیغام تھا اسی لیے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی اشاعت بجلی کی رو کی طرح تمام عالم میں دوڑ گئی۔ اس آناً فاناً کامیابی نے مسلمانوں کے خلاف حسد اور مفتوحہ حکمران طبقات میں بغض و کینہ پیدا کر دیا۔ جو فیاضانہ برتاؤ غیر اقوام کے ساتھ روا رکھا گیا اور جس رواداری اور اعتدال سے معاملات حکومت نپٹائے گئے اس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ عیسائی مؤرخ جرجی زیدان کی رائے ہے "مسلمانوں کو فتح کی جرأت اور اس میں امداد صرف ان کے مذہب نے دلائی اور اپنی فتح مندی پر ان کے سچے دلی اعتقاد نے جس کے ساتھ ان کی شہسواری اور تیراندازی کی مہارت، جسمانی قوت اور سادہ زندگی بسر کرتے رہنے سے مستعدی کی عادت لڑائی کو طول دینے کا ڈھنگ اور ان کی قوم میں اہل الرائے اور شجاع افراد کا پیدا ہونا شریک تھا اور ان سب پر طرہ یہ کہ ان کی انصاف پسندی دادگستری اور مہربانی تھی جو وہ مفتوح رعایا کے ساتھ برتتے تھے ان کے مذہب، عقائد و رسومات میں مداخل نہ ہوتے اور پوری آزادی دیتے۔"

قومیں تاریخی ماضی کے بعد افراد کے اعلیٰ ذہنی و اخلاقی قابلیتوں سے بنتی ہیں۔ قائد اور عقائد بناتے ہیں۔ قوم کے لیے اشتراک جسم اور اجتماع بدن اتنا ضروری نہیں جتنا کہ اشتراکِ دماغ اور وحدتِ خیال لازمی ہے انسانوں کے اجتماع کو قوم نہیں کہتے۔ بلکہ چند دماغوں کے کسی ایک مرکز پر جمع ہو جانے کا نام قوم ہے خواہ وہ گنتی کے لوگ دنیا کے دُور دراز گوشوں میں علیحدہ علیحدہ ہوں اور کبھی یکجا بھی نہ ہوں مگر ان کی زندگی کی حرکت ایک نصب العین کے ماتحت ہو۔ ان کا مرکز خیال ایک ہو۔ قوم اس نسل کو بھی کہا جاتا ہے جن کے آباء کے خصائص وراثتاً اولاد میں منتقل ہوتے آئے ہوں۔ ملت کا اطلاق انسانوں کے ایسے گروہ پر ہوتا ہے جو اکثر مختلف اقوام کے ہیں لیکن ایک ہی نظام کے تحت زندگی بسر کر رہے ہوں اور نفع و نقصان میں ایک دوسرے کے شریک ہوں۔ جب تک باہمی ازدواج و امتزاج سے صاف و صریح خصائص جسمانی و رُوحانی نہ پیدا ہو جائیں ان پر ایک قوم کا اطلاق نہیں ہو سکتا خواہ ایک مذہب ایک زبان رکھتے ہوں اور ایک نظام کے تحت زندگی گزارتے ہوں۔ خصائص جسمانی کی طرح خصائص روحانی بھی اسی التزام کے ساتھ ارثاً اولاد میں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک ہی قسم کے نظامات کا اثر مختلف اقوام پر مختلف ہوتا ہے جیسا کہ ہم مغربی طرز جمہوریت کے تحت مادر پدر آزادی کا مشاہدہ کر رہے ہیں جس نے اجتماعی زندگی کو زہر آلود کر کے پورے معاشرہ کو ہلاکت کے قریب کر دیا ہے ؎

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام　　چہرہ روشن اندرون چنگیز سے تاریک تر

جب کوئی قوم زوال و انحطاط کی تاریک اور خوفناک گھاٹیوں کی طرف اپنا رُخ پھیر دیتی ہے اور تباہی و بربادی کے بھیانک و عمیق غاروں کو اپنی منزل ٹھہرالیتی ہے تو بعض دفعہ اس میں کوئی ایسی ہستی دفعتہً پیدا ہو جاتی ہے جو اپنی غیر معمولی فطری صلاحیتوں کی بنا پر اس کو پھر زندگی، سربلندی اور کامرانی کی شاہراہ پر لاکھڑا کرتی ہے۔ آنحضورؐ نے تنبیہہ فرمائی تھی کہ "جب میری اُمّت دنیا کو قابلِ وقعت و عظمت سمجھنے لگے گی تو اسلام کی شوکت و ہیبت ان کے دلوں سے دُور ہو جائے گی اور جب امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو چھوڑ دے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہو جائے گی اور جب آپس میں ایک دوسرے کو سب و شتم کرنا اختیار کرے گی تو اللہ عزّوجل کی نگاہ میں گر جائے گی۔" نیز فرمایا "جب لوگ فقرا سے کد رکھیں۔ دنیاوی شوکت و حشمت کا اظہار کریں اور روپیہ جمع کرنے میں حریص ہو جائیں تو اللہ تعالےٰ ان پر چار مصیبتیں نازل کرتا ہے۔ قحط سالی، ظالم حکمران، خائن حاکم، دشمنوں کی ہیبت۔ آپؐ نے مزید فرمایا۔ "جب فتنہ جاگتا ہے تو اس کی گرفت میں صرف ظالم ہی نہیں آتے سبھی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ بحری جہاز کی نچلی منزل میں سوراخ ہو جانے سے پانی بھرنا شروع ہوگا تو اوپر کی منزل والے کیسے نہ ڈوبیں گے۔ آپؐ نے اطلاع دی: "فتنہ کے محرک تین ہیں؛ خبریں سننے کے شوقین، خبریں سُنانے والے اور خبریں گھڑنے والے۔" (جس کی واضح مثال بی۔بی۔سی اور اخبارات ہیں)۔

ہمارا اخلاق اِس قدر بگڑ چکا ہے کہ ہم نے ان تمام عیوب کو جن کی اللہ تعالےٰ نے سختی سے ممانعت کی ہے بلغیر خجالت کے وطیرہ بنالیا ہے۔ ایک دوسرے کے حالات کی ٹوہ لگاتے پھرنا، بدگمانیاں پیدا کرنا، بُرے نام سے یاد کرنا، بلاوجہ طعن کرنا، مذاق اڑانا، پیٹھ پیچھے برائی کرنا۔ اب کوئی بُری خصلت نہیں کہی جاتی۔ اہلِ سیاست اور اخبارات ان گھناؤنے جرائم کا ارتکاب کرنے میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کا مظاہرہ کرتے ہیں، جسے قومی سطح پر سَراہا جاتا ہے۔ گروہی امتیازات اور فرقہ وارانہ تفاخر نے جو باہمی سر پھٹول کا باعث ہیں۔ اب سیاست کا رنگ اختیار کر لیا ہے۔ جمہوریت کے نام پر اپنی بڑائی اور دوسروں کی تذلیل لیڈرشپ کا کمال سمجھی جانے لگی ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ قبیلوں، قوموں، نسلوں میں انسانوں کی تقسیم محض تعارف و پہچان کے لیے ہے نہ کہ تفاخر کے لیے۔ تمام انسان ایک ہی اصل سے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک انسان کو دوسرے انسان پر محض اخلاقی برتری اور خدمت کی بنا پر فضیلت حاصل ہو سکتی ہے۔ ان واضح ہدایات سے منہ پھیر کر ہم جہالت کی تاریکیوں میں گم ہوتے جا رہے ہیں جب کہ آپ اللہ نے فرمایا ہے۔ "اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو بکواس اور لغویات کو اپنا لیتے ہیں کہ علم نہ رکھتے ہوئے خدا کی راہ سے بھٹکا دیں اور اللہ کے اس راستے کو مخول بنا دیں تو ایسے ہی لوگوں کے لیے رُسوا کن عذاب ہے (۱:۳۱)۔" جب روحانیت پر زوال آتا ہے تو سیاسی زندگی بھی رُوبہ تنزّل ہوتے بغیر نہیں رہ سکتی اور جب انسانی روح افزوں و فائق ہو جاتی ہے تو جملہ اشیاء کی روح اس کی مطیع ہو جاتی ہے۔ یہی

روح ہے جو صاحبِ قوت و حیات اور مشیّت و استطاعت ہے۔ یہ حسّاس و مدرک ہے۔ ہر قوم کی اپنی روح ہوتی ہے جس کی قوت پر اُس قوم کی زندگی اور اس کے نظریات و تصوّرات کا انحصار ہوتا ہے۔ جب وہ تخلیقی ذہانت ماند پڑجاتی ہے تو وہ قوم اور اس کے نظریات بھی ماند پڑجاتے ہیں۔ پھر اس کے افراد دنیا سے نیست و نابود ہو جاتے ہیں مگر ان کے پیش کردہ افکار راکھ کی چنگاریوں کی طرح دبے رہتے ہیں جب کوئی گروہ جوشِ عمل سے ان کو ہوا دیتا ہے تو پھر بھڑک اٹھتے ہیں۔

دنیا کا ہر تمدّن ماضی کے بطن سے ہی جنم لیتا ہے البتہ اس کی پرورش حال کی گود میں ہوتی ہے۔ ہر انسان آگے بڑھتے ہوئے اپنے ماضی پر برابر نگاہ رکھنے پر مجبور رہے یعنی زندگی اپنی پشت پر ماضی کا بوجھ لادے ہوئے آگے بڑھتی ہے۔ کوئی قوم بھی ماضی کو پسِ پشت نہیں ڈال سکتی۔ جو قوم اپنی تاریخ کو فراموش کر کے دوسری اقوام سے کٹ کر خود کو بے سہارا اور اجنبی بنا لیتی ہے وہ جلد ہی تاریخ سے گم ہو جاتی ہے۔ سب سے پہلا مؤرخ ہیروڈٹس ۴۲۴ ق م۔ جس نے کہا کہ تاریخ لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کے اچھے کارناموں کو خراجِ تحسین پیش کریں۔" اس کے شاگرد نے اضافہ کیا" بلکہ اس کے علاوہ ان کی غلطیوں کو بھی پیش نظر رکھا جائے"۔ تھاس کارلائل کے نزدیک بھی تاریخ بڑے آدمیوں کے کارناموں کا ریکارڈ ہے اور ان کی سوانح عمریوں کا مجموعہ ہے"۔ کارلائل بڑا محقق عارف تھا۔ اس نے اس شاہی رازکو بیان کرنے میں دانستہ اخفاء سے کام لیا کہ ان" بڑے لوگوں" کو جن"چھوٹے لوگوں" کی وجہ سے عظمت نصیب ہوئی ان کی ہمتِ باطنی کے حامل ریکارڈ کا مطالعہ کیسے ہو۔ بظاہر تاریخ اس کی شہادت دیتی ہے کہ قوت کے نشے میں سرشار ہو کر ہمیشہ طاقت ور قوموں نے اپنے کمزور ہمسایوں پر یلغار کی اور بادشاہوں کے ملازم مؤرخین نے ظلم و زیادتی کی داستانوں کو شجاعت و شہامت کا ملمع چڑھا کر پیش کیا مگر قرآن واقعاتِ عالم میں تبدیلی کی اور ہی وجہ بیان کرتا ہے کہ کیوں ایک قوم کی جگہ دوسری قوم کو استخلاف فی الارض عطا ہوتا ہے۔

ہماری تاریخ پہاڑوں اور پتھروں سے مرتب نہیں ہوئی۔ اصل چیز عمل ہے۔ عمل ہی سے تاریخ کے سنگِ میل تعمیر ہوتے ہیں۔ تاریخ کے نقوش ایک نیا جہاں تشکیل کر دیتے ہیں۔ تاریخ جس طرح قابلِ ذکر لوگوں کے کارناموں اور باتوں کو زندہ رکھتی ہے جن پر لوگ فخر کریں اسی طرح قابلِ نفریں کو بھی مرنے نہیں دیتی۔ تاریخ کا یہ واقعہ بھلایا نہیں جا سکتا کہ اپنے امیر (عثمانؓ) کی مدافعت سے غفلت کی بنا پر مسلمانوں کا سیاسی اتحاد ختم ہو گیا اور پھر اہلِ مدینہ پر کیا کچھ گزری بہت ہولناک ہے۔ بعد ازاں علی المرتضٰیؓ کی اقتدا کی بجائے اختلاف نے مذہبی اتحاد بھی ختم کر دیا اور نظام خلافتِ الٰہیہ کی بجائے شاہنشاہیت بحال ہو گئی جس نے اسلامی سیاست کی بنیادیں ہی مٹا دیں۔ دین کی بنیادی رُوح" الجماعت" ختم کر کے مختلف گروہوں میں بٹ گئے اور ایک دوسرے کا گلہ کاٹ کر اقتدار حاصل کرنے کا نام اسلام رکھ لیا۔

کسی مجہول التاریخ قوم کی دریافتِ حال کے لیے علم الاقوام، علم الالسنہ اور قرائن حال بہترین ذرائع ہیں علم
الاقوام کے ذریعہ قوموں کے جوڑ بند، چہرے مہرے اور خو بُو کو دیکھ کر ان کے اتحادِ نسل اور جنسیت کا راز
معلوم کیا جاتا ہے۔ جسمانی ساخت میں مشابہت کے ساتھ زبان و خطِ تحریر اور علم الآثار کی شہادت، کتبات و
نوادرات وغیرہ سے ملتی ہے نیز بیرونی اثر اور اجنبی اختلاط کی گرہ کشائی بھی ممکن ہوجاتی ہے۔ حالاتِ قدیم کے
قبرستان سے مدفون خزانے تلاش کرنے کے لیے تاریخ کا چراغ اور جغرافیے کی کدال چاہیئے۔ ایک تجربہ کار
مؤرخ ماضی اور حال کے کوائف کا تجزیہ کر کے مستقبل کی پیش بینی کرتا ہے اور ماہرِ زبان انسانی ضروریات اور زمین
کی طبیعت پر نظر کر کے تغیراتِ زبان کی تاریخ اور مستقبل میں اس کی ترقی و تنزل کا حکم لگاتا ہے۔ قدرتِ کاملہ نے
انسان کو زبان پیدا کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے عَلَّمَ آدَمَ الاَسمآءَ کُلَّھَا۔ 'ہاں' کہنے کو ذرا سا سر آگے جھکا
دیتا ہے" نہیں" کہنے شانوں کی طرف سر ہلا دیتا ہے۔ یہ طبعی حرکت ہے۔ سخت آواز نکال کر ناراضگی کا اظہار کرتا
ہے اسی طرح صاحبِ زبان اپنے مافی الضمیر اور حرکتِ اعضاء کے مجموعہ کو آواز کے رنگ میں کانوں کے راستے
سمجھاتا ہے۔ اولین حرکت میں ہونٹوں کا ہلانا ہے جس سے مَ مَ بَ بَ کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ فارسی بابا مام اور
عرب کے بچے ام اب بولنے لگتے ہیں۔ عرب ہندی کے الفاظ بھ۔ پ۔ پھ۔ ٹ۔ ٹھ۔ ڈ۔ ڈھ ڑ۔ ڑاں۔ کھ۔ گھ
نہیں بول سکتے۔ ہندیوں میں عرب کے آٹھ حروف ث ح ص ض ط ظ ع ق نہیں بولے جاتے۔ فارسی کے پ
چ ژ گ عرب نہیں بول سکتے۔ لب و دہان اور گلا و زبان کی ساخت میں فرق کے سبب ان کی حرکتوں میں بھی فرق
ہے۔ انسان ہر طرح کی آواز پیدا کرنے پر قادر ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ بعض آوازیں بعض دہانوں سے موافق
ہیں بعض منافر۔ اعضاء کی ساخت میں فرق کی نسبت سے ان کی جنبشوں میں اختلاف کی بنا پر مختلف آوازیں پیدا
ہوتی ہیں بعض حروف صفائی اور آسانی سے اور بعض مشکل سے نکلتے ہیں۔ اگر زبان ٹھیک جگہ نہ لگی تو پاس کا
حرف پیدا ہوگیا مثلاً مندرجہ ذیل حروف اپنے قریب المخرج سے اکثر اَدل بدل ہوتے ہیں: ب و پ ف م
دونوں ہونٹوں سے مل کر نکلتے ہیں۔ س ز نوکِ زبان اور نیچے کے دانتوں سے مل کر۔ ت ٹ د ڈ اُوپر والے
دانتوں کی جڑ سے نوکِ زبان کے ملنے اور ل ن ر ڑ ان کے درمیان سے مل کر۔ ع ہ گلے کے نیچے سے۔ ح خ
اس سے ذرا اُوپر کوّے کے پاس سے۔ ق ک گ کوّے کے اُوپر سے ش ج چ ژ سے وسط زبان اور
تالو سے نکلتے ہیں۔ ہندی عالم کی بولی میں ب اور و کا فرق معلوم نہیں ہوتا (اسی بنا پر دیول کو دیبل بھی کہا جاتا ہے)
بلاد عرب و فارس کے گلے کی آواز نہیں ٹ اور ڈ بھی وہاں کی نہیں۔ خ ہندی میں ک کھ سے بدل جاتی ہے۔ ت
کا د سے مبادلہ ہوجاتا ہے غ کی آواز اہلِ ہند کے منہ اور گلے کے بالکل مخالف ہے اور نہ ق یہاں کی مٹی سے پیدا
ف کو پ سے بدل دیتے ہیں (فیروزپوری پروح پڑ بولتے ہیں اور عرب ف کو ث سے بدل دیتے ہیں جیسے تحفف

کو تحنث، جدث کا جدث، ثم کی بجائے فم کہتے ہیں اور اسم تصغیر اُمّہ سے اُمیہ، سبل سے سُبیل، قبل سے قبیل، جمل سے جمیل، سُرر سے سریر، قمص سے قمیص اور ہ کی آواز ا نکالتے ہیں۔ اُردنی ق کو ج بولتے ہیں۔ ہند میں بھی لونڈی کو لونڈیا۔ کُٹی کو کٹیا، سانوری کو سانوریا، کوشل کو کوشلیا، کنہیا، لٹیا، بٹیا وغیرہ بولتے ہیں۔ م کا اکثر ن سے مبادلہ اور اس میں ن غنہ کا بھی مادہ ہے۔ چنانچہ جب ن کے بعد ب ہو تو م بولتے ہیں۔ (گنبد، جنبش) ل ملائم اور صاف تلفظ ہے مگر اکثر ر سے مبادلہ ہوتا ہے۔ (آزاد)

ض آنحضورؐ کو ملا اس کی آواز صرف عربوں میں ہے ہندی قاری والضالین کو والدّوالین کہتے ہیں۔

عربوں نے حرُوف کی اشکال کے لیے بہت سادہ طریقہ اپنایا۔ ا۔ احد بیابان میں سرکنڈا جیسے کائنات میں خدائے واحد اور سیدھی راہ کا نشان ہے۔ ب باب دروازے کے مقابل آدمی۔ ت ث تعریف و ثنا کا اظہار۔ ج جمل اُونٹ۔ ح حمل مینڈھا، اُوپر نقطہ لگا کر خ خیر آدمی کا رزق۔ د دُنیا بوڑھی عورت، اُوپر نقطہ ذ ذلت کا۔ ر رفعت، اُوپر نقطہ ز زیادتی ظاہر کرتا ہے۔ س سین ہلال اور روشنی۔ ش شجر درخت پر پرندے دکھاتے۔ ص صبر بند مٹھی۔ اُوپر نقطہ ض ضیق کا۔ ط طائر پرندہ۔ نقطہ ظ ظلم کا۔ ع عقرب بچھو۔ نقطہ غ غصہ کا۔ ف فنا گڑھے میں آدمی۔ ق قلب سینے کے نیچے دل۔ ک کمال زینہ کا پایہ۔ ل لام ڈوری۔ م مطر پانی برسنا۔ ن نجا، کشتی میں سوار، پار اُترنا۔ و وقار کا۔ ہ ہجر پتھر اور ی یمین ویسار ظاہر کرتا ہے۔

ہنود ا کو آلت لیتے ہیں۔ شو کو پیدائش کا دیوتا اور شو لنگ کے نام پر افزائش نسل کی خاطر آلۂ پیدائش کی پُوجا کرتے ہیں۔ مگر بول چال میں نفی کے معنی لیتے ہیں۔ جیسے مر سے امر۔ جیت سے اجیت۔ ت صیغۂ واحد حاضر اور م واحد متکلم و فاعلیت کے لیئے جیسے ہند سے ہندُو۔ شا شو۔ لشو۔ ی والا کے معنی میں جیسے گن کا گنی۔ پاپی۔ ن انکار کی تاثیر اور ک تصغیر کے لیئے بولا جاتا ہے۔ ج نسبت کے معنی میں جیسے ایرج۔ نیرج۔ آتمج۔

علم الاعداد اور علم الحرُوف کے "اسرار" وضع کرنے والوں نے عجیب طلسمات بیان کیئے ہیں۔ مثلاً "ا ب ج د ہ و ز ح ط ی" کے جُفت عدد کا حرف یعنی دوسرا، چوتھا، چھٹا، آٹھواں حرف لے کر بدُوح کا اسم ایجاد کیا اور اس کی عجیب و غریب تاثرات ظاہر کیں کہ اگر چھت پر یا بدُوح لکھ دیا جائے تو کبھی نہ گرے گی اور عناصر کی شکست و ریخت سے محفوظ رہے گی۔ ؎

حرف کو کاغذ سے سیاہ کند
دل کہ تیرہ اَست کے چوُ ماہ کند

حروفِ ابجد کی تعداد انسانی اُنگلیوں کے اٹھائیس جوڑوں، پیٹ کے مہروں اور چاند کی منازل کے برابر

رکھی گئی تھیں۔ ان کے طلسمی اثرات کو فلکی کواکب کی رُوحانیات سے نسبت ظاہر کر کے بہت کچھ بیان ہوا ہے مگر حکم کے آگے سب ہیچ ہے۔

زمانہ کی گردشوں، سلطنتوں کے انقلابات، ملکوں کی آب و ہوا سے لوگوں کے کلّوں جبڑوں کی ساخت لب و دہان کی حرکتیں اور گلوں کی آوازیں اور زبان کے لہجے بدل گئے تاہم جتنی صُورتیں ملتی جلتی باقی رہ گئیں غنیمت ہے کیونکہ حروف کے جوڑ بند کھول کر ان کے معنی میں نگاہ ڈالنے سے ان کی اصل نسل دریافت ہوجاتی ہے اور پھر اس کی ٹوہ لگانے سے مزید معلومات ہوتی ہیں کہ زمانہ کے ساتھ کس کس ملک و قوم میں پہنچے اور کیا کچھ تغیر پیدا ہوا۔ جس طرح اختلافِ وطن اور آب و ہوا کے فرق سے طبیعتوں میں بھی فرق ہوتا ہے۔ انسانی بولی ہوائی سواری ہے جن پر ہمارے خیالات راکب ہو کر دل سے نکلتے ہیں اور کانوں کے رَاستے اوروں کے دماغوں میں پہنچتے ہیں۔ صورتِ ماجراء، کام، مقام اور ساری حالت کانوں سے دکھاتے ہیں۔

حکماء کے نزدیک اشیاء کا ادراک دو چیزوں سے ہوتا ہے حواس اور قلب سے۔ حواس سے ادراک کی تین صُورتیں ہیں۔ مداخلت یا مَس یا ان کے بغیر۔ جو ادراک مداخلت سے ہو وہ آوازیں ہیں جو کان میں آئیں یا سُونگھنے اور چکھنے سے۔ جو ادراک چھونے سے ہوتا ہے وہ مربع مثلث نرم سخت گرم سرد معلوم کرنا ہے جو بلا دخل و مس ہیں وہ دیکھنا ہے کہ آنکھ نہ تو کسی جگہ داخل ہوتی ہے نہ کوئی شئے اس میں داخل ہوتی ہے۔ ادراک و بصر کے لیے سبیل و سبب دَرکار ہے یعنی فضا اور روشنی۔ دل کو ہوا پر غلبہ ہے اور اس کا تعلق انہی چیزوں سے ہے جو فضا میں موجود ہیں اس لیے وہ صرف اِنہی کا ادراک کرتا ہے اور سمجھتا ہے۔ جو فضا میں موجود نہیں۔ اُن کا ادراک نہیں کرسکتا۔ ذاتِ باری بے مثل ہے اور اپنی مخلوق سے مشابہ نہیں اس لیے ذاتِ باری نہ حواس سے محسوس ہوتی ہے اور نہ ذہن اس کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے۔ قلوب اس کو بغیر صُورت اور حد کے پہچانتے ہیں۔

ہندی علماء نے چار عناصر مٹی، ہوا، آگ، پانی کے ساتھ پانچواں عنصرِ اعظم آکاس لیا ہے اور انسان کے حواسِ خمسہ یعنی سونگھنے چکھنے دیکھنے سننے اور چھونے کی قوتوں کو ان عناصر سے اس طرح منسوب کیا ہے۔ قوتِ شامہ جو خاک کی بو کا احساس کرتی ہے، ذائقہ آب سے کیونکہ زبان میں لعاب موجود ہے۔ باصرہ آگ کی طرح روشنی سے مستفیض ہے کہ ہر شئے کا رنگ رُوپ دیکھتی ہے۔ لامسہ عنصر باد سے کیونکہ ٹٹولی جانے والی اشیاء ہوا کے طفیل ہی معلوم ہوتی ہیں۔ سامعہ عنصرِ اعظم کی طرف منسوب ہے۔ مہا آکاس (رُخ باری تعالےٰ۔ وجہ اللہ) کی حقیقت کانوں کے ذریعہ ہی سے اہلِ اللہ پر منکشف ہوتی ہے۔ بروزِ آخرت عنصرِ خاک جو سب عناصر کے بعد وجود میں آیا تھا سب سے پہلے فنا ہوگا اس طرح کہ پانی میں ڈوب کر مٹ جائے گا پھر زمین کے اندر کی آگ (حاویہ) پانی کو خشک کر دے گی پھر ہوا حرارت کو ٹھنڈا کر کے رُوحِ اعظم (حقیقتِ محمدیؐ) سے مل کر مہا آکاس میں فنا ہوجائیگا

کُل شَیٔ ھالکٌ اِلاّ وَجہہٗ۔

آواز نفسِ رحمٰن سے پیدا ہوئی۔ ایجادِ عالم کے وقت لفظ کُن سے ظاہر ہوئی۔ باقی سب آوازیں اسی سے پیدا ہوئیں جن کو تین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ I۔ ناد۔ ازلی ابدی جس سے مہا آکاس محسوس ہوتا ہے۔ II۔ ایک شئے کے دوسری چیز پر مارنے سے بلا ترکیب الفاظ پیدا ہونے والی آواز۔ III۔ وہ آواز جو الفاظ کی ترکیب سے پیدا ہوتی ہے اسے بہت اہمیت حاصل ہے۔ سُنی اور دیکھی جانے والی اشیاء میں کانوں اور آنکھوں کو وہی چیز پسند ہوگی جس کی شکل و کیفیت میں کوئی خاص تناسب ہوگا۔ خوبصورت چیز نفس مدرکہ کے مناسب ہونے کی بنا پر اس کے ادراک سے لذّت اٹھاتا ہے۔ عمدہ خوشبو والی قلبی روح سے زیادہ مناسبت کی وجہ سے لطف پیدا کرتی ہے کیونکہ مزاج رُوح کی مانند ان میں بھی حرارت کا غلبہ ہوتا ہے جیسے غناء کے گانے میں سُر کاٹ کاٹ کر مشہور نسبتوں سے پڑھے جاتے ہیں جنہیں نغمات کہتے ہیں۔ گاتے وقت آواز کبھی آدھی کبھی چوتھائی کبھی اس کا پانچواں اور کبھی اس کا گیارھواں حصّہ نکالی جاتی ہے۔ آواز کے ہر حصّے میں دوسرے حصّے کے ساتھ ایک خاص تناسب ہوتا ہے اور جب آوازوں کی یہ نسبتیں بساطت سے نکل کر ترکیب اختیار کرلیتی ہیں تو ان میں اختلاف پیدا ہونے کی وجہ سے سننے والوں کو لذّت آتی ہے مگر ہر ترکیب باعثِ لذّت نہیں بلکہ اس کی خاص خاص ترکیبیں ہیں۔ غنائی لغموں میں نَے کے ساتھ بجا کر یا پھونک کر آلات کی دوسری آوازوں کے ٹکڑے بھی ملا لئے جاتے ہیں تو پھر گیت سونے پر سہاگے کا کام دیتا ہے اور عجیب مستانہ لذّت پیدا کر دیتا ہے۔ لذّت کسی مناسب اور شوق کی چیز کو پا لینے کا نام ہے اور موسیقی جو حسُن کی غائبانہ شکل ہے۔ پہلی ہی جھلک میں ہر شئے کی اصل غایت و ہیئت بتلا دیتی ہے۔ یہ فلسفہ سے بالاتر کشفِ الٰہی ہے جس سے انسان خود کو پاک کرتا ہے۔

سماع۔ ہر شئے کی ایک قوت ہوتی ہے روح کی قوت سماع ہے۔ حکیم فیثاغورث نے اپنے نفس کی طہارت اور قلب کی ذکاوت کی وجہ سے افلاک اور ستاروں کی حرکات کے نغمات اور اصوات کو سُنا اور اپنی جودت طبع سے موسیقی کے اصول اور راگوں کے اثرات کا استخراج کیا۔ معین الدین چشتیؒ جب وارد ہند ہوئے تو تبلیغ کے لیے ہندو سماج کے مطابق انہوں نے بھی توحید کے راگ الاپنے شروع کر دیے جیسا کہ امیر خسروؒ نے فاینما تولوا فثم وجہ اللہ کو تن تنا ناری کے بولوں میں الاپ کر ایسا کمال کر دکھایا کہ ہندو بھید گائک آج تک اس میں تصرّف نہیں کر سکے اور توحید گانے پر مجبور ہیں بلکہ خجالت کے باعث بُت پرستی کی توجیہات ترک کر کے گاندھی کی ہدایت پر رام رحیم کے سُر ملانے لگے ہیں مگر بات نہیں بنتی

صوت کی دو قسمیں ہیں حیوانی اور غیر حیوانی جیسے پتھر لوہے گرج طبلے مزامیر کی آواز اور ایک دوسرے کی مخالف موٹی اور باریک آوازیں لیکن جب اِن میں ایک خاص نسبت پیدا ہو جاتی ہے اور باہمی امتزاج کے

بعد موزوں لحن بن جاتی ہیں تو اس وقت سامع کو خوشگوار معلوم ہوتی ہیں۔ شتربان حُدی خوانی سے اور شکاری پرندوں کو پھانسنے میں مدد لیتا ہے۔ ہر قوم میں غم اور خوشی کے مواقع پر موسیقی کا رواج ہے۔ موسیقی کے بارہ مقام ہیں سات آوازیں (سا رے گا ما پا دا نی =/ (Do Re Mi Fa So La Ti چوبیس شعبے اور اڑتالیس ترکیبیں جو بارہ بُروج، سبعہ ستارے ہفت روز، شب و روز کے چوبیس گھنٹے اور سال کے اڑتالیس ہفتے پیشِ نظر رکھ کر ترتیب دیئے گئے۔ اہلِ فن نے لطائفِ ستّہ کے مطابق چھ راگ اور چھتیس راگنیاں بنائیں جن میں بعض سُر اور نغمے ایسے ہیں جن کے اثرات نفوس پر کاریگروں کی صنعت کے تاثرات کی طرح مرتب ہوتے ہیں اور نفوس میں مسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ اعمالِ شاقہ کی طرف تحریک ہوتی ہے جیسے بہادری کے نغمات موزوں اشعار کے ساتھ فوجوں میں مستعمل ہیں۔ بعض نغمے پوشیدہ کینوں کو ابھارتے ہیں اور ساکن نفوس کو حرکت میں لاتے ہیں۔ دلوں کے اسرارِ مخفی کو تحریک کرتے ہیں۔ ہارون الرشید عباسی کے دور میں مشہور فلسفی جس نے جمہوریہ افلاطون کا ردّ لکھا اور معلّمِ ثانی کہلایا ابونصر فارابی بڑا موسیقار بھی تھا جس طرح اس نے تمدّن میں بڑی اختراعات کیں موسیقی میں بھی ایسا کمال پیدا کیا کہ استاد اسحٰق کلاؤنت بھی حسد کرنے لگا اسے ایک ہزار سے زائد راگنیاں یاد تھیں ہر راگ کو نرالے سُروں اور نئے ڈھنگ سے ادا کرتا تھا اس کے گانے کا طریق بڑا دلکش تھا۔ سامعین کو کبھی ہنساتا کبھی رلاتا کبھی سُلا دیتا۔ مجلس پر محویت طاری ہو جاتی۔ خلیفہ واثق باللہ عباسی نے بھی اصوات و الحان میں ایجادات کیں اور قریباً سو سُریں بنائیں جن کو عود بجا کر خود گاتا اور مجلس کو مسحور کر دیتا تھا۔ یوسف ہمدانیؒ سماع کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ "سماع خدا کی طرف سے اس کا سفیر اور قاصد ہے وہ لطائفِ الٰہی جوارِ غیب، نغمے کے ابتداء و انجام معانی و بشارتِ کشف ہے وہ ارواح کی قوت جسموں کی غذا اور دلوں کی زندگی ہے۔ سماع پردہ کو توڑنے والا اور بھید کو کھولنے والا ہے وہ برق لامعہ اور آفتابِ درخشاں ہے۔" دورِ حاضر میں تو موسیقی سے فصلوں کی افزائش اور چوپایوں کے دودھ بڑھانے میں مدد لی جاتی ہے۔

پس حکیماں گفتہ اند ایں لحن ہا۔ از دوارِ چرخ بگرفتم ما
بانگ گردش ہائے چرخ است اینکہ خلق۔ مے سرایندش بطنبور و بحلق

Cosmic Back Ground Radiation کی دریافت سے یہ ثابت ہوا کہ طبیعی کائنات کی ابتدا ایک تخلیقی وحدت (رتق) سے ہوئی جو غیر معمولی توانائی کا حامل ایک وجود تھا۔ ۱۵ ارب سال پہلے وہ اچانک پھٹا تو اس فتق سے کائنات پست و بالا کے مختلف حصے معرضِ وجود میں آ گئے۔ اس سے کہکشائیں (جو زمینی و آسمانی طبقات پر مشتمل ہیں) بنیں نتیجۃً کائنات کے زیریں و بالائی حصے وجود میں آ کر وسعت پذیر ہونے لگے اور یہ توسیعی عمل تیزی سے آج تک جاری ہے..... کا نتا رتقاً کشش کی ایک غیر معمولی قوت تھی جس نے وجود

کائنات کو ایک اکائی اور وحدت کی طرح باہم پیوست رکھا ہوا تھا جس میں اچانک تقسیم و تفریق ہوگئی جو ففتقنٰھما (۲۱/۳۰)
پر منتج ہوئی۔ اس وقت عمل فتق کے بعد دنیا کا درجہ حرارت اندازاً ۱۰۰ CG ارب/FH ۱۸۰ ارب سے زیادہ تھا جو صرف
ایک منٹ بعد گر کر CG ۱۰/FH۱۸ ارب رہ گیا۔ اس وقت درجہ حرارت اوسطاً FH ۴۵۴ / CG ۲۷۰
ہے جو صفر کی سطح ممکن حد سے FH/3CG ۵ زیادہ ہے۔ عمل فتق سے کائنات میں اس قدر حرارت نے جنم
لیا جس کا درجہ آج تک تدریجاً کم ہوتا رہا ہے یعنی کُن سے فیکون آنِ واحد میں نہیں ہوا جیسا کہ علمائے اسلام کا
خیال ہے۔ (کنز الایمان۔ احمد رضا خاں بریلوی) ؎

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آ رہی ہے دمادم صدائے کُن فیکون

دنیا کے موجدین و مفکرین اور فلسفی دائمی حرکت کا اصول دریافت کرنے میں سرگرداں رہے مگر اس وزن کو جو
لفظ کُن سے ظاہر ہونے والی آواز سے پیدا ہوا نظر انداز کیا۔ اُوتُوا المیزان بالقسط۔ وَلَا تُخسِروا المیزان
پر بے شمار تفاسیر لکھی گئیں کہ ہمارا قول و فعل اسی میزان میں تولا جاتا ہے جو ہماری رُوحوں کے اندر قائم کر دی گئی ہے
حرکیات حرارت کے پہلے دو اصول وضع ہونے کے بعد دائمی حرکت پیدا کرنے والی مشینوں کو بالائے طاق رکھ
دیا گیا ہے مقناطیسیت، طبعی حرارت اور مائع ہوا وغیرہ کے ذریعہ مشینوں میں دائمی حرکت پیدا کرنے کی مسلسل
کوششیں کی گئی ہیں۔ بلا مزاحمت حرکت کرنے والے پہیئے، بال بیئرنگ والے کڑے، تحلیل کرنے والے
کیمیائی اشیاء اور میکانکی کل پُرزے تیار کئے گئے۔ آرشمیدس کا پیچ، سکونیت کا مسئلہ عزیبہ، جذب شعری کا
اصول یہ سب اشیاء دائمی حرکت کا مسئلہ حل کرنے کے لیے استعمال ہوئیں۔ مگر آواز و وزن پر توجہ نہیں دی گئی۔
پاکستان میں ایسا ذہن موجود ہے جو ہر مسئلہ میں انسان کی رہنمائی کر سکتا ہے۔" انعمتَ علیہِم " کی شان والے ہیں۔

قیافہ شناسی کو جدید تحقیقات نے بہت اہمیت دے دی ہے۔ اس کائنات کے بہت سارے
اسرار جنہیں کاملین عامی ذہن سے مخفی رکھتے تھے اَب باقاعدہ تدریسی علوم کا درجہ اختیار کر چکے ہیں جس کے نتیجہ
میں علمائے یہود نے ایک مخفی جنگ بھی شروع کر رکھی ہے۔ دنیائے اسلام کی بدقسمتی ہے کہ جہالت کی بنا پر
ان کی صفوں میں بااثر طبقہ کی ایک جماعت دانستہ و نادانستہ یہودی سازشی ذہن کے زیر اثر آ چکی ہے۔ فری
میسنری اور مختلف کلبوں کے رُکن بن کر ملّت کی تباہی کا سامان فراہم کرتے ہیں جیسا کہ ۱۷ اگست ۱۹۸۸ء کا
سانحہ جو تاریخ عالم میں بین الاقوامی انتقامی سیاست کا سنگِ بنیاد بن گیا ہے اور ان شاء اللہ العزیز میزانِ عدل
میں یورپ کے شیطان کے لیے فیصلہ کُن نتیجہ کا موجب بنے گا۔ (بلند مرتبہ والے ہر ایک کو اسکے قیافہ سے پہچان لیتے ہیں ۷:۴۸)
قیافہ شناسی کے بارے میں کچھ بنیادی سطحی باتیں بیان کی جاتی ہیں جس کے کچھ اصول وضع کئے گئے ہیں انسان

نوٹ: ؎ حیرت ہے "اعلیٰ حضرت" کی تفسیر میں منی کو بھی ناپاک لکھا ہے مگر غوثِ الاعظمؒ اور امام غزالیؒ پاک کہتے ہیں کہ Energy پاک شے ہے
آنحضرتؐ کو دافع البلا والوبا مانتے ہوئے بلا کا ترجمہ انعام اور فضل کیا ہے

کا چہرہ اس کی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے اور اندرونی جذباتی کیفیات کا اثر چہرے کے مختلف حصّوں پر پڑتا ہے جو خد و خال کو مختلف سانچوں میں ڈھالتے رہتے ہیں (آگویتہ پہ ہے بلند مرتبہ والے ہر ایک کو اُسکے قیافہ سے پہچان لیتے ہیں)

پہلے قاعدہ کے مطابق چہرے کو تین حصّوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ۱۔ ماتھے سے ناک کے شروع تک۔ ۲۔ ناک ۳۔ ناک کے نتھنوں سے ٹھوڑی تک۔ اچھے خاندانی افراد کے تینوں حصّے مساوی ہوتے ہیں جو محبِ وطن اشراف صاحبِ عقل و تمیز ہشیار طبع مطالعہ کے شوقین اور درمیانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ ناک پر سب سے پہلے نظر پڑتی ہے اس کی لمبائی چوڑائی دیکھ کر ذہنی صلاحیتوں کا اندازہ لگاتے ہیں۔ زندگی میں ممتاز حیثیت حاصل کرنے والے اور قائدانہ صلاحیتوں کے مالک کی ناک بڑی اور متناسب ہوتی ہے اس سے عزم و ہمت اور استقلال کا اظہار ہوتا ہے۔ اگر باہر کی طرف نکلی ہو تو ہمہ گیر صلاحیتوں کی علامت ہے۔ چھوٹی ناک اس کے برعکس کمزوری کردار اور قوت عقل کے فقدان کی نشاندہی کرتی ہے۔ بہت چھوٹی ناک والا ذہانت سے کوئی فائدہ نہیں لیتا خواہ پیشانی کتنی کشادہ کیوں نہ ہو بڑی ناک والا اوسط درجہ کی ذہانت رکھتا ہے۔ لمبی ناک دلیری کا نشان ہے۔ جرأت مند تاجر ہوتا ہے۔ قوت عمل اس کو خبطی بنا دیتی ہے اگر ذہن معمولی ہو تو جنونی ہوگا۔ ناک کا حصّہ جس قدر بڑا ہوگا اتنا ہی اچھا ہوگا بشرطیکہ ماتھا بھی چوڑا ہو۔

ناک کی قسمیں

۱۔ مردانہ رومی ناک۔ لمبی متناسب ابھری ہوئی ہڈی اگر اس کے ساتھ ہونٹ پتلے ہوں تو بے جگری اور غلبہ کی علامت ہے اگر ہونٹ بھرے اور دہانہ چوڑا ہو تو انسانی ہمدردی کا جذبہ اور دفاعی قوت بہت زیادہ ہوگی۔ (ناک دریچات، غضب و شہوات ہے۔ جنس کی ہو یا پیٹ کی)

۲۔ یونانی ناک: بڑی خوبصورت جس کے ساتھ پیشانی بھی عموماً اچھی ہوتی ہے۔ ماتھے سے نوک تک سیدھی۔ حسنِ فطرت و فنونِ لطیفہ کے دِلدادہ، نکتہ چینی سے بیزار۔

۳۔ چینی ناک: نازک اندام، جلد باز، متجسس زود فہم حاضر جواب بعض صورتوں میں ذہنی ناپختگی کی علامت۔

یونانی ساسانی رومی چپٹی چینی سیا طیقی عقابی
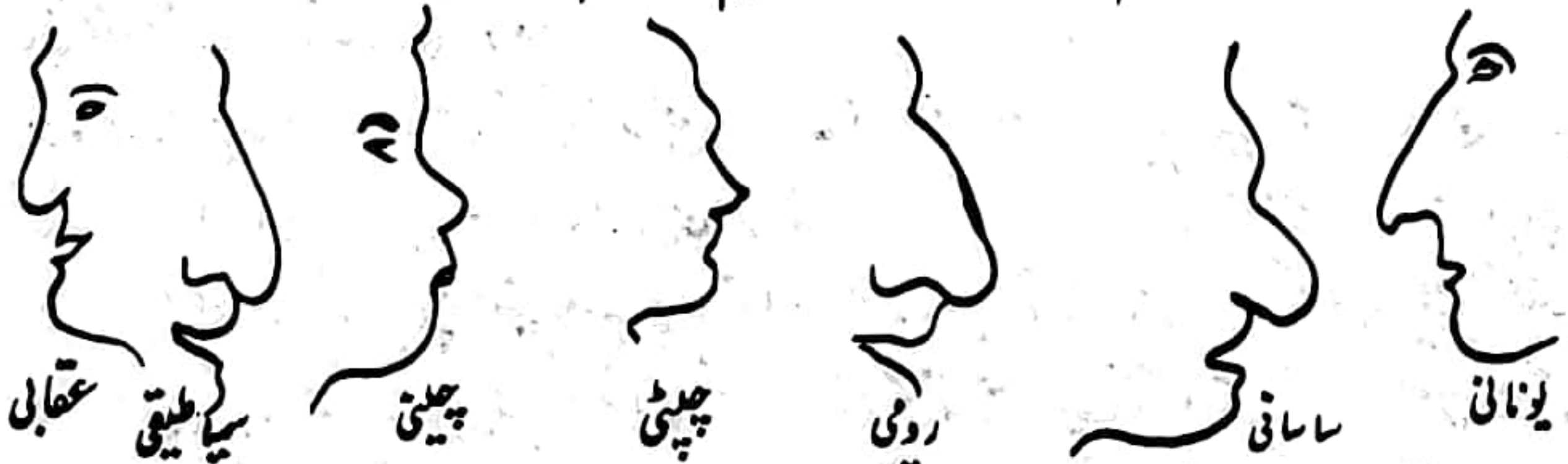
۴۔ عقابی ناک: سیدھی کھری ذوقِ سلیم مگر تخلیقی صلاحیتوں کا فقدان۔ حساس جذباتی خودپسند۔

۵۔ طوطا ناک: عموماً نتھنوں کے پاس چوڑی۔ کامیاب تاجر ہشیاری ہوس و خودغرضی کی علامت۔ اگر سر لمبائی میں کم اور چوڑائی میں زیادہ ہو تو مادہ پرست اور ابن الوقت ہوگا۔ اگر سر اونچا اور متناسب ہو تو با اصول اور ہمدرد ہوگا۔

۶۔ چپٹی ناک : چھوٹی چپٹی اور نامکمل ناک ذہنی ناپختگی علمی کم مائیگی جہالت اور کھوکھلا پن بد ذوقی کی علامت ہے۔
۷۔ دُوسرے پہلو : اوپر سے نیچے تک چوڑی ناک منطقی اور مستقل مزاج کی اور نیچے سے تنگ فہیم وزیرک کی۔ اگر نتھنوں سے اوپر موٹی ہو تو مفاد پرست ہوگا۔ اگر ناک چہرے کے درمیان تک چلی جائے مگر ماتھا ناک اور ٹھوڑی کے مقابل چھوٹا ہو خرد ماغ ہوگا۔ جسکا ماتھا چوڑا ہو وہ حکمران ہوگا۔ جسکی ناک کی کھال پتلی و نرم ہو وہ سرد مزاج ہوگا آگے سے اُبھری ہوئی ناک والا چالاک اور گہرا ہوتا ہے اگر ناک گول ہو تو چہرہ خوبصورت ہوگا وہ نیک ہوگا۔
ٹھوڑی چھوٹی والا اپنی بھلائی کی بات نہیں سوچ سکتا۔ دوسروں کے جھانسے میں آجاتا ہے۔ نوکدار ٹھوڑی والا شخص بہادر متحمل مزاج ہوگا۔ چوڑی ٹھوڑی والا بزدل مصیبت سے گھبرانے والا ہوتا ہے۔
منہ اگر بہت بڑا ہو تو مہربانی ظاہر کرتا ہے اگر ہونٹ موٹے ہوں تو بد نمائی ہے۔ چھوٹا منہ لالچ اور کمینہ پن پر دلالت کرتا ہے۔ اگر ذرا نیچے کو جھکا ہوا ہو تو سرد مزاج ہوگا۔ اگر ہونٹ لکیروں میں آکر ختم ہوں تو صابر ہوگا۔
ماتھا ایک ایسی کھلی کتاب ہے جس پر انسانی زندگی کی سب تحریریں کندہ ہوتی ہیں۔ شقی سعید اولیاء رحمٰن اولیاء شیطان انبیاء مرسلین اخیار اوتاد و ابرار سبھی درجات کی نشاندہی کرتا ہے اور کائنات کی سکرین کا بھی کام دیتا ہے یہ مضمون بہت وسیع ہے۔
حقیقت تو یہ ہے کہ جسے صورت اور معنی کے درمیان خفیہ رابطہ معلوم ہوگا وہی مستقبل کے بارے میں حکم لگا سکتا ہے ہمیں قرآن حکیم سے ہر معاملہ میں رہنمائی ملتی ہے ؎

سرّ غیبی کس نمے داند بجز پروردگار — گر کسے گوید کہ من دانم زاو باور مدار
مصطفےٰ ہم مے نگفتی تا نگفتی جبرئیل — جبرئیل ہم می نگفتی تا نگفتی کردگار

فرمایا "جس بات کا تمہیں علم نہ ہو اس کی کھوج لگانے میں ٹامک ٹوئیاں نہ مارو۔ بے شک کان آنکھ اور قلبِ انسانی عقدہ کشائی کے لیے ہیں"۔ (۲۸ : ۲)
اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ اقدس کے سمیع و بصیر ہونے کا اعلان اور زمین پر اپنے مینجر کو بھی ان صفات سے مزین کرنے کا احسان فرمایا ہے۔ جب کانوں میں کسی شئے کی آواز پہنچتی ہے تو اس کی حقیقت بھی آشکارا ہو جاتی ہے۔ انسان خود بھی اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے جب کوئی کلام کرتا ہے تو کان اس کا بھید کھول دیتے ہیں تحقیق کے عمل نے ہر شعبہ میں کمالات دکھائے ہیں۔ مگر قرآن حکیم کے سمع کو ترجیح دینے کو کماحقہٗ اہمیت نہیں دی گئی۔ حالانکہ کان کی ساخت اپنے آباء کی نشاندہی کرتی ہے اور اپنے باپ کا پتہ بتلاتی ہے۔ اسی طرح آنکھ جو دل کے راز اگلتی ہے اس کی بناوٹ اور رنگ حسب و نسب کا بھی اعلان کرتی ہے۔ حقائق ہوں یا شکوک و اوہام جو باتیں دل میں سماتی ہیں کانوں کی راہ سے آتی ہیں اور کانوں کے راستہ سے ہی نکلتی ہیں۔ خوشی کا سندیسہ غذا کا نعم البدل ہے۔

جو ہڈیوں تک کو پگھلا دیتا ہے اور غم کی آواز نظامِ ہضم کو معطّل اور نظامِ عصبی کو ناکارہ کر دیتی ہے۔ اسی بناء پر کہا جاتا ہے کہ حیوان گلے کے راستے اور انسان کانوں کے ذریعے موٹے ہوتے ہیں۔ کان کی شکل و صورت ورثہ میں ملتی ہے۔

بڑے اور سخت کان لمبی عمر کا نشان ہوتے ہیں۔ طبّ کے مطابق ہاضمہ اور کان کا تعلق بڑا گہرا ہے۔ کان کی خرابی بھوک نہ لگنے سے بھی ہو سکتی ہے۔ اسے خوب ملنے سے بھوک چمک اٹھتی ہے اسی لیے وید اسے "امر کی تانت" کہتے ہیں۔ پتلے اور چھوٹے کان خوش مزاجی کی علامت، بڑے اور موٹے کان بیوقوفی کی علامت جو جاہل اور نادان کے ہوتے ہیں۔ کانوں کے کناروں پر بال مفلسی کا نشان، پتلے کنارے زود رنجی کی علامت، رشوت خوری، احساسات و نازک جذبات کے حامل، لمبی موٹی لَو ارادے کی پختگی، حصولِ مقصد کی دھن کا پکّا، قول کا سچّا ہوتا ہے۔ اگر لَو ایک سرے سے غائب ہو تو اپنی خوبیوں سے ناواقف اور مجرمانہ کردار کا حامل، اگر لَو پر جھُریاں ہوں تو دل کے مریض اور دورہ کا خطرہ لاحق ہوگا۔ کان کے اندر ایک عصبی پَردہ بچھا ہوتا ہے جس کے ساتھ تین چھوٹی ہڈیاں لگی ہیں۔ دو ہتھوڑی کی مانند اور تیسری تل کے برابر ہوتی ہے جن کی کارکردگی کی تعریف محال ہے ؎

آں یکے گفت اے گروہِ فن فروش — ہست خاصیّت مرا اندر دو گوش

کہ بدانم سگ چہ میگوید بہ بانگ — قوم گفتندش ز دینارے دو دانگ

چھوٹے کان والا اچھا رہتا ہے لیکن بہت چھوٹے کان والا بُزدل کینہ ہوتا ہے۔
بہت لمبے کان اچھے انسان کی علامت ہیں لیکن چہرے کی خوبصورتی کم کرتے ہیں۔
لمبے تنگ کان والا اپنی کہے جاتا ہے دوسروں کی نہیں سُنتا مگر بچوں سے بہت محبّت کرتا ہے اور بیوی سے کبھی کبھار ضرور جھگڑا کرتا ہے ؎

عزت از چشم برم رُوئے تو دیدن ندہم
گوش را نیز حدیثِ تو شنیدن ندہم
ہمچناں کز چشمہ چشمِ تو نور
اُو رواں کردہ اَست بے بخل و فتور

چھوٹی آنکھیں عزت سے عاری اور ظالم کی نشاندہی کرتی ہیں۔ اگر پاس پاس ہوں وہ بے ایمان ہوگا۔ اگر چوڑی اور پرے واقع ہوں تو رحمدل اور قربانی کا مادہ ہے۔ لمبی آنکھیں تنگ ہوں تو بہت کچھ دیکھتا اور باتونی ہوگا ایسی آنکھیں جو دوسروں کی طرف بہت کم اٹھتی ہیں مصمّم ارادہ والی ہیں۔ قرآن میں نظروں کو نیچے رکھنے کا حکم ہے۔ اگر اس پر عمل ہو تو اکثر برائیاں از خود دُور ہو جائیں اور قوم میں ایک نیا ولولہ پیدا ہو جائے

زیادہ جھکنے والی تنگدل اور کمزور ارادہ کی ہیں۔ جو نہ بہت لمبی اور نہ چوڑی جو ناک کے حصّے کے پاس چند لکیریں رکھتی ہوں وہ ساری عمر ساتھی رہے۔

یوم حشر مجرمین اپنی نیلی آنکھوں سے پہچانے جائیں گے (۲ : ۱۰۲) "کوئی نہیں جانتا کہ عملوں کے بدلے کیسی کیسی ٹھنڈک آنکھوں کی پردۂ غیب میں موجود ہے۔" قرآن۔ آنکھ دل کا دروازہ ہے اسمیں جھانکنے سے اندرونی راز عیاں ہوجاتے ہیں۔ اسی دروازے سے داخل ہوکر نور کی شعاعیں سینوں کو منوّر کر دیتی ہیں اور زمان و مکان کی قید سے رہائی نصیب ہوجاتی ہے۔ بخشش کرنے والے کی آنکھ سونے کی مانند دمکتی ہے اور عقیل کی آنکھ میں چاندی کی جھلک ہوتی ہے۔

آنکھ کا ڈھیلا تین رطوبتوں اور چھ طبقوں سے بنا ہے۔ آنکھ کلیجے کا۔ کان پتے کا اور ناک پھیپھڑوں کا پانی پیتے ہیں۔" سائنس کا مدار بھی سمع و بصر یعنی حواسِ پنجگانہ کے ذریعہ حاصل شدہ مشاہداتی علم پر ہے۔ ان میں بھی مادیت کم ہی نظر آتی ہے مثلاً نگاہ میں مستی و کیف، محبت و شوق، افسردگی و بے چارگی، خودسپردگی غصہ و سفاکی وغیرہ کیفیات نظر آتی ہیں۔ اسی طرح آواز بھی نوحہ مٹھاس پیار ہمدردی بیگانگی غصہ جیسی کیفیات کی حامل ہوتی ہے۔

ذائقہ بھی مختلف کیفیات کا نام ہے لمس بھی لذت اپنائیت بیگانگی درشتی وغیرہ کیفیات سے مرکب ہے۔ کلکتہ کے پروفیسر جگدیش چندر بوس نے ۱۹۱۶ء میں یہ ثابت کر دیا تھا کہ نباتات کی حیات بھی حیوانی حیات سے مشابہ ہے اور بیرونی جذبات سے متاثر ہوتے ہیں۔ ان میں بھی خوشی غمی تھکاوٹ تروتازگی وغیرہ سب خاصیتیں موجود ہیں۔ قرآن حکیم کے مطابق نباتات کی روئیدگی اور پھلوں کے بننے کا عمل، گوبر اور خون کے درمیان دودھ بننے۔ گھاس اور سبزیوں کے اُگنے۔ انگور و کھجور سے سرکہ و نبیذ کی کشید وغیرہ پہاڑوں کی بلندیاں، دریاؤں کے نکلنے، پھلوں کے جوڑے، شب و روز کا عمل، زمین پر پانی کے گرنے سے خشک بیجوں میں زندگی کے آثار پیدا ہونے کا تعلق سمع (کان) سے ہے اور کیا عجب کہ زندگی کے راز دریافت کرنے کا تعلق بھی کان سے ہو۔ صوتِ سرمدی (انحد) کی آواز سانس کو دماغ میں بند کرنے سے کانوں میں آنے لگتی ہے جو وجود کے پاسبان ہیں۔

انسان اپنے سمع و بصر کے زور سے اِتنا طاقت ور ہوتا جارہا ہے کہ اس خطۂ ارضی سے باہر نکل کر دوسری زمینوں پر قبضہ جمانے لگا ہے جس سے اس کی حرکات، بودوباش، غذا اور اعضائے جسمانی میں زبردست انقلاب برپا ہے۔ انسانی آنکھیں اگرچہ عام حالات میں صرف محدود اشیاء کو دیکھ سکتی ہیں مگر ہزاروں ایسی چیزیں ہیں جنہیں صرف جسم کے خاص کیف و حال میں محسوس کیا جا سکتا ہے جیسے بے شمار شعاعیں جن کی طولِ موج ۱/۱۰۰ ... آنکھ کو متاثر نہیں کرتیں مگر دوسری اشیاء پر انعکاسِ عمل ان کے وجود کا پتہ دیتا ہے

سماعت و بصارت کی ترقی دورِ حاضر میں اس قدر ہے کہ لاکھوں میل کی آوازیں اور کروڑوں میل سے نکلتی شعاعیں آلات کے ذریعے آنکھوں اور کانوں تک پہنچ رہی ہیں اس کے علاوہ بالاتر مراحل ہیں جن کا تعلق قلب و ذہن (Mind) سے ہے (المشرقی)

آئیے اب اپنی پہچان کے لیے کان، آنکھ اور قلب و ذہن کو پوچھتے ہوئے تاریخ کے ساتھ ساتھ سفر کریں اور آغاز حرمین شریفین سے کریں۔

۴۱ : ۲۰ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ .

منم اہل زہد و تقوے بمنے آرس عزے
کہ بصدق توبہ کردم زِ عبادتِ ریائی

تو مرا شراب دردہ کہ از توبہ توبہ کردم
زِ صلاحِ خود بدیدم ہمہ لافِ خودنمائی

چوں ز بادہ مست گشتم چہ کلیسا و چہ کعبہ
چو بترکِ خود گرفتم چہ وصال و چہ جدائی

بہ قمارخانہ رفتم ہمہ پاکباز دیدم
چو بصومعہ گزشتم ہمہ یافتم دغائی

بزمین چوں سجدہ کردم زِ زمیں ندا برآمد
کہ مرا خراب کردی تو بسجدۂ ریائی

بطوافِ کعبہ رفتم بحرم رہم نہ دادند
کہ بیرونِ در چہ کردی کہ درونِ خانہ آئی

در دیری زدم ہمر زِ درون ندا برآمد
کہ بیا بیا عراقی تو زِ خاصگانِ جائی

=

عرب

رئیس المورخین تھامس کارلائل کے ہمعصر مفکر کزن نے کہا :-
مجھے ایک ملک کا محلِ وقوع جغرافیہ قدرتی وسائل آب و ہوا نباتات و
حیوانات کا نقشہ و تفصیل فراہم کر دو تو میں بتاؤں گا کہ اس کا انسان کیسا
ہوگا اور وہ ملک تاریخ میں کیا مقام حاصل کرے گا ۔

جزیرۃ عرب معمورۂ عالم کا وسط یعنی دنیائے قدیم کا قلب ہے۔ ایشیا افریقہ اور یورپ کو خشکی اور سمندر سے ملاتا ہے۔ برصغیر ہند سے بڑا ہے اس کا طول ۱۴۰۰ میل اور عرض جنوب میں زیادہ شمال میں کم مجموعی رقبہ ۱۲ لاکھ مربع میل ہے۔ شمال میں بادیۂ شام کا وسیع رقبہ ریگستان ہے۔ اسی طرح یمن عمان یمامہ کے درمیان ریگستان کے صحرا کو رُبع خالی کہتے ہیں۔ پہاڑوں کا ایک سلسلہ یمن سے ۱۵۰۰ سو میل شام تک پھیلا ہوا ہے جس کی بلندی ۸ ہزار فٹ تک ہے کوئی دریا نہیں۔ پہاڑوں سے چشمے نکل کر ریگستان میں جذب ہو جاتے ہیں یا سمندر میں گر جاتے ہیں۔ سرسبز علاقہ سمندری ساحل پر یمن حضرموت عمان اور نجد ہتھار کا نصف اور طائف جو سطح سمندر سے ۵۵۰۰ فٹ بلند ہے۔ صوبہ نجد کے تین اطراف صحرا اور جنوب میں یمامہ کا صوبہ ہے۔ یہ سطح سمندر سے ۱۲۰۰ میٹر بلند ہے۔ وادیوں اور پہاڑوں کے دامن میں زراعت بھی ہوتی ہے۔ میوہ جات بھی پیدا ہوتے ہیں۔ نجد کے اونٹ گھوڑے مشہور ہیں۔ آج کل تیل نکالنے کے کارخانوں کا مرکز ہے۔ صوبہ حجاز کے تین شہر مشہور ہیں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ۔ طائف۔ مدینۃ الرسولؐ کا نام پہلے یثرب تھا اس کی بنیاد ۲۲۰۰ تا ۱۶۰۰ ق م کے درمیان یہاں آباد ہونے والے عمالیق کے سردار یثرب بن مہلائیل نے ڈالی۔ ان کے بعد یہود آ بسے۔ دوسری صدی عیسوی میں عیسائیوں نے فلسطین و شام سے یہود کو نکال باہر کیا تو یہ صحرائے عرب میں پناہ گزیں ہو گئے۔ مدینہ تک متصل قلعے تعمیر کر لیے جو ان کے تجارتی گودام بھی تھے (قریظہ۔ نضیر خیبر قینقاع۔ تیما۔ وادی القریٰ ان کی چھاؤنیاں تھیں۔ دومۃ الجندل۔ ایلہ۔ حریا۔ اذرح۔ تبالہ۔ جرش کے یہود اور

عیسائی رئیس لوگ تھے) عرب مختلف مظلوم اقوام کی جائے پناہ بنا رہا ہے۔
راعیہ (عرب گڈریے) عمالقہ لاذر بن سام بن نوحؑ کی اولاد تھے جنہوں نے مصر پر حکمرانی کی۔ سیدنا ابراہیمؑ کو فرعون سنان بن اشل اور موسےؑ کو فرعون قابوس بن مصعب سے واسطہ پڑا جو عمالقہ ہی سے تھا۔ موسیٰؑ نے مصر سے خروج کیا اور شام کو زیرنگیں کر کے یثرب پر عمالقہ کے خلاف لشکر بھیجا تھا جس نے والیٔ یثرب اُرقم سمیت سب کو قتل کر ڈالا اور خود وہیں آباد ہو گئے۔ پھر بنو غسان کے بنو قبیلہ ان کے پاس آبسے بعد میں شہر اور قلعے قابو کر گئے۔ قبیلہ اُزد کے دونوں گھرانے اوس اور خزرج (بنی قبیلہ) یمن سے آکر بسے۔

ایک روائیت کے مطابق جب شاہ یمن تبان اسعد ابوکرب نے یثرب پر چڑھائی کی تو سردار بنو نجار عمرو بن طلہ اور بنو قریظہ کے دو معمر یہودی علما نے اُسے آنحضورؐ کی بعثت اور مکہ سے یثرب کو ہجرت کی اطلاع دی۔ تبان نے وہاں ایک محل تعمیر کرنے کا حکم دیا اور ایک عریضہ لکھ کر ان کے حوالہ کیا کہ نسل در نسل اسے بحفاظت رکھا جاتے۔ جب آنحضورؐ تشریف لائیں تو پیش کر دیا جاتے۔ وہ عریضہ آخر ابو ایوب خالد انصاریؓ تک پہنچا جو اس محل کے بھی متولی تھے جسے انہوں نے آنحضورؐ کے پیش کر دیا تھا۔ تبان نے مکہ جا کر کعبہ کا طواف کیا اور غلاف چڑھایا جو سب سے پہلا چادر کا غلاف تھا۔

آنحضورؐ کی ہجرت کے وقت اس بستی اور قرب وجوار میں یہود طاقت ور پوزیشن میں تھے جن کے ساتھ یہ معاہدہ طے پایا جس کی حسب ذیل شرائط ٹھہریں۔

۱. خون بہا اور فدیہ کا طریقہ جاری رہے گا۔
۲. یہود کو مذہبی آزادی حاصل رہے گی۔
۳. یہود اور مسلمانوں کے تعلقات دوستانہ ہوں گے اور جب دونوں فریقوں کو کسی تیسرے فریق سے جنگ پیش آئے گی تو وہ ایک دوسرے سے تعاون کریں گے اور صلح میں بھی دونوں فریق شریک ہوں گے۔
۴. مدینہ پر حملہ کی صورت میں مشترکہ دفاع کریں گے۔
۵. کوئی فریق قریش کو امان نہیں دے گا۔
۶. جھگڑوں اور باہمی اختلافات میں آنحضورؐ ثالث ہوں گے۔

آنحضورؐ کے بارے میں اہل یہود کے اشرار یہ طعن کرتے ہیں کہ ہم نے محمدؐ کو پناہ دی تو اس نے عرب کے روایتی اونٹ کی طرح جس نے خیمہ سے مالک کو باہر کر دیا تھا۔ ہمارے آباء کو مدینہ سے نکال باہر کیا اور اب ہم یثرب پر دوبارہ قبضہ کرنے کا قانونی و اخلاقی حق رکھتے ہیں۔ پاکستان کو دخل! ورمعقولات کی بنا پر دشمن نمبر ۲ گردانتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ یہاں کی آبادی کی اکثریت عرب نسل ہونے کی بنا پر ان کا مقابل فریق ہے۔

یہودی ذہن کو سمجھنے کی خاطر تالمود کے قوانین وضع کرنے کے لیے یہ حکایت موجود ہے۔ ایک رومی قانون دان نے یہودی رَبی جمزو کے پاس آکر پوچھا تم یہودی جس قانون کے مطالعہ میں معروف ہو اس کی اصلیت کیا ہے؟ جمزو نے جواب دیا میں بتائے دیتا ہوں۔ دو آدمی ایک چھت پر تھے وہ آتش دان کے راستے نیچے اترے ایک کے منہ پر کالک لگ گئی دوسرے کا منہ صاف رہا بتاؤ ان میں سے اپنا منہ کون دھوئے گا؟ رومی نے جواب دیا یہ تو سیدھی سی بات ہے صاف ظاہر ہے کہ کالک والا ہی اپنا منہ دھوئے گا۔ جمزو بولا نہیں صاف منہ والے نے اپنے ساتھی کے منہ پر لگی کالک کو دیکھ کر گمان کیا کہ میرے منہ پر بھی ضرور کالک لگ گئی ہوگی اس لئے اس نے منہ دھو لیا۔ رومی نے کہا "اچھا تو یہ ہے قانون کا مطالعہ یعنی عقلی استدلال"۔ لیکن جمزو نے کہا نہیں بیوقوف آدمی تم نہیں سمجھے۔ ٹھہرو میں پھر سمجھاتا ہوں چھت پر دو آدمی ہیں وہ آتشدان سے نیچے اُترے ہیں۔ ایک کے منہ پر کالک لگ جاتی ہے۔ دوسرے کے اوپر نہیں بتاؤ منہ کون دھوئے گا؟ رومی نے کہا تمہاری وضاحت کے مطابق وہ جس کا منہ صاف تھا۔ جمزو نے کہا نہیں اَرے بیوقوف نہیں۔ دیوار پر آئینہ لگا تھا۔ کالک والے نے اپنا چہرہ دیکھا تو اس نے دھو لیا۔ رومی بولا "اچھا تو یہ ہے تمہارا مطالعہ قانون یعنی منطقی استدلال"۔ لیکن ربی جمزو نے کہا نہیں نہیں۔ بیوقوف! دو آدمی ایک ہی آتشدان سے نیچے اترے پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک کے منہ پر کالک لگے اور دوسرا اس سے بالکل بچا رہے۔ ان باتوں سے تم میرا وقت ضائع کر رہے ہو رومی نے کہا "اچھا تو یہ ہے مطالعۂ قانون یعنی عام فہم تجزیہ"۔ جمزو نے کہا ارے بیوقوف یہ بالکل ممکن ہے کہ ایک کے منہ پر کالک لگے اور دوسرا محفوظ رہے اس لیے کہ پہلا جب آتش دان سے اترا تو وہ ساری کالک صاف کرتا آیا۔ ظاہر ہے کہ دوسرے کے منہ کو کالک کہاں سے لگتی؟ رومی بولا "واہ واہ ربی جمزو واہ! تو قانون سے مراد واقعات کی تہہ تک پہنچنا ہے"۔ پھر آخری بار ربی جمزو نے کہا نہیں احمق کون ہے جو آتش دان کی ساری کالک ایک ہی مرتبہ صاف کر سکے؟ ہم تمام حقیقتوں کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ رومی کھسیانا ہو کر بولا تو پھر قانون کیا ہے؟ ربی جمزو نے نہایت لجاجت سے جواب دیا۔ قانون یہ ہے کہ ہم یہوواہ کی نیت کو جاننے کی پوری پوری کوشش کریں۔ واقعہ یہی ہے کہ دو آدمی ایک چھت پر تھے اور وہ ایک ہی روشندان سے اترے پہلا نیچے اترا تو اس پر کالک کا نشان تک نہ تھا جب کہ دوسرا بُری طرح آلودہ تھا لیکن دونوں میں سے کسی نے منہ نہیں دھویا۔ کیوں یہ پوچھنا تم مجھ سے بھول گئے کہ برتن میں منہ دھونے کا پانی تھا بھی کہ نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ برتن میں پانی ہی نہ تھا۔

نوٹ:۔ اسلام سے قبل عرب کے مشہور بازار طائف اور نخلہ کے درمیان عکاظ۔ ذو المجنہ اور ذو المجاز تھے جہاں قبائل اپنا اپنا مال لے کر آتے اور خرید و فروخت ہوتی جس پر ان سے محصول بھی لیا جاتا تھا۔ آنحضورؐ نے مدینہ میں ایک اور بازار قائم کیا جہاں محصول نہ لگایا جاتا تھا۔ فرمایا ھذا سوقکم لا خراج علیکم فیہ - Tax Free Market یہ تجارت کے فروغ کا انوکھا

اقدام تھا مگر یہودی مفکر کارل مارکس کے چیلے مسلمان مزدور اور کسان کو ورغلانے کے لیے یہ تہمت لگاتے ہیں کہ آنحضورؐ تجار کے استحصالی طبقہ سے تعلق کی بنا پر محنت کش طبقات کے دشمن تھے جیسا کہ انہوں نے ایک انصاری کے گھر میں ہل وغیرہ زرعی آلات دیکھ کر کہہ دیا کہ جہاں یہ آجائیں وہاں ذلت اور مسکنت داخل ہو جاتی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آنحضورؐ نے خود جرف میں کھیتی باڑی کی اور اپنے اصحاب کو بھی جاگیریں کاشت کاری کے لیے دیں سبزیات کے استعمال کی تاکید کی اور پھلوں کی تعریف کی۔ آپؐ نے یہ اصول بیان فرمایا کہ جس کلام سے دل آزردہ خاطر ہوں وہ میرا کلام نہیں ہو سکتا۔ جس سے قلوب کو فرحت و اطمینان حاصل ہو وہی میرا بیان ہوگا۔ قرآن میں یہود کے مطالبہ پر کہ ہمیں روزمرہ من وسلویٰ کی بجائے دالیں، پیاز لہسن وغیرہ بھی درکار ہیں بامِصر حکم آیا کہ پھر زراعت کی محنت و مشقت اٹھاؤ اور مصر کی طرح مزارع کی ادنیٰ زندگی بسر کرو یعنی مملکت کی سرداری کی طمع چھوڑ دو جو جہاد بالسیف کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ حکمرانوں کا کسانوں سے مالیہ بالجبر وصول کرنا موجبِ ذلت ہے اور کسانوں کا ان کے سامنے بے بس ہونا مسکنت ہے۔ مٹی سے سروکار رکھنے والے طبائع مٹی جیسے ہو جاتے ہیں حریت کے جذبات مُردہ ہو جاتے ہیں ظلم و استبداد کو قبول کر کے لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ کے حکم کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہی وہ بیچارا طبقہ ہے جس کی محنت کا پھل دوسرے کھاتے ہیں۔ اس سے دریائی پانی اور بجلی کی قیمت من مانی وصول کی جاتی ہے۔ عشر و زکوٰۃ کے علاوہ ظالمانہ ٹیکس عائد ہیں۔ کسان مظلومیت کی انتہائی کربناک تصویر ہیں۔

سائرس نے ۵۴۸ ق م میں بابل کو آگ لگا کر صابی دین کا خاتمہ کر دیا تو کچھ لوگ بھاگ کر یہیں پناہ گزیں ہوئے یہ لوگ شیثؑ اور ادریسؑ کے بتوں کے علاوہ کواکب کی مورتیوں کی پوجا کرتے تھے۔ سیدنا اسماعیلؑ نے آنحضورؐ کی پیدائش سے ۲۳۸۱ سال قبل (۱۹۱۰ ق م) مکہ آباد کیا تو قبیلہ جرہم نے یہاں ڈیرہ ڈال لیا۔ یہ لوگ ہند اور مصر، یمن اور شام کے درمیان اونٹوں پر مال تجارت کا دھندا کرتے تھے۔ فراعنہ اور اہلِ بابل کے بعد اشوریوں اور مسیحوں نے جب یہود کی زندگی دشوار کی تو انہوں نے بھی عرب میں ہی پناہ لی۔ مانوی کے علاوہ عیسائی ناصری ایبونی آرین اور نسطوری بھی پناہ گزیں ہوتے۔ ان کو بائدہ اسی لیے کہا جاتا ہے یعنی صحراؤں میں ہلاک و فنا ہو جانے والے۔ عاربہ صحرائی اور بدوی زندگی گزارنے اور دشت نوردی کرنے والے عاد ثانیہ حضرت ہودؑ کے پیروکار موحد تھے۔ ان میں لقمان بادشاہ ہوا۔ حضرموت سے خلیج فارس کے کنارے کنارے عراق تک پھیلے ہوئے تھے۔ ثمود حجاز سے حدودِ سینا تک بحیرہ قلزم کے ساتھ ساتھ جن میں وادی القریٰ کا شہر حجر ان کا مرکز تھا۔ جسے بعد میں قرامطہ نے بھی مرکز بنایا۔ یہ قوم حضرت صالحؑ کی تکذیب کر کے فنا ہوئی۔ طسم و جدیس یمامہ میں تھے۔ اہلِ معین یمن میں سمندر کے کنارے سبا و حضرموت کے درمیان جرہم کی شاخ بنولحیان حجاز سے حدودِ شام تک پھیلی تھی۔ یمن میں سبا اور تبابعہ حکمران رہے ہیں جن کا ذکر قرآن حکیم میں ہے۔

مکہ کی تولیت نابت بن اسمٰعیل کے بعد بنو جرہم کے مضامض نے سنبھالی۔ جب جرہمی زائرین پر ظلم کرنے لگے تو بنی بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ اور غبشان نے ان کو نکال باہر کیا۔ وہ باہر بھاگتے ہوئے حجرِ اسود اور دیگر تبرکات چاہِ زمزم میں پھینک کر پاٹ گئے۔ خود یمن کو نکل گئے۔ پھر عمرو بن الحارث غبشانی متولی ہوا جن کا آخری حلیل خزاعی تھا جس کی بیٹی حُبّیٰ سے قصی زید نے نکاح کیا۔ حلیل کے مرنے کے بعد بنو کنانہ اور بنو قضاعہ کی امداد سے قصی حرم کعبہ پر قابض ہوگیا۔ سیدنا اسماعیلؑ کی وفات کے ۱۲۰۰ سال بعد ان کی اولاد میں بزرگ سردار عدنان پیدا ہوا۔ ۵۸۶ ق م جس کے زمانہ میں بخت نصر تاجدار بابل نے یہود کا پیچھا کرتے ہوئے حجاز کو بھی روند ڈالا۔ اس کے ہمراہ برخیا اور ارمیا نبی تھے۔ جنہوں نے عدنان کی شہادت کے بعد اس کے نو عمر بیٹے معد کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور حران لے گئے پھر کچھ عرصہ بعد بحفاظت مکہ بھیج دیا۔ معد کے بیٹے نزار سے بنو قیدار پھیلنے گئے۔ اس کے چار بیٹوں انمار ایاد ربیعہ اور مضر کی نسل پھیل گئی۔ ان میں عبد القیس ربیعی بحرین، بکر بن وائل ربیعی نجد میں اور تغلب عراق میں حیرہ میں آل نعمان اور ان کے ہمسایہ بنو کندہ بہت پھیلے۔ نجد میں مضریوں میں سے بنی تمیم اور غطفان طاقت پکڑ گئے۔ حجاز میں بنو قیس عیلان پھیل گئے۔ مضر کے پوتے مدرکہ خدا پرست موحد تھے۔ ان کے زمانہ میں بنی خزاعہ کا سردار عمرو بن لحی شام سے ہبل کا بت اٹھا لایا اُسے خانہ کعبہ میں گاڑ دیا پھر لوگوں کو اس کی پوجا پر لگا دیا۔ یہ تاجر دولت مند اور سخی تھا اس نے لنگر جاری کیا۔ زائرین کعبہ کو عادت ڈال دی کہ کعبہ سے پتھر ساتھ لے جایا کریں جہاں جائیں اس کی پوجا ضرور کریں۔ اس طرح اہلِ مکہ کے لیے پتھروں کو تراش کر مورتیاں بنانے اور زائرین کے ہاتھ فروخت کرکے مال بنانے کی صنعت قائم کردی۔

مدرکہ کی نسل میں پانچ بطنوں کے بعد فہر پیدا ہوا جس سے قریش خاندان منسوب ہے۔ فہر کی نسل میں چھ بطنوں کے بعد زید نامور بزرگ ہوا ان کی بیوہ ماں فاطمہ خثعمیہ نے ربیعہ قضاعی سے نکاح کر لیا اور اس کے ساتھ زید کو لیکر ارضِ شام چلی گئی۔ زید جب جوان ہوا تو واپس مکہ آیا۔ حُبّیٰ بنت حلیل جرہمی سے نکاح کے بعد اپنے خسر کی ذمہ داریوں میں ہاتھ بٹانے لگا اس کے مرنے کے بعد خود متولی بنا۔ تمام بنی نضر بن کنانہ کو جمع کیا۔ جمع ہونے کو تقرش اور زید کو قصی (پردیسی) کہا جانے لگا۔ تقرش اکتساب و تجارت اور جمع ہونے کو بھی کہتے ہیں۔ زید قصی نے پختہ مکان بنوائے۔ کعبہ کو سیلاب کے بعد دوبارہ تعمیر کیا۔ یہ آنحضورؐ کی پیدائش سے دو صد سال کا واقعہ ہے اس نے دار الندوہ (شوریٰ) اور زائرین کے لیے لنگر قائم کیا اس کے دونوں بیٹوں عبد المناف اور عبد الدار نے باہم ذمہ داریاں تقسیم کرلیں۔ عبد مناف کے چاروں بیٹوں نے تجارتی منڈیاں پیدا کرلیں۔ ہاشم نے حاکم غسان سے عبد شمس نے شاہِ حبش سے مطلب نے امرائے یمن سے، نوفل نے عراق و ایران کے حکمرانوں سے تجارتی مراعات حاصل کرلیں اس لیے متجرین کہلائے۔ بطورِ خادم کعبہ حاجی ان کو اصحاب الایاف کہنے لگے۔ قصی نے قضاعہ کے ترقی یافتہ شامی ماحول میں تربیت پائی تھی۔ اولاد

کے شام و عراق و ایران کے ممالک کے تجارتی سفر اختیار کرنے سے سیر و سیاحت کے لازمی نتیجہ اور ان مملکتوں کی ثقافت و تہذیب کے مشاہدہ سے انکا معیار دانش و بینش بلند ہوتا گیا ۔ اور مال و دولت میں بھی وہ عربوں سے بہت جلد بازی لے گئے ۔ قرآن کی زبان عربی کا رسم الخط عراقیوں سے لیا ۔ ابرہہ کے واقعہ نے کعبہ کی عظمت کا سکہ دلوں میں بٹھا دیا اس لئے اسکے متولی بھی زیادہ محترم ہو گئے ۔

بخت نصر (۶۰۴ تا ۵۶۱ ق م) جن عربوں کو قید کرکے ساتھ لے گیا تھا انہیں اس نے انبار میں فرات کے کنارے مشقت پر لگا دیا ۔ بخت نصر کے بعد اس کا بیٹا ظالم و عیاش بیلشذر حکمران ہوا تو کیخسرو (سائرس) نے حملہ کرکے ۵۳۸ قبل مسیح بابل پر قبضہ کر لیا ۔ یہود کو معہ دانیال نبیؑ واپس لے جا کر یروشلم میں آباد کیا ۔ یہود کا پچاس سالہ دورِ غلامی ختم ہوا ۔ سائرس نے عرب قیدیوں کو حیرہ کی جانب منتقل کر دیا ۔

۱۶۵ تا ۲۶۸ عیسوی کے درمیان ان عربوں کے سردار جزیمۃ الابرش الوضاع نے حیرہ سے انبار اور عین التمر تک کا علاقہ زیرِ نگیں کر لیا ۔ فرات کے مغرب سے صحرائے شام تک خود مختار حکمران بن گیا ۔ صحرائے شام میں بسنے والے مضریوں کے سردار عدی بن ربیعہ نے بھی جزیمہ کا ساتھ دیا ۔ جسکی شکر گزاری میں جزیمہ نے اپنی بہن رکاش کی شادی عدی سے کر دی جس سے عمرو بن عدی پیدا ہوا ۔ اسوقت صحرائے شام کے عربوں کا سردار اذینہ تھا اور قحطانی نسل کے یمنی قبائل جو قبل مسیح تدمر کے پاس حوران میں آباد تھے انکی سجیلیہ حکومت قائم ہو چکی تھی ان میں سے بنو سمیدع کے فلپ نامی سردار نے ۲۴۲ء میں روم کی سلطنت پر قبضہ کرکے قیصر کا تخت سنبھال لیا ۔ فلپ نے بادشاہوں کی طرح امن و امان اور انصاف کرنے کی بجائے ظلم و تشدد شروع کر دیا ۔ جس سے اہلِ روم و شام بگڑ گئے

کسرٰے ایران شاپور نے موقع غنیمت جان کر روم پر چڑھائی کر دی ۔ رومی سردار کالریان نے فلپ کو ہٹا کر تخت سنبھال لیا ۔ اذینہ شاپور کے ساتھ ہو لیا ۔ جب کالریان اقتدار پر آیا تو اسکا دم بھرنے لگا ۔ مگر کالریان بھی زیادہ عرصہ نہ رہا تو اذینہ دوبارہ بادشاہ کی طرف جھکا ۔ مگر اس نے منہ نہ لگایا ۔ اذینہ نے عرب گوریلے لیکر شاپور کو شکست دی اور ایرانیوں کو مدائن کیطرف بھگا دیا ۔ اس سے رومی اذینہ کا بڑا لحاظ کرنے لگے اور اسے اپنا مستقل حلیف بنا لیا ۔

اذینہ کے بعد اسکے بیٹے سردار بنے ۔ اسکی حسین و جمیل بیٹی زبا نے جذیمہ کو شادی کا جھانسہ دے کر دھوکے سے قتل کرا دیا ۔ جذیمہ کے بیٹے قیصر نے عمرو بن عدی کو ساتھ لیکر زبا کا محاصرہ کر لیا ۔ تو زبا نے انتقام کے خوف سے خودکشی کر لی ۔ جذیمہ کا خاندان بھی ختم ہو گیا تو قبیلہ ازد کے بنو غسان نے طاقت پکڑ لی ۔

عراق کے بنو لخم کی شاخ بنی نصر کے ایک گروہ نے شامی سرحد کے عربوں پر اقتدار کی ناکام کوشش کی ۔ حیرہ کی سلطنت ایرانیوں کی حلیف بنی رہی اور بنو غسان رومیوں کے امدادی بنے رہے ۔ مگر جب رومی اور ایرانی آپس میں جنگ آزما ہوتے تو عرب محض لوٹ مار کیلئے ساتھ ہوتے ۔ آپس میں کشت و خون سے بچے رہتے ۔ غسانی حکومت ۵۸۰ برس رہی جسکے آثار بصرٰے میں موجود ہیں

چوتھی صدی عیسوی کے آخر میں یزدجرد کے دور میں نعمان اکبر والئ حیرہ تھا جسنے دو مشہور محل خورنق اور سدیر تعمیر کرائے ۔ اُسکا میلان عیسائیت کی طرف ہو گیا ۔ یزدجرد کے خوف سے اپنے بیٹے منذر اکبر کے حق میں دست بردار ہو کر راہب بن گیا ۔ یزدجرد کے بیٹے بہرام گور نے اسکے پاس حیرہ میں تربیت پائی تھی ۔ اُس نے عربی و یونانی زبانیں بھی سیکھیں مگر ایرانی امرا اس کی عربوں کی سی طبع کو ناپسند کرتے ۔ یزدجرد کی موت پر ایرانی امرا نے کسرٰے بن اردشیر بن شاپور کو بادشاہ بنا چاہا (شاپور نے عرب چھاپہ ماروں سے حفاظت کیلئے خندق کھدوائی تھی اسلئے عربوں میں ذوالاکتاف مشہور ہوا) ۔ منذر کی امداد سے بہرام گور تخت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا اور اُسکے مشوروں پر عمل کرنے سے ہر دلعزیز اور مقبول ہو گیا ۔

سلطنتِ حیرہ کا پہلا حکمران مالک بن فہم ازدی تھا پھر اُسکا بیٹا جذیمۃ الابرش جو زبائے ہاتھوں قتل ہوا پھر اُسکا بھانجا عمرو بن عدی قائمقام ہوا جسے اردشیر بن بابک نے باجگذار بنا لیا ۔ یہانتک کہ آخری حاکم منذر بن نعمان سنہ ۶۳۲ء تک سبھی باجگذار رہے ۔ شاپور بن اردشیر نے حجاز و یمن کو بھی باجگذار بنا لیا اور امراؤالقیس کندی کو ان کا سردار مقرر کیا ۔

جب شاپور ذوالاکتاف نوعمری میں تخت نشین ہوا تو سارا عرب و عراق ایران سے باغی ہو گئے ۔ شاپور جوان ہوا تو اُسنے ہجر تک یلغار کر کے عربوں سے زبردست انتقام لیا ۔ گرفتار ہونے والے عربوں کے شانے اُتروا دیتا تھا ۔ بعض کے نزدیک اسی بنا پر ذوالاکتاف نام پڑا ۔ جب ایران میں مزدک نے اشتراکیت کو رواج دیا جس سے بے حیائی اور زناشوئی عام ہو گئی تو خسرو پرویز نے نعمان سوم ابو قابوس سے اسکے خاندان کی حسین عورتوں کا مطالبہ کیا ۔ اور انکار پر مدائن میں قید کر دیا جہاں وہ مر گیا ۔ نعمان نے اپنا اسلحہ ہانی بن مسعود البکری کے پاس امانت رکھا تھا ۔ نعمان کی جگہ کسرٰے نے ایاس بن قبیصہ طائی کو مقرر کر کے حکم دیا کہ ہانی سے نعمان کا اسلحہ بھی طلب کرے ۔ ہانی نے کہا میں کس طرح امانت میں خیانت کر سکتا ہوں ۔ کسرٰے نے بنی بکر بن وائل کو تباہ کرنے کے لئے لشکر بھیجا جو مقام ذی قار پر شکست سے دوچار ہوا ۔

لم یرفع اللّٰہ بالبغضاء اُناسا ۔ اللہ نے بغض و نفرت سے کسی قوم کو سربلند نہیں کیا ۔

۲۵ : ۱۵۳ وَهُوَ الَّذِی خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا۔

آنحضورؐ نے اپنے سلسلۂ نسب کو عدنان تک بیان فرمایا ہے جو نزار کا دادا تھا۔ وسطِ عرب کے مشہور قبائل قیس قریش تمیم غطفان نزاری کہلاتے ہیں۔ نزار بن معد بن عدنان کے چار بیٹے تھے۔ ایاد اور مضر کی والدہ سودہ بنت عک بن عدنان تھی۔ ربیعہ اور انمار کی والدہ جیدالہ بنت دعلان بن جوشم بن جلہمہ بن عمرو بن جرہم تھی۔

اپنے ترکہ کے بارے نزار نے وصیت کی کہ سُرخ چمڑا اور اس قسم کا مال مضر کیلئے، سیاہ شامیانہ اور اسطرح کی اشیاء ربیعہ کیلئے، بھُورے رنگ کے خادم اور اسکے مشابہ مال ایاد کا اور درہموں کی تھیلی نیز ایوان انمار کا ہے۔ اگر تقسیم میں دِقت پیش آئے تو نجران جاکر افعی جرہمی سے فیصلہ کرالینا۔

چاروں بھائی نجران کی طرف چل پڑے راستوں میں گھاس اور درختوں کو تازہ چرا ہوُا اور اونٹ کے پاؤں کے نشانات دیکھ کر مضر نے کہا اونٹ کانا ہے۔ اور اس پر شیرے کے مٹکے لدے ہیں۔ ربیعہ نے کہا اسکا ایک پاؤں زخمی ہے۔ ایاد نے کہا اونٹ دُم کٹا ہے۔ انمار نے کہا مالک سے بھگوڑا ہے۔ کچھ دُور گئے تو اونٹ کا مالک مِل گیا۔ جس نے اپنے اونٹ کے بارے سوال کیا تو چاروں نے اس کی نشانیاں بتاکر تصدیق چاہی تو مالک اُن کے گرد ہوگیا کہ میرا اونٹ واپس دو۔ یہ معاملہ افعی جرہمی کے پیش ہوگیا تو اُس نے چاروں سے معلومات کا ذریعہ پوچھا۔

مضر نے کہا درختوں کی بلند سبز ٹہنیاں تازہ ایک طرف سے چری ہوئی تھیں دوسری طرف ویسی ہی تھیں۔ اور ان پر شیرہ لگنے سے مکھیاں بھن بھنا رہی تھیں۔ اسلئے میں نے سمجھ لیا کہ اونٹ کانا ہے اور اس پر شیرہ لدا ہے۔ ربیعہ بولا کہ اونٹ کا ایک پاؤں پورا زمین میں دھنستا چلا گیا تھا اور دوسرا پاؤں آدھا لگا تھا۔ اس لئے میں نے جانا کہ وہ پاؤں زخمی ہے۔ ایاد نے بتایا کہ اسکی مینگنیاں ایک ہی جگہ ڈھیر تھیں اگر دُم ہوتی تو بکھری پڑی ہوتیں۔ انمار نے کہا کہ چری ہوئی ٹہنیاں ایکسار نہ تھیں بلکہ درمیان میں فاصلہ دیکھ کر چری ہوئی تھیں اس لئے اونٹ کے بھگوڑا ہونے کا اندازہ ہوُا۔

اُن کی دانائی سے افعی بہت خوش ہوُا اور شاندار دعوت کا اہتمام کیا۔ دعوت سے فارغ ہوکر مضر نے کہا اس سے بہتر شراب کبھی نہیں پی لیکن یہ کسی مُردہ کی قبر پہ لگی ہوئی انگور کی بیل کے پھل سے کشید کی گئی ہے۔ ربیعہ نے کہا بکری کا گوشت نہائت عمدہ طریقہ سے پکایا گیا ہے مگر بکری نے کتیا کا دودھ پیا ہے۔ ایاد نے کہا ہمارے میزبان سے زیادہ فیاض اور متواضع میری نظر میں نہیں آیا مگر جسے وہ اپنا

۲۵ : ۱۵۳ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا ۔

آنحضورؐ نے اپنے سلسلۂ نسب کو عدنان تک بیان فرمایا ہے جو نزار کا دادا تھا ۔ وسطِ عرب
کے مشہور قبائل قیس قریش تمیم غطفان نزاری کہلاتے ہیں ۔ نزار بن معد بن عدنان کے چار بیٹے
تھے ۔ ایاد اور مضر کی والدہ سودہ بنت عک بن عدنان تھی ۔ ربیعہ اور انمار کی والدہ جیالہ بنت وعلان
بن جوشم بن جلہہ بن عمرو بن جرہم تھی ۔

اپنے ترکہ کے بارے نزار نے وصیت کی کہ سرخ چمڑا اور اس قسم کا مال مضر کیلئے سیاہ شامیانہ
اور اسطرح کی اشیاء ربیعہ کیلئے ۔ بھورے رنگ کے خادم اور اسکے مشابہ مال ایاد کا اور درہموں کی
تھیلی نیز ایوان انمار کا ہے ۔ اگر تقسیم میں دقت پیش آئے تو نجران جا کر افعی جرہمی سے فیصلہ کرا لینا ۔

چاروں بھائی نجران کی طرف چل پڑے راستوں میں گھاس اور درختوں کو تازہ چرا ہوا
اور اونٹ کے پاؤں کے نشانات دیکھ کر مضر نے کہا اونٹ کانا ہے ۔ اور اس پر شیرے کے مٹکے لدے
ہیں ۔ ربیعہ نے کہا اسکا ایک پاؤں زخمی ہے ۔ ایاد نے کہا اونٹ دُم کٹا ہے ۔ انمار نے کہا مالک سے بھگوڑا
ہے ۔ کچھ دور گئے تو اونٹ کا مالک مل گیا ۔ جس نے اپنے اونٹ کے بارے سوال کیا تو چاروں نے اس کی
نشانیاں بتا کر تصدیق چاہی تو مالک اُن کے گرد ہو گیا کہ میرا اونٹ واپس دو ۔ یہ معاملہ افعی جرہمی کے پیش ہو گیا
تو اُس نے چاروں سے معلومات کا ذریعہ پوچھا ۔

مضر نے کہا درختوں کی بلند سبز ٹہنیاں تازہ ایک طرف سے چری ہوئی تھیں دوسری طرف ویسی ہی
تھیں ۔ اور ان پر شیرہ ٹپکنے سے مکھیاں بھن بھنا رہی تھیں ۔ اسلئے میں نے سمجھ لیا کہ اونٹ کانا ہے اور
اس پر شیرہ لدا ہے ۔ ربیعہ بولا کہ اونٹ کا ایک پاؤں پورا زمین میں دھنستا چلا گیا تھا اور دوسرا پاؤں
آدھا لگا تھا ۔ اس لئے میں نے جانا کہ وہ پاؤں زخمی ہے ۔ ایاد نے بتایا کہ اسکی مینگنیاں ایک ہی جگہ
ڈھیر تھیں اگر دُم ہوتی تو بکھری پڑی ہوتیں ۔ انمار نے کہا کہ چری ہوئی ٹہنیاں ایکسار نہ تھیں بلکہ درمیان میں
فاصلہ دیکر چری ہوئی تھیں اس لئے اونٹ کے بھگوڑا ہونے کا اندازہ ہوا ۔

اُن کی دانائی سے افعی بہت خوش ہوا اور شاندار دعوت کا اہتمام کیا ۔ دعوت سے فارغ ہو کر
مضر نے کہا اس سے بہتر شراب کبھی نہیں پی لیکن یہ کسی مُردہ کی قبر پہ لگی ہوئی انگور کی بیل کے پھل سے کشید
کی گئی ہے ۔ ربیعہ نے کہا بکری کا گوشت نہایت عمدہ طریقہ سے پکایا گیا ہے مگر بکری نے کتیا کا دودھ
پیا ہے ۔ ایاد نے کہا ہمارے میزبان سے زیادہ فیاض اور متواضع میری نظر میں نہیں آیا مگر جیسے وہ اپنا

باپ تبلاتا ہے غلط ہے۔ انمار بولا۔ آج سے قبل اپنی ضرورت کیلئے اس سے زیادہ نافع گفتگو میں نے نہیں سنی۔
جب افعی کو یہ گفتگو معلوم ہوئی تو اُسنے وضاحت چاہی۔
مضر نے کہا۔ شراب پی کر مجھے بہت سخت پیاس لگی۔ ربیعہ نے کہا گوشت میں کُتے کی باس
تھی۔ ایاد نے کہا کہ اگر حقیقی چچا ہوتا تو دعوت میں اُسے نظر انداز نہ کرتا۔ چچا کا ادب نہ کرنے کی وجہ صاف ظاہر
ہے۔ افعی نے ماں کو سچ سچ بتانے پر مجبور کیا تو اسنے کہا کہ تیرا باپ عقیم تھا اس لئے میں ایک مہمان سردار سے
حاملہ ہوئی۔ بکریوں کے چرواہے سے پوچھا تو اُس نے بتایا کہ جو بکری ذبح کی گئی تھی اسکی پیدائش کے وقت
ماں مرگئی۔ اتفاق سے کتیا نے بچے دے رکھے تھے میں نے اس بکری کے بچے کا مُنہ کُتیا کی چھاتی سے لگا
دیا۔ اُسنے دُودھ پی لیا۔ نوکر نے بھی بتادیا کہ تمہارے باپ کی قبر پر جو انگوروں کی بیل لگی ہے اُسی کے
انگوروں سے شراب کشید کی گئی ہے۔

افعی چاروں کی دانائی سے بہت متاثر ہوا پھر اُنکی آمد کا سبب معلوم کرکے مضر کو سُرخ خیمہ، دینار
اور سرخ اونٹ دلوائے۔ ربیعہ کو سیاہ شامیانہ اور کالے گھوڑے دلوائے۔ بھوری رنگت والی لونڈیاں
غلام، ابلق گھوڑے اور کھچڑی بکریاں ایاد کو دلائیں اور انمار کو درہم و زمین دلادی۔
مناظرات کے عنوان سے مولیٰنا ظفر علی خاں نے نوشیرواں عادل کے دَور کا واقعہ لکھا ہے۔
تخت گاہ مدائن میں نوشیرواں کسریٰ کا دربار لگا۔ جس میں عظمائے مملکت، امرائے سلطنت،
صف بستہ کھڑے تھے۔ داخلی وفود اور خارجی سفارتیں خاص طور پر حاضر دربار تھیں۔ روم، ترک، چین، ہند،
وعرب نے بھی اپنے اپنے قائم مقام بھیجے جو نوبت بہ نوبت سریر سلطنت نوشیروانی کو بوسہ دیتے اور رسُوم بانہ
انداز میں اپنے اپنے حکمرانوں کی ہوا باندھتے اور اپنے ملک کی بادخوانی کرتے۔
ساسانی سلطنت کا باجگزار زیر سیادت حیرہ کا حکمران نعمان بن منذر اپنے وفد کے ساتھ پیش ہوا
تو اُس نے اپنی تقریر میں یہ چیلنج دیا کہ قوم عرب کی حریف دُنیا بھر کی قومیں تہذیب و شائستگی میں نہیں ہو
سکتیں۔ عربوں کو خیر الامم کہہ کر ایرانیوں پر بھی ترجیح دی۔ اس بڑے بول سے نوشیرواں کے جلال و جبروت
کو ناگواری ہوئی۔ اُس نے نعمان کو مخاطب کرکے کہا۔ اے نعمان! قوم عرب اور دُوسری قومیں میرے دائرہ
اختیار سے باہر نہیں ہیں۔ دُنیا بھر کی عظیم قوموں کے وفود میرے دربار میں رسائی پاتے ہیں۔ میں نے ان
سب کے حالات معلوم کئے ہیں۔ اور ان کے خصائص کو جانچتا رہا ہوں۔ کوئی قوم ایسی نہیں جسکی نسبت میری
ایک خاص رائے نہ ہو۔ بصیرۃ نافذہ نے سریرۃ نیرہ کیجانب میری راہنمائی کی ہے۔

یں نے رومیوں میں یہ خصوصیت پائی ہے کہ وہ مالوف الاجتماع، عظیم السلطنت، کثیر المدن اور وثیق البیان ہیں۔ وہ ایک مذہب کے بھی حامل ہیں جو حلال کو حرام سے ممتاز کرتا ہے۔ نادانوں کی سفاہت کو بڑھنے نہیں دیتا۔ اور جاہلوں کو ایک نظام کے تحت منظم رکھتا ہے۔

ہندوستانی قوم بھی ان خصائص میں رومیوں کی شریک ہے۔ خصوصاً حکمتِ ہند، طب، وسعتِ انہار، شیریں اثمار، طیب اشجار، عجائبِ صنعت، دقتِ حساب، کثرتِ تعداد کہ ان سب میں ہندوستانی قوم کی فضیلت ناقابلِ انکار ہے۔

اہلِ چین بھی اسی منزلت کے شایان ہیں۔ بالخصوص چینیوں کی بکثرت دستکاریاں شہسواریاں وجوانمردیاں، آلاتِ حرب و آہن گری میں ان کی بلند پائیگی کہ یہ باتیں ان کے مخصوصات میں ہیں۔ پھر ان کا ایک بادشاہ بھی ہے جو انہیں مجتمع و منظم رکھتا ہے۔

عربوں میں تو کچھ بھی نہیں۔ امورِ دین و دنیا اور شئونِ حزم و قوت کے خصائل محمودہ میں کوئی ایسی چیز میں نے عربوں میں نہیں دیکھی۔ جو ان کی فضیلت پر دلیل ہو۔ ان میں ذلت و خواری ہے۔ صغرِ نفس ہے۔ وحشی جانوروں اور سرگرداں پرندوں کے ساتھ ان کی بود و باش ہے۔ فقر و فاقہ میں اپنی اولاد تک قتل کرڈالتے ہیں۔ ایک ایک کو کھاتا ہے اور کھائے جاتا ہے۔ دنیا کے مائدہ فیض پر الوانِ طعام چنے ہوئے ہیں مگر عرب اس میز پر سے اٹھا دیئے گئے ہیں۔ زمانہ کا محل تشریفات اصناف لباس سے آراستہ ہے مگر وہاں سے وہ نکال دیئے گئے ہیں۔ شرابخانہ روزگار میں کیسے کیسے شیریں و لطیف مشروبات ہیں مگر نوبت جب ان کی آتی ہے تو پیالہ سے لب تک منزلوں کی مسافت ہو جاتی ہے۔ تماشگاہِ ایام میں کیسے کیسے ملاہی و ملذات ہیں مگر کوئی ایک بھی ان کو نصیب نہیں۔ مطعومات و ماکولات میں ان کی جان اونٹ کے گوشت پر جاتی ہے اور یہ عجیب شے سب سے لذیذ مانی جاتی ہے۔ یہ وہی گوشت ہے جسے اکثر درندے بھی نہیں کھاتے۔ کیونکہ یہ نہایت ثقیل، دیر ہضم اور مورثِ امراض ہے۔ اور یہ وہی اونٹ ہے جسکی کوئی کل سیدھی نہیں مگر عرب اسی پہ نازاں ہیں۔

عربوں کی دنائت اس درجہ بڑھ گئی ہے کہ کوئی مہمان آجائے تو رات کے رات اسکو سونے کی جگہ دینے کو اہم الاعمال سمجھتے ہیں۔ اور معمولی معیارِ انسانیت کو بطورِ سندِ شرافت پیش کرتے ہیں۔ مہمان کو اگر ایک دو نوالے کھلا دئیے تو یہ غنیمت یا وہ خاندان بھر کو ابد الآباد تک کیلئے شریف بتا دینے کو کافی ہو گی۔ خود عربوں کے اشعار اس دنائت کی دلیل ہیں۔ قصائد اسی پہ گویا ہیں۔ مرد اس پہ فخر کرتے ہیں عورتیں

اسکے گیت گاتی ہیں۔ البتہ اسقدر کہہ سکتے ہیں کہ دیارِ یمن او بارِ عرب کا سرمایہ دار نہیں وہاں بے شک آثار و ماثر ہیں۔ زرہ و خفتان آبادیاں ہیں۔ قلعے ہیں اور ایسے امور ہیں جو بعض انسانی امور سے کسی قدر ملتے جلتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ میرے جدِّ امجد نے اسکے اجتماع کی تاسیس اور مملکت کی تشیید کی تھی۔ اور دشمنوں سے اسے محفوظ رکھا تھا۔ بایں ہمہ عجیب حالت و طرفہ کیفیت ہے کہ اس ذلت و قلت، فقر و فاقہ پر، خوارگی و خستگی پر لازم تو یہ تھا کہ عربوں میں سکون ہوتا۔ مسکنت ہوتی مگر بوالعجبی تو یہ ہے کہ وہ اس پر بھی نازاں ہیں، اتراتے ہیں اور انسانیت کے حوالہ سے خود کو بڑھاتے ہیں اور سب سے اگلی صف کی طمع کرتے ہیں۔

عربوں کی توہین و تنقیص و تہجین کے اس بلاغت کلام کو نعمان بڑے غور سے سنتا رہا۔ کسرے کا خاموشی ہونا تھا کہ بحرِ عرب جوش میں آگیا۔ نعمان نے اٹھ کر کہا۔ اصلح اللہ الملک! جس قوم کو تجھ سا بادشاہ ملے وہ کیوں نہ سامی الفضل، عظیم الحلب، عزیز المنزلۃ ہو۔ بایں ہمہ بادشاہ نے جو کچھ فرمایا ہے بغیر شائبہ ردّ و تکذیب میرے ذہن میں ہر ایک کا جواب حاضر ہے۔ حضور ناخوشی نہ ہوں تو عرض کروں۔ کسرے نے اجازت دے دی تو تقریر شروع کی۔

"ایہا الملک! اس مناظرہ میں تیری قوم کی فضیلت و برتری موضوع بحث و محل نظر نہیں کہ عقل و علم میں بسطت محل و ایوان میں، بجوجہ عز و شان میں اس قوم کا کیا کہنا۔ تیرے آباد اجداد کی سلطنت اور تیری ولائت و دولت کے باعث خدا کا فضل و کرم نازل ہوا لیکن جن اقوامِ غیر کا آپ نے ذکر کیا ہے ان میں سے جو بھی عرب کے قریں و مقارن قرار دیجائے تو میزان اعتبار میں عرب ہی کا پلّہ بھاری ہوگا اور اہل عرب ہی بڑھ چڑھ کر نظر آئیں گے۔

کسرے نے پوچھا آخر کس بات میں؟ نعمان نے کہا۔ عزّت و منعت میں، حسن و جرمیں، باس و ہیبت میں، جود و سخا میں، حکمتِ لسان میں، شدتِ عقل میں، الفت و خودداری میں، پاس و وفا میں۔

عزّت و منعت کا یہ عالم ہے کہ قوم عرب ہمیشہ سے تیرے آبائے کرام کی ہمسایہ چلی آتی ہے جو کشور گیر و کشور شکن تھے۔ جہاں آراد جہاں بان تھے۔ لشکر کش و قلعہ کشا تھے۔ بایں ہمہ عرب کی آزادی میں کوئی مزاحم نہ ہو سکا۔ کوئی ان پر حاکم ہونیکی طمع نہ کر سکا۔ کوئی ان سے مقصد برار نہ ہو سکا۔ پشتِ اسپ ان کے قلعے ہیں روئے زمین ان کا گھر ہے۔ آسمان ان کی چھت ہے۔ تلواریں ان کی سپر ہیں۔ ثبات و استقلال ان کا اثاثہ ہے۔ بحالیکہ دوسری قوموں کی عزّت خاک پتھر اور سمندروں کے جزیروں سے وابستہ ہوتی ہے۔ خوشروئی اور

خوش رنگی میں ہند و چین و ترک پر عربوں کی ترجیح ظاہر ہی ہے اس حقیقت سے تو کسی کو انکار ہو ہی نہیں سکتا۔

نسب و حسب میں تو غیر قوموں کا یہ حال ہے کہ اپنے اجداد و مورثین اور اکثر اوائل سے ناواقف ہیں۔ تا آنکہ اگر کسی سے اسکے باپ کے کچھ ہی اوپر کی پشتوں کی نسبت سوال کیا جائے تو کوئی صحیح جواب نہ دے سکے گا۔ بخلاف اسکے عربوں میں کون ہے جو اپنے سارے نسب نامہ کو من آدم الیٰ آخرہ محفوظ نہ رکھتا ہو۔ اسطرح احاطۂ احساب و حفظ انساب میں کوئی ان کا سہیم و عدیل نہیں۔ افراد نہ اپنے آپ کو غیر قوم کا بتاتے ہیں نہ غیر خاندان سے منسوب کرتے ہیں۔ نہ دوسروں کو اپنا باپ بتاتے ہیں۔ عربوں کی سخاوت ایسی ہے کہ بہت ہی ادنےٰ درجہ کا عرب مثلاً ایک جوان اونٹنی یا ایک بوڑھا اونٹ رکھتا ہو۔ کہ وہی اسکی متاعِ حیات و مدار کفاف ہے۔ اسبابِ معیشت میں ماوراء اسکے ہر ایک بدو نیک وسیلہ سے محروم ہے اور سواری باربرداری کھانے پینے میں سب کچھ اسی پر انحصار ہے۔ کہ ناگاہ شب میں ایک شخص آتا ہے اور خیمہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ یہ ایسا مہمان ہوتا ہے کہ ایک پارہ گوشت اور ایک جرعہ آب اسکی ضیافت کیلئے کفایت کرتا ہے۔ مگر عرب کی ہمت دیکھئے کہ وہ اپنا وہی اونٹ ذبح کر ڈالتا ہے اور مہمان کی خاطرداری میں کر ذکرِ خیر و یادگارِ جمیل کا باعث ہے اپنا تمام دنیاوی اثاثہ قربان کر دیتا ہے۔

حکمتِ لسان میں اللہ تعالےٰ نے انہیں لطفِ سخن و رونقِ کلام و حسنِ بیان و وزنِ شعر و قوافی و معرفتِ اشیاء و ضرب المثل و بلاغتِ وصف کا ایسا امتیاز عطا فرمایا ہے کہ دوسری جنس کی زبانیں زبانِ عربی کے مقابلہ کچھ بھی نہیں۔ عربوں کے گھوڑے بہترین گھوڑے ہیں ان کی عورتیں عصمت و عفت میں دنیا جہان کی عورتوں پر فائق ہیں۔ انکی پوشاک سب سے اچھی ہے۔ ان کی کانیں سونے چاندی کی ہیں ان کے پہاڑوں کے کنکر پتھر خزف ریزے ہیں۔ اور انکے اونٹ تو ایسے ہیں کہ نہ اس قسم کی کسی دوسری سواری پر سفر ہو سکتا ہے اور نہ دشت و بیابان پے سپر ہو سکتا ہے۔

عرب اپنے دین و شریعت کے ساتھ اس درجہ قوی تمسک و اعتصام رکھتے ہیں اور زہد و نسک میں اتنا مبالغہ کرتے ہیں کہ ان کے مہینے تک محترم ہیں۔ شہر تک محترم ہیں۔ ایک محترم گھر تک موجود ہے جسکا حج کیا جاتا ہے۔ عبادت کی جاتی ہے۔ قربانیاں ہوتی ہیں اور اس گھر کا اتنا احترام کرتے ہیں کہ ایک شخص دیکھتا ہے کہ اسکے باپ بھائی کا قاتل وہاں موجود ہے اور وہ اس سے انتقام بھی لے سکتا ہے اور قتل بھی کر سکتا ہے مگر اس گھر کی حرمت و کرامت اور مذہب کا اعزاز و اکرام ایسا کرنے سے روکتا ہے۔ پاسِ وفا کی یہ شان ہے کہ ایک شخص زمین سے ایک لکڑی اٹھا لیتا ہے اور قرضدار کے پاس اپنے

قرض میں اُسے گروی رکھ دیتا ہے پھر کیا ممکن ہے قرض ادا نہ ہو۔ اور اس عہد میں فرق آئے۔

ایک شخص کو خبر ملتی ہے کہ فلاں اُسکے زیرِ سایہ آگیا ہے۔ یہ پناہگیر بعض اوقات بہت ہی دُور دراز مقام کا ہوتا ہے اور پناہ دہندہ سے کوئی رابطہ نہیں رکھتا۔ مگر عرب کے زیر سایہ آجانے کے بعد اگر کسی قبیلہ کی جانب سے اس پر کوئی حادثہ پیش آیا تو جب تک اُس قبیلہ کو فنا نہ کرڈالے گا دم نہ لیگا یا پھر اسی جدّ و جہد میں خود اسکا قبیلہ فنا ہوجائے گا۔ ایک مجرم جس سے کوئی سابقہ تعارف نہیں کوئی رشتہ و قرابت نہیں ارتکابِ جرم کے بعد آتا ہے اور ایک عرب کی پناہ میں آجاتا ہے اب اُس عرب اور اُسکے خاندان کی جان و مال اُس پناہ گیر پر فدا ہوجاتے گی۔

قتلِ اولاد کا جو الزام عربوں پر ہے اس کی حقیقت محض اسقدر ہے کہ کچھ ننگ و عار و غیرت ازدواج کے باعث لڑکیاں مار ڈالتے ہیں۔

ایھا الملک! تُو نے یہ بھی کہا ہے کہ عربوں کی بہترین غذا اونٹ کا گوشت ہے۔ یہ دُرست ہے اسلئے کہ دُوسری غذائیں نہائت حقیر سمجھ کر عربوں نے ترک کردی ہیں اور ایسی غذا پسند کی ہے جو اَجل المآکل و افضل المطاعم ہے۔ انہی اونٹوں پر سوار ہوتے ہیں۔ یہی کھانے کے کام آتے ہیں کہ بشیتر جانوروں میں یہی کثیر الشحم طیب اللحم رقیق اللبن قلیل الغائلہ حلوا لمضغ ہیں۔ اونٹ کا گوشت جسطرح کھایا اور پکایا جاتا ہے اس خصوصیت میں کوئی دوسرا گوشت اسکا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

کیا عرب اس لئے قابلِ عظمت نہیں کہ ان میں ایک دوسرے کو کھائے جاتا ہے اور وہ کسی ایسے شخص کے مطیع نہیں ہوتے جسکی سیاست ان سب کو مجتمع کرسکے۔ کسی ماہرِ سیاست کی اطاعت کی ضرورت تو اُس قوم کو لاحق ہوتی ہے جو اپنے آپ کو ضعیف و کمزور دیکھ کر دشمنوں کے حملے سے ڈرتی ہے کہ اُسے تباہ نہ کرڈالیں اور اُسکی آزادی سلب نہ کرلیں۔ اس اطاعت کی حاجت مند کوئی بڑی سلطنت ہوتی ہے جبکہ کوئی ایک گھرانہ کہ سب پر اُسکے فضائل مرجح ہوں مُطاع مانا جاتا ہے۔ لوگ اپنی عنانِ اختیار اُسی مطاع کے ہاتھ میں دیدیتے ہیں اور اُسی کے مطیع ہوجاتے ہیں۔ عربوں کو اُس کی ضرورت ہی نہیں نہ وہ ضعیف و کمزور ہیں نہ ان کی آزادی پر کوئی حملہ کرسکتا ہے۔ اور نہ کوئی فاتح اُن کی شجاعت کا حریف ہوا ہے نہ ہوسکتا ہے۔ وہ سب کے سب بادشاہ بننا چاہتے ہیں مگر کسی کو خراج و محصول نہیں دینا چاہتے۔

بادشاہ نے یمن کی جو حالت بیان کی ہے اُسکے ساتھ یہ حقیقت بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بادشاہ کے جدِ امجد کو ایسے وقت دیارِ یمن سے تعلق پیدا ہوا تھا جبکہ اہلِ یمن کا قدیم تمدن پہلے سے موجود تھا۔

ملک منتظم امر مجمتع حکومت قائم تہذیب مستقیم ۔ بادشاہ کے دادے ایسے وقت میں آئے تو کس حال میں آئے کہ مطرود تھے مردود تھے ، مسلوب النعمت تھے ملک بدر تھے ، زار نالاں کرہے تھے عرب اگر اعانت نہ کرتے اور مدد کو نہ کھڑے ہوتے تو معلوم نہیں داداجان کی کیا گت بنتی اور کیا حادثہ پیش آتا ۔

کسرےٰ نے نعمان کی تقریر ختم کرتے کیلئے مدح و تحسین شروع کردی اور اُسے شاہی خلعت عطا کی ۔ پھر پوچھا کیا عرب قبائل میں بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے ؟ نعمان نے اثبات میں جواب دیا ۔ کسرےٰ نے سبب پوچھا تو نعمان نے بتایا کہ جس خاندان میں لگاتار تین پشتوں تک حکومت چلتی رہی پھر چوتھی پشت میں بھی باقی رہی وہی افضل خاندان ہیں ۔ جب اس صفت والے خاندانوں کی ٹوہ لگائی گئی تو حسب ذیل نکلے ۔

۱ ۔ آلِ حذیفہ بن بدر فزاری ۲ ۔ آلِ ذوالجدین شیبانی ۳ ۔ آلِ اشعث بن قیس کندی

۴ ۔ آلِ حاجب بن زرارہ بن عدس دارمی تیمی ۵ ۔ آلِ قیس بن عاصم منقری تیمی ۔

کسرےٰ نے ان قبائل اور انکی شاخوں کو جمع کرکے انہیں حکام و منصف بنائے جانے کا حکم دیا چنانچہ حذیفہ اور اشعث نے نعمان سے رشتہ داری کی بنا پر شکریہ ادا کیا ۔ انکے بعد بسطام بن قیس شیبانی نے شکرگذاری کی ۔ پھر حاجب اور قیس بن عاصم نے فصیح و بلیغ تقریروں میں اظہار تشکر کیا جنکی کسرےٰ نے بڑی تعریف کی ۔ بولا یہ سب سردار ہیں اور اعلیٰ عہدوں کے لائق ہیں چنانچہ یہ خاندان عرب میں بہت نامور ہوئے ۔ بنو عبدالقیس بنو بکر بن وائل اور بنو تمیم کی شاخ دارمی حکومت ایران کے زیر اثر رہے جو اُن پر اپنی صوابدید سے سردار و حاکم مقرر کرتی تھی ۔ اور انکو امن قائم رکھنے کیلئے وظائف دیتی تھی ۔ بحرین کے گورنر منذر بن ساوی از بنی عبداللہ بن زید بن عبداللہ بن دارم بن تمیم کے مرنے کے بعد منذر بن نعمان بن منذر بن ماءالسماء اللخمی مقرر ہوا ۔

مضر کے قیس عیلان ، قریش کنانہ بنو اسد ، بنو ہذیل ، خزاع اور انکے پڑوسی بنجر علاقوں کے رہنے والے تھے ۔ اس لئے تکالیف برداشت کرنے کے عادی تھے ۔ انکے برعکس شام و عراق و یمن کے سرسبز علاقوں کے رہنے والے عیش و آرام کی زندگی کے عادی امن پسند ہونیکی بنا پر روم و ایران کی سلطنتوں کے طفیلی بن گئے جیسے پر حمیر و کہلان کے خاندان لخم و جذام ، غسان بلی ایاد اور قضاع جو سنگلاخ وادی اور ریگستان میں رہنے والے قبائل کیطرح اپنی نسل کو اختلاط سے نہ بچا سکے اور انمیں دوسرے لوگ بھی گھل مل گئے جو غیر عرب سے ملنے جلنے اور شادی بیاہ رچانے کا نتیجہ ہے ۔ اس لئے خالص نسب والوں کی طرح انمیں یک جہتی شجاعت و ایثار میں کمی آگئی اور اخلاق رذیلہ پیدا ہو گئے ۔ مالداروں

کی کثرت سے بداعمالیاں بڑھ گئیں ۔
ایرانی موبدان رومی پادریوں اور یہودی ربیوں نے آنحضورؐ کی بعثت اور صفات کی بہت مشہوری کر رکھی تھی ۔ جن سے عرب تاجر سُن کر آتے ۔ عمرؓ فاروقؓ کے چچا زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل نے موصل کے راہب سے بشارت پائی ۔ قیس بن ساعدہ نے بازار عکاظ میں اعلان کیا کہ آپؐ کے بارے میں بشارت دینے کی غرض سے ۵۶۰ برس قبل کعب بن لوئی بن غالب نے خطبہ جمعہ شروع کیا کہ آپؐ کی پیدائش بھی کعب ہی کے خاندان میں ہوگی ۔ بنو عامر کے بزرگ اوس بن حارثہ نے اپنے بیٹے مالک کو آپؐ پر ایمان لانے کی وصیت کی ۔
بنو تمیم نے بہت عرصہ پہلے چار بچوں کے نام محمد رکھے ۔ جو (۱) محمد بن عدی بن ربیعہ ۲ محمد بن سفیان بن مجاشع بن دارم ۳ ۔ محمد بن یزید بن عمر بن ربیعہ ۴ ۔ محمد بن اسامہ بن مالک خندف ہیں ۔
بنی سلیم کے قبیلہ بنی ذکوان کا محمد بن خزاعی بن خزابہ جو یمن میں ابرہہ کے پاس چلا گیا تھا ، اور مرتے تک وہیں رہا ۔ بنی سواءۃ کے محمد الجشمی ، محمد الاُسیدی محمد الفقیمی کے نام بطمع نبوت میں رکھے گئے ۔ بنی اوس میں محمد بن مسلم انصاریؓ جو بعثت نبوی سے ۲۲ سال پہلے پیدا ہوتے تھے ۔ آنحضورؐ جب غزوات کیلئے مدینہ سے باہر جاتے تو اپنا جانشین انہیں مقرر کرتے ۔
عبد المطلب کاروباری سفر میں یمن میں بنو حمیرؔ کے نفیل خثعمی کے پاس جا کر ٹھہرتے تھے وہاں ایک عمر رسیدہ بزرگ ستقلان نے آپ کے پوشیدہ حصے دیکھنے کو کہا تو انہوں نے جواب دیا سارے نہیں ۔ اس پر ستقلان نے صرف نتھنوں کے بال دیکھے ۔ اور بولا " میں نبوت وحکومت کے نشانات دیکھ رہا ہوں ۔ مگر ان دونوں میں سے ایک چیز بنی زہرہ (بنو مناف کی شاخ) میں نظر آتی ہے ۔
عبد المطلب کے دوست نے پہلے ان کے بالوں کو مہندی لگائی پھر وسمہ لگایا ۔ اور کچھ وسمہ تحفتاً ساتھ بھی کیا ۔ جس سے قریش میں بالوں کو خضاب کرنے کا رواج پڑا ۔ اور آنحضورؐ بھی اسکی تاکید فرماتے رہے ۔ اُم عباس قتیلہ نے دیکھ کر کہا شیبۃ الحمد اگر رنگ پکا چڑھا ہے تو بڑی خوبصورتی کی بات ہے ۔ عبد المطلب نے بنی سنور کر بنی زہرہ کا رُخ کیا ۔ وہیب بن عبد مناف بن زہرہ کی لڑکی ہالہ سے نکاح کیا اور اپنے محبوب بیٹے عبد اللہ کا نکاح وہیب کے بھائی وہب کی بیٹی آمنہؓ سے کر دیا ۔ آپؐ کی پیدائش پر جب نام محمدؐ رکھا گیا تو قریش بڑے حیران ہوئے عبد المطلب نے کہا مجھے امید واثق ہے میرا یہ بیٹا محمدؐ

دمیشرؓ ہے۔ ہالہ کے بطن سے حمزہ اور صفیہ جسکا بیٹا زبیرؓ بن العوام جو خدیجہ ایکبرےؓ کا چچا زاد اور آنحضورؐ کا حواری تھا۔

؎ لو کنت من مازن لم تستبح ابلی بنو اللقیطہ من ذہل بن شیبانا

اگر میں قبیلہ مازن سے ہوتا تو سڑک پر سے اٹھائی ہوئی عورت کے بیٹے جو بنو ذہل بن شیبان کیطرف منسوب ہیں ہرگز میرے اونٹ نہ پکڑ سکتے۔

مازن جو ہوازن بن منصور کا بھائی تھا۔ اسکی اولاد بھی اپنے چچا زاد کی طرح حجاز میں بکھر گئی مگر زیادہ نہیں پھیلے۔ مکہ میں سعدؓ بن ابی وقاص اور عتبہؓ بن غزوان مشہور فاتحین آنحضورؐ کے دست راست اور مدینہ منورہ میں سیدہ آمنہؑ کی دو بہنیں تھیں جنکے ہاں قیام کے بعد واپسی پر راستے ہی میں داصل بحق ہو گیئیں آنحضورؐ کی پیدائش بھی عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کی والدہ کے ہاتھوں پر ہوئی۔ اس سے آپ کا بنو مازن سے تعلق خاطر ظاہر ہے۔ مگر تاریخ اسلامی خصوصاً اوائل میں چند نفوس قدسیہ کے علاوہ کوئی خاص ذکر نہیں ملتا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قبیلہ مختصر سا کنبہ ہی تھا۔ اگر قریش میں سے ہوتا تو دیگر کنبوں کی طرح انکو بھی خدام حرم میں شامل کیا جاتا۔

واقدی نے مازن بن منصور بن عکرمہ لکھ کر تشریح کر دی ہے۔ قریش کے دس گھرانوں کا ذکر انساب اور تواریخ میں ملتا ہے۔ جو یہ ہیں۔ بنو ہاشم۔ بنو امیہ۔ بنو نوفل۔ بنو عبدالدار۔ بنو اسد بنو تیم۔ بنو مخزوم۔ بنو عدی۔ بنو جمح۔ بنو سہم۔

یہ بھی مکہ ہی میں آباد چھوٹے چھوٹے کنبے تھے۔ انکے ساتھ تیم ثقیف اور مازن کے چند گھر تھے۔ قریش کنانہ کی شاخ تھی۔ اور بنو کنانہ تہامہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ الاخنس ثقفی کیساتھ واپس چلے جانے والے کے بعد بدر میں قریش صرف ایک ہزار تھے۔

بعثت نبوی کے وقت عرب قبائل کی باہمی مناقشت

بنو کنانہ اور بنو سلیم بن منصور باہمی عناد رکھتے تھے۔ بنو کنانہ کی شاخ بنو بکر بن عبد مناۃ اور بنو خزاعہ میں سخت دشمنی تھی۔ قصی زید بن کلاب نے بنو کنانہ اور اپنے رضاعی بھائی رزاح قضاعی کے قبیلہ کی امداد سے بنو خزاعہ کو مکہ سے بیدخل کیا تھا۔ جبکہ عدنانی سے قبائل خزاع سے ہی مغلوب ہو کر مکہ چھوڑنے پر مجبور ہوئے تھے۔

۱۔ ۴۹۴ء — ۵۳۴ء (۴۰ سالہ) حرب البسوس بکر بن وائل اور بنو تغلب میں ہوئی۔

۲۔ ۵۷۹ء بنی تمیم اور بنی عامر بن عوف میں جنگ ہوئی۔

۳۔ ۵۸۰ء جنگِ فجار کعبہ سے مذہبی تبرکات چرا لینے پر بنو بکر بن عبد مناۃ پر بنو تمیم نے یلغار کی۔ پھر ۶۱۵ — ۶۳۰ء برسرِ پیکار رہے۔ آخری معرکہ حربِ شیطین تھا۔ سرحدِ یمن پر تمیم نے بنی کندہ اور بنی حارث سے بھی جنگ لڑی جس میں ان کے حلیف بنی اسد تھے۔ ۵۸۰ء جنگِ الرحرحان تمیم نے عامریوں سے لڑی۔

۴۔ ۵۶۸ — ۶۰۸ء (۴۰ سالہ) غطفان کے دو قبیلوں عبس اور ذبیان میں ہوئی۔ جو گھوڑ دوڑ سے شروع ہوئی۔ ۶۰۸ء — ۶۱۵ء ہوازن و خصفہ بھی شامل رہے۔ ۵۷۹ء کی شعب جبلہ مشہور ہے اس میں بنو عامر، قریشی کنانہ اور خزاعہ نے بھی حصّہ لیا۔ ۵۶۷ء زہیر امیر غطفان نے ہوازن کا گھرانہ لوٹا تو بڑا معرکہ ہوا۔

۵۔ ۶۲۲ء — ۶۳۲ء (دس سالہ) بنو غطفان اور بنو ہوازن آپس میں لڑتے رہے اسلام نے ان میں صلح کرائی۔

۶۔ ۶۱۵ء مدینہ میں بنی اوس اور بنی خزرج کے مابین جنگ میں غطفان اور یہود نے بھی حصّہ لیا۔

۷۔ طائی قبیلہ کی دو شاخوں بنی غوث اور بنی جدیلہ میں ۲۵ سال لڑائی جاری رہی۔ ۶۳۲ء میں یہ جنگِ فساد دونوں کے اسلام قبول کرنے پر ختم ہوئی۔

۸۔ ۶۱۱ء کی جنگِ ذوقار جو بنی بکر بن وائل نے اہلِ فارس (والیٔ حیرہ) سے لڑ کر فتح حاصل کی۔ عکاظ میں آنحضورؐ کی تبلیغ کے جواب میں بنی بکر کے سردار حارث نے کہا تھا۔ آپؐ کی دعوتِ اسلام بہت اچھی ہے۔ مگر ہم تو ایرانیوں سے نبرد آزما ہیں۔ دورانِ لڑائی اپنی فوج کو نشان "محمدؐ" اور نعرہ "یا محمدؐ" دیا جسکی برکت سے فتح پائی۔ آنحضورؐ نے فرمایا "عرب نے عجم سے بدلہ لے لیا اور میرے وسیلہ سے انکی مدد ہوئی۔"

اس فتح نے عربوں میں اجتماعی قوت کا احساس دلایا۔ اور نئی روح اُجاگر ہوئی۔

یہ قبیلہ خلیج فارس کے قریب اور یمامہ میں آباد تھا۔ یہ معدی نسل سے ہے ہم اپنے جدی قبیلہ بنو تغلب سے چالیس سال باہم پیکار رہ کر کمزور ہو چکے تھے۔

اسلام نے ان جنگوں کو اخوت میں بدل دیا۔ آنحضورؐ کی بعثت سے ۵۰ روز قبل حبشہ نے

مکہ پر چڑھائی کر کے عربوں کے سکون میں ایک زبردست ہلچل پیدا کر دی تھی۔ انکو اپنی خود حفاظتی کا احساس ہوا۔ کعبہ کو اہل عرب اپنا مشترکہ آبائی ورثہ سمجھتے تھے۔ قحطانی بھی خود کو خدام کعبہ سمجھتے تھے۔ اشہر الحرام کے چار مہینوں (رجب، ذیعقدہ، ذوالحج و محرم) میں اپنے مخصوص طریقہ کی رسومات ادا کرتے۔ باقی آٹھ ماہ لڑتے جھگڑتے رہتے۔ اگر ایک ہی قبیلہ کی دو شاخوں میں لڑائی کا بازار گرم ہوتا اور اس دوران کسی دوسرے بڑے قبیلے سے لڑائی شروع ہو جاتی تو باہمی لڑائی ختم کر کے متحد ہو کر جنگ کرتے۔ بڑی شخصیت ظہور پذیر ہوتی ہی اسوقت ہے جب وہ مشکلات و خطرات کو خاطر میں لائے بغیر ان سے ٹکر لیتی ہے۔ دنیا میں کوئی چیز انسانی شخصیت کو عظیم آزمائش کے موقع پر اسکے عزم و ثبات کے اظہار سے زیادہ اجاگر کرنے والی نہیں ہوتی۔

انقلابات زمانہ سے جو صدمات پہنچے اُسنے عرب کو اپنی گرفت میں لیکر جھنجوڑا اور سمجھنے سوچنے و سنبھلنے کا موقع فراہم کر دیا۔ جسکی بنا پر وہ مخفی قوتیں جو ابتک پنہاں اور دبی ہوئی تھیں ابھر کر آشکارا ہو گئیں۔ ایسے سخت حادثات انسانوں میں اکثر ایک قسم کا مادہ ترقی اور جوش پیدا کر دیتے ہیں جس سے پوشیدہ قوتیں اور دبی ہوئی طاقتیں آشکارا ہو جاتی ہیں اور صاف ابھر آتی ہیں۔ فطرت نے اُن کی مدد کی کہ انکو ایسے سرداروں اور سپہ سالاروں کے ساتھ مختص کیا جو فنونِ جنگ، حسنِ تدبیر اور حکمتِ عملی میں دُنیا کے چیدہ چیدہ لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔

۹ھ میں ایک اور واقع پیش آیا جسنے مہمیز کا کام دیا۔ قبیلہ بنو جذام رُومی سلطنت کی حد کے اندر آباد تھا۔ اسکے سردار فروہ بن عمرو نے اسلام قبول کر لیا۔ اور آنحضورؐ سے عقیدت کے اظہار کیلئے ایک سفید خچر تحفتہً بھیجی۔ رُومیوں سے برداشت نہ ہوا۔ اُسے قید کر دیا۔ فروہ کو اپنی بیوی سلمےٰ سے عشق تھا۔ اُس نے جدائی میں رومیوں کی زیادتی کے خلاف اشعار میں شکوہ کیا۔

طرقت سلمیٰ موہنا اصحابی ۔۔۔ والروم بین الباب والقربان

صد الخیال وساءہ ما قدرائے ۔۔۔ دھممت ان اغفی وقد ابکانی

لا تکحلن العین بعدی اثمدا ۔۔۔ سلمی و لا تدنن للانسان

ترجمہ: میں نے آدھی رات سلمےٰ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب رومی بہت قریب دروازے پر آ چکے تھے تو جب ادھر ہوئی۔ تو جو کچھ دیکھا ناگوار گذرا۔ چاہا کہ سو جاؤں مگر اسکے بدلے رونا آیا۔ اے سلمےٰ میرے بعد نہ تم آنکھوں میں سرمہ لگانا اور نہ کسی انسان کے پاس جانا۔

ان اشعار نے دُنیائے عرب کو ہلا کر رکھ دیا۔ ان کی غیرت و حمیت کو للکارا۔ رومیوں نے عربوں کی تالیفِ قلوب کیلئے فروہ کو رہا کرنے کی بجائے ارضِ فلسطین لیجا کر عفری ندی کے کنارے سُولی پر چڑھا دیا۔ اور اپنی بدبختی پر مہر لگا دی۔ فروہ نے اُس وقت یہ تین اشعار کہے۔

— الا ہل اتے سلمی بان خلیلہا ۔۔۔ علی ماءعفریٰ فوق احدے الرواحل
علیٰ ناقۃ لم یلقح الفحل امہا ۔۔۔ مشذبۃ اطرافہا بالمناجل
بلغ سراۃ المسلمین باننی ۔۔۔ سلم لربی اعظمی و مقامی

ترجمہ: سلمیٰ کو خبر ہو گئی کہ اس کا پیارا اب عفری کنارے ایک اُونٹنی پر سوار ہے جو حاملہ نہیں ہوئی۔ اور اسکے اعضا چھنیوں سے جا بجا زخمی ہیں۔ سرداران اسلام کو خبر کر دو کہ میری ہڈیاں اور میرا وطن میرے پروردگار کے سپرد ہیں۔

اس واقعہ اور ان اشعار نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور دونوں بڑی ہمسایہ مملکتوں سے بدلہ لینے کیلئے بے دھڑک ہو کر ٹکرا گئے۔ اس طرح انہیں فتحیاب ہو کر عرب سے باہر نکل کر وسیع دُنیا میں پھیل جانے کا موقع بن گیا۔

" قومیت پرستی کا احساس نفرت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور عداوت سے پرورش پاتا ہے۔ کسی قوم کو اپنی ہستی کا احساس اُس وقت ہوتا ہے جب وہ کسی دوسری قوم سے متصادم ہو۔ " (العزیڈ کوبریش)

عرب اُمرا کی نخوت:

عالم عرب میں بنو جعفر بن کلاب اور بنو زراہ بن عدی تکبر و رعونت میں مشہور تھے۔ ابن عوانہ نے غلام کو پانی لانے کو کہا۔ اُسنے لغم (ہاں) کہہ دیا تو طمانچے مارے کہ "ہاں" تو وہ کہے جسے نہ کرنے کا بھی اختیار ہو۔ اپنے مزارع کو بلوا کر گفتگو کی پھر پانی منگوا کر کلی کی تاکہ اس سے گفتگو کی نجاست دُور کر سکے۔

ملوکِ یمن میں سے وائل بن حجر کو آنحضور ؐ نے جاگیر عطا کی۔ اور معاویہ ؓ کو موقع دکھانے کیلئے ساتھ کیا۔ اور تحریر لکھ دینے کا فرمایا۔ وائل نے معاویہ ؓ کو دھوپ میں ننگے پاؤں چلایا۔ نہ جوتے دیئے نہ اونٹنی پر بٹھایا۔ البتہ اونٹنی کے سایہ میں چلنے کی اجازت دے دی۔ جب امیر معاویہ ؓ نے یمن پر بھی اقتدار حاصل کر لیا تو وائل کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا۔ قریش میں بنو اُمیہ اور بنو مخزوم متکبر مشہور تھے۔ بنو اُمیہ کو جب شام میں اقتدار حاصل ہوا تو وہاں کے عیسائی رؤسا نے اُن کے ساتھ قیصر کے جانشینوں

کا سا سلوک کیا۔ وہی رکھ رکھاؤ شروع کر دیا۔ اور انکے مشیر بن گئے۔

ان کے بعد جب عباسی حکومت قائم ہوئی تو اہلِ ایران خصوصاً کسریٰ کے مقربین نے بھی اُن کو اسی ڈگر پر لگا دیا۔ جس سے اسلام کی سادگی کا تصور مٹ گیا۔ اور شورائی نظام کے قیام کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ اُن مغرور اسلاف کی اکثر بدعادتیں ابھی تک پنجاب و سندھ کے بعض وڈیروں میں چلی آ رہی ہیں۔

یہ شورے کے نام سے بد کتے ہیں اس لئے کہ ان میں ایثار و خدمت کا جذبہ مفقود ہے مفت خوری نے ان کو ظالم بنا دیا ہے۔ اور اب مہاجرین کے استحصال میں کوشاں ہیں جنکی قربانیاں پاکستان کو وجود میں لانے کیلئے سب سے زیادہ ہیں۔ مہاجروں نے اس نوزائیدہ ملک کا ابتدائی مُعاشی سنبھالنے اور سنوارنے میں اوروں سے بہتر خدمات سرانجام دی ہیں۔ صنعتی و اقتصادی ترقی میں انکی ماہرانہ محنت کا غالب ترین حصہ ہے۔ علم و ادب، صحافت و نشریات، فنونِ لطیفہ، تعمیرات و انجینئرنگ، زراعت و بنکنگ میں اُن کے اہم ترین کردار سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ترقی کے اہم عنصر سے دشمنی انہی بد بختوں کا زوال ہے۔

حبذا آں ملتے را سروری داد   کہ تقدیرش بدست خود بنوشت
بہ آں ملت سروکارے ندارد   کہ دہقانش برائے دیگراں کشت

ڈاکٹر طٰہٰ حسین کا تجزیہ

دولت نے عربوں کے سامنے عیش و عشرت کے ساز و سامان پیش کر کے انکو اوّلاً آمادہ کیا پھر دعوت دی اور بالآخر انکو اسطرح کا عادی بنا دیا کہ فریفتہ ہو گئے۔ دولت کیلئے ہنس مکھ ہو جانا مزید دولت کی طلب پیدا کرتا ہے۔ پھر مال کی طلب حرص و طمع کے دروازے کھول دیتی ہے جس کے بند ہونے کی کوئی سبیل نہیں اور جب حرص آئی تو ظلم و زیادتی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ جھکے سلتے میں مقابلہ کرنے کا مادہ پرورش پاتا ہے اور پھر باہم بغض و کینہ کی باتیں عام ہو جاتی ہیں۔ اور آدمی ہاتھ دھو کر دنیا کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ یہاں تک پہنچتے پہنچتے حسد کا جذبہ جوان ہو چکا ہوتا ہے۔ اور ان لوگوں کے دل جلنے لگتے ہیں۔ جنکو دولت مندوں کی سی خوشحالی اور ثروت میسر نہ ہو۔ پھر یہ حاسد اپنے جذبات کی تشنگی بجھانا چاہتے ہیں اور خوش نصیب اپنی حماقت میں اقدام پر آمادہ ہوتا ہے۔ اس طرح دونوں میں چھڑ جاتی ہے۔

جب عربوں کا واسطہ دوسری قوموں سے پڑا تو عرب اپنی سادگی سے دستبردار ہو گئے۔ اور سُنّتِ راشدہ سے روگردانی کی، آنحضورؐ اور شیخین رضؓ کی بجائے قیصر و کسریٰ کی پیروی میں لگ گئے۔ ایران و روم کی تہذیب و تمدّن سے مرعوب ہو کر اسی کو اپنا لیا۔

ابتداً میں طبیعتیں بہت آہستہ تغیر پذیر رہیں۔ لیکن جیسے جیسے ان اطراف میں ان کا قیام طویل ہوتا گیا۔ تبدیلی کی رفتار میں قوت اور تیزی بڑھتی گئی۔ انہوں نے ایک دلکش تمدّن کے ساتھ خوشحالی اور عشرت کا ایسا تنوّع دیکھا کہ آنکھوں پر جادو ہو گیا۔ زندگی میں وہ لطافت اور رنگینی پائی جسکا تصوّر ان کا دماغ ابتک نہ کر سکا تھا۔ پھر تو بہتوں کا دل ان بہاروں نے موہ لیا۔ ان میں دانستہ و نادانستہ آرزو پیدا ہوئی کہ اس زندگی سے بہرہ اندوز ہوں ان تمام باتوں نے انکے گوشۂ فکر و نظر کو متاثر کیا جس سے وہ زندگی کی قدروں کا اندازہ کرتے تھے۔ چیزوں کو دیکھتے اور اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے۔

فتوحات نے حجاز اور دوسرے عربی شہروں میں غلاموں کی ایک بڑی تعداد جمع کر دی جو فتح سے پہلے اپنے اپنے شہروں میں درجہ اور طبقہ کے لحاظ سے مختلف حیثیتوں کی زندگی گذارتے تھے۔ عربی حدود میں داخلے کے وقت مختلف حیثیتوں کے غلام اور لونڈیاں اپنا اخلاق اپنا ذوق اور اپنی طبیعتیں اپنے شہروں میں چھوڑ کر نہیں آئے تھے۔ بلکہ یہ سب کچھ ساتھ لائے اور اپنے مالکوں کو اپنی بہت سی باتیں بتا دیں۔ اور اپنی طبیعتوں اور با ذوق باتوں پر ان کو اکسایا یا راغب کر لیا۔ اور دیکھا کہ وہ بے چون چراں ہاتھ بڑھاتے ہیں اور خوش آمدید کہتے ہیں۔ پھر تو اپنے مالکوں کو اپنی پسندیدہ اداؤں میں پھانس لیا۔

جب اسلام عربی حدود سے آگے بڑھا اور اپنے اقتدار کی بساط شیخین رضؓ اور عثمان غنی رضؓ نے مفتوحہ علاقوں تک بچھاتا چلا گیا۔ تو ایسے لوگوں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ جو اس اقتدار کے سامنے جھک تو گئے، لیکن ایمان نہ لائے۔ اور نہ انکو اقتدار سے اخلاص تھا۔ بلکہ ان کی وفاداری کے مظاہرے کی بنیاد صرف خوف تھی۔ اسیطرح یہ فتوحات اس نئی حکومت کیلئے بیک وقت قوت و کمزوری دونوں کا سرچشمہ تھیں۔ قوت کا اسطرح کہ اسکے ذریعے زمین کے بہت سے علاقے زیرِ نگیں ہو گئے۔ اور کمزوری کا اسطرح کہ فتوحات ہی نے ایسے لوگوں کی اکثریت کو مطیع بنا دیا جو اس حکومت کے مخلص نہ تھے۔ بلکہ اس سے خائف اور اسکی شوکت سے ہراساں تھے۔

فتوحات کی قوت یہ ہے کہ اسقدر مال و دولت کی فراوانی ہوئی جسکا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور فتوحات کی کمزوری یہ کہ دولت نے ایسے مفاد و اغراض کو جگایا جو سو رہے تھے۔ ایسے ایسے مقاصد اور

تقاضوں کو ہوشیار کیا جو محوِ غفلت تھے ۔ ان افراد کو اپنی طرف متوجہ کر لیا جنکی فکر و نظر کا گوشہ دین تھا ۔ پھر تو ایسی ضرورتیں پیدا کر دیں جن سے کبھی اُنس و آشنائی نہ تھی ۔ دولت نے عربوں کے سامنے عیش و عشرت کے سامان پیش کر کے ایمان کی آزمائش میں مبتلا کر دیا ۔ کچھ لوگ ایسے بھی رہ گئے جنہوں نے دُنیا پہ دین کو ترجیح دی اور اپنی توجہ ، دولت ، مفاد اور ساز و سامان سے ہٹا کر اللہ کی طرف کر لی ۔ ان میں آلِ منصور کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ انہوں نے ہمیشہ دین پہ دُنیا کو قربان کیا اور ہر دور اور ہر زمانہ میں جہاد جاری رکھنے کے لئے جان و مال و عزتوں کے نذرانے راہِ خدا میں نچھاور کر دیئے جسکی قبولیت کی بنا پہ اللہ جل شانہٗ نے ان کو ارضی وسعتوں میں پھیلا دیا ۔

نوٹ : ۔ ابو موسیٰ اشعری عامل کوفہ کے سیکرٹری نے خط کے عنوان میں "من ابی موسیٰ" لکھنے کی بجائے "من ابو موسیٰ" لکھ دیا ۔ عمرؓ فاروق امیر المومنینؓ نے حکم بھیجا "اس سیکرٹری کے ایک کوڑا لگاؤ اور ملازمت سے الگ کر دو اور اسکی جگہ مسلمان مقرر کرو ۔ عجمیوں کو پھر وہ اختیار و اقتدار نہ دو جو اللہ تعالیٰ نے ان سے سلب کر لیا ہے ۔ انکو اس سطح پہ رکھو جس پہ خدا نے انکو اتارا ہے ۔ تم خود حساب کتاب لکھنا پڑھنا سیکھو ۔ (فتوح البلدان) عمرؓ فاروقؓ کے اجتہادات میں سے ایک یہ ہے کہ جسکی بنیاد نہ تو قرآن کے مدنی قوانین پہ ہے اور نہ سُنتِ نبویؐ پہ بلکہ جو وقت اور ضرورت کے تقاضوں سے اجتماعی بھلائی کیلئے وجود میں آتے تھے اور جنکو ایجاد کرنے والا مجتہد پورے خلوص سے سمجھتا تھا کہ اسلام کا مزاج ان کا متحمل ہو سکتا ہے ۔

عربوں کا پاکستان میں ورُود

دین، زمین، سمندر، دریا، صحرا، کوہستان ---- سب کیلئے ہے سب کچھ اسمیں، یہ ہے پاکستان!
تہذیبوں کے راز پرانے، نئے نئے اَن گنت خزانے، محنت کش عاشق فرزانے، اسم محمدؐ کے
دیوانے ---- اپنا یہ ہے پاکستان!

جزیرۃ العرب میں نسلی طور پر تین بڑے گروہ تھے۔

۱۔ عرب عاربہ ۲۔ عرب مستعربہ ۳۔ عرب بائدہ

۱۔ عرب عاربہ یہ قحطانی کہلاتے ہیں۔ انہیں سے بنو حمیر، کہلان، انمار، بنو جرہم نے شہرت پائی - اور قوم سبا کہلائی - سدِ مآرب ٹوٹنے پر جب تباہی آئی تو شام میں جاکر آباد ہونے والے غسانی رومیوں کے حلیف بن گئے۔ مدینہ کے بنو قیلہ (اوس و خزرج) یہود کے حلیف ہوئے۔ تہامہ میں خزاعہ آباد ہو گئے۔ ازد عمان چلے گئے۔ انمار کے ختعم اور بجیلہ یمن میں رہ گئے۔

۲۔ عرب مستعربہ یہ عدنانی یا نزاری کہلاتے ہیں۔ ان میں بڑے قبیلے مضری، ربیعی اور ایاد ہیں۔ مضریوں کے طاقتور قبیلے قیس عیلان (جو آلِ منصور اور بنو غطفان پر مشتمل ہے) یہ وسطِ عرب میں حدود یمن سے صحرائے شام تک پھیلے ہوئے تھے۔ بنو تمیم نجد میں، بنو کنانہ (قریش و اسد) اور سعد ہذیل حجاز میں آباد تھے۔

ایاد عراق میں جاکر بس گئے۔ ربیعی قبیلہ بنی بکر بن وائل، عبد القیس، تغلب، جدیلہ، طائی، بنو حنیفہ، نجد اور عراق کی سرحد پر آباد تھے۔ بکر بن وائل کی بنو تمیم سے زبردست مخالفت رہی مگر طائی اور حنیفہ نیز بنی اسد تمیم کے حلیف رہے۔ غطفان کے بنو فزارہ بھی تمیم سے دوستی رکھتے۔ اس لئے کہ یہ تعداد میں، مال و دولت اور ہمسایہ مملکتوں میں اثر و رسوخ کے لحاظ سے فوقیت رکھتے تھے۔

۳۔ عرب بائدہ عرب سے متصل عراق و شام و فلسطین سے مصیبت زدہ پناہ گزین صحرائے عرب میں سر چھپانے کو چلے آتے اور فنا ہوتے گئے اور کچھ بنو اسماعیلؑ

کے پھیلنے پر حبشہ اور افریقہ کی طرف نکل گئے ۔ باقی صرف خال خال جگہ پر کھجوروں کے جھنڈ اور گھاس وغیرہ اُگنے سے اونٹوں اور بکریوں کے سہارے زندگی گذارنے پر اکتفا کرکے دُنیا سے الگ تھلگ رہتے۔

عرب معاشرتی طور پر تین طبقوں میں تقسیم تھے ۔

۱۔ حضری ۲۔ راعیں ۳۔ بدوی

۱۔ حضری :۔ حضری یعنی شہری جن میں تاجر، دستکار اور زراعت پیشہ بھی تھے ۔ زراعت انہوں نے ہمسایہ یہود سے سیکھی جو مصر سے سیکھ کر آتے تھے ۔ یا عراقیوں سے سیکھی۔

۲۔ راعیں :۔ (راعی کی جمع) گڈریے ۔ اُجڈ دیہاتی ۔ جنگل میں اونٹ بکریاں چرانے والے۔ اَلْحَاکِمُ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ ۔ رعی کے معنی حفظ الغیر لمصلحتہ (بیضاوی) الراعی کل من ولی امر قوم۔ (المنجد) فَاسْتَجِیْبُوْا الرَّاعِی وَ اتَّبِعُوا الرَّاعِی ۔ ہکسوس خاندان کے فراعین مصر راعیہ یعنی عرب کے گڈریے ہی تھے ۔ جنہوں نے مصر کی آبادکاری میں چار چاند لگا دیئے ۔ دریائی بند، نہریں، جھلاریں بنوا کر مصر کو باغ و بہار بنا دیا ۔ طبائع میں استقلال اور سخت محنت و مشقت انکی دیہاتی و صحرائی زندگی کا ورثہ ہے ۔

۳۔ بدوی :۔ صحرائی لیٹرے ۔ کوہستانی قزاق، خانہ بدوش جنکا ذریعہ معاش غارتگری تھا۔ (عبد اللہ بن مسعودؓ نے جنات کو دیکھ کر ہوازنی بدو سمجھا تھا۔ اِنَّ زَاھِراً بَادِیَتُنَا نَحْنُ حَاضِرُوْہُ۔ زاہر بدشکل مگر شریف بدوی تھا) انکو اعرابی بھی کہا جاتا ہے ۔

آل منصور اور بنو تمیم نے مغرب اور ایران و خراسان میں اقتدار حاصل کیا تو استبدادی نظام سے اجتناب کیا عدل قائم کیا اور عمرانی مساوات کو رواج دیا ۔ البتہ وہاں کی زرخیز زمینوں پر کاشتکاری شروع کرکے گذر اوقات کرنے لگے ۔ کسی جگہ بھی لوٹ مار یا کسانوں سے مالیہ وغیرہ کے نام سے غنڈہ ٹیکس نہ لیا اسی بنا پر فارس کے اشراف نے ان کو آرائیں کا معزز نام دیا جو آر کی جمع ہے ۔ جس کے معنی متمدن و مہذب و معزز لوگ، ہنرمند اور کاشتکار (زمین کو آراستہ کرنیوالے ۔ جنکو قرآن صالحون کہتا ہے) ہیں ۔ جیسے رضا شاہ پہلوی کو آریا مہر کہنے لگے تھے ۔ سندھ و ہند میں بھی انہوں نے عام فاتحین کے رویہ کے بالکل برعکس اعلیٰ ترین اخلاق پیش کیا تو ہندوؤں نے دیوتا کہہ کر نمسکار کیا ۔

غسیل ملائکہ حنظلہ کا باپ ابو عامر عبد عمرو صیفی بن نعمان اوس کی شاخ بنی ضبیعہ بن زید کا فرد تھا ۔ بڑا زاہد مرتاض سر برآوردہ مطاع دعا و جھاڑ پھونک کیلئے لوگ اسکے پاس بہت آتے ۔ جب آنحضورؐ مدینہ آئے اور لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضری دینے لگے تو ابو عامر کو حسد ہوا ۔ آنحضورؐ نے 72 فرقے فرما کر حسد (ح + سٓ + دٓ = ۷۲) سے اجتناب کی تلقین کی ہے جو تفرقہ کی جڑ ہے ۔ ابو عامر اپنے دس چیلوں کے

ساتھ مکہ چلا گیا۔ جانے سے پہلے آنحضورؐ سے مخاطب ہو کر بولا۔" آپؐ نے کچھ باتیں اپنی طرف سے دینِ ابراہیمیؑ میں داخل کر دی ہیں۔

آپؐ نے جواب دیا۔ " میں اسے روشن و پاکیزہ حالت میں لایا ہوں۔"

بولا" جھوٹے کو اللہ وطن بدر کرے اور گھر سے دور بیکسی کی حالت میں مرے"

آپؐ نے کہا" آمین!"

جنگِ اُحد میں قریش کے ہمراہ آیا۔ اوس سے مخاطب ہونے لگا۔ تو انہوں نے دھتکار دیا۔ حنظلہؓ نے قتل کی اجازت مانگی جو نہ ملی۔ اسی کے کھودے ہوئے گڑھے میں آپؐ گرے تھے۔ اس موسےؑ کے مقابل بلعم بن بعور کی مثال بھی پوری ہو گئی۔

فتح مکہ کے وقت طائف چلا گیا۔ جب بنی ثقیف کا وفد مدینہ کیلئے تشکیل دیا گیا تو یہ شام کی طرف نکل پڑا۔ کنانہ بن عبد یا لیل اور سردار علقمہ کلابی اسکے ساتھ ہو گئے۔ یہ راستہ میں ہلاک ہو گیا۔ اسکے اثاثہ کی وراثت کیلئے دونوں سردار قیصرِ رُوم کے دربار میں گئے۔ تو اُس نے کہا۔

" ابو عامر کسان تھا اور کنانہ بھی کسان ہے۔ اس لئے اثاثہ اُسکو ملے گا۔ علقمہ راعی ہے شہری نہیں جو شہری کا وارث نہیں ہو سکتا۔ (فرمایاؐ: لا یتوارث اصل ملتین شتیٰ)

وَفدِ ثقیف میں ایک ۲۹ سالہ نوجوان عثمان بن ابی العاص بھی شامل ہوا جسکی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ ثقفیہ آنحضورؐ کی ولادت کے وقت سیدہ آمنہ کے پاس موجود تھیں۔ اور انہوں نے وہ نورُ مشاہدہ کیا تھا جس سے کائنات جگمگا اُٹھی۔ فرماتی تھیں کہ جیسے ستارے ٹوٹ پڑے ہوں۔ اور ہمارے اُوپر آگریں گے۔ ان کی باتیں سن کر بیٹیا محبتِ رسول صلعم میں گرفتار ہو گیا۔ والاذن تعشق قبل العین

؎ نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد

نگاہ پڑتے ہی صدیقِ اکبرؓ نے اُسے اپنی تربیت میں لے لیا۔ دینی احکام و آداب سکھا کر آنحضورؐ سے سفارش کی۔

؎ غسل در اشک زوم کہ اہلِ طریقت گویند
پاک شو اوّل و پس دیدہ براں پاک انداز

آنحضورؐ وَفد سے علیحدہ اُسے بلوا لیتے۔ تزکیۂ نفس کے علاوہ علم و حکمت سے اُسکے سینے کو روشن فرمایا۔ اور آیات بیّنات کا مشاہدہ کرایا۔ (بل ھُوَ آیاتٌ بیناتٌ فی صدُور الذین اُوتو العلم) اُسے کامل بنا کر

وفد کی واپسی پر طائف کا عامل زکوٰۃ و صدقات مقرر فرما دیا۔ یمن کے عامل مہاجر بن امیہ مخزومیؓ کو جب اہل
کندہ کے ارتداد سے مشکل پیش آئی تو فتنہ کی سرکوبی کیلئے صدیق اکبرؓ خلیفۃ الرسول صلعم نے عثمانؓ
بن ابی العاص ثقفی کو مہاجرؓ کی امداد کا حکم بھیجا۔ انہوں نے گرد و نواح کے چیدہ چیدہ شاہسوار جمع کرکے
اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی سرکردگی میں دستہ فوج روانہ کیا۔ مہاجرؓ نے کمک پہنچتے ہی عمرو بن معدیکرب اور
قیس بن مکشوح کی شورش ختم کرکے کندہ پر چڑھائی کی۔ اشعث بن قیس قلعہ بجیر میں محفوظ ہو گیا تو اسکا محاصرہ
کرلیا۔ اشعث نے اپنے دوست عکرمہؓ بن ابی جہل کی وساطت سے مہاجرؓ سے جان چھڑانے کا چارہ کیا
اپنے اہل و عیال اور نو ساتھیوں کی سلامتی کے علاوہ اپنا مال و اسباب نکال لیجانے پر تحریری معاہدہ ہو گیا
مگر معاہدہ میں خود اپنا نام لکھوانا بھول گیا۔ مہاجرؓ نے مشکیں کس دیں اور باقی قیدیوں کے ساتھ مدینہ
بھیجدیا۔ راستے میں قیدی عورتیں عقیدہ و قبیلہ سے غداری کی بنا پر عرف النار کہتی تھیں۔ صدیق اکبرؓ سے
التجا کی کہ میری بیوی ام فروہؓ (صدیق اکبرؓ کی بہن) میرے ساتھ بھیج دیں اور مرتدین کا معاملہ بھی میرے سپرد
کردیں تو انشاءاللہ احسان مند پاؤ گے۔

صحابہؓ کرام نے دین کی فلاح کی خاطر سفارش کی تو آپؓ نے جان بخشی کردی مگر ہمیشہ افسوس کیا
ایسے جذباتی جنونی سے کسی وقت بھی فتنہ کی توقع ہو سکتی ہے (عمر فاروقؓ نے اسی اشعث کو دس ہزار درہم
دینے پر خالدؓ سیف اللہ کی باز پرس کی تھی)۔ اشعث آزاد ہو کر نکلا تو باہر بندھے اونٹوں کو ذبح کرنا شروع
کردیا۔ واویلا مچا تو سب کی قیمت ادا کردی کہ یہ دعوتِ ولیمہ کا سامان کیا ہے اگر اپنے ہاں ہوتا تو اور ہی شان
ہوتی۔

صدیق اکبرؓ نے بوقتِ رحلت عمر فاروقؓ کو ایرانیوں کے خلاف مثنیٰؓ شیبانی کی امداد کیلئے وصیت
فرمائی تھی۔ تجہیز و تکفین سے فراغت کے بعد عمر فاروقؓ نے اعراب جو شام کیلئے جمع تھے انکو لشکر فراہم کرنے کی
اپیل کی تو وہ خاموش رہے۔ وہ رومیوں کے خلاف جانا چاہتے تھے کہ ان کے قبائل وہاں پہلے سے آباد ہیں۔
ابو عبید بن مسعود ثقفیؓ نے لبیک کہی جسکی امداد کیلئے عثمان ثقفیؓ نے علاقہ طائف کے گرد و نواح کے آزمودہ کار
جنگجوؤں کا دستہ فراہم کردیا۔

سنہ ۱۵ھ عمر فاروقؓ نے عثمانؓ کو طائف کے علاوہ بحرین و عمان کا بھی عامل مقرر کردیا تو انہوں نے
بصرہ میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ عثمانؓ کے بھائیوں میں مغیرہؓ اور حاکمؓ بہت زیرک اور ہوشیار تھے۔ ایک
مجلس میں عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ میرے پاس یتیموں کے حصے کے دس ہزار درہم پڑے ہیں جو زکوٰۃ
نکالتے رہنے سے گھٹتے جائیں گے کیا کوئی منافع دینے والا ہے جسے یہ امانت سپرد کردوں۔ حاکمؓ نے لے لئے

اور سال کے اندر ہی ایک لاکھ لا کر پیش کر دیئے۔ پوچھا کہ کیسے کئے تو بتایا کہ بس سودے پر سودا کرتا رہا۔ ادھر بکریاں خریدیں ادھر بیچ دیں اور اونٹ خرید لئے۔ انکو بیچا تو گھوڑے خرید ے۔ اس طرح خوب منافع ملتا رہا۔ سب اصحاب نے دعائے خیر کی اور بہت خوش ہوئے۔ (عثمان ثقفی رض شدید درد کی حالت میں آنحضور ؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو فرمایا سات مرتبہ یہ پڑھ کر اپنا دایاں ہاتھ پھیرو۔ بسم اللہ اعوذ بعزۃ اللہ و قدرتہ من شر ما اجد)

عرب تاجر عرصہ دراز سے جنوبی ہند لنکا مالدیپ وغیرہ سے لین دین کرتے تھے ان کی کشتیوں پر بحری قذاق ڈاکے ڈالتے۔ عثمان ثقفی رض نے انسداد کیلئے ڈاکوؤں کے اڈوں کو نشانہ بنایا۔ اپنے بھائی حاکم کو تھانہ پر، مغیرہ رض کو دیبل پر اور خود بمبڑوچ پر حملہ کیا۔ یہ چھاپے بہت کامیاب رہے۔ اور مالِ غنیمت بھی ہاتھ آیا۔ جب اسکا خمس مدینہ پہنچا تو عمر فاروق نالاں ہوئے اور عثمان رض کو لکھا "اے ثقفی بھائی! تم نے کیڑے کو لکڑی پر سوار کر کے سمندری طوفان کے حوالے کر دیا۔ واللہ اگر نقصان جان ہوتا تو اتنے ہی آدمی تمہاری قوم سے لے لیتا۔ آئندہ میری اجازت کے بغیر کوئی کاروائی نہ کرنا۔"

امیر المومنین رض کی رائے کا اصل مدار آنحضور ؐ کا وہ فرمان تھا جو آپ ؐ نے رئیس یمامہ ہوذہ بن علی کے نام سلیط رض بن عمرو کے ہاتھ بھیجا تھا۔ جسمیں تحریر فرمایا "میرا دین وہاں تک پہنچے گا۔ جہاں تک اونٹ اور گھوڑے پہنچ سکتے ہیں۔" اسی لئے امیر المومنین رض نے سالاران لشکر کو حکم دے رکھا تھا کہ ہمیشہ ایسی جگہ پڑاؤ کرو جہاں میں اپنی اونٹنی پر بلا روک پہنچ سکوں)

سعد بن ابی وقاص کو لکھا۔ "جب تمہارا کوئی فوجی مجاہد کسی دشمن سپاہی کو "لاتخف"، "مترس" "لاتدحل" کہدے تو گویا اس نے امان دیدی۔ کیونکہ خدا ہر زبان جانتا ہے۔ اہل جزیرہ سے جنگ کیلئے عمر بن مالک بن عتبہ کو بھیجو جسکے مقدمہ پر حارث بن یزید عامر ی اور بازوؤں پر ربعی بن عامر اور مالک بن حبیب ہوں۔ عربوں کو وہی جگہ راس آتی ہے جو انکے اونٹوں کو سازگار ہوتی ہے۔ (عربوں کو عراق کی آب و ہوا راس نہیں آئی) سلمان رض اور حذیفہ رض کو صحت بخش جگہ تلاش کرنے بھیجو۔ ایسی جگہ جو دریا سے قریب ہو۔ لیکن کوئی دریا میرے اور تمہارے درمیان حائل نہ ہو (اسی لئے کوفہ کی بنیاد رکھی گئی جسکے ایک طرف دریائے فرات اور دوسری طرف صحرائے عرب ہے) "تم اپنے لئے ایسی جگہ کوٹھڑی) بنالو جہاں سورج اور بارش سے محفوظ رہ سکو" گھاس پھوس کے جھونپڑے آگ لگنے سے جل گئے تو تین کمروں پر مشتمل پختہ مکان بنالینے کی اجازت دی۔

عامل شام معاویہ رض نے امیر المومنین رض سے قبرص پر قبضہ کرنے کی اجازت طلب کی اور لکھا کہ حمص سے قبرص

اسقدر قریب ہے کہ اہلِ حمص، قبرص کے کتوں کا بھونکنا اور مرغوں کی آوازیں سُنتے ہیں ۔ فاروقِ اعظم رضؓ نے عاملِ مصر عمرو بن العاصؓ سے قبرص کی کیفیت اور سمندری سفر کی حالت دریافت فرمائی ۔ انہوں نے رپورٹ بھیجی دریں نے دیکھا ہے کہ معدودے چند آدمی ایک گروہ کثیر کو سوار کرا کر لے جاتے ہیں سوائے آسمان اور پانی کے کچھ دکھائی نہیں دیتا ۔ اگر سمندر کی روانی ٹھہر گئی تو پریشانی بڑھ گئی اور اگر موجزن ہو گیا تو اوسان جاتے رہے کامیابی کی اُمید کم، خطرے کا اندیشہ زیادہ ۔ اسکا سفر کرنے والا ایسا ہے جیسے دریا میں کسی لکڑی پر کیڑا بیٹھا ہو ۔ لکڑی ذرا جھکی تو کیڑا ڈوب گیا اور اگر صحیح سلامت بچ گئی تو چمک اُٹھا " اس سے مطلع ہو کر امیر المومنین نے معاویہؓ کو لکھا ۔ اس ذات کی قسم جس نے محمد صلعم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ۔ میں لشکرِ اسلام کو سمندری سفر کی ہرگز اجازت نہ دوں گا ۔ میں نے سنا ہے بحیرۂ روم زمین کے بڑے حصّے کو دبائے ہوئے ہے ۔ ہر روز اللہ تعالےٰ سے زمین کو ڈبو دینے کی اجازت طلب کرتا ہے ۔ ایسی صورت میں اس کافر کے سفر کی لشکرِ اسلام کو کس طرح اجازت دوں ۔ واللہ ایک مسلمان سارے ملک رُوم سے مجھے زیادہ محبوب ہے ۔ خبردار ایسی جرأت نہ کرنا ۔ مجھے معلوم ہے جو میں نے علاؓ بن الحضرمی کیا تھ کیا ہے ۔ پھر جب عرفجہؓ نے عمان کے ساتھ بحری جنگ لڑی اور اس کی خبر امیر المومنین کو پہنچی تو عرفجہ بن ہرثمہ ازدیؓ کو سخت ڈانٹ پلائی ۔[1]

جب فارس و ایران پر قبضہ ہو گیا تو امیر المومنین نے عثمان ثقفیؓ کو اصطخر پر بھیجا ۔ سہیل بن عدیؓ سالارِ اعلےٰ اور انکی مدد پر حکمؓ بن عمرو تغلبی کو جنکی ماتحتی میں شہابؓ بن مخارق اور عبداللہ بن عبداللہ بن متعانؓ کو مکران بھیجا ۔ اہلِ سندھ مکرانیوں کی امداد کیلئے اُمڈ آئے ۔ مگر زبردست ہزیمت اٹھائی ۔ اور عربوں سے دشمنی مول لے لی ۔ صحار عبدیؓ غنیمت کا خمس لیکر مدینہ آیا تو امیر المومنین نے حالات پوچھے ۔ بولا ۔ ارض سهلها جبل و ماؤها وشل و ثمرها دقل وعدوها بطل وخيرها شر وشرها طويل كثيرها قليل ان قل الجيش فيها ضاعوا وان كثروا جاعوا ۔ (وہاں کی ہموار زمین بھی ٹیلے، پانی کڑوا، پھل بدذائقہ، چور بیباک، بھلائیاں مصیبت، مشکلات بیشمار، کثرت کو کم جانو لشکر کم ہو تو تباہ زیادہ ہو تو بھوکوں مر جائے)

عمرؓ بولے تم شاعری کر رہے ہو یا رپورٹ دے رہے ہو؟ کہنے لگا ۔ واقعتہً یہی حال ہے ۔ اس پر آپؓ نے اسلامی لشکر کو آگے بڑھنے سے روک دیا ۔

(اس واقعہ کو بعض مورخ عثمان ذوالنورینؓ سے منسوب کرتے ہیں)

---

[1] عثمان ثقفیؓ کے بیٹے عبداللہ کی بیوی اُم الحکم بنت ابوسفیانؓ کے بطن سے عبدالرحمٰن پیدا ہوئے جسے امیر معاویہؓ نے اپنا پہلا گورنر کوفہ مقرر کیا تو اس نے بڑی سختی دکھائی جس پر لوگ علی المرتضےٰ اور حسن مجتبےٰؓ کی شفقت یاد کر کے نادم ہوتے ۔

وَ فَوْقَ کُلِّ ذِی عِلْمٍ عَلِیْمٌ ۔ علی المرتضیٰ رضؓ نے فرمایا ۔ وَکَانَ ابوبکرٍ مقدماً فی کل خیرٍ وکان رجلاً نسابۃً (ابوبکر رضؓ ہر نیکی کے کام میں اوّل رہتے اور علم الانساب کے بڑے ماہر تھے) ابوبکر رضؓ کا قول ہے کہ " سارے عرب ایک باپ سے ہیں یعنی آلِ اسماعیلؑ ہیں ۔ ظاہر ہے کہ دوسری قومیں فنا ہوگئیں یا ملک چھوڑ گئیں ۔

ان پاک ہستیوں کی ارواحِ مقدسہ کو سلام کے بعد ہم بھی علم الانساب کے بحرِ بیکراں میں غوطہ زن ہوتے ہیں ۔ وما توفیقی الا باللہ العظیم ۔ نسب کے ایک دوسرے میں ملانے کو شارعِ اسلامؑ نے دوزخی فرمایا ہے ۔ لہٰذا اپناہ بخدا تاریخ اور آثار سے جو نتائج اخذ کئے گئے ہیں ۔ ان کا تجزیہ راسخون فی العلم کی صوابدید پر چھوڑ کر واللہ اعلم بالصواب کے حصن میں پناہ لینے پر مجبور ہیں ۔

کلبی کے نزدیک قحطان نابت بن اسماعیلؑ کی آل ہیں مگر مورخ مسعودی نے قحطان کو عابر کا بیٹا کہا ہے ۔ اور اہلِ یہود قحطان بن عابر کو حام کی اولاد کہتے ہیں ۔ طبری نے اہل یمن کو ایک جگہ سبا اصغر کی اولاد لکھا مگر اس پر قائم نہیں رہا ۔ خطابی نے اہلِ یمن کو اسماعیلی کہا جس کی تائید بخاری ، قاضی عیاض ، سعید سمہودی نے بھی کی ہے ۔ اور اس پر سب نے اتفاق کیا ہے کہ انمار بجیلہ بھی اسماعیلی تھے جو مکہ سے یمن چلے گئے اور امتدادِ زمانہ سے قحطانیوں میں ضم ہو گئے ۔ غسان خزاعہ اور انصار کا بھی یہی حشر ہوا بعض قضاعہ کو بھی شامل کرتے ہیں ۔ پاکستان کے کوہستانی علاقہ میں خزاعی قبائل کی آبادی کے بارے میں تاریخی شواہد راہنمائی کرتے ہیں خزاعہ بنو ازد کی شاخ ہے ۔ ازدیوں نے دینِ اسلام میں داخل ہونے کے بعد عرب فتوحات میں سب سے بڑھ کر حصہ لیا اور انمٹ نقوش چھوڑے ہیں ۔

۳۸ھ دورِ علی المرتضیٰ میں تغار بن صغر نے بہمراہی حارث بن مرۃ عبدی خشکی کی راہ سندھ کی طرف پہلی یلغار کی ۔ بہرد وج اور کوہ پایہ کی جانب سے بڑھے اور قیقان پر دھاوا بولا ۔ بیس ہزار کوہستانی مقابل ہوئے جن میں سے کچھ زیر ہو گئے باقی فرار ہو گئے ۔ فوج واپس چلی گئی ۔

۴۱ھ امیر معاویہ رضؓ کے عامل عبداللہ بن عامر رضؓ (عبداللہ بن حازم سُلَمی کے پھوپھی زاد بھائی) نے عبدالرحمٰن بن سمرہ رضؓ کو دوبارہ سیستان کی طرف بھیج دیا جو آندھی کے بگولے کی طرح باغیوں کا قلع قمع کرکے کابل جا پہنچے ۔ اہلِ شہر کو امان دیکر لنبت کو قابو کیا پھر مرزاں خشک رضیع ہوتے زابلستان میں داخل ہوئے ۔ علاقہ غزنی کو تسخیر کیا اس فوج کا سپہ سالار مہلب بن ابی صفرہ ازدی تھا ۔ جو پہاڑی چیتے کی مانند کوہستانی علاقہ پر چھا گیا ۔ کابل کے آگے بلند پہاڑوں کو دیکھ کر عرب مسلمان سپاہ ہند و سندھ کا کبھی خیال نہ کرتے تھے مگر مہلب نے پشاور کا درہ خیبر ڈھونڈھ نکالا ۔ پہلے لاہور (شاہراہ ابریشم والا) تک کا علاقہ زیر کیا ۔ اور اپنی قوم خزارہ کو لا بسایا ۔ جو عربوں کا دستور تھا یعنی جہاں تک فتح پاتے جم جاتے ۔ آبادی کرتے مساجد تعمیر کرتے پھر پیچھے کا رخ نہ کرتے ۔ کوہستانی علاقہ سے

فارغ ہوکر ملتان تک کا علاقہ روندڈالا مگر اپنا مستقل پڑاؤ وہیں رکھا۔ قندابیل کے قریب ایک سخت معرکہ میں دشمن کو سرنگوں کیا۔ قیقان میں ۱۸ ترک سوار سامنے آئے جو نہایت بہادری سے لڑتے ہوئے مارے گئے۔ مہلب نے دیکھا کہ ان کے گھوڑوں کی پھرتی انکی کٹی ہوئی دمیں اور ایالیں ہیں۔ اس لئے اُسنے اپنے سواروں کو بھی دُمیں اور ایالیں کاٹ ڈالنے کا حکم دیا۔ مہلب کا لشکر ازدی جوانوں پر مشتمل تھا۔ یہی عرب فاتح اوّل تھا۔ جو پاکستان میں وارد ہوا اور اپنی بستیاں بسائیں۔

سنہ ۴۳ھ امیر معاویہؓ کی زیاد ابن سمیرہ سے مصالحت ہوجانیکے بعد اُسے بصرہ کا والی بنا دیا گیا تو زیاد نے ایک فیاض اور سخی مرد عبداللہ بن سوار کو چار ہزار سواروں کے ساتھ سندھ بھیجا جو راستہ میں ہی ترکوں کے ساتھ لڑائی میں شہید ہوگیا۔ اسکی جگہ سنان بن سلمہ بن محبق ہذلی کو بھیجا گیا۔ جو عالم فاضل اور خدا پرست تھا۔ اُسنے سپاہ کو طلاق کی قسم دلائی اور سواحل مکران پر اتر کر علاقہ کو زیر کیا۔ اسکی آبادی اور زرخیزی کا بڑا اہتمام کیا اور علاقہ میں امن وامان کی فضا قائم کردی۔

سنہ ۴۵ھ — وہ آئے جب سوار توسن ناز
قیامت ہمرکاب آئے نہ آئے

امیر معاویہؓ نے سواحل ہند پر حملہ کیلئے راشد بن عمرو جدیدی ازدی کو چنا تاکہ سمندری ڈاکوؤں کی بیخ کنی کردے۔ راشد شریف خاندان کا نوجوان فرد تھا۔ بڑی خوبیوں اور ذاتی لیاقت وحکمت سے آراستہ تھا۔ کمسنی ہی میں اُسنے بہادری کے جوہر دکھا دیئے۔ جب امیر معاویہؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو اُسنے اپنے پاس جگہ دی اور بڑی توقیر کی۔ افسران فوج کو مخاطب کرکے کہا۔

" یہ ایک بے مثل شخص ہے تم سب لوگ اسکی اطاعت کرنا اور معرکہ کارزار میں کبھی اکیلا نہ چھوڑنا۔ سنان کو لکھا کہ راشد کا کما حقہٗ استقبال کرے اور ہند وسندھ کے کوائف سے اسے آگاہ کرے۔ راشد نے ایک برس تک جنگی کارروائیاں کیں پھر سیوستان کی راہ واپس چلا تو مندرا اور بھکرح کی پہاڑیوں کے درمیان میوقوم کے ۵۰ ہزار افراد نے اسے گھیر کر شہید کردیا۔ سنان دوسال وہاں رہا۔ بڑی اچھی کارکردگی دکھائی۔ مدھا کے مقام پر ایک معرکہ میں شہید ہوگیا۔ سنان کے بعد الو الاشعث منذر بن جارود عبدی والیٔ مکران ہوا۔ اس نے سندھ کے قیقان وتوقان پر چڑھائی کی۔ پھر خضدار کو فتح کیا۔ جہاں کے لوگ باغی ہوگئے تھے۔ انکو زیر کیا وہیں وفات پائی۔

سنہ ۴۶ھ میں ابن حری باہلی مقرر ہوا۔ جس نے زبردست جہاد کیا اور بڑی فتوحات کیں۔ عباد بن زیاد نے سیستان کی راہ سندھ پر حملہ کیا۔ سناورز پہنچا۔ پھر رود بار سے گذر کر سندھو آکر کش میں خیمہ زن ہوا۔ وہاں سے

قندھار پر جاپڑا ۔ جہاں بہت خون خرابہ ہوا ۔ عباد ایک بگولے کی مانند گزر گیا کسی جگہ چھاؤنی نہ ڈالی ۔
جزیرہ یاقوت (مالدیپ) میں عرب تاجروں کی بستی تھی ۔ وہاں کے فرمانروا نے چند عرب بیوائیں اور یتیم بچے تحائف کے ساتھ عرب واپس بھیجے تو کراچی کے پاس بحری قزاقوں نے انکو لوٹ لیا ۔ عورتیں قید کر لیں ۔ اس بحری قافلہ کی ایک کشتی بچ کر بصرہ پہنچ گئی ۔ جسکے مسافروں نے حجاج کو واقعہ سنایا اور بتایا کہ بنی یربوع کی شاخ بنی عزیز کی ایک عورت نے بڑی پکار کی ۔ "یاحجاج یاحجاج اغثنی" یہ سن کر حجاج غیرت ملی سے لال پیلا ہو گیا ۔ بولا " خدا نے اس کی پکار مجھ تک پہنچا دی اگر ہمارا دین ہمیں ظلم کرنے سے منع کرتا ہے تو ہمارا نسب ہمیں ظلم سہنے سے باز رکھتا ہے ۔ کیا زیر آسمان ایسی قوم بستی ہے جو عرب عورتوں کی عصمتوں سے کھیلے "
اُسنے فوراً عبید اللہ بن بنہان کو ۲۰ آدمیوں کے وفد کے ساتھ راجہ داہر کے پاس بھیجا ۔ دیول کے گورنر نے سفیروں کو قتل کرا دیا ۔ صرف دو مسلمان جو قلعہ کے باہر کیمپ میں موجود رہے زندہ بچکر واپس پہنچے ۔ حجاج نے عمان کے عامل بدیل بن طہفہ بجلی کو دیول پر حملہ کا حکم بھیجا اور محمد بن ہارون کو اسکی امداد کی ہدایت کی ۔ دوران جنگ بدیل کا گھوڑا ہاتھیوں کو دیکھ کر بدک گیا اور بدیل کو نیچے گرا دیا جس پر جاٹوں کے جتھے نے بدیل کو گھیر کر شہید کر دیا ۔ حجاج کو بڑا دکھ ہوا اس کی نیند جاتی رہی ۔ مؤذن کو کہا کہ جب اذان کہو تو مجھے بدیل یاد دلا دیا کرو تاکہ اسکا بدلہ لینے تک اسکے حق میں دعا کرتا رہوں ۔
بدیل کے لشکریوں میں سے ایک نے جنگ کے حالات اور بدیل کی بہادری کے واقعات سنائے تو حجاج بولا "تم غیرت مند جنگجو ہوتے تو بدیل کے ساتھ شہید ہونے کو ترجیح دیتے ۔ بدیل کے بعد عامر بن عبد اللہ نے اس مہم کی ذمہ داری طلب کی ۔ حجاج بولا تمہاری یہ حرص فضول ہے ۔ میں نے قرعہ ڈالا ہے ۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے سندھ امیر عماد الدین محمد بن قاسم کے ہاتھوں فتح ہو گا ۔
حجاج نے اپنے خاندان کے مختلف لوگوں کو عہدے دیئے ۔ اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کو ۹۰ھ میں جبکہ اسکی عمر صرف پندرہ سال تھی کردوں کے مقابلہ پہ بھیجا جنہیں شکست دیکر محمد نے اصطخر پر قبضہ کر لیا پھر جرجان کی طرف پیش قدمی کی ۔ بعمر ۱۷ سال شیراز کی گورنری ملی ۔ جو صوبہ فارس کا دار السلطنت تھا ۔ پھر سندھ پر حملہ کیلئے بھیجا گیا تو تاریخ میں ایک نامور فاتح کا نام پایا ۔ اس نے نہایت عدل و انصاف سے حکومت کی ۔ تنخواہ سے جو کچھ بچتا اسے تبلیغ اسلام پر خرچ کرتا ۔ اپنی انتہائی مصروفیات سے فرصت نکال کر عوام میں جاتا اور اسلام کے مشن پہ مدلل تقریریں کرتا ۔ وعظ کے وقت آواز پرسوز ہو جاتی ۔ لوگ بڑے متاثر ہوتے ۔ جنگ کے وقت شیر کی طرح دھاڑتا اور آواز بہت رعب دار ہوتی ۔ اس دور کے علماء و مجتہدین اُس کے خلوص اور ایمانی قوت کی تعریف کرتے تھے ۔ غیر مسلم اخلاق اور حسن سلوک سے اتنے گرویدہ

ہوتے کر سجدہ میں گر جاتے ۔ آپ انہیں اٹھا کر سینے سے لگاتا اور حقائق اسلام بیان کرتا ۔ دینی بھائی چارہ کی فضیلت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر لوگ جوق در جوق اسلام قبول کر لیتے اور اپنی جانیں نثار کرنے کو بخوشی تیار ہو جاتے ۔

محمد بن قاسم کا حلیہ :- گلابی رنگ کا خوبصورت نوجوان تھا ۔ بڑی بڑی آنکھیں ، پیشانی کشادہ ، بازو گول ، کلائیاں چوڑی ، بھرا ہوا بدن ، جنگ کے وقت ہیبتناک ۔ قدرت نے انہیں فولاد کا قلب و جگر عطا کیا تھا ۔ اللہ عزوجل کیطرف سے اسکو بلند خیالی ، مستحکم ارادے اور بہادری کے جوہر عطا ہوئے تھے ۔ مجالس میں نہائت خلیق ، حلیم الطبع ، شیریں بیان اور ہنس مکھ چہرے والا تھا ۔ ہر چھوٹے بڑے سے محبت و تپاک سے گفتگو کرتا ۔ فوج میں اُس سے بڑی عمر کے سینئر لوگ بھی اُسکا بیحد احترام کرتے اور عزت کے ساتھ پیش آتے ۔ محمد کی شادی اسکی ننھال بنو سعد تمیم میں ہوئی ۔

ہو محفل یاراں تو ابریشم کی طرح نرم
معرکۂ رزم ہو تو فولاد ہے مومن

(جنۃ السندھ)

اسکی فوج کی اولین صف اسکے اپنے قبیلہ عالیہ بنو قیس کے سبھی کنبوں اور انکے حلفا پر مشتمل تھی ۔ دوسری صف بنو تمیم کی ، تیسری بنو بکر بن وائل ، چوتھی انکے بھائیوں عبدالقیس کی اور پانچویں میں ازد قبائل تھے ۔ اسکے ساتھی سالاروں میں حقیقی نائب بنانہ بن حنظلہ کلابی عامری قابل ترین موقع شناس فوجی مدبر تھا ۔ حجاج نے جہم بن زحر جعفی کی ماتحتی میں چھ ہزار شامی عربوں کے علاوہ بکثرت جوان منتخب کرکے محمد کے پاس شیراز بھیج دیئے ۔ "عروس" نامی منجنیق جسے پانچ سو آدمی کھینچتے تھے ، پہنچا دی ۔

لشکر کو روانہ کرتے وقت حجاج نے خطاب کیا ۔ " میں تم لوگوں کو واقف کرا دینا چاہتا ہوں کہ وقت بدلنے والا ہے اور وہ دو دھاری تلوار کی طرح ہے کہ کبھی ہمارے موافق ہے اور کبھی ہمارے خلاف ہے جب وہ ہمارے موافق ہو تو ہمیں اپنی افواج کو تربیت دینی چاہیئے ۔ اور جب وہ ہمارے خلاف ہو تو ہمیں مصائب کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے اور ان مصائب کو مٹانا چاہیئے ۔ ہمیں خداوند کریم کا ہر حال میں شکر گزار ہونا چاہیئے اور اسکی فیاضانہ عنائتوں پر کامل بھروسہ رکھنا چاہیئے ۔ تاکہ وہ ہم پر مزید نوازشات فرمائے ۔ (وَ مَن یشکرُ لَاَ زیدنکم) اور ہم پر اپنی نعمتوں کا دروازہ بند نہ کرے اور ہم پر اپنی برکتیں و رحمتیں نازل فرمائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بدیل بن طہفہ بجلی کی شہادت کا مجھے بیحد غم ہے ، ہر لحہ اسکے انتقام کی آوازیں میرے دل کے کانوں میں آتی رہتی ہیں ۔ اور میں اسکو فوراً جواب دیتا رہتا ہوں کہ خدا کی قسم عراق کی جو دولت اور وسائل

میرے قبضہ میں ہیں ۔ میں اس مہم پر جھونک دوں گا ۔ میرے غضب کی آگ کا شعلہ کبھی نہیں بجھیگا تا وقتیکہ میں اسکا بدلہ نہ لے لوں اور یہ دھبہ اپنے نام سے نہ دھو لوں"

محمد بن قاسم لشکر لیکر شیراز سے مکران پہنچا تو وہاں محمد بن ہارون نے استقبال کیا پھر لسبیلہ کی راہ دیبل پہنچکر پہلی نماز جمعہ ادا کی ۔ ایک برہمن نے حاضر ہو کر بتایا کہ علم نجوم سے اُسنے عربوں کی فتح معلوم کی ہے ۔ مگر جنگ کی طوالت کا انحصار بدھ مندر کے کلس کے جھنڈے پر ہے وہ گریگا تو فتح کامل ہوگی ۔ کیونکہ اسمیں طلسم[1] پنہاں ہے ۔ (ہندو مؤرخین کے نزدیک برہمن کو قوم و ملک کی بجائے بدھ مندر کی تباہی کا فکر تھا)

محمد نے حقیقت بھانپ کر منجنیق کے انچارج جعونہ سُلمی کو کلس ڈھانے پر دس ہزار درہم انعام کا وعدہ کیا ۔ اس طرح پہلے ہی پتھر سے مندر کا کلس زمین بوس ہوگیا ۔ دیبل میں کہرام مچ گیا ۔ لوگ بوکھلا کر شہر سے باہر نکل آئے ۔ ۱۰ رمضان ۹۲ھ محمد نے اس مہلت سے فائدہ اٹھایا ۔ قلعہ کی دیواروں سے سیڑھیاں لگا کر فوج داخل کردی ۔ راجہ داہر بھاگ گیا ۔ اللہ تعالٰی نے محمد کا رُعب دشمنوں پر اسقدر بٹھا دیا کہ جسطرف رُخ کرتا مقابلہ کی تاب نہ ہوتی ۔

---

[1] ۔ روح کے جسم* سے اتحاد کو طلسم کہا جاتا ہے ۔ طبائع علویہ سماویہ (زُرد حاشیاکواکب) کو طبائع سفلیہ کیساتھ جوڑنا طلسمات عجیب ہے ۔ عالم کون میں تصرف و تاثیر قوتِ نفسانیہ سے بھی ہوتا ہے اور قوتِ شیطانیہ سے بھی یہ تین گروہ ہیں ۔ ۱ ۔ بغیر آلۂ معین و مددگار محض ہمت سے اثر انداز ہونے والے ساحر کہلاتے ہیں ۔ ۲ ۔ مزاج افلاک عناصر اور خواص اعداد سے دستگیری کرنیوالے اہلِ طلسم کہلاتے ہیں ۔ ۳ ۔ شعبدہ باز جو دُوسروں کے قوائے خیالیہ پر اثر ڈالنے کا مادہ اپنے اندر رکھتے ہیں ۔ یعنی جو شکل و صورت چاہتے ہیں وہ دُوسروں کے خیال میں لے آتے ہیں ۔ ساحر میں سحر کی خاصیت بالقوہ موجود ہوتی ہے جسطرح اور قوائے نفسانیہ کا وجود ہوتا ہے یہ اسکو ریاضت و مشق کے ذریعے قوت سے فعل کی طرف لاتا ہے ۔ سحر و طلسمات وُہ علوم ہیں جنکے ذریعے نفس بشری عالم عنصر پر اثر ڈالنے کی استعداد پیدا کرتا ہے ۔ خواہ بغیر معین و مددگار کے، خواہ امورِ سماویہ سے مدد لیکر ۔ علوم عجیبہ میں سیمیا، کیمیا، ریمیا، ہیمیا، لیمیا وغیرہ کئی علوم ہیں ۔ *جزو روح کے روح سے اتحاد کو سحر کہتے ہیں

اقوام عالم میں حکماء و علماء کی کثرت ہے ۔ بیشمار علوم ہیں ۔ جن سے ہمیں آگاہی نہیں ہوئی ۔ عباسی دَور میں یونانی کتب کے تراجم ہوئے جو فلسفہ سے متعلق تھیں ۔ جنہیں قیصرِ روم نے پوپ پادریوں کے مشورہ سے اس نظریہ کیساتھ بھیجا تھا کہ مسلمان بھی مابعد الطبیعی مباحث میں پڑکر متفرق ہو جائیں گے ۔ جو علوم مفید عام ہیں انکے حصول کیطرف قطعاً توجہ نہ دی گئی ۔ ہندی، پارسی، کلدانی، سریانی، بابلی، مصری، چینی علوم حاصل کرنے کو عبث جانا حالانکہ آنحضورؐ نے علم کے حصول کیلئے چین تک کے سفر یعنی زمین کی آخری حدوں تک جانے کا حکم فرمایا تھا یہی وجہ ہے کہ جب انگریز نے بڑی آسانی سے ملتِ اسلامیہ کو زیر کر لیا تو مسلم مفکرین کو ہر شعبۂ زندگی میں اپنی بے بضاعتی کا احساس ہوا (جاری)

دیول کے بعد نیرون (حیدر آباد) کیطرف پیش قدمی کی تو اہل شہر نے امان طلب کر لی پھر مہران کو زیر کر کے خراج مقرر کیا۔ پھر سہون کیطرف بڑھا۔ اور علاقہ کی انتظامیہ قائم کی۔ سکھر کا راجہ بجھرائے ملتان کیطرف بھاگ گیا۔ محمد سہم کیطرف بڑھا۔ تو راستے میں دریائے کنبھ کے کنارے فلہان کے بدھوں کا سردار کاکا حاضر ہوا اور اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ محمد نے پوچھا آپ کے ہاں سرداروں کی عزت افزائی کیسے کی جاتی ہے۔؟ کاکا نے بتایا۔" دربار میں کرسی، ریشمی لبادہ اور سر پہ پگڑی باندھی جاتی ہے۔ چنانچہ محمد نے کاکا کیساتھ ایسا ہی کیا۔

ہندوستان کی طرف محمد بن مصعب کو بھیجا وہاں کے سردار موکا برادر راجہ رسل نے بھی اطاعت قبول کر لی۔ تو محمد نے اسے کشتیاں فراہم کرنیکا حکم دیا۔ جن سے پُل بنایا گیا۔ اسکے ایک سرے کو دریا کے بہاؤ پر چھوڑ دیا۔ تو وہ دوسرے سرے پر جا لگا جس پر سے گزر کر الرور کے بالمقابل پہنچ گئے جہاں راجہ داہر مقیم تھا۔ فریقین نے جنگ کیلئے مکمل تیاری کر لی۔ صف بندی کے بعد محمد کا اپنے لشکر کو آخری خطاب:۔

" مجاہدو! اپنے گناہوں کیلئے خدا سے معافی کے خواستگار رہو اور استغفار زیادہ کرو۔ خدائے ذوالجلال نے مسلمانوں کو دو عظیم نعمتوں سے نوازا ہے۔ ایک استغفار جس سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ دوسرا آنحضور پر درود بھیجنا جو ساری سعادتوں کا منبع ہے۔ اگر تم قوی دل ہو تو انشاء اللہ العزیز غالب رہو گے۔ اے اہلِ عرب! کفار کی اس فوج نے جنگ کیلئے ہماری طرف رُخ کیا ہے۔ تم ہمت سے کام لینا کیونکہ وہ اپنے اہل وعیال، مال و اسباب، گھر و زمین کیلئے خطرناک جنگ کرینگے تم کو چاہیئے کہ جمے رہو اور متردّد نہ ہو۔ خاموشی کو اپنا طریقہ بناؤ۔ خواہ دشمن تمہیں گالیاں دے۔ خوب یاد رکھو کہ خدا کی طرف سے فتح و نصرت نیکوں اور پرہیزگاروں کو حاصل ہوتی ہے۔ ہمیشہ قرآن کی تلاوت کرتے رہو۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم بہت پڑھتے رہو۔"

چار روز کی دست بدست لڑائی کے بعد پانچویں روز منجنیقوں پر نفنت کے ذریعے مسلمانوں

ان کی دینی عصبیت ظلم کو دفع کرنے پر قادر نہ ہو سکی۔ اس لئے ذلت کا طوق گلے میں ڈال لیا۔ زمانے کے بدلنے سے اخلاق و عادات، طور طریقے، تہذیب و تمدن بھی بدلا گیا۔ لوگ سابقہ حالات و عادات کو بھول گئے اور بغیر سوچے سمجھے بدلیتی آقاؤں کی اطاعت میں دینی علوم کو بھی فراموش کر بیٹھے۔۔ حالت یہ ہے کہ دینی مدارس کہلوانے والے اداروں میں بھی جدید عربی نہیں پڑھائی جاتی۔ بلکہ قرآن و حدیث با معنی پڑھانے کی بجائے لایعنی مسائل کو فقہی اختلافی مسائل کا رنگ دے کر مغز ماری کی جاتی ہے۔ ماضی کی یاد کے مزے نے انہیں حال و مستقبل سے بالکل بے خبر کر دیا ہے۔ ؎ من ز دمنع زمانہ در مکرم ——— مبادا ازیں بیشتر گرد م

⊗ لوگ بڑے شوق سے ٹائیاں لگاتے ہیں جسکا حکم متوکل عباسی نے عیسائیوں کو انکی پہچان کیلئے دیا تھا (فرمایا من تشبّہ بقوم فھو منھم) اسی نے میدانِ کربلا کو ہموار کر کے زراعت شروع کرا دی اور تمام آثار مٹا دیئے تھے۔

نے آگ برسانی شروع کردی۔ راجہ داہر کے ہاتھی کے ہودج کو آگ لگ گئی تو وہ دریا میں جا گھسا۔ راجہ داہر پیادہ لڑنے لگا۔ مدائنی کے مطابق بنانہ بن حنظلہ کلابی جیسے شہ زور کے مقابل ہو گیا۔ جس نے اُسے آن واحد میں ڈھیر کر دیا اور سر اُتار کر محمد کے سامنے پیش کر دیا۔

دُشمن لشکر بھاگ اٹھا اور مسلمان اروڑ پر قابض ہو گئے۔ محمد نے اصنف بن قیس تمیمی کے نواسے رواح بن اسد کو حاکم مقرر کر دیا اور موسیٰ بن یعقوب بن محمد بن شیبان بن عثمان ثقفی کو اُمورِ مذہبی کے لئے قاضی القضاۃ تعینات کیا۔ (ابن کلبی کے نزدیک راجہ داہر کو قلعہ کے قریب قاسم بن ثعلبہ بن عبداللہ بن حصن مکی نے قتل کیا) راور میں داہر کا خزانہ اور رکنیہ تھا جسکا نگران اس کا بیٹا جیسیہ مسلمانوں کے پہنچنے سے پہلے برہمن آباد لے گیا۔ رانی سہیلیوں کے ساتھ چتا میں جل مری۔ جب مسلمان وہاں پہنچے تو راور میں کچھ بھی نہ تھا۔ راجہ کا وزیر سی ساکر بہت دانشمند آدمی تھا۔ وہ قید سے مسلمان عورتوں کو نکال کر اور انکو ساتھ لیکر عزت کے ساتھ محمد کے سامنے پیش ہو گیا۔ محمد نے عزت افزائی کی اور اسے اپنا مشیر و وزیر بنا لیا۔ پھر برہمن آباد کا رُخ کیا۔ جیسیہ کے خفیہ دستوں نے اسلامی لشکر کو راستے میں جا بجا بہت تنگ کیا۔ اور سامانِ رسد کی ناکہ بندی کر دی۔ راجہ موکا کی امداد سے عبداللہ بن علی ثقفی نے سندھی فوج کو استقدر دبایا کہ دریا پار کر گئی۔ اور جیسیہ اپنے ماموں راجہ کشمیر کے پاس منگلا چلا گیا۔ جب محمد کو قید کر کے واپس لیجایا گیا تو جیسیہ بھی واپس آ کر متصرف ہو گیا۔

سنہ ۹۴ھ برہمن آباد کا محاصرہ ۶ ماہ تک جاری رہنے سے محصورین اہل شہر بڑی مشکل میں تھے۔ انہوں نے محمد کیساتھ خفیہ معاہدہ امن کر کے شہر کے دروازے کھول دیئے۔ محمد نے انکے ساتھ بہت نیک اور عمدہ سلوک روا رکھا۔ بااثر لوگوں کو عہدے دیئے۔ برہمنوں کا احترام ملحوظ رکھا۔ اور مراعات بحال رکھیں۔ اہل شہر نے تنگدستی کی شکایت کی تو محمد نے مردم شماری کرائی جو دس ہزار نکلی۔ محاصرہ کے دوران مالی نقصان کے معاوضہ کے طور پر بیت المال سے فی کس بارہ درہم تقسیم کئے۔ اس حسن سلوک نے لوگوں کے دل موہ لئے۔ داہر کا چچا زاد بھائی ککہ قلعہ بھاٹیہ کا مالک بھی برہمن آباد کی لڑائی میں تھا۔ یہ بڑا دانشمند، فلسفی اور بادشاہت کے خدائی بھید کا جاننے والا تھا۔ اس نے محمد سے مُلاقات کی اور سرِ تسلیم خم کر دیا۔ محمد نے اسے افسر خزانہ بنا دیا اور مُبارک مشیر کا خطاب دیا۔

وداع بن حمید البحری کو حاکم مقرر کر کے محمد معہ اسلامی لشکر ملتان کی طرف بڑھا تو قلعہ اسکلندہ (نزد بہاولپور) میں بجے رائے نے ۷ روز تک مقابلہ کیا۔ آخر ملتان بھاگ گیا۔ محمد نے قلعہ مسمار کرا دیا اور دریائے ستلج اور بیاس پار کر کے ملتان کا محاصرہ کر لیا۔ مؤرخ بلاذری کے مطابق ایک شخص نے

ملتان کو پانی کی رسد کا راستہ تبلا دیا جسے مسلمانوں نے بند کر کے اہلِ شہر کو مجبور کر دیا۔ داہر کے بھائی چندر کا لڑکا گورسیہ بھی جیسیہ کے پیچھے منگلا چلا گیا۔ اس طرح راجپوت راجاؤں کی راجدھانیاں برہمنوں کے قبضہ سے ہمیشہ کیلئے نکل گئیں اور جہلم تک کا علاقہ مسلمانوں کے زیرنگیں ہو کر امن کا گہوارہ بن گیا۔

۹۵ھ ملتان کے مہنتوں نے محمد سے شکایت کی کہ سارے بھارت سے زائرین یہاں آتے تھے۔ اور بے شمار تحائف کا چڑھاوا مندر میں آتا تھا۔ جس سے خدمتگار اور عبادت گزارہ کرتے تھے۔ اب تو تمہارے خوف سے ملتان کے شہری بھی پوجا پاٹ کیلئے نہیں آتے ہماری آمدنی بند ہوگئی۔ یہ ہزاروں سیوا داری اور پجاری اب کیسے گذارا کریں؟ محمد نے صورتحال حجاج کو لکھ بھیجی تو جواب آیا "فوراً اعلان کر دو کہ ہم کسی کی عبادت میں قطعاً سدّراہ نہیں ہوتے۔ لوگ پوری طرح آزاد ہیں جسطرح چاہیں عبادت کیا کریں۔ مندروں اور عبادت گاہوں کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے۔"

اس طرح جتنا مسلمانوں کے اعلیٰ اخلاق اور معاشرتی انصاف سے متعارف ہو کر اسلام کیطرف راغب ہوئی۔ محمد نے پست افراد کو ابھارا اور ترقی دی۔ لیکن بلند مرتبہ لوگوں کے وقار کو گرایا نہیں۔ البتہ پسے ہوئے طبقوں کی حالت کو بہتر بنانے اور انکی فلاح و بہبود پر سب سے زیادہ توجہ دی۔ عدل و انصاف، مساوات و مواخات پر اپنی حکومت کی بنیاد رکھی۔ ملک کے کسی طبقہ یا جماعت کو نقصان پہنچائے بغیر ادنیٰ طبقات کو ترقی دی۔ تاجر، دستکار اور کسان مزدور خوشحال ہونے لگے عرب تاجروں کے ساتھ اشیا کے مبادلے نے تجارت کو بہت فروغ دیا۔

محمد نے داؤد بن نصر بن ولید عمانی کو ملتان کا حاکم، عکرمہ بن ریحان شامی کو نواح ملتان کا، خریم بن عبدالملک تمیمی کو برہم پور (جھنگ) جہلم کے کنارے کا اور احمد بن عتبہ مدنی کو کہرور پکا کا حاکم بنایا۔ قلعہ راوڑ پر نوبہ بن دارس کو، علاقہ پر حکم بن زیاد عبدی کو، کیرج کے متصل علاقوں پر سلیمان ازدی کو اور نبانہ بن حنظلہ کلابی کو دہلیلہ کا ناظم مقرر کیا۔ عبدالملک بن قیس دوسی اور خالد انصاری کو سیہون پر، مسعود تمیمی، ابن شیبہ جدیدی، فراس عتکی، صابری، یشکری، عبدالملک بن عبداللہ خزاعی، مہنا بن عکر، دعا بن عبدالرحمٰن کو علاقہ کی حفاظت پر متعین کیا۔ کچھ علاقہ غلام ملیح کو بھی دیا۔ اسکی مدد کیلئے علوان البکری اور قیس بن ثعلبہ کو مقرر کیا۔ سلیمان بن نبھان اور ابو فضہ قشیری سے حلف لیکر جنید بن عمرو اور بنو تمیم کی فوج کیساتھ بھوج روانہ کیا ان پر عمرو بن مختار الاکبر حنفی کو سردار بنایا۔ سمہ قوم نے اطاعت قبول کر لی ان پر خریم بن عمرو کو عامل بنایا۔ راجہ رائے ہر چندر والئی قنوج (اودھے پور) کے پاس سفارت بھیجی اسکے سخت جواب پر ابو حکیم شیبانی کو دس ہزار سپاہ دیکر بھیجا اور خود کیرج دیئے پور گیا جہاں داہر کا بھائی دواہر

قابض تھا۔ اس نے مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ رعایا نے سکھ کا سانس لیا۔ شرپسندوں اور سرکشوں کو قید و قتل کی سزائیں دیکر امن قائم کر دیا۔ اس طرح ریاست کا اصل حقدار رانا خاندان دوبارہ اقتدار میں آگیا۔

نحن قتلنا داهراً و دواهراً
والخیل تردی منسراً فمنسراً

(سواروں کے بڑے بڑے جتھے چکر ہی لگاتے رہے مگر ہم نے ذاہر و دواہر کو قتل کر کے چھوڑا)

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید
ز جام دہر کل من علیہا فان

شوال ۹۵ھ اسے وہیں حجاج کی موت کی خبر پہنچی تو فوراً اپنے معسکر کی طرف روانہ ہوگیا اور ملتان پہنچ کر عراق پر نئی تعیناتی کا انتظار کرنے لگا۔ اس نے خلیفہ ولید سے چین تک یلغار کیلئے مہمات کا اجازت نامہ حاصل کر لیا تھا۔ مگر آٹھ ماہ ہی گزرنے پائے تھے کہ خود ولید بھی فوت ہوگیا اور سلیمان بن عبدالملک نے جمادی الثانی ۹۶ھ (۱۵-۱۴ء) اسکی جگہ حکومت سنبھالی۔ سلیمان صرف دو سال آٹھ ماہ حکومت کر کے ۴۵ سال کی عمر میں ۹۹ھ میں راہئ ملک عدم ہوا۔ مگر سبھی فاتح جنرلوں کو ٹھکانے لگاتا چلا گیا۔ یہ لوگ ولیعہدی کیلئے سلیمان کی بجائے ولید کے بیٹے عبدالعزیز کے حق میں تھے۔ حجاج نے سلیمان کی مخالفت زور و شور سے کی تھی۔ اس لئے سلیمان نے اسکے خاندان سے پورا بدلہ لیا۔

محمد بن قاسم کی گرفتاری کا حکم جاری کر کے آدم خارجی (مقتول حجاج) کے بھائی صالح کے سپرد کر دیا۔ جسنے محمد کو واسط کی جیل میں ڈال دیا۔ اور بہت دکھ دینے شروع کئے۔ عامل مدینہ عمرؓ بن عبدالعزیز کو اطلاع ملی تو انہوں نے سلیمان کو اسکے والد کے احکام اور محمد کی خدمات اسلام یاد دلا کر فوری رہائی اور بحالی کی تاکید کی مگر اس کارروائی سے قبل ہی محمد بن قاسم مصائب کی تاب نہ لا کر دنیائے فانی سے کوچ کر گیا۔ اسکی موت نے مسلمانوں میں زبردست ردِّ عمل پیدا کیا۔ لوگوں نے صالح کو بھی قتل کر کے اگلے جہاں پہنچا دیا۔

محمد کا آخری شعر۔

اضاعونی وای فتی اضاعوا ليوم كريهة وسداد ثغر

ترجمہ: لوگوں نے مجھے ضائع کر دیا۔ وہ جوان جو مصیبت کے روز کام آنے والا اور محافظ سرحدات تھا

ابی داؤد الایادی

وكل دار وان طالت سلامتها يوماً ستدركها النكباء والحوب

ترجمہ: ہر ایک گھر کو ایک نہ ایک دن مخالف ہوا اور دردناک حالت آگھیرے گی اگرچہ وہ بڑے زمانے تک سلامت رہے۔

ایک عظیم و مقبول شخصیت اپنے عوام کے خیالات اور مزاج کا عکس ہوتی ہے۔ ہر بڑا آدمی ایک آئینہ ہوتا ہے۔ جس میں ایک پوری نسل کو اسکا سراپا نظر آتا ہے۔ بڑے آدمی میں وہی عام سادہ اور چھوٹی چھوٹی خوبیاں ہوتی ہیں جن پر ہر شخص کو اختیار ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ عام آدمی میں یہ خوبیاں ہوتی ہیں اور خاص آدمی میں ان خوبیوں کی رُوح اور انکا جوہر ہوتا ہے۔ بڑا آدمی آسمان سے گرنے والی بجلی کی مانند ہوتا ہے۔ عام آدمی تو ایندھن ہوتا ہے جو اس بجلی کے انتظار میں رہتا ہے تاکہ اسکی بدولت وہ بھی آگ پکڑلے (کارلائل)

؎ لعمرنا من کان من حبّنا - وسائر الناس لنا منکرون

ترجمہ: ہماری جنس کے لوگ ہی ہم کو پہچانتے ہیں دیگر عوام (ہماری فضیلت کے) انکاری ہیں۔

تاریخ کے مبصروں نے محمد کا موازنہ سکندر اعظم کی ہندی فتوحات سے کرکے محمد کو فوقیت و ترجیح دی ہے۔ اس نوجوان فاتح کی اصل برتری اسکے نظم و ضبط کی تعجب انگیز قابلیت ہے۔ جس نے اجنبی ملک اور دشمن قوم کو صرف تین سال میں ملتِ اسلامیہ میں ضم کرلیا۔ فاتح مفتوح آپس میں شیر و شکر ہوگئے۔ اس نے کوئی ایسی تبدیلی نہ کی جو ناگوارِ عوام ہوتی بلکہ سابقہ حقوق کی حفاظت، شرافت اور ذاتی فراست نے اسکو مقبولِ عوام بنا دیا۔ رفاہی قوانین جاری کئے۔ وہ اسقدر محبوب و محترم ہوگیا کہ اسکی معزولی اور گرفتاری پر سبھی اشکبار ہوگئے۔ اسوقت اسکی فوج ایک لاکھ باقاعدہ لشکریوں پر مشتمل تھی۔ اس کے ادنیٰ اشارے پر سارا سندھ دمشق سے باغی ہوجاتا اور اپنی جانیں لڑا دیتے۔ محمد کے اعلیٰ کردار کا لائق ستائش پہلو یہ ہے کہ جب یزید سکسکی جسے حجاج نے ترقیاں دیکر ابھارا تھا۔ محمد کی معزولی کا پروانہ لیکر اور قید کے حکم کی تعمیل کیلئے پہنچا تو فاتح سالار نے گردن جھکا دی۔ بے نفسی، سچی بہادری، جہاد فی سبیل اللہ اور اطاعتِ امیر کا انمٹ نقش چھوڑ گیا۔ جسے اہل بصیرت جنگجوئی سے زیادہ پائیدار سمجھتے ہیں (فرمان نبوی: السماع والطاعۃ) اسنے واسط کی جیل میں کئی اشعار کہے۔

؎ لو کنت اجمعت القرار لوطئت
اناث اعدت الوغا و ذکور

ترجمہ: اگر میں لڑنے کیلئے ایستادہ ہوجاتا تو بہت سے تیاری کرنے والے مرد اور عورت مارے جاتے۔

یزید سکسکی نے محمد سے عوام کی عقیدت کا مظاہرہ دیکھا تو نادم ہوکر بمشکل ۱۸ روز زندہ رہا اور مرگیا۔

محمد کے ہمسر فاتح چین قیتبہ بن مسلم نے سلیمان کی جگہ عبدالعزیز بن ولید کو اقتدار پر لانے کیلئے اپنے ساتھی سالاروں کو ہمنوا بنانا چاہا مگر انہوں نے مرکز گریز پالیسی سے اجتناب کیا۔ قیتبہ نے اجلاس کیا اور غصہ میں تقریر کی جس میں سلیمان کو ہنقتہ کہا جو یزید بن شروان کا لقب تھا۔ وہ صرف فربہ اونٹوں کو چارہ ڈالتا اور کہتا انا لا اصلح ما افسد اللہ (ہم اسکو نہیں سنوارتے جسکو اللہ نے بگاڑا ہو)

سلیمان مالدار، امراء و خوشحال لوگوں کو نوازتا۔ محتاجوں، غریبوں، ناداروں پر نظر نہ کرتا۔ (جیسا کہ نوابزادگان، صاحبزادگان، پیرزادگان وغیرہم کا وطیرہ ہے) "یہ سلیمان کا تم پر احسان ہے کہ اس نے مچھروں کے بازوؤں کا مغز عطا کیا اور اب عنقریب ایک شیر خوار بیٹے کی بیعت کو کہے گا۔ اسنے ازد کو خطاب کیا تم تے نیزوں کی بجائے چپوؤں اور لگاموں کی جگہ کشتیاں بدل لیں تم اہل عالیہ نہیں اہل سافلہ ہو۔ اسی لئے تم کو میں اسی حیثیت میں رکھوں گا۔ جس میں اللہ نے تم کو رکھا ہے۔ بکر بن وائل کی مذمت میں کہا۔ اے مسلمہ کے بھائیو! پھر بنی تمیم کو بنی ذمیم کہہ بیٹھا تو وکیع تمیمی نے اسکا سر اتار کر سلیمان کے پاس بھیج دیا۔

اَللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۤءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۤءُ (۳:۲۶)

خلیفہ سلیمان بڑا پیٹو تھا۔ ایک دعوت میں چھ ماہ کا بکرا، چھ مرغ، ستر انار اور چار سیر کشمش کھا گیا۔

تاریخ میں ایک مثال کردعلاقہ سجستان و کرکوک کے فاتح ربیع رض بن زیاد بن انس بن الدیان الحارثی کی ہے۔ حسن بصری رح اسکے کاتب تھے۔ یہ بہت وجیح اور قدآور تھا۔ ابرویز کے مرزبان کو بلوایا تو اسکے آنے سے پہلے لاشوں کو جمع کرا کے مسند اور تکیہ بنایا خود بھی بیٹھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی ان پر ساتھ بٹھایا۔ مرزبان اس ہئیت کذائی کو دیکھ کر سہم گیا۔ ایک ہزار نوعمر غلاموں کے ہاتھوں میں سونے کے پیالے دیکر صلح کرلی۔ ۲½ سال کی مدت میں ۴۰ ہزار لونڈی غلام بنائے۔ زیاد نے اسکو خراسان کا عامل بنا دیا۔ جب اسنے جنگ نہاوند کے ہیرو حجر بن عدی الکندی کے معاویہ رض امیر شام کے حکم پر قتل کا سنا تو اللہ سے موت طلب کی کہ ایسے حکمرانوں کے ساتھ زندہ رہنا بھی ظلم ہے اور داعی اجل کو لبیک کہا ۵۳ھ

بنتے ہیں غیر اپنے ہوتے ہیں رام وحشی
الفت کی بھی جہاں میں کیا حکمرانیاں ہیں

جے پور والوں نے محمد کی تشبیہہ پر پتھر کی مورتی بنا کر اسکی روزانہ زیارت شروع کردی اور کہتے "وہ دیوتا پھر آئے گا" مگر اسے واپس منہ دکھانے کو تیرہ صدیاں بیت گئیں تاریخ نے پچھلا ورق الٹا

دائم سدا آباد رہے گی یہ دنیا
ہم نہ ہوں گے کوئی ہم سا ہوگا

؎ وُہ آئے بھی تو کھڑے کھڑے نہ وہ بیٹھے نہ میں بٹھا سکا
نہ راز کی کوئی بات کی نہ وہ بولے نہ میں بُلا سکا

اب محمد ضیاء الحق کے رُوپ میں ہوا کے گھوڑے پر سوار برہمن کی افواج کو حقارت سے پھلانگ کر نسیم کے جھونکے کی مانند جے پور میں داخل ہوا جہاں جے جے محمد کی پُراسرار آوازیں بلند ہوتیں۔ وہ خاموشی سے بوڑھے رانا کے ویران محل میں گرد آلود بُت کے پاس جا کھڑا ہوا۔ جب گیا تھا تو ۲۰ سالہ نوجوان تھا اب آیا تو ۶۰ سالہ تجربہ کار بوڑھا تھا۔ خود رانا کو بھی گدی سے اُترے چالیس سال ہو چکے تھے۔ اسے برہمن نے پھر مات دیدی تھی۔ آنیوالے لیٹرے نے دلوں کو ڈھارس بندھائی اور اس ویرانہ میں چہل پہل ہوئی۔ بت اور آنیوالے اجنبی نمائندہ میں عجیب مماثلت تھی۔ بُت گھڑنے والے کاریگر نے اپنی صنعت کا کمال دکھایا تھا ۲۰ سالہ نوجوان چہرے پر فتوحات حاصل کرنے کی اُمنگ نمایاں تھی۔ اور یہ زندہ و پائندہ چہرہ جو تاریخ عالم کی سب سے بڑی جنگ جیت چکا تھا اور سفید ہنوں (روسیوں) کو مار بھگا کر اب مشرق کے استبداد کی خبر لینے والا مگر اُداس سا تھا۔ شاید اپنی ہی قوم کی ناقدری کا شاکی اور دشمنوں کے ہاتھ میں کھیلنے والے منافقین کے ارادوں کو بھانپ گیا تھا۔ اس لئے شہادت کا متمنی تھا۔

؎ بعالم ہر کجا دردو غم بود
بہم کردند و عشقش نام کردند

تاریخ کے نازک مراحل میں جو فیصلہ کن لمحات آتے ہیں ایک غالب آجانیوالی شخصیت کا ظہور حالات کے رُخ کو برسوں اور نسلوں کیلئے بدل دیتا ہے۔ ایسے عظیم الشان جو دلوں میں گھر کر لیتے ہیں اور تاریخ بناتے ہیں وہ زمانے یا مقام کے فرق کے باوجود ایک دوسرے کی شکل و مانند ہوتے ہیں۔ یہود محمد ضیاء الحق کو اپنا دشمن خیال کرنے لگے تھے۔ وُہ نفس منتقلی کے بارے میں ہنود کی طرح بہت حساس ہیں۔ اب جو دیوار برلن گراتے وقت کچھ نوجوانوں نے سواستیکا کے نشان کے ساتھ ہیل ضیا کے نعرے لگائے تو انکی نیندیں اُڑ گئیں کہ ربع خالی میں چینی میزائلوں کو پہنچوانے والا ہاتھ سے نکل گیا۔ وُہ تو اپنی مُراد کو پہنچ گیا کہ شہید کبھی نہیں مرتا۔ راجیو نے شور مچایا تھا کہ افغانستان سے فارغ ہونیوالے بارہ لاکھ گوریلوں کو کشمیر میں داخل کرنیوالا ہے یہی وہ پُرانا مقام اسکندہ ہے جہاں سے واپس لوٹا تھا۔ انہی کھنڈرات کے پاس اپنے دیرینہ حریفوں کے نمائندہ کے ساتھ جدید ٹینکوں کی کارکردگی کا جائزہ لینے گیا۔ تو قومی غداروں نے دشمن کی آرزو پوری کر دی۔ من عاش باللہ لا یموت ابدا

ہر کہ کشتہ نہ شد از قبیلہ ما نیست۔ وُہ اپنے پرانے ساتھیوں سمیت یہودی نگران کو

بھی ساتھ لیتا گیا۔ سنگھا پور، آسام، کشمیر، فلسطین، قبرص کے حساب کے بعد انگریز یہود و ہنود کو ضیاؔ کا حساب دینا ہے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(مرگِ مفاجات مجاہد مومن کیلئے رحمت ہے۔ اُمِّ عائشہؓ)

ابابکر صدیق اکبرؓ ـــ اذا اردت شریف الناس کلھم
فانظر الیٰ ملکٍ فی زی مسکین

ترجمہ: اگر تم انسانوں میں شریف ترین کو دیکھنا چاہو تو مسکین طبع حاکم کو دیکھ لو۔

جنرل شہید صدر محمد ضیاؔ الحق نہ صرف شکل و شباہت اور اخلاق و کردار میں نیز احیائے اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ کی رُو سے محمد بن قاسم کا مثیل و مثنےٰ تھا۔ بلکہ نسبی طور پر بھی اسکا وارث تھا۔ وہ آمر نہیں مامُور تھا۔ اسکا فرق مستُور تھا۔ اہلِ ایمان اسکے محب اور مُفسد و جُہلاؔ اسکے مخالف بنے۔ (الناس اعدآء ما جاھلوا)

ـــ اذا اتتک مذمتی من ناقص فھی الشہادۃ لی بانی کامل (تیرے حق میں کمینوں کی بکواس ہی تیرے کمالات کی دلیل ہے)

بیشمار انبیاؔ و مرسلین بھیجے گئے اور لاتعداد اولیاؔ اللہ مامور ہوئے مگر امام الانبیاؔ ختم الرُسل مولائے کل کے غلام محمد ضیاؔ الحق کو یہ منفرد اعزاز بخشا گیا کہ آپ صلعم کے پیغام یا ایھا الناس کونوا اخوۃً "اے نوع انسانی بھائی چارہ قائم کرو"

رُوئے زمین کے ہر فرد کے گوشگزار کر دے اُس نے ہر بین الاقوامی اجتماع میں بطور اتمامِ حُجّت بادشاہوں، صدُور، وزرآ عظام، عمائدین و قائدین، سفرآ ذرائع ابلاغ کے نمائندگان کو بطریقِ احسن سنایا اور داعی کا حق ادا کر دیا۔ نظامِ صلوٰۃ و نظام صدقات (زکوٰۃ و عُشر) قائم کئے۔ علمآ و مشائخ کا درجہ بلند کیا۔ قوم میں جذبۂ ملی اور حمیت کو اُبھارا۔ اپنی زبان، اپنے لباس، اپنی شناخت، اپنی قوت پر اعتماد کرنا سکھایا۔ اس نے انتظامیہ اور عدلیہ کو شریعت مطہرہ کا آئینی طور پر پابند بنایا جسکی خلاف ورزی پر فطرت نے ان پر عبرت کی ٹھوکریں مارنے کو غیر مُلکی .... عورت مُسلّط کر دی۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

ذَھَبَ الَّذِیْنَ یُقَالُ عِندَ فِرَاقِھِم ـ لَیتَ البِلَادُ وَمَا بِھَا تَتَقَلَّعُ

ترجمہ: وہ لوگ چلے گئے جنکے فراق میں کہا جاتا ہے کاش یہ شہر ویران ہو جاتے اور قیامت آجاتی

محمد ضیاء الحق ذہنی تدریجی انقلاب کا نقیب تھا اُسے فطرت نے تطہیر کی ذمہ داری سونپی ہوئی تھی جسکے لئے حجاج ثانی کی آمد آمد ہے ۔ مخلوق بھی منتظر ہے ۔ قائد اعظم محمد علی جناح رح اور مادر ملت فاطمہ جناح رح جو امام حسین ع اور سیدہ زینب ع کا نقش چھوڑ گئے انکی مخالفت کرنیوالوں نے ہی محمد ضیاء الحق کی دشمنی میں فری میسنری یعنی یہود و ہنود کے ایجنٹوں کا پارٹ ادا کیا ہے ۔ آل انڈیا مومن کانفرنس ، شیعہ پولیٹیکل کانفرنس ، کانگریسی جمعیت علماء ہند ، کیمونسٹ پارٹی ، احرار جماعت ، مرزائی ، اسماعیلی شیعہ بورڈ اور سُنی بورڈ کی باقیات نورانیاں و ظلمانیاں اپنی کامیابی پر مفتخر اور مجاہدین کے آتشی حادثہ پر طعن کرتے ہیں ۔ جو نتیجہ جلد پالیں گے ۔ ان بطش ربک لشدید ۔ فرمایا اے عائشہ رض ! جنہوں نے دین میں تفرقہ پیدا کیا اور گروہ در گروہ ہو گئے وہی اصحابِ بدعت و اربابِ ہوس ہیں انکو توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی ۔

دل جاتا ہے جان جاتی ہے جاتا ہے زمانہ

جب آپ چلے جاتے ہیں کیا کیا نہیں جاتا

سندھ کی مہم میں محمد بن قاسم کا ایک لائق و مدبر ساتھی سالار محمد بن مصعب ابن عبدالرحمٰن ثقفی تھا ۔ جس نے زبردست تیغ زنی کر کے بہت شہرت پائی ۔ محمد نے ابن عبدالرحمٰن کو سندوستان اور اسکے نواح پر یلغار کیلئے بھیجا جہاں کے لوگوں نے اطاعت قبول کر لی ۔ سمنی قوم حاضر ہو کر امان کے طالب ہوئے ۔ جن پر اس نے خراج مقرر کر دیا اور ان کا کچھ حصہ رہن کر لیا ۔ چار ہزار جاٹوں کو ساتھ لیکر واپس لوٹا ۔ جب محمد نے مہران کی طرف پیش قدمی کی تو اسکو بھی لشکر کے ایک حصہ کا سالار مقرر کیا ۔ محمد مہران سے گجرات کی طرف نکلا مگر ابن عبدالرحمٰن تاریخ میں گم ہو گیا ۔ اس نام کو اوجھل ہوتے تیرہ صدیاں گذر گئیں کہ جنرل اختر عبدالرحمٰن کے نام کی عظیم شخصیت جنرل محمد ضیاء الحق کے ساتھیوں میں پھر نمودار ہوئی ۔ اور اسکے ساتھ ہی دھند میں پھر غائب ہو گئی ۔ جسکی حیات سانس پر ہے اسکی ممات جان نکلنے پر ہے اور جسکی حیات خدا تعالیٰ پر ہے وہ حیاتِ طبعی سے حیاتِ اصلی کی طرف انتقال کرتا ہے ۔ اور اصلی حیات یہی ہے ۔ وہ سب الٰہی مہرے آفاق کی ظلمتوں کے اس پار اپنے اپنے مقام پر جمے بیٹھے ہیں شاید وہ تھوڑی دیر کیلئے جاگے ۔ پرانی داستانیں سنائیں اور تاریک پردوں کے پیچھے جا کر پھر گہری نیند سو گئے ۔ قصۂ اصحابِ اخدود ہو یا ذونواس تبان کی نجران میں درندگی ، اسود عنسی کے مسلمان قیدی ہوں یا پارسیوں کے مورثِ اعلیٰ کے مظلوم ۔ آگِ دنیوی ہر شئے کو پاک کر دیتی ہے ۔ مومنوں کو آگ میں جلانے کا کافرانہ شوق واقعات دکھاتا رہے گا اور یوں ہی معرکۂ حق و باطل ابد تک جاری رہے گا ۔ اس دور کی عقلیں ان عظیم ہستیوں کی عظمت و رفعت تک رسائی سے عاجز ہیں ۔ چھوٹے ذہن عظمت کا اندازہ نہیں کر سکتے عظیم شخصیتیں دوسروں کے لئے میزان ہوتی ہیں اور انکی جانچ و پرکھ کا معیار بنتی ہیں ۔ عظمت کی پہچان

بھی عظیم ہی کرتے ہیں۔

؎ خوب تھی برقِ حُسنِ یار چمکی کہیں گری کہیں

پاس جو تھے وہ بچ گئے دُور جو تھے وہ جل گئے

جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

"جو لوگ ماضی میں خود بھٹک چکے ہوں اور انکی تحقیر و تذلیل ہو چکی ہو اگر وہ پھر عروج کر لیں تو وہی لوگ دوسروں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ بے ایمان اور بددیانت ہوتے ہیں (فریڈا اوٹلے)

ہماری موجودہ حالت کا یہی نقشہ ہے۔ آنحضورؐ کا فرمان علی المرتضےٰؓ نے سنایا۔

"آخیر زمانے میں نوعمر اور کم سمجھ لوگوں کی ایک جماعت نکلے گی۔ جو باتیں بظاہر اچھی کہیں گے۔ لیکن ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وُہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے۔ پس تم انہیں جہاں پانا قتل کر دینا۔ کہ بروزِ قیامت انکے قتل کا بڑا اجر و ثواب ہوگا۔"

نئی نسل کو بہت محتاط رہنا چاہیئے کہ کہیں انکو فتنہ پرور گمراہ نہ کر دیں۔ لوگ فتنوں کے سمندر میں غرق ہو چکے ہیں۔ اور اہلِ ایمان نے سکوت اختیار کر لیا ہے۔ دروغ گو اور فاجر لوگ چیخ چیخ کر بولنے لگے ہیں۔

؎ مجھے کچھ اور ہی منظر دکھائی دیتا ہے

یہ شہر خون کا سمندر دکھائی دیتا ہے

؎ ذھب الذین یعاش فی اکنافھم — و بقیت فی خلف کجلد الاجرب

لا ینفعون و لا یرجی خیرھم — و یعاب قائلھم و ان لم یشغب

ترجمہ: وہ لوگ چلے گئے کہ جن کے سائے میں زندگی بسر کی جاتی ہے۔ اب ایسے اخلاف کے درمیان رہ گیا ہوں جو خارشی اونٹ کی کھال کی طرح کے ہیں۔ نہ وہ نفع بخش ہیں نہ ان سے بھلائی کی اُمید ہے ان سے گفتگو کرنے والوں کی عیب گیری کی جاتی ہے۔

آیت: فماذا بعد الحق الا الضلال

ترجمہ: الحق کے بعد ضلالت کے سوا اور کیا ہے۔

حدیث:- فرمایا: اس خدائے بزرگ و برتر کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یا تو تمہیں نیکی کا حکم دینا اور بدی سے روکنا اور بدکار کا ہاتھ پکڑنا اور اسے حق کی طرف بزور موڑنا ہوگا یا پھر اللہ کے قانون فطرت کا یہ نتیجہ ظاہر ہو کر رہیگا کہ بدکاروں کے دلوں کا اثر تمہارے دلوں پر پڑ جائے اور انکی طرح تم بھی ملعون ہو کر رہو

نوعِ انسانی کی تاریخ ارتقائے انسانی کا ایک عمل ہے جسکے تدریجی تسلسل میں دنیائے اسلام خصوصاً عربوں کا کردار سورج کیطرح روشن ہے۔ کارل مارکس نے ابتدائی ادوار کے سوا تمام گزشتہ تاریخ کو طبقہ وار کشمکش کی کہانی بتایا جو ہر دور کے خاص معاشی حالات میں ذرائع اور تقسیم کا نتیجہ ہے۔ اسکے برعکس تاریخ اس صداقت کو بیان کرتی ہے کہ جب محمد بن قاسم نے اس خطہ میں قدم رکھا تو اسکا واسطہ خانہ بدوش غیر متمدن اقوام سے پڑا جو زیادہ تر راہزن تھے۔ انکے خصائل کی بنا پر ہی برہمن حکمران نے سخت قوانین رائج کر رکھے تھے۔ معمولی چوری پر مجرم کے زن و فرزند کو آگ میں جلوا دیتا تھا۔ صرف دو صدیاں گذرنے پر ہمیں جابجا شائستہ شہر نظر آتے ہیں۔ جو صنعت و تجارت کی بدولت خوشحالی اور تمدن و تہذیب میں عراق و مصر کے مماثل بن گئے۔ یہ تدریجی انقلاب تھا۔ ایک ہی صدی میں چین روس افریقہ کے تجارتی قافلے یہاں آنے جانے لگے۔ سندھ سے عود، بید اور بانس وساور جانے لگا۔ دو صدی کی عربی حکومت نے اس ملک کی حالت بدل دی اسلامی تمدن کا رنگ چڑھ گیا۔ بارونق شہر اور قصبات ابھرے جہاں دولتمند تاجر خوشحال زمیندار، ہنرمند اہل صنعت آباد ہو گئے۔

۱۰۵-۱۲۵ھ ہشام بن عبدالملک نے جنید بن عبدالرحمٰن المری کو عامل سندھ بنایا جس نے گجرات بھیلمال پر فوج کشی کی اور مارواڑ، مانڈل، بہروچ، دھنج، مالوہ، اُجین کیطرف حبیب بن مرہ کو بھیجا یہ ایک مبارک دور تھا۔ ہر طرف زرخیزی چھاگئی اور لوگ خوشحال ہو گئے۔ سنہ ۱۱۱ھ جنید کے خراسان تبادلہ پر تمیم بن زید القینی کو بھیجا جو بڑا سخی اور نرم خو تھا۔ اس لئے بغاوتیں ہوئیں تو محمد بن قاسم کے بیٹے عمرو کو حکم بن عوانہ کے ساتھ بھیجا گیا۔ حکم مر گیا۔ اور عمرو کو پروانۂ حکومت مل گیا۔ وہ اپنے باپ کی عمر کو پہنچ چکا تھا۔ اور اسی کا پورا نمونہ تھا۔ اس نے باغیوں کی سرکوبی کر کے ملک میں امن قائم کرنے میں اچھی فراست کا مظاہرہ کیا۔ سب غصب شدہ علاقوں کو واپس لیا۔ لوگ زراعت و تجارت میں لگ گئے۔ وہ اپنے باپ کیطرح مقبول ہوا۔ اس نے ۲۰ سال حکومت کی۔ اپنے جدِ امجد کے نام پر منصورہ شہر بسایا۔ اسکے نام پر اور محمد کے نام پر بے شمار قصبے آباد ہوئے۔ سنہ ۱۳۲ھ عباسی خاندان اقتدار میں آگیا۔ ابوجعفر منصور نے ہشام بن عمرو تغلبی کو عامل بنا کر سندھ بھیجا۔ جس نے نظامِ حکومت میں کافی اصلاحات کیں۔ اسے بہتر بنایا اور شورشوں کا خاتمہ کیا۔ اپنے پیشرو حاکم مری سے بڑھ کر عدل قائم کیا۔ جس سے زمین آباد ہو گئی۔ گجرات کے باربد (بھارہ بھوت ضلع بھڑوچ) کیطرف بحری مہم بھیجی اور گندھارا کی بندرگاہ پر قبضہ جمایا۔ سنگھ حیانہ؟ تمام کر کے مسجد تعمیر کرا دی۔ اس مہم پر عمرو بن جمل مقرر تھا۔ لوگوں کیساتھ حسن سلوک کی وجہ سے اور عدل و انصاف کے قیام کی برکت کی وجہ سے لوگوں میں عقیدت و محبت پیدا ہو گئی۔ اور نفرت کا نشان تک مٹ گیا۔

منصور عباسی نے جب داؤد بن یزید بن حاتم کو سندھ پر مقرر کیا تو اسکے ہمراہ بنو کندہ کا ایک غلام ابو صمہ بھی تھا جس نے بغاوت کا بیج بویا۔ داؤد کا لڑکا بشر بھی باغیوں سے مل گیا اور مامون کی مخالفت شروع کر دی۔ جنکی سرکوبی غسان بن عباد نے آ کر کی۔ غسان نے موسیٰ بن یحییٰ برمکی کو عامل سندھ بنایا جو ۲۲۱ھ میں فوت ہوا تو اسکے لڑکے عمران کو حکومت ملی جسکے زمانے میں قندابیل پہ محمد بن خلیل تمیمی نے قبضہ جما لیا تھا۔ عمران نے اُسے گرفتار کر لیا۔ اور قندابیل کو اپنا مرکز بنایا (دورِ مہدی ۱۵۸ - ۱۶۹ھ) پھر معتصم باللہ عباسی کا دور شروع ہوا۔ ۱۶۰ھ تا ۲۲۷ھ نزاریوں اور قحطانیوں کی باہمی جنگوں کا زمانہ ہے۔ جو مہدی عباسی کی حکومت کا شاخسانہ ہے۔ عمران نے یمنیوں کا ساتھ دیا۔ عمر بن عبدالعزیز ہباری قریشی نے نزاریوں کی قیادت سنبھال لی اور موقع پا کر عمران کو ٹھکانے لگا دیا اور خود متصرف ہو گیا۔

۱۵۹ھ مہدی نے عبدالملک بن شہاب مسمعی کو گجرات یا باربد پر بھیجا جسکے ساتھ دو ہزار باقاعدہ فوجی اور ڈیڑھ ہزار رضاکار متطوع تھے جنکے لئے رسد کا انتظام تھا۔ بصرہ سے ایک ہزار متطوع اپنے خرچ پہ شامل ہو گئے۔ ۷۰۰ کا شاہی دستہ زیر کمان یزید بن جباب مذحجی اور ایک دستہ مرابطین کا تھا۔ بلوچ اور جاٹ قوم کے چار ہزار سوار اور پیادہ جنگجو (اساورہ وسیابجہ) اپنے آبائی وطن کو فتح کرنے کے شوق میں شامل ہو گئے۔ مقامی لوگوں نے مندر میں پناہ لے لی تو حملہ آوروں نے ان پر منجنیقوں سے آگ اور نار کول پھینکنی شروع کر دی۔ جس سے شہریوں پر آفت ٹوٹ پڑی۔ حملہ آور صرف بیس کام آئے۔ یہ دو فوجوں کے درمیان باقاعدہ جنگ نہ تھی اور نہ دو سلطنتوں میں لڑائی تھی بلکہ بلا وجہ پُر امن آبادی پر ڈاکہ زنی تھی۔ اور معصوم لوگوں کا وحشیانہ قتل تھا۔ جو خلیفہ اور خدا کا نائب کہلوانے والے کذاب کے جھوٹ کا پول تھا۔ جب واپسی ہوئی تو سمندر میں طوفان برپا ہو گیا۔ قہرِ الٰہی کو دیکھ کر جہازوں کو لنگر انداز کیا اور خشکی پہ اُتر گئے تو وبا پھوٹ پڑی۔ ان ظالموں کے جسموں پر خطرناک پھنسیاں نکل آئیں ہزار ہا مر گئے۔ ربیع بن صبیح محدث بصری بھی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ جب دوبارہ جہازوں پہ سوار ہو کر ساحل فارس (حمامۃ القرؐ) کے قریب پہنچے تو سمندر کو پھر جوش آیا۔ اور جہازوں کو ڈبو دیا۔ باربد کے قیدیوں میں راجہ کی پاکباز بیٹی بھی تھی۔ خدا نے اُسے پردہ دری سے بچا لیا۔ اور وہ بھی سمندر کی آغوش میں چلی گئی۔ صرف مسمعی داستانِ ظلم سُنانے اور قہرِ الٰہی کا نتیجہ بتانے کو اکیلا بچا۔ اور مہدی کے پاس پہنچ گیا۔ پھر کسی کو ایسی مہم بھیجنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اسوقت سے لیٹروں کو مسلمان اور مسلمانوں کو ڈاکو لٹیرے کہا جانے لگا۔ جس سے بھارت میں اشاعتِ اسلام کے آگے نفرت کی دیوار کھڑی ہو گئی۔ بھارتی مؤرخین نے بعد کی سیاسی جنگوں کو بھی لیٹروں کی یلغار کا نام دیا۔

(تاریخ سندھ قدوسی)

قرآن فہمی کیلئے ضروری علوم میں سرفہرست علم الاعداد ہے ۔ عمر فاروقؓ کے پاس رومی جرنل آیا ۔ اور اس نے بتایا کہ ہمارے ہاں عرب قیدیوں میں سے ایک نے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی تھی ۔ وَمَن یطع اللّٰہ وَرَسُولَہٗ وَیخش اللّٰہ وَیتقہ فاولٰئک ھم الفائزون (سورۃ نور ع)

مجھے عربی زبان پر عبور ہے اور میں اعداد کا ماہر ہوں جس کے حساب سے اس پر غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس میں احوالِ دنیا و آخرت جمع ہیں ۔ جو اللہ تعالےٰ نے مسیحؑ پر نازل فرمائے تھے ۔

جس طرح جنرل محمد ضیاء الحق کے حق میں عدد ۸ کی تاثیر تھی ۔ حضرت عباسؓ کی اولاد میں آٹھویں پشت، آٹھواں عباسی خلیفہ، ہارون رشید کا آٹھواں بیٹا معتصم باللہ جس کا برج پیدائش آٹھواں عقرب سال ۱۷۸ھ بادشاہت بعمر ۱۸ سال عرصہ ۸ روز ۸ ماہ ۸ سال عمر ۴۸ سال آٹھ جنگوں میں فتحیاب، آٹھ دشمنوں کو تہہ تیغ کیا ۔ اولاد ۸ لڑکے ۸ لڑکیاں، وفات ربیع الاول ختم ہونے میں آٹھ روز پہلے، جسم فولادی دو انگلیوں سے دشمنوں کی ہڈیاں توڑ دیتا ۔ سرمن رائے کی تعمیر اسی نے کرائی تھی ۔ اسکے دور میں پنجاب کی راجدھانی عیشتان میں لوگ بدھ مورتی کی پوجا کرتے تھے ۔ راجہ بڑا عقلمند اور صاحب فراست تھا ۔ سوئے اتفاق راجہ کا بیٹا بیمار ہو گیا ۔ تو اس نے بدھ بھکشوؤں کو بلا کر کہا کہ بچے کی صحت کیلئے کوئی چارہ کرو ۔ پجاری چلے گئے ۔ اور کچھ دیر بعد واپس لوٹ کر بولے کہ ہم نے بدھ مورتی سے التجا کی تھی اسنے خوش ہو کر راجکمار کی بیماری دور کر دی ہے ۔ اور صحت دیدی ہے ۔ مگر لڑکا مر گیا تو راجہ نے تمام پجاریوں کو قتل کر ڈالا ۔ مندر کو ڈھا دیا اور مورتی کو توڑ دیا ۔ پھر شہر میں آئے ہوئے مسلمان تاجروں کو بلایا ۔ اور اسلام کی حقیقت پوچھی ۔ انہوں نے توحید بیان کی "شروع کرتا ہوں نام لیکر خدا کا ۔ جو ہے مہربان درگذر کرنے والا ۔ کہو بے نیاز اور واحد خدا ہے ۔ نہ اسنے نہ اسکو کسی نے جنا ہے ۔ نہ اسکے برابر کوئی دوسرا ہے" ۔ اللہ عزوجل کی یہ تعریف سن کر راجہ پر حقیقت منکشف ہو گئی ۔ اسنے اسلام کے سادہ و صحیح عقیدہ کو قبول کر لیا ۔ بدھ مت اور پجاریوں کا دشمن بن گیا ۔ اور رعایا کو اسلام میں داخل کرنے کے لئے پوری پوری کوشش کی ۔ پنجاب کی اکثر مقامی آبادی اسی کے دور میں مسلمان ہوئی ۔

ہندو مؤرخین اس بات پر زور دیتے ہیں کہ شاہانِ دہلی کے رعب و دبدبہ کیوجہ سے چوہدری نمبردار وغیرہ قسم کے وڈیرے سرکار دربار میں رسائی کیلئے مسلم سوسائٹی کے رکن بن گئے ۔ ایسے لوگوں کو مذہب سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا ۔ محض دنیوی مفادات کے حصول کیلئے حکمرانوں کی ڈگر پر چل پڑتے ہیں ۔ اب انکو شدھ کرنے میں کوئی اخلاقی ضابطہ سدِ راہ نہیں ۔ ان چوہدریوں اور وڈیروں کا دین مذہب جو ہو گا وہی انکے تحت غرباً اور محتاج رعایا کا ہو گا ۔ جو انکے معاشی شکنجے میں بری طرح پھنسے ہوتے ہیں یا سیاسی دباؤ کے تحت خوفزدہ ہوتے ہیں ۔ مگر یہ رائے حقیقت پر مبنی نہیں ۔ مسلمان بادشاہوں نے دین و مذہب سے کوئی واسطہ نہیں رکھا

ملہ چنیوٹ

کبھی اشاعتِ دین میں کسی بادشاہ نے دلچسپی نہیں لی ۔ نہ کوئی دینی وتعلیمی ادارہ قائم کیا۔ بلکہ سب سے زیادہ دیندار کہلوانے والے بادشاہ سلامت اورنگ زیب عالمگیر کا یہ حال ہے کہ اس نے علماء کو جمع کرکے فتاویٰ لکھوا لیا اور غازیٔ اسلام کہلوا لیا ۔ حالانکہ حکومت کی بسم اللہ اپنے نیکنام عادل بیمار باپ کو قید میں ڈالنے سے کی ۔ بیٹوں کو بھگایا ۔ بھائیوں کو موت کے گھاٹ اُتارا ۔ اپنی ہندو راجپوت فوج سے ایسے کام لئے کہ سارے ہند کی آبادی بھڑک اُٹھی ۔ نفرتوں نے ایسا جنم لیا کہ اشاعتِ اسلام کے مواقع ختم ہونیکے ساتھ مسلمانوں کو ہندوبھارت میں اپنی جانیں اور عزتیں محفوظ رکھنی مشکل ہیں اور ہجرت کرکے کہاں جائیں ۔

وممّا شجانی انّنی کنتُ نائماً ۔ اُعلّل من بردِ بطیبِ التنسّمِ
الی ان دعت ورقاءُ من غصن ایکۃٍ ۔ تغرّد حکاما بحُسن الترنّمِ
فلو قبل مبکاھا بکیتُ صبابۃً ۔ لیسُرّ لی شفیتُ النفس قبل التندّمِ
ولٰکن بکت قبلی فہیّج لی البُکا ۔ بکاھا فقلتُ الفضل للمتقدّمِ

ترجمہ :۔ مجھے غمگین کرنیوالی باتوں میں سے ایک یہ تھی کہ میں محوِ خواب تھا ، اور خوشگوار کھانوں کی لطافت سے دِل بہلا رہا تھا ۔ یہانتک کہ کبوتری درختوں کے جھنڈ میں ایک شاخ پر بیٹھی پکار اٹھی ۔ جسکا نالہ وفغاں خوبیٔ ترنم میں یکتا تھا ۔ پس میں اگر اس کبوتری کے نالہ سے پہلے سُعدیٰ کے عشق میں گریۂ وزاری کرتا تو نادم ہونے سے پہلے اپنے جی کے ارمان نکال لیتا ۔ لیکن وہ کبوتری تو مجھ سے پہلے ہی چیخ اُٹھی پس اسکے رونے نے میری آہ وزاری کو برانگیختہ کر دیا تو میں نے کہا ۔
" پہل کرنے والے کو فضیلت ہے "

زیادہ محبوب ہیں ۔ آپؐ نے کہا۔ میرا اور بنی عبدالمطلب کا جو حصّہ ہے وہ تمہارا ہے ۔ مہاجرین اور انصار نے کہا۔ ہمارا حصّہ بھی رسول اللہ صلعم کا ہی ہے ۔ اقرع اور عینیہ نے اپنا حصّہ دینے سے انکار کر دیا۔ تو عباس بن مرداس سُلَمی نے کہا ہم بھی نہ دیں گے ۔ اس پر بنی سُلیم بول اٹھے نہیں، ہمارا حصّہ بھی رسول اللہؐ کا ہی ہے ۔ عباس نے کہا تم نے اپنے سردار کی توہین کی مگر قبیلے نے پرواہ نہ کی ۔ اس پر آنحضورؐ نے فرمایا جو قیدیوں میں سے حصّہ ضروری مانگتا ہے اسے ہر قیدی کے عوض چھ حصّے مال کے دیئے جائیں گے۔ لہذا سب قیدی واپس کردو ۔

عینیہ نے آنحضورؐ کے پاس بیٹھی ام المؤمنین اُمِ سلمہؓ کو دیکھ کر کہا تھا ۔ کہ چھوڑ دیئے اسکو میں آپکے لئے کوئی نوجوان خوبصورت لونڈی اُتار لاتا ہوں ۔ مگر خود ایک بڑھیا کو قبضہ میں کئے رہا کہ شاید کسی اعلیٰ گھرانہ کی ہے تو معاوضہ زیادہ دیں گے ۔ زہیر ابوصرد نے کہا عینیہ اسے دے ہی دو اس میں کیا رکھا ہے نہ اسکے مُنہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت ۔ نہ یہ نوجوان نہ اسکی چھاتیاں اُبھری ہوئی ۔ نہ اس میں بچّہ جننے کی صلاحیت ۔ نہ اسکے خاوند اور وارث کا پتہ ہے ۔ اس پر عینیہ چھ حصوں کے عوض بوڑھی عورت سے دستبردار ہو گیا ۔ ایک دفعہ اقرع نے بھی اس پر طنز کی کہ وہ عورت نہ کنواری تھی اور نہ ادھیڑ فربہ اندام جو تم اسکو تپتے میں رکھنے پر بضد ہوئے ۔ (ص ۱)

آنحضورؐ نے مالک بن عوف کے بارے میں اہلِ وفد سے کہا کہ وہ آجائے تو اسکا مال و منال بھی واپس کردوں گا ۔ اور مزید ایک سو اونٹ بھی دوں گا ۔ مالک کو اطلاع ہوئی تو طائف سے خاموشی سے نکل آیا آنحضورؐ نے حسبِ وعدہ اسکو مال اور اونٹ دیئے اور اسکے قریبی قبیلوں ثمالہ، سلمہ اور فہم کا عاملِ زکوٰۃ مقرر کر دیا اس پر مالک اور اسکے گروہ نے اہلِ طائف پر سختی شروع کر دی ۔ کہ وہ بھی اسلام لے آئیں ۔ جو شخص باہر نکلتا قتل کر دیتے اور جو غلہ باہر آتا اس پر غارت گری کرتے ۔ ابو محجن ثقفیؓ نے مالک کی بدعہدی پر بڑے اشعار کہے۔ آپؐ نے اپنے لشکر کے بنو سعد بن بکر کے گھوڑ سواروں کو حکم دے رکھا تھا کہ بجاد کو ضرور پکڑنا اسے بھاگنے نہ دینا ۔ مائی حلیمہ کا سارا خاندان قیدی بنا ۔ لوگ بجاد اور شیماؓ کو گھسیٹ کر لائے وہ چیختی رہی کہ میں محمدؐ کی رضاعی بہن ہوں ۔ مگر کسی نے کان نہ دھرے ۔ آنحضورؐ نے ثبوت مانگا تو بولی آپؐ کو میں کمر پر اٹھائے تھی کہ کسی بات پر غصّہ کھا کر آپؐ نے میری پُشت پر دانتوں سے کاٹا تھا ۔ جسکا نشان ظاہر ہے ۔ آپ نے شیماؓ کیلئے چادر بچھا دی ۔ فرمایا اگر میرے پاس رہنا چاہو تو بڑی عزت و احترام سے رہ سکتی ہو ۔ اگر واپسی کا ارادہ ہے تو کچھ دے دلا کر رخصت کر دوں گا ۔ وہ بولی مجھے اپنے گھر جانے دیجئے ۔ آپ نے ایک غلام

مکحول اور ایک کنیز عطا فرمائی ۔ شیما نے دونوں کا نکاح کر دیا ۔ جنکی اولاد بنو سعد بن بکر میں اب بھی موجود ہے ۔

قیدیوں کی واپسی کے بعد آپؐ سوار ہو گئے ۔ تو لوگ آپؐ کے پیچھے پڑ گئے اور اسقدر یورش کی کہ آپؐ کو ایک جھاڑی میں دھکیل دیا ۔ جس سے آپ کی چادر اُلجھ کر جسم سے اُتر گئی ۔ فرمایا ۔ "اے لوگو! اگر میرے پاس اتنے اونٹ ہوتے جتنے تہامہ کے درخت ہیں تو بھی ان سب کو تقسیم کر دیتا ۔ تب شاید تم مجھے بخیل، بزدل، جھوٹا خیال نہ کرو ۔ آنحضورؐ نے قبائل کے عمائد اور اشراف کو انکی تالیفِ قلوب کیلئے عطایا دیئے ۔

قریش مسلسل جنگوں اور راستوں کی بندش سے تجارت کے خسارے اور جانوں کے ضیاع کیوجہ سے بہت کمزور ہو چکے تھے ۔ اسلئے انکو زیادہ مال دیکر انکے دلوں کو اسلام کی برکت کیطرف پھیرا مگر غنیمت کی بتہات اور نفسوں کے لالچ نے اس حکمت عملیؐ سے اعراض کیا اور بدگمانی کی گئی کہ آنحضورؐ نے فتح مکہ کیوقت بھی قریش کو تحفظ دیا اور اب غنیمت بھی ساری انہی کو دی جا رہی ہے ۔ انصار کے بعض نوجوانوں نے اعلانیہ کہنا شروع کر دیا ۔ اللہ نبی کو معاف کرے اپنے رشتہ داروں کو دیتا ہے اور ہمیں محروم کرتا ہے حالانکہ ہماری تلواروں سے ابھی تک ان کا خون ٹپک رہا ہے ۔

سعد بن عبادہؓ آپؐ کے پاس آئے ۔ اور بتایا کہ انصار آپؐ سے کبیدہ خاطر ہیں ۔ کہ انہیں کیوں نظر انداز کیا گیا ہے ۔ آنحضورؐ نے پوچھا تمہارا اپنا کیا خیال ہے ۔ بولے میں بھی اپنی قوم کا ہمنوا ہوں اسپر آپؐ نے انصار کو ایک مکان میں جمع کیا ۔ اور خطبہ دیا جسکے آخر میں فرمایا ۔ اے انصار! تم حقیر سی دُنیا کیلئے مجھ سے کبیدہ خاطر ہو گئے ہیں نے اس مال سے بعض کی تالیفِ قلوب کرنی چاہی تاکہ وہ مائل بہ اسلام ہو جائیں اور تم کو میں نے اسلام کے سپرد کر دیا ۔ یہ حقیقت أظہر من الشمس ہے کہ میری وجہ سے تمہاری رنجشیں دور ہوئیں اور تم بھائی بھائی بن گئے ۔ تمہاری غربت دور ہوئی تمہیں ہدایت ملی اور یہ بھی سچ ہے کہ میں خود غریب الوطنی کی حالت میں تمہارے پاس آیا ۔ جب سب نے میری تکذیب کی تو تم لوگوں نے تائید و تصدیق کی ۔ مجھے پناہ دی اور میرے مشن کو کامیاب کیا ۔ اسلام پر تمہارے بہت احسانات ہیں اور اے گروہِ انصار کیا تمہیں پسند نہیں کہ لوگ تو اونٹ بکریاں لیکر لوٹیں اور تم رسول اللہ کو اپنے گھر لے جاؤ ۔ قسم ہے اُس ذاتِ اقدس کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار کا ایک فرد ہوتا ۔ اگر لوگ ایک راستہ پر چلتے اور انصار دوسرا راستہ اختیار کرتے تو میں بھی انصار ہی

کے ساتھ چلتا۔ اے اللہ انصار پر رحم و کرم فرما۔ ان کی اولاد پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔ اور انکی اولاد کی اولاد پر اپنی رحمت مبذول کر۔

انصار بہت روئے اور بولے ہم اس تقسیم پر بہت راضی ہیں کہ اللہ کے رسولِ مقبولؐ ہمارے حصّہ میں آئے۔ پھر آپ نے مکہ مکرمہ کا رُخ کیا اور عمرہ کرنے کے بعد مالِ غنیمت کیساتھ مدینہ لوٹے ہر ایک کے حصّہ میں چار اونٹ اور چالیس بکریاں آئیں سواروں نے الگ حصّہ لیا۔

عروہ بن مسعود ثقفی منجنیق اور دبابے کی تربیت حاصل کرنے جرش گئے ہوئے تھے۔ جب طائف کا حال معلوم ہوا تو واپس لوٹے۔ آنحضورؐ ابھی راستے میں ہی تھے کہ جا ملے اور اسلام لائے۔ آپ سے اجازت مانگی کہ طائف جاکر تبلیغ دین کا فریضہ ادا کروں۔ آپؐ نے فرمایا وہ لوگ آپ کے دشمنِ جان بن جائیں گے کہنے لگے۔ میری قوم مجھ سے اپنی کنواری بیٹیوں سے بھی زیادہ محبت رکھتی ہے۔ حقیقت میں ایسا ہی تھا، وہ اپنی قوم میں بہت محترم و محبوب تھے۔ مگر جب واپس گئے اور گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا تو چاروں طرف سے تیر برسے۔ بنو مالک کے اوس بن عوف کے تیر سے وہ شہید ہو گئے۔ اور وصیت کی کہ مجھے آنحضورؐ کے صحابی شہداء کے ساتھ دفنا دینا۔ بنی اعلاف نے کہا کہ وہ انکے ہمقوم وہب بن جابر کے تیر سے شہید ہوئے۔ انکی شہادت سے بنی ثقیف کو خطرہ لاحق ہوا کہ آنحضورؐ ضرور انتقام لیں گے۔

عرب کا مشہور زیرک و چالاک شخص بنی علاج کا عمرو بن امیہ جسنے دیرینہ عداوت کی بنا پر عبدیالیل سے قطع تعلق کر رکھا تھا۔ ایک صبح خود اسکے دروازے پر آگیا۔ عبدیالیل حیران ہوا کہ میں کبھی گمان بھی نہ کر سکتا تھا کہ عمرو جیسا باوقار خوددار کبھی میرے ہاں بھی آسکتا ہے۔ اُسنے باہر آکر خوش آمدید کہا۔ عمرو نے کہا معاملہ ہی ایسا در پیش آگیا ہے کہ تنکر رنجیوں کو بالائے طاق رکھنا پڑا۔ محمدؐ کی طاقت و شوکت جسقدر بڑھ گئی ہے۔ وہ ظاہر و معلوم ہے۔ تمام عرب اسلام لاچکے ہیں۔ تم میں ان سب کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں۔ اب اپنی حالت پر غور کرو۔

سارے ثقیف مشورہ کیلئے جمع ہو گئے۔ کسی نے کہا دیکھو ہماری حالت یہ ہے کہ ہماری جانیں اور مال ہر وقت خطرے میں ہیں۔ ہمارے جو مویشی چرنے کیلئے جاتے ہیں اُنکو لوٹ لیا جاتا ہے۔ جو شخص باہر جاتا ہے ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اب عروہ کا معاملہ زیادہ نازک صورت اختیار کر گیا ہے۔ عبدیالیل جو عروہؓ کا ہم سن تھا اُسے آنحضورؐ کے ساتھ مصالحت کیلئے جانے کا مشورہ ہوا تو اُسنے کہا تم

میرے ساتھ بھی عروہ کا سا سلوک کردگے میں اکیلا نہیں جاؤں گا لہذا چھ افراد منتخب کر کے وفد کی صورت مدینہ روانہ ہوئے جن میں عبدیالیل کے ساتھ شرجیل بن غیلان اور حکم بن عمرو احلاف سے، نمیر بن خرشہ بنی حارث سے، اوس بن عوف بنی سالم سے اور عثمان بن ابی العاص ۲۹ سالہ جوان بنی یسار سے شامل کئے گئے (مدائنی کی اخبار ثقیف اور ابو عبد اللہ کی ثقفیات)

آنحضورؐ نے طائف سے روانگی کے وقت دُعا کی تھی " اے اللہ! ثقیف کو ہدایت فرما انہیں مسلمان بناکر میرے پاس بھیج" اس بنا پر مغیرہ بن شعبہ ثقفیؓ ہر وقت ثقیف کے وفد پر کان لگائے رہتے جب وفد مدینہ کے قریب پہنچا تو آنحضورؐ کو اطلاع دینے کیلئے بھاگے راستے میں ابابکر صدیقؓ مل گئے انہوں نے مغیرہؓ کو منالیا کہ یہ خوشخبری مجھے سُنانے کا موقع دو۔ آنحضورؐ بہت خوش ہوئے اور وفد کیلئے مسجد میں ہی خیمہ لگا دیا۔ مغیرہ نے تو امنع کی اجازت حاصل کرلی۔

خالد بن سعید بن العاص نے وفد ثقیف اور آنحضورؐ کے درمیان تکمیل معاہدہ کیلئے سفارت کے فرائض انجام دئیے اور اپنے قلم سے معاہدہ تحریر کیا۔ معاہدہ کی تحریر و تکمیل تک اور اسلام لاکر بیعت کرچکنے تک وفد کا یہ دستور رہا کہ جو کھانا اُن کے لئے آتا اُس میں سے پہلے خالد کو کھلاتے پھر خود کھاتے دگرنہ ہاتھ نہ بڑھاتے۔ بنی احلاف کے شرجیل اور حکم کو مغیرہ اپنے گھر لے گئے۔ بنی مالک کے چار آدمیوں کو اوس نے معرسے واپسی پر قتل کیا تھا۔ اس لئے وہ مسجد میں ٹھہرے۔ ان میں سے اوس کو مغیرہؓ سے خطرہ تھا کہ عروہ کے قتل کا انتقام نہ لے۔ اس پر ابابکر صدیقؓ نے دونوں کو بغل گیر کرا دیا تاکہ زمانۂ جاہلیت کی باتوں کو بھلا دیں۔ اور اسلامی بھائی بن جائیں۔

عبدیالیل نے ارکانِ اسلام کے بارے میں بہت ردّ و کد کیا اور لات کے چڑھاوں اور میلہ کی رونق قائم رکھنے کیلئے کچھ مہلت طلب کی تو اس پر عمر فاروقؓ بول اُٹھے۔ عبدیالیل تم پر افسوس ہے کہ خود تراشیدہ پتھر کو نفع و نقصان کا مالک سمجھتے ہو۔ وہ بولا عمرؓ ہم تمہارے پاس نہیں آئے دراصل کسی بھی بوڑھی اور از کار رفتہ قیادت کا طرۂ امتیاز یہی ہوتا ہے کہ معاملات کو بے عملی سے جوں کا توں رہنے دیا جائے۔ اور عام طور پر اُن کی پالیسی یہی ہوتی ہے کہ آپ مجھے نہ چھیڑیں تو میں بھی آپکو نہ چھیڑوں گا لہذا کسی بھی بوڑھی قیادت سے کسی قسم کے انقلابی اقدام کی توقع رکھنا عبث ہے تاریخ عالم میں بڑے بڑے اور دیرپا انقلابات لانیوالے قائدین و مصلحین جوان سال لوگ تھے۔ اخوان الصفا نے اصول اپنایا "فرسودہ بوڑھوں کی اصلاح میں کوشاں نہ ہو۔ یہ لوگ پکوں کے جیسے فاسد خیالات، ردّی عادات اور وحشی عادات سے

متصف ہوتے ہیں۔ وہ تمہیں پریشان کر دیں گے۔ اور اپنی حالت کی اصلاح بھی نہ کریں گے۔ چاہیئے کہ سلیم الطبع
نوجوانوں کو نصیحت کرو۔ خدائے تعالیٰ نے ہر نبی کو جوانی میں نبوّت عطا کی اور اپنے ہر ایک بندے کو حکمت
سے اسوقت سرفراز کیا جب وہ عالم شباب میں تھا۔ جیسا کہ خود قرآن میں کئی جگہ اللہ نے اس امر کا ذکر فرمایا
ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ خدائے تعالیٰ نے جب کسی نبی کو مبعوث فرمایا تو سب سے پہلے اُس قوم کے بڑے
بوڑھوں نے اسکی تکذیب و مخالفت کی۔

عبدیالیل نے زکواۃ و عُشر کو ڈنڈ کہا۔ نماز میں چوتڑ اوپر کرنے اور ناک زمین پر لگانے کو تذلیل
جانا۔ اور صحت کیلئے شراب کی افادیت بیان کی۔ اور جُوا وغیرہ کو دل لگی اور تفریح جانا وغیرہ وغیرہ۔
اس پر آنحضورؐ نے وفد کو خطاب فرمایا۔ "نماز کے بغیر کوئی اُمّت نہیں۔ خدائے حیّ و قیوم کے حضور
سجدہ ماسوا سے بیگانہ کرتا ہے۔ نماز روزی کو کھینچنے والی، صحت کی محافظ، بیماریوں کو رفع کرنے والی
ہے۔ دِلوں کو تقویت پہنچاتی ہے۔ چہرہ کو خوبصورت و منور کرتی ہے۔ جان کو فرحت بخشتی ہے۔ اعضاً
میں نشاط پیدا کرتی ہے۔ کاہلی کو دفع کرتی ہے۔ شرح صدر کا سبب ہے رُوح کی غذا ہے۔ دل کو فرحت دیتا
اور منور کرتی ہے۔ اللہ کے انعام کی محافظ ہے۔ عذاب الٰہی سے حفاظت کا سبب ہے۔ شیطان کو دُور کرتی
ہے۔ رحمٰن سے قرب پیدا کرتی ہے۔ غرضیکہ رُوح اور بدن کی صحت کی حفاظت میں اسکو خاص دخل ہے اور
دونوں چیزوں میں اسکی عجب تاثیر ہے۔ دُنیا و آخرت کی مضرتوں کو دُور کرنے میں اور دونوں جہان کے منافع
پیدا کرنے میں اسکو بہت خصوصیت ہے۔ (زاد المعاد) اور زکواۃ و عشر صدقات اپنے ہی غریب بھائیوں،
مسکینوں اور ناداروں کے لئے زمین کے مالک، پانی کے پیدا کرنیوالے، بیج اگانے والے، پھل لگانیوالے، انسانی
خوراک کے قابل بنا دینے والے اور جانداروں کو ہمارے لئے روزی اور بوجھ اٹھانے کیلئے پیدا کرنے والے خدائے
قدوس نے ان انعامات بے بہا میں اپنا حصّہ مقرر فرمایا ہے جسکی ادائیگی پر زیادہ کرنے اور برکت دینے کا
وعدہ فرمایا ہے۔ شراب پینے والوں کی عزت برباد اور مروّت زائل ہوتی ہے اور مئے تو انسان کو مسخرہ بنا
دیتی ہے۔ خمر سے انسان اُول فول بکنے لگتا اور بیہودہ حرکات پر اُتر آتا ہے۔ اور باہمی سر پھٹول شروع
ہو کر عظیم فتنہ کا باعث بنتا ہے۔ جُوا، سٹہ، پانسہ وغیرہ شیطانی کام ہیں۔ جن میں پڑ کر انسان اپنی محنت کو فضول
ضائع کر کے کنگال ہو جاتے ہیں۔ گھر برباد ہو جاتے ہیں۔ اللہ نے جہاد فرض کر کے اس اُمت کیلئے غنیمت
کو حلال قرار دیا ہے۔ باقی رہا پتھر جسے خود گھڑ کر مسجود بنا لیتے ہو اور خدائے واحد کی عطا کردہ فضیلت
انسانی کا انکار کرتے ہو جسنے ہر شے انسان کے بس میں کر دی ہے۔ کہ جس طرح چاہے اس سے کام لے اور فائدہ

اٹھائے۔ عبد یالیل نے کہا مگر ہم خود تو لات کو برباد کرنیکے نہیں ۔ آپ جو صورت مناسب سمجھیں اختیار کریں آپ نے یہ تحریری معاہدہ اُن کے حوالے کیا۔

"یہ تحریری وثیقہ محمد الرسول اللہ کی طرف سے لکھا گیا ہے مُلاحظہ ثقیف کے علاقہ میں نہ گھاس کاٹیں گے نہ لکڑی۔ نہ یہاں کے جانوروں کا شکار کریں گے۔ جو شخص اس کی خلاف ورزی کرے گا اُس کو سزا دی جائے گی۔ جو زیادہ تجاوز کرے گا اُسے کو گرفتار کر کے دربارِ نبوت میں پیش کیا جائے گا۔ یہ رسول اللہ کا حکم ہے جو اس کے خلاف جاتے گا وہ اپنے نفس پر ظلم کرے گا"

۹ھ (سیرۃ ابن ہشام)

آپ نے مغیرہ بن شعبہ رض اور ابو سفیان رض صخر بن حرب کو حکم دیا کہ جا کر لات کو برباد کر دیں۔ ابو سفیان طائف کے محاصرہ میں اپنی ایک آنکھ گنوا بیٹھا تھا۔ راستے میں ذات الہرم والی اپنی جاگیر پر چلا گیا۔ مغیرہ کو اکیلے جانا پڑا۔ تو بنی احلاف کے جوان اسکی حفاظت کیلئے کھڑے ہو گئے۔ لات دیالیل کے دربان بنی معتب الگ ہو گئے۔ اور سدِ راہ نہ ہوئے۔ مگر ثقیف کی عورتیں گھروں سے نکل کر سروں کے بال بکھیرے، بَین کرنے لگیں۔

الا ابکین دفاع اسلمها الرضاع لم یحسنوا المصاع

ان موئے مردوں پر روؤ کہ ان پست ہمتوں نے اپنے معبود کو دشمن کے حوالے کر دیا اور دفاع کیلئے معرکہ آرائی نہ کر سکے۔

مغیرہ رض نے بُت کدے پر چڑھ کر کلہاڑا اچلایا۔ وار اوچھا پڑا پھسل کر نیچے آ گرے تو مجمع نے لات کی جے کا غوغا کیا۔ مغیرہ رض نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور ایک ہی وار میں بت کو پاش پاش کر دیا اور بتکدے کو مسمار کر دیا۔ مجمع حیرت سے ساری کاروائی کو دیکھتا رہا۔ مغیرہ رض نے توحید بیان کی تو لوگوں کے دلوں میں ایمان کی چنگاری پھوٹی۔

ثقیف کے اکابرین

عمرو بن اُمیہ بن العلاج ثقفی :۔ علمِ ہیئت و سیارگان کا بڑا ماہر تھا۔ عالم ہونیکے علاوہ

بڑا زیرک اور صاحب الرائے تھا۔ عرب اُسکا بڑا احترام کرتے۔ آنحضورؐ کی پیدائش پر اُسنے اپنی رَسدگاہ میں ستاروں کے ٹوٹنے کا عجب نیا عمل شاہدہ کیا۔ تو بہت خوفزدہ ہوگیا۔ لوگوں کے استفسار پہ اس نے بتایا کہ اگر یہ ٹوٹنے والے ستارے وہی ہیں جن سے بحر و بر میں راہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ موسم سرما و گرما کی شناخت ہوتی ہے۔ جن سے لوگ اپنی زندگی کی ذرستگی کر لیتے ہیں تو واللہ باللہ بساطِ دُنیا اب لپیٹی جارہی ہے۔ اور اگر یہ تارے ان تاروں کے سِوا ہیں اور وہ اپنی جگہ پہ قائم و بحال ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کا خاص ارادہ ہے جو اس مخلوق سے ہے مگر وہ کیا ہے وہی جانے۔

عبد یا لیل و مسعود اور حبیب تینوں سردار رئیس القبائل عمرو بن عمیر کے بیٹے تھے جب آنحضورؐ قریش سے مایوس ہوگئے تو تبلیغ کیلئے طائف جا کر اُن سے ملے۔ ایک بولا ہر آدمی کے اہل بیت اُسکے بارے میں دوسروں سے بہتر جانتے ہیں۔ دوسرے نے کہا اگر آپ واقعی رسول اللہ ہیں تو مجھے آپؐ کو مخاطب کرنا سوء ادبی ہے۔ اور اگر آپ غلط بیانی کرتے ہیں تو آپکو مُنہ لگانا میرے کسر شان ہے۔ فرمایا اپنی بات کو اپنے تک محدود رکھو تیسرے نے توہین آمیز سلوک کیا کہ خدا کو رسالت کیلئے تو ملا؟ شرارتی بچے پیچھے لگا دئیے۔ جو آپ کو دیوانہ سمجھ کر کنکریاں مارنے لگے۔ جس سے آپؐ زخمی ہوگئے۔ ان میں سے ایک کی بیوی قریش کے بنو جمح کی تھی جس سے آپؐ نے شکوہ کیا کہ اپنی سسرال کا حال دیکھو۔ پھر آپؐ نے ربیعہ کے بیٹوں شیبہ و عتبہ کے باغ میں پناہ لی تو انہوں نے آپؐ کی حالت پر ترس کھا کر انگور کا تھال غلام عداس کے ہاتھ بھیجا جس نے آپؐ کی نبوت کا اقرار کر کے فرحت پہنچائی۔ پہاڑوں کا مؤکل فرشتہ حاضر ہوا کہ اگر حکم ہو تو اس بستی کو دو پہاڑوں کے دوران پیس ڈالوں۔ آپؐ نے فرمایا میں رحمت بن کر آیا ہوں لعنت کیلئے مبعوث نہیں ہوا یہ نہیں تو انکی اولادیں ضرور اسلام کے مجاہد بن جائیں گے۔

نوٹ ۱:۔ یہودی منکرین نے بڑی مختزماری کی کہ اُس دُرِ یتیم طبع مسکین میں شاہانہ مزاج کیسے پیدا ہوگیا اور دُرِ یتیم نکالا کہ ایک شاہی جبہ جو چند درہم میں آپؐ نے کباڑیئے سے خرید کر پہنا تھا اُسکے اثرات تھے۔ لہذا یورپ کے فاسقوں، فاجروں، شرابی زناکاروں کے اُترن مسلمانوں کو برائے نام قیمت پہ فراہم کرنے کی سکیم بنائی۔ جو بہت کامیاب ہے۔ اس قسم کا جوڑ بن تیار ہوتا ہے اسکی قیادت کیلئے انگریز پرستوں کے خاندانی افراد کو باقاعدہ تربیت دیکر بھیجا جاتا ہے۔ ہماری ملوں کا خالص سوتی اور خالص اونی کپڑا خود خریدتے ہیں۔ حالانکہ ہماری صنعت کے دشمن ہیں اور اسے ختم کرنے کا ہر حربہ استعمال کرتے ہیں اب ہمارے علماء و مشائخ کو بھی سیاست زدوں کی طرح یورپ کا چسکا لگا دیا ہے۔ ہماری اصل قوت یعنی فوج کے افراد کی تربیت میں اُسے لازم قرار دیا جا رہا ہے۔ ایسے عیار دشمن کے مقابلہ کا کوئی انتظام نہیں بلکہ آنکھیں مُوند کر مقررہ ڈگر پہ چلتے جا رہے ہیں۔

عروہ بن مسعودؓ سنہ ۶ھ آنحضورؐ عمرہ کی غرض سے مسلمانوں کو لیکر حدیبیہ پہنچے تو قریش نے روک دیا۔ عروہ کی والدہ فروہ یا سبیعہ بنت عبد شمس بن عبد مناف اور بیوی آمنہ ہمشیرہ اُم المومنین اُم حبیبہ رملہؓ بنت ابوسفیان صخر بن حرب تھی۔ جس سے داؤد پیدا ہوا اور بیٹی اُم سعید علی المرتضےٰ کے نکاح میں آئی۔ جس سے اُم الحسن رملۃ الکبریٰ پیدا ہوئی اور ان کی پوتی لیلےٰ بنت ابی مرہ عاصم سے علی اکبر ابن حسین علیہ السلام پیدا ہوئے۔

مسلمانوں کے مقابل قریش کی حالت کا جائزہ لیکر عروہ نے قریش کے مجمع کو مخاطب کیا۔ کیا میرا اور تمہارا رشتہ باپ بیٹے کا نہیں؟ سب نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر پوچھا تم لوگوں کو میرے بارے میں کوئی بدگمانی تو نہیں؟ بولے قطعی نہیں۔ پھر کہا تم لوگوں کو کیا اچھی طرح علم ہے کہ میں نے عکاظ والوں کو تمہاری مدد کے لئے (یوم فجار) کہا تھا۔ جب انہوں نے انکار کیا تو اپنے کنبہ و قبیلہ کو بچوں سمیت لیکر تمہاری مدد کو آگیا تھا۔ سب حاضرین نے اقرار کیا تو کہا مجھے اجازت دو کہ محمدؐ کے پاس جاکر کچھ معاملہ طے کرلوں۔ سب نے کہا تمہیں ہماری نمائندگی کا اختیار ہے۔ آنحضورؐ نے وہ سب کچھ جو بدیل کو کہہ چکے تھے اور ابو حذیفہ نے قریش کو کہا تھا یعنی کہ قریش کو پیہم لڑائیوں نے بہت خستہ اور کمزور کردیا ہے۔ اس لئے انکو حالت جنگ میں رہنا بہت نقصان رساں ہے۔ عروہ سے بھی کہا کہ بہتر ہے کہ وہ ہم سے ایک مدتِ معینہ کیلئے معاہدہ امن کرلیں۔ ہمیں اور عرب کو اپنا معاملہ طے کرلینے دیں اگر ہم غالب آگئے تو جو چاہیں ہمارے ساتھ ہولیں یا نہ۔ اگر یہ منظور نہیں تو واللہ جبتک میری جان باقی ہے ان سے خدا کے فیصلہ تک لڑتا رہوں گا۔

عروہ بولا۔ محمدؐ! فرض کیا اگر تم نے قریش کا استیصال کردیا تو کیا اسکی کوئی مثال ہے کہ کسی نے اپنی قوم کو خود برباد کیا ہو؟ اگر نتیجہ برعکس نکلے تو تمہارے گرد جو بھیڑ لگی ہے سب چھوٹ جائے گی اور یہ چہرے ہوا ہو جائیں گے۔ ابوبکر صدیقؓ سے رہا نہ گیا۔ گالی دے کر بولے کیا ہم محمدؐ کو چھوڑ دیں گے؟ عروہ نے پوچھا یہ کون ہے؟ بتایا کہ ابوبکر۔ بولا واللہ تمہارے احسان سے گرانبار نہ ہوتا تو تمہیں سخت جواب دیتا۔

عروہ عربوں کی عادت کے مطابق گفتگو کرتے وقت بار بار آنحضورؐ کی داڑھی کو ہاتھ لگاتا۔ مغیرہؓ خود پہن کر آپؐ کی حفاظت کو کھڑا تھا۔ وہ تلوار کے دستے سے عروہ کے ہاتھ کو ٹھوکا دیتا۔ عروہ کے پوچھنے پر کہ یہ کون ہے۔ بتایا گیا کہ تیرا بھتیجا مغیرہ تو چلایا۔ او دغاباز تیرے مقتولوں کی

دیت میں نے ادا کی اور تیری تلاش میں مارا مارا پھرا ہوں۔ عروہ نے اصحاب رسول صلعم کی عقیدت و ادب کا حیرت انگیز منظر مشاہدہ کیا۔ تو اسکے دل پر خاص اثر ہوا۔ واپس جاکر قریش سے بولا۔ میں نے بہت سے شاہی دربار دیکھے ہیں۔ قیصرو کسریٰ کے درباریوں کو دیکھا ہے لیکن محمدؐ کے حواری جو محبت و جاں نثاری اور ادب و احترام کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہ کہیں بھی نہ دیکھی۔ محمدؐ کے احکام کی تعمیل میں ایک دوسرے سے بازی لیجانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب بولتے ہیں تو مجلس میں سناٹا چھا جاتا ہے۔ کوئی شخص ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتا۔ محمدؐ نے ایک معقول صورت پیش کی ہے چاہو تو اسکو قبول کرلو۔

اسلام لانیکے بعد طائف پہنچتے ہی آپ رضؓ کو شہید کردیا گیا۔ جسکی اطلاع آنحضورؐ کو ملی تو فرمایا عروہ کی مثال صاحب یٰسین کی طرح کی ہے جنہوں نے اپنی قوم کو خدا کی طرف بلایا تو قوم نے ان کو شہید کر دیا (مستدرک حاکم ج ۳) اسوۂ عیسیٰ کو زندہ کرنے والا صورۃ بھی مثیل مسیح تھا۔

عمرؓ فاروق نے مرثیہ کہا (الاستیعاب ۲/۷۰) ابن الزبعریٰ (ربیعہ بن جد یالیل)

؎ لعمرک ما للفتی من مقر ۔۔۔ مع الموت یلحقہ والکبر

تیری عمرؓ کی قسم! ایک جوان مرد کیلئے کہیں اطمینان نہیں نہ قرار ہے جسکے پیچھے بڑھاپا بھی لگا ہوا ہے اور موت بھی۔

قارب بن الاسود

ابو سفیانؓ اور مغیرہؓ محاصرہ طائف کے دوران سفید جھنڈے دکھا کر فصیل کے پاس گئے۔ قریش کی جو عورتیں ثقیف میں بیاہی تھیں انکو کہا کہ نکل آؤ تا کہ کنیزیں بننے کی ذلت سے بچ جاؤ۔ مگر کسی نے نہ سُنی پھر غلاموں سے کہا کہ جو چلا آئے گا وہ آزاد ہوگا۔

اس پر زیاد بن سمیہ کا بھائی ابو بکرہ چلا آیا۔ مسلمانوں نے باغوں کو اجاڑنا شروع کردیا تھا۔ انگوروں کے کھیت نذر آتش کردیئے تو سردار قارب نے دونوں کو کہا کہ محمد نے ہمارے سرسبز باغات کو ویران کردیا تو پھر کبھی آباد نہ ہو سکیں گے۔ تم دونوں جاکر محمدؐ سے ہماری جان خلاصی کی بات کرو۔ میری اور اُن کی دیرینہ قرابت ہے۔ اس لئے اُن کو خدا اور صلۂ رحمی کا واسطہ دیکر باغوں کو برباد کرنے سے روکو۔

آنحضورؐ نے منظور فرمالیا۔ جنگ حنین میں ہوازن کے دوسرے اتحادیوں کا جھنڈا قارب

کے پاس تھا - بھگدڑ کے وقت وہ جھنڈا اس نے جھاڑی کیساتھ کھڑا کر دیا اور اپنی جمعیت کو لے کر میدان سے نکل گیا - اس لئے ان میں سے صرف دو آدمی (بنی غیرہ کا وہب اور بنی کنہ کا جلاح) قتل ہوئے - جلاح کے بارے فرمایا آج نوجوانان ثقیف کا سردار مارا گیا - آل رِباب کے بنی مالک پر مصیبت بنی - ان کا علمبردار ذی الخمار مارا گیا تو عثمان بن عبداللہ بن ربیعہ بن الحارث بن حبیب نے جھنڈا ہاتھ میں لے لیا اور خوب لڑ کر مارا گیا - اسکے جھنڈے کے نیچے ۷۰ آدمی مردانہ وار لڑ کر قتل ہوئے - یہ عثمان اُم حکیم بنت ابوسفیان کا داماد بھی تھا - مگر تاریخوں میں آنحضورؐ سے منسوب یہ الفاظ حیران کن ہیں کہ اللہ نے اُسے ہلاک کیا وہ قریش کا دشمن تھا - حالانکہ قریش تب تک خود آنحضورؐ کے دشمن تھے -

عرب کے تین مُدبّر : مغیرہؓ بن شعبہ - عمرو بن العاص - زیاد ابنِ سمیہ

مغیرہؓ بن شعبہ :- آنحضورؐ کی چچا زاد بہن اُم عمرو بنت القوم بن عبدالمطلب کے پوتے اور عمرو بن مسعود کے بھتیجے تھے - بیحد ذہین اور فہیم تھے -

بنو ثقیف کی شاخ بنو مالک کے چار افراد کا وفد مقوقس والیٔ مصر کے پاس جانے لگا - تو مغیرہؓ از خود ساتھ ہو لئے - مقوقس نے آنحضورؐ کے بارے میں جو سوالات کئے ان کے جوابات مغیرہ نے دیئے -

س :- محمدؐ کیا پیش کرتے ہیں ؟

ج :- وہ بالکل نیا دین لیکر آئے ہیں جو ہمارے آبائی وجدی دین کے خلاف ہے اور بادشاہ کے دین کے بھی -

س : ان کی قوم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا ؟

ج : اکثر نوجوانوں نے ان کا اتباع کیا اور بڑے بوڑھوں نے مخالفت کی جہانتک کہ لڑائی کی نوبت آ گئی - کبھی وہ غالب کبھی یہ -

س : وہ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں ؟

ج : خدائے واحد کی عبادت کرو - کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ - جن بتوں کو دیوتا سمجھ کر ہمارے آباء و اجداد پوجا کرتے تھے اُن کو چھوڑ دو - نماز روزہ بھی کرو -

س : نماز کیلئے کوئی وقت اور زکوٰۃ کی کوئی حد و مقدار مقرر کی ہے ؟

ج : دن میں پانچ وقتی نمازیں ہیں ۔ ۲۰ مثقال سونے اور ۲۰۰ درہم چاندی پر چالیسواں حصہ اس سے کم پر نہیں ۔ ۵ اونٹ اور پچاس بکریوں سے کم پر بھی نہیں ۔ پیداوار ۵ وسق تک اور سبزی پر بھی نہیں ۔ اس سے زیادہ پیداوار نہری و بارانی زمین ہو تو دسواں حصہ (عشر) کنوآں سے سیراب کرتا ہو تو بیسواں حصہ لیتے ہیں ۔

س : وصول کر کے کیا کرتے ہیں ؟

ج : فقرا و مساکین میں تقسیم کر دیتے ہیں خود کچھ نہیں رکھتے ۔ صرف تحفہ قبول کرتے ہیں ۔ صلہ رحمی اور ایفائے عہد کا حکم دیتے ہیں ۔ چڑھاوے اور غیر اللہ کے نام پر ذبیح کا گوشت نہیں کھاتے ۔ زنا، سود اور شراب جوا سے منع کرتے ہیں ۔

مقوقس نے کہا ۔ واللہ وہ نبی مرسل ہیں اور تمام عالم کیلئے مبعوث ہوئے ہیں ۔ عیسےٰ اور پہلے نبی بھی اسکا حکم کرتے تھے ۔ انجام کار انہی کا دین غالب آئے گا ۔ یہانتک کہ کوئی مزاحم نہ رہے گا ۔ ان کا دین انتہائے بر و بحر تک پھیل جائے گا ۔

مغیرہ نے کہا مگر ہم ان پر ایمان نہیں لائیں گے خواہ ساری دنیا قبول کرلے ہم اپنے اجداد کی راہ پر ہی چلیں گے ۔ مقوقس نے کہا عرب بے علم اور جاہل و بدعقل ہیں ۔ جو اس نعمتِ عظمےٰ کو ٹھکرا رہے ہیں ۔ یہ بتاؤ کہ ان کا نسب کیسا ہے ؟

ج : ۔ سب سے اعلیٰ اور بہتر ۔

مقوقس بولا ۔ انبیاء ہمیشہ شرافت اور اعلےٰ خاندانوں میں آئے ہیں ۔ ان کی سچائی اور راست گوئی کا حال بتاؤ ؟

ج : سب انکو امین و صادق جانتے ہیں ۔

مقوقس بولا ۔ ذرا سوچو جو شخص بندوں کے ساتھ سچ بولتا ہو کیسے ممکن ہے کہ خدا کے بارے جھوٹ بولتا ہو ۔ س : ان کے پیروکار کس قسم کے لوگ ہیں ۔

ج : نادار، نوجوان

مقوقس : ۔ اس سے پہلے جتنے بھی انبیا گذرے ہیں ان کا اتباع نوجوانوں نے کیا ہے اس لئے کہ اخلاق و عادات بوڑھوں میں پختہ اور راسخ ہو جاتی ہیں ۔ جنہیں چھوڑنا انکے لئے بہت شاک ہوتا ہے ۔ شاخیں جبتک نرم ہوں انہیں سیدھا کیا جا سکتا ہے ۔ لیکن لکڑی بن جانے کے بعد ان کو سیدھا کرنا ناممکن بات ہے ۔ یہ بتاؤ کہ یہود اہل تورات نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہ ؟

ح : مخالفت کی آپؐ نے کئی قتل کئے کئی قید ہوتے اور کئی جلا وطن۔
مقوقس :۔ "یہود حاسد قوم ہے وگرنہ وہ بھی ہماری طرح خوب پہچانتے ہیں۔"
مغیرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ مقوقس کی باتوں نے ہمیں حیران کر دیا کہ شاہانِ عجم آپؐ کی تصدیق کرتے ہیں حالانکہ وہ اتنے دور ہیں اور ہم تو آپ کے قریبی رشتہ دار اور پڑوسی ہیں ہمیں ہمارے گھر آکر دین کی دعوت دی۔ یہ بات میرے دل میں گھر کر گئی۔ میں نے سکندریہ کا کوئی گرجا نہ چھوڑا جہاں جا کر پادریوں سے آپکیؐ صفت و شان نہ سُنی۔ حتےٰ کہ ان کے اسقفِ اعظم سے بھی ملا جو بڑا عابد و زاہد تھا لوگ اپنے مریض دعا کیلئے اسکے پاس لاتے تھے۔
میں نے اس سے دریافت کیا کہ کیا کسی نبی کا مبعوث ہونا باقی ہے؟ اُسنے کہا۔ ہاں۔ وہ آخری نبی ہیں عیسےٰؑ مسیح اور انکے درمیان کوئی نبی نہیں۔ وہ نبی مرسل ہیں۔ عیسےٰؑ نے انکی اتباع کا ہم کو حُکم دیا ہے۔ وہ نبی اُمی نام انکا عربی میں احمدؐ ہے نہ دراز قد نہ پست قامت بلکہ میانہ قد ہیں۔ آنکھوں میں سُرخی، رنگ نہ بالکل سفید نہ زیادہ گندمی، بال زیادہ، موٹے کپڑے پہنیں گے۔ جتنا کھانا میسّر آتے گا اُسی پر اکتفا و قناعت کریں گے۔ تلوار کاندھے پر ہوگی۔ کسی مقابلہ کی پروا نہ کریں گے خود جہاد و قتال کریں گے۔ ان کے اصحاب ان کے ساتھ ہوں گے۔ جو دل و جان سے ان پر فدا ہوں گے۔ اپنی اولاد سے زیادہ ان سے محبت رکھتے ہوں گے۔ وہ نبی حرم میں ظاہر ہوگا اور حرم کی طرف ہجرت کریگا وہ زمین شور اور نخلستانی ہوگی۔ سیدنا ابراہیمؑ کے دینِ حنیف کا پیروکار ہوگا۔
مغیرہ رضؓ نے کہا کچھ اور صفات بیان کیجئے؟ تو بولا۔ آپؐ آزاد بند ہوں گے اپنے اطراف و اعضاء کو دھوئیں گے (وضو) پہلے سب نبی اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے اور وہ نبی سارے عالم کیلئے مبعوث ہوں گے۔ ساری زمین ان کے لئے طہور و مسجد ہوگی۔ جہاں نماز کا وقت ہوگا تیمّم کر کے نماز ادا کریں گے۔ بنی اسرائیل کی طرح کنیسہ اور گرجا کے پابند نہ ہوں گے۔
مغیرہ رضؓ نے چاروں ساتھی کفار جو اب بھی ایمان نہ لائے تھے راستے میں ہی ذبح کر کے ان کا مال متاع سنبھال مدینہ کی راہ لی اور آنحضورؐ کی خدمت میں اسلام کا اظہار کیا۔ فرمایا تمہارا اسلام قبول ہے مگر یہ مال نہیں۔ اسلام میں انکی خدمات اور عمدہ کارناموں پر دہاۃ العرب کا خطاب ملا (۲۰۰)۔
مغیرہ رضؓ زیادہ نکاح اور طلاقیں دینے پر مطلاق بھی مشہور ہوئے۔

امیرالمومنین عمر فاروق رض سے چند شر پسند کوفیوں نے سعد بن ابی وقاص رض کی شکایت کی تو آپ رض نے عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان رض کو عامل کوفہ بنا دیا مگر اُن کو جلد ہی عسکری مہم پہ جانا پڑا تو زیاد بن حنظلہ کو لگا دیا مگر انکو یہ عہدہ پسند نہ آیا تو امیرالمومنین نے اہل کوفہ کی اصلاح کیلئے عمار رض بن یاسر رض کو تعینات کیا انکے ہمراہ بطور معلم و مبلغ عبداللہ رض بن مسعود کو بھیجا اور انہیں افسر خزانہ بھی بنا دیا۔ عثمان بن حنیف رض کو خراج کی وصولی اور اراضیات کا منتظم بنایا اور کہلا بھیجا کہ یہ میرا ایثار ہے کہ ایسی ہستیوں کو اپنے سے الگ کرکے تمہارے پاس بھیجدیا۔ عمار کیلئے راشن میں یومیہ آدھی بکری معہ پیٹ اور بقیہ آدھی عبداللہ رض اور ابن حنیف رض کیلئے مقرر کیا۔

جب کوفیوں نے بدستور واویلا مچائے رکھا تو مغیرہ رض کو بھیجدیا۔ معن بن زائدہ نے جعلی مہر اور نقلی خط پر امیرالمومنین کا حکم ظاہر کرکے مغیرہ رض سے رقم بٹورنی چاہی مگر گرفت ہوگئی۔ مغیرہ رض نے زیاد ابن سمیعہ کو سیکرٹری رکھ لیا جو بڑا زیرک اور پڑھا لکھا تھا۔ زمیوں سے خراج وصول کرنے میں پائی پائی کا حساب کرتا۔ جس سے لوگ بہت کبیدہ خاطر ہوتے اور مغیرہ رض سے شکایت کرتے تو وہ زیاد کی زیادہ تعریف اور حوصلہ افزائی کرتے۔ ایک زمیندار نے مغیرہ رض کیخلاف سازش کیلئے چندہ کیا اور ایک لاکھ درہم جمع کر لیا۔ جسے لیکر مدینہ وفد کے ساتھ پہنچا اور امیرالمومنین کو بتایا کہ یہ رقم بیت المال کی ہے جو مغیرہ رض نے ہمارے پاس خفیہ رکھ چھوڑی تھی۔

مغیرہ رض بہت خبردار تھے۔ ان کا رعایا میں جاسوسی کا نظام بڑا مربوط و وسیع تھا۔ ان کو دشمن کی چال کا فوراً پتہ چل جاتا۔ اسکا تدارک فی الفور کرلیتے۔ یہ بھی وفد کے ساتھ مدینہ پہنچ گئے اور زمیندار سے کہا کہ رقم تو دو لاکھ تھی بقیہ بھی نکالو۔ زمیندار کی گھگی بندھ گئی کہ کہاں سے پوری کریگا آخر ساری بات اگل دی۔

" بصرہ و کوفہ وغیرہ شہروں میں اکثر عرب جو آبسے تھے غیر مہذب و سنگدل تھے جو رحمت عالم کی صحبت بابرکت سے فیضیافتہ نہ تھے اور نہ ریاضت سے آپ ؐ جیسے اخلاق پیدا کرسکے۔ علاوہ ازیں ان میں جاہلیت کی سنگدلی، تعصب اور فخر و مباہات بھی پایا جاتا تھا۔ اور وہ ایمانی سکون سے کوسوں دور تھے۔ پھر جب مملکت اسلامیہ کا دور شباب آیا تو انہیں مہاجرین اور انصار کے زیر فرمان آنا پڑا۔ یہ غیر مہذب ان کی ماتحتی سے عار کرتے تھے کیونکہ انہیں اپنی خاندانی شرافت پہ، کثرت تعداد پہ اور دوسرے قبائل پر غالب آجانیکا بڑا ناز تھا۔ اسلئے قریش اور انکے حلفائے سے ان کا دم گھٹتا تھا اور یہ اپنی خودداری کی وجہ سے انہیں ناپسند کرتے تھے انکی اطاعت سے جی چراتے تھے۔ اور انکی فرمانبرداری سے بچنے کیلئے حیلے بہانے تراشتے تھے مثلاً یہ کہ ہم مظلوم

ہیں۔ہم پر بڑی زیادتیاں کی جاتی ہیں۔ اور الزام لگاتے تھے کہ قریش برابری نہیں کرتے اور مال کی تقسیم میں جادۂ اعتدال سے ہٹ جاتے ہیں۔ (مقدمہ ابنِ خلدون)

مدینہ سے دور دراز یمن و عراق و شام کی سرحدات پر آباد قبائل کے اعراب ابھی تک اسلام کی لذت سے آشنا نہ ہوئے تھے۔ ان کی طرف سے جو وفود آنحضورؐ کیخدمت میں حاضر ہوئے ان کا عام انداز یہ تھا کہ گویا وہ ایک سیاسی طاقت کے سامنے سرخم کر رہے ہیں۔ اور ایک فاتح سے اپنے معاملات طے کر کے اپنے قبیلے کیلئے معاشی اور سیاسی مراعات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ دینی اور روحانیت کا ان کی گفتگو میں بہت کم شائبہ تھا۔ اور یہ اس انتظار میں تھے کہ کب مدینہ میں کسی کمزوری کا اظہار ہو تو یہ اسکے خلاف محاذ آرائی کریں۔ یہ اعراب وہی لوگ ہیں جنہوں نے آگے چل کر زکواۃ مدینہ بھیجنے سے انکار کیا۔ کہ ہم خود اپنے غریبوں میں تقسیم کردیں گے۔ انہوں نے اسلام کی ظاہری شوکت و سطوت اور اسکے سیاسی اقتدار و استیلاء کو دیکھ کر خود کو مسلمان کہنا شروع کیا وگرنہ ایمان درحقیقت اُن کے دلوں میں نہیں اُترا تھا۔ ابھی تک تشکوک و شبہات میں تھے۔ اسلئے جان و مال کے ایثار پر آمادہ نہ تھے۔ اہلِ حضرموت نے تو آپؐ کے وصال کی اطلاع پر جشن منائے تھے۔ اُنکی عورتیں آپؐ کی موت کی دعائیں مانگا کرتی تھیں۔ آنحضورؐ نے اقرع بن حابس تمیمی اور عینیہ فزاری کو مؤلفۃ القلوب میں اس لئے رکھا تھا اور انکو جاگیریں دیں تاکہ انکے علاقے کے مسلمان اُن کے شر سے محفوظ رہیں۔ پھر ابابکر صدیقؓ نے بھی انکو جاگیریں دیں۔ مگر جب عمر فاروقؓ خلیفہ ہوئے تو اُنہوں نے وہ کاغذ لیکر پھاڑ دیا کہ یہ ابابکرؓ کی ذاتی ملکیت نہیں، مسلمانوں کی ہے۔ اور دونوں سے کہا کہ آنحضورؐ تم سے رعائت کرتے تھے جب اسلام غریب و کمزور تھا۔ اب اسلام طاقتور ہے۔ جاؤ جو جی چاہے کرلو۔"

جب امیرالمؤمنین کو اطلاع ملی کہ حذیفہؓ بن یمان نے ایک یہودیہ سے شادی رچالی ہے تو حکم بھیجا" اسے طلاق دیدو۔ عجمی عورتیں دلفریب ہوتی ہیں۔ وہ تمہاری بیویوں پر چھا جائیں گی۔ دوسرے مسلمان بھی تمہاری اقتدا کرینگے۔ تو عرب عورتوں کو مصیبت بنے گی"

زیاد ابن سمیعہ کے بھائی ابوبکرہ اور نافع نے عُتبہ بن غزوانؓ کی گورنری میں شط العرب کے ایک ہرے بھرے میدان میں گھوڑے پالنے کے فارم کیلئے منظوری لے لی اور بصرہ کے قریب اراضی سبزیوں کی کاشت کیلئے مانگی۔ امیرالمؤمنین عمرؓ فاروقؓ نے عتبہ کو لکھا کہ وہ اراضیات انہیں دیدو۔ مسجد کے صحن میں بجری بچھانے کا ٹھیکہ لیکر خوب مال بنایا جس سے مشہور ہوگیا جند الافادۃ بولا المجادۃ (کاروبار خواہ پتھروں کا ہو

بہت فائدہ مند چیز ہے ۔ جب مغیرہ رضؓ مقرر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ گھوڑے پالنے کی بجائے کاشت کرا کر فائدہ حاصل کیا جا رہا ہے ۔ تو اراضی واپس لے لی ۔ اور ام جمیل ثقفیہ بیوہ کو نافع اور ابوبکرہ کے اسقدر مال بنانے کے ذرائع معلوم کرنے پر لگا دیا تو انہوں نے مغیرہ رضؓ پر زنا کا الزام عائد کر دیا ۔ عمر فاروق رضؓ نے زیاد پر نگاہ ڈال کر فرمایا یہ رسول اللہ صلعم کے صحابی پر بہتان طرازی سے اجتناب کرے گا ۔ اس پر زیاد نے شہادت بدل دی ۔ تو ابوبکرہ کو قذف کے کوڑے کھانے پڑے ۔ دراصل ام جمیل اور مغیرہ رضؓ کی بیوی ایک ہی گھرانہ کی تھیں ۔ اور ان کی شکلیں بہت ملتی جلتی تھیں ام جمیل اکثر ان کے گھر آتی رہتیں ۔ اور مغیرہ کو حالات سے آگاہ کرتیں ۔

اہواز کے محاذ پر سالار اعلیٰ حرقوص بن زہیر سعدی التمیمی نے یزدجرد کے مقابلہ کیلئے کمک طلب کی تو امیر المومنین رضؓ نے سعد رضؓ بن ابی وقاص کو نعمان بن مقرن رضؓ کی ماتحتی میں ابو موسیٰ اشعری کو سہل بن عدی کی ماتحتی میں لشکر بھیجنے کا حکم دیا ۔ ان کے نائب سالاروں کے نام بھی لکھ دیئے ۔ نعمان بن مقرن رضؓ کو لکھا طلیحہ بن خویلد اور عمرو بن معدیکرب کو مشیر جنگ رکھو مگر انکو کوئی عہدہ نہ دو ۔ تمہارے بعد حذیفہ رضؓ بن یمان انکے بعد جریر رضؓ بن عبداللہ بجلی انکے بعد مغیرہ رضؓ بن شعبہ سالار اعلیٰ ہوں گے ۔ اگر وہ بھی شہادت پا جائیں تو اشعث بن قیس کندی سپہ سالار ہوں گے ۔

ایرانی گورنر نے سفارت طلب کی تو مغیرہ رضؓ چلے گئے ۔ اسکے محل میں اندر داخل ہوتے ہی تخت پر چڑھ کر رستم کی مسند پر ساتھ بیٹھ گئے ۔ درباری جھپٹے اور انہیں نیچے کھینچ لیا تو مغیرہ بولے "ہم تک تمہاری دانشمندی کی خبریں پہنچی تھیں مگر معلوم ہوا کہ تم سے زیادہ بیوقوف کوئی نہ ہوگا ۔ ہم عربوں میں اونچ نیچ نہیں ہے ہم میں سے کوئی بھی کسی دوسرے کو اپنا غلام نہیں بناتا الا یہ کہ وہ جنگ پر اتر آئے اور گرفتار ہو جائے ۔ میرا گمان تھا کہ تم بھی اپنی قوم کی اسی طرح مواسات کرتے ہوگے جسطرح ہم کرتے ہیں ۔ تم نے جو حرکت اب کی ہے اس سے بہتر تو یہی تھا کہ تم مجھے پہلے سے یہ اطلاع کر دیتے کہ تم میں سے کچھ لوگ تمہارے لئے رب کا مقام رکھتے ہیں ۔ تمہارا نظام بہت گڑبڑ ہے ۔ میں تمہارے پاس خود سے نہیں آیا بلکہ تمہارے بلانے پر آیا ہوں یہاں آکر مجھے معلوم ہوا کہ تمہارا نظام باطل اضمحلال کا شکار ہے اور تم شکست کھا کر رہو گے ۔ بیشک ایسے سلوک اور اس طرح کی ذہنیتوں کے بل بوتے پر حکومت قائم نہیں رہا کرتی ۔

مطلق العنان بادشاہوں اور ان کے ظالم گورنروں اور اہلکاروں اور خود سر مذہبی پیشواؤں نے انسانوں کو جانوروں کی طرح غلام بنا رکھا تھا ۔ اسلام کی سادہ عام فہم لا الہ کی للکار نے غلاموں کے ذہنوں

صحابہ نے مؤاخات کے جو عملی نمونے پیش کئے اس سے پرانی خرابیوں کی دیواروں میں شگاف پڑ گئے۔ اور نئی بھلائیوں نے جنم لیا۔ انسانوں نے سُکھ کا سانس لیا۔ برائی ختم کرنے کیلئے مظلوموں نے دل و جان سے مسلمانوں کا ساتھ دیا۔

جب دربارِ کسریٰ میں ایرانی افواج کی پیہم شکستوں پر غور ہوا تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ عربوں کے مقابلہ کیلئے عوامی فوج کی بجائے شاہی خاندان کے سالاروں کی ماتحتی میں اشراف امرا کے گھرانوں کے جوان بھیجے جائیں جو غیرتِ قومی کے ساتھ اپنے عزّ و وقار کی خاطر جانوں کے نذرانے پیش کرنے کی مثال قائم کر دیں۔

جب اسکی اطلاع امیرالمؤمنین کو ہوئی تو فرمایا واللہ میں بھی ملوک عجم کی ملوکِ عرب کے ذریعے خبر لوں گا۔ پھر سعد بن ابی وقاص کو لکھا مجھے القاء ہوا ہے کہ تم فارس فتح کرو گے اور سربلند ہو گے۔ رستم کے پاس ایسا وفد بھیجو جس میں وجیہہ، صاحب الرائے اور قوی دِل اصحاب ہوں جو اُسے اسلام کی دعوت دیں۔ سعدؓ نے مغیرہؓ بن شعبہ، ربعی بن عامر اور حذیفہؓ بن محصن کو بھیجا۔

رُستم کے اس سوال پر کہ کیا خواہش تم کو یہاں لے کر آئی ہے۔ مغیرہؓ نے جواب دیا "اللہ تعالےٰ نے ہمیں اس مقصد کیلئے کھڑا کیا ہے کہ ہم انسان کو اپنے جیسے انسانوں کی غلامی سے نکال کر صرف خدائے واحد کی بندگی کی طرف لائیں۔ دنیا کی تنگی سے نکال کر انہیں دنیا کی فراخی سے بہرہ ور کریں ادیان کے ظلم و ستم سے نجات دلا کر عدلِ اسلامی سے ہمکنار کریں۔ اس مقصد کیلئے اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلعم کو اپنا دین دیکر اپنی مخلوق کے پاس بھیجا ہے پس جو ہمارے اس دین کو قبول کر لیتا ہے ہم اسکے اقرار کو تسلیم کر لیتے ہیں اور واپس چلے جاتے ہیں اور اُسکا ملک اسکے حوالے کر دیتے ہیں مگر جو سرتابی کرتا ہے اُس سے جنگ کرتے ہیں یہاں تک کہ شہادت پا کر جنّت حاصل کر لیں یا فتحیاب ہو جائیں۔"

امیرالمؤمنین دارالخلافت مدینہ میں عجمیوں کو کسی صورت بھی قیام کی اجازت دینے کے حق میں نہیں تھے۔ مسلمانوں کو عجمی غلاموں اور کنیزوں کو فروخت کرنے کی تلقین فرماتے۔ مغیرہ نے عجمی غلام فیروز کو اسکی کاریگری کی بنا پر آپؓ کی خدمت میں بھیجا کہ اسکی خدمات سے اہل مدینہ فائدہ اٹھائیں مگر اُس بدبخت نے آپؓ کے ساتھ کئی اور مسلمانوں کو بھی شہید کر دیا۔

عمرؓ فاروق رضؓ نے عثمان ذوالنّورین کو وصیّت فرمائی کہ اگر آپؓ کو خلیفہ منتخب کر لیا گیا تو مغیرہؓ کو عراق سے ہٹا کر سعدؓ بن ابی وقاص کو بحال کر دینا انہوں نے اسپر عمل کیا۔ مغیرہؓ جو فیروز کی وجہ سے نادم تھے۔ خاموشی سے اپنی جاگیر پر چلے گئے۔ اور امورِ مملکت سے بالکل الگ تھلگ رہے مگر جب

عثمان ذوالنورین رضؓ کے خلاف باغیوں کے گھیراڈالنے کی اطلاع ملی تو فوراً حاضر ہوئے اور عرض کیا آپ امام ہیں اور فتنہ پھیلنے کو برداشت کر رہے ہیں ۔ ہمیں حکم دیجئے تاکہ اس گرہ کو جھاڑ دیں اور تلواروں سے ان فسادیوں کی گردنوں کو جھکنے پر مجبور کر دیں ۔

آپ نے جواب دیا مگر میں وہ پہلا خلیفہ نہیں ہوں گا جو کلمہ گو مسلمانوں کے مابین خون خرابہ کا موجب ہوگا ۔ مغیرہؓ نے کہا تو پھر حرم مکہ میں جا کر ڈیرہ ڈال لیں وہاں آپ کا طاقتور قبیلہ موجود ہے کوئی آپ سے سرتابی کی جرأت نہ کریگا ۔ غنیؓ بولے جو لوگ حرم نبوی کا احترام نہیں کرتے وہ حرم کعبہ کا بھی نہیں کریں گے ۔ اور وہاں کے فساد اور بدامنی کی ذمہ داری کا دربار الٰہی میں جواب دہ میں ہوں گا ۔ مغیرہؓ نے کہا ایسی صورت میں آپ معاویہ کے پاس چلے جائیں ۔ اسکی حدود میں کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوگی فرمایا میں کسی دنیاوی امداد کیلئے حرم نبویؐ سے جدا نہیں ہو سکتا خواہ یہ لوگ میری تکا بوٹی کر دیں

؎ شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گزشتی

گو مشتِ خاکِ ما ہم بر باد رفتہ باشد

عثمان غنی ذوالنورینؓ کو شہید کر کے باغی علی المرتضیٰؓ کی بیعت کے خواستگار ہوئے تو آپ نے انکو جھڑک دیا کہ یہ امر اہل فضیلت یعنی اہل بدر اور اکابر مدینہ سے متعلق ہے وہ جسے چاہیں گے اپنا امیر منتخب کر لیں گے ۔ فسادی زبیرؓ اور طلحہؓ کو پکڑ لائے اور آپ کو بیعت کے لئے مجبور کیا جب آپ نے امورِ خلافت ہاتھ میں لے لئے تو مغیرہ نے حاضر ہو کر عرض کیا " آپ معاویہ کو شام پر رہنے دیں ۔ طلحہؓ اور زبیرؓ کو کوفہ اور بصرہ پر بھیج دیں ۔ وہ لوگ اُن سے راضی ہیں ۔ جب سب لوگ بیعت کر چکیں اور آپ کا اقتدار مستحکم ہو جائے تو پھر جس کو چاہیں رکھیں جس کو چاہیں ہٹا دیں ۔ علی المرتضیٰؓ نے اس مشورہ کو درخور اعتنا نہ سمجھا تو مغیرہؓ نے اسکے منفی اثرات اور برعکس نتیجہ کا جائزہ لیکر مدینہ سے کوچ کیا ۔

امام حسنؓ کی دستبرداری پر امیر معاویہؓ نے عراق کا عامل عبداللہ بن عمرو بن العاص کو مقرر کیا ۔ تو مغیرہؓ نے معاویہؓ سے زیاد کی قوت و شوکت کے مقابل عبداللہ کی سادہ لوحی کا تذکرہ کیا تو امیر معاویہؓ نے عبداللہ کی بجائے مغیرہ کو ہی مقرر کر دیا ۔

عمرو بن العاص نے امیر معاویہ سے اپنے لئے مصر اور اپنے بیٹے محمد کیلئے یمن اور عبداللہ کیلئے عراق کا معاہدہ کیا تھا ۔ جب مغیرہؓ عراق کیلئے روانہ ہوئے تو عمروؓ بن العاص نے امیر معاویہؓ کو کہا کہ

اسکے ساتھ کسی کو وزیر خزانہ بنا کر بھیج دے ورنہ عراق کی مالیات کا انتظام نہ کرنا اُس نے ایسا ہی کیا مغیرہ رضؓ سمجھ گئے کہ یہ عمرو رضؓ بن العاص کا مشورہ ہے۔ واپس معاویہ رضؓ کے پاس آکر کہا کہ حجاز کا ملک مصر و یمن کے درمیان ہے اور دونوں کا محتاج۔ تم نے خود کو چکی کے دو پاٹوں میں پھنسا لیا اور شیر کے جبڑوں میں دے دیا۔ معاویہ رضؓ نے اُسی وقت محمد کی یمن پر تعیناتی منسوخ کردی۔

چکی کے پاٹن دیکھ کر دیا کبیرا روئے

جو پاٹن میں آگیا۔ اُس بھی بچا نہ کوئے

چکی چکی سب کہیں اور کیلی کہے نہ کوئے

جو کیلی سے لاگا اسکا بال نہ بیکا ہوئے

مغیرہ رضؓ جب تک معاویہ رضؓ کی طرف سے عامل عراق رہے کسی کا خون نہیں بہایا۔ اہل تشیع معاویہ رضؓ کو بُرا بھلا کہتے اور خوارج علی المرتضیٰ رضؓ اور امیر معاویہ رضؓ دونوں کو بُرا کہتے۔ یہ دونوں گروہوں کو باہم جھگڑنے دیتے خود دخل نہ دیتے مگر انتظامی امور میں سخت رویہ رکھتے۔ معاویہ رضؓ کو اس کی رپورٹیں ملتیں کہ سر عام تجھے گالیاں پڑتی ہیں اور مغیرہ رضؓ کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ امیر معاویہ رضؓ نے جوابدہی کیلئے بلوا بھیجا تو دمشق روانہ ہونیکی بجائے شکائت کنندگان کے استیصال میں لگ گئے۔ لوگ کوفہ سے بھاگ کر بدوی قبائل کی طرف رُخ کرتے تو یہ پیچھا کرتے اور پکڑ کر خوب مرمت کرتے۔ اسطرح کافی عرصہ گذر گیا جب مخالفت دب گئی تو امیر معاویہ رضؓ کے پاس چلے گئے۔ انہوں نے اتنی دیر لگا کر آنے کا سخت نوٹس لیا تو بولے۔ یار! جب سے یزید نے قسطنطنیہ کے محاذ پر جواں مردی دکھائی ہے میں نے سوچا قبائل کو آمادہ کروں کہ اُسے تیرے جانشین کے طور پر قبول کرلیں۔ یہ سُنکر امیر معاویہ رضؓ کو جواب طلبی بھول گئی جانتے اپنا کام خوش اسلوبی سے بجا لاتے۔

دونوں اصحاب میں افتراق اور جھڑپ کے متمنی لوگ باہر انتظار میں تھے۔ جب مغیرہ رضؓ محل سے باہر آئے تو پوچھا کیسی رہی؟ بولے معاویہ رضؓ کو ایسی دلدل میں پھنسا آیا ہوں کہ قیامت تک نہ نکل سکے گا۔ مغیرہ رضؓ کی بات امیر معاویہ رضؓ کے دل کو لگ گئی اور وہ اسی دھندے میں لگ گئے۔ قبائل کے عمائدین کو بلوا کر ایک مجلس قائم کی۔ جسمیں سب نے حمائت میں تقریریں کیں مگر تمیم کے سردار احنف بن قیس خاموش رہے۔ معاویہ رضؓ نے کہا آپ بھی رائے دیں تو احنف نے کہا۔

"اے امیر! اگر جھوٹ کہوں تو اللہ کا خوف ہے اور اگر سچ کہوں تو آپ ناراض ہوں گے۔ آپ یزید

کی کرتوتوں سے ہم سے زیادہ آگاہ ہیں اور اگر اسکے باوجود اسکی نیابت آپ مسلمانوں کیلئے مفید خیال کرتے ہیں تو پھر صلاح مشورہ بیکار ہے۔ اللہ اور رسولؐ کے حکم سے ہم سب آپ کے حکم کی تعمیل کے پابند ہیں۔ اور اگر یزید آپ کے نزدیک اہم ترین فرد ہونے کے علی الرغم اس منصب کا اہل نہیں تو اس کی دنیا کو بہتر بنانے کے لئے اپنی عاقبت نہ خراب کیجئے۔"

عامل بصرہ زیاد ابن سمیہ نے اپنے مشیر خاص عبید بن کعب سے رائے لی کہ امیر معاویہؓ کو اس ناخوشگوار فیصلے سے کس طرح باز رکھا جائے۔ عبید نے کہا یہ قرینِ مصلحت نہیں بلکہ میں جا کر یزید کو سمجھاتا ہوں کہ قابلِ اعتراض حرکات سے اجتناب کرے۔ لوگوں میں ایک صالح مرد ہونے کا تاثر قائم کرے زیاد نے بھی اس سے اتفاق کیا۔

امیر معاویہؓ نے عامل مدینہ مروان بن الحکم کو بھی لکھا کہ ان کی رائے سے با اثر اصحاب کو متفق کرے تاکہ میرے بعد اُمت کسی فتنہ سے دوچار نہ ہو۔ مروان نے عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن زبیرؓ اور حسین بن علی کو بلوا بھیجا۔ اور معاملہ پیش کر دیا۔

عبداللہ بن عمرؓ بولے تجھے اور امیر کو امت کی خیر خواہی مطلوب نہیں۔ بلکہ تم خلافت کو امانت کی بجائے میراث اور بادشاہت میں تبدیل کرنا چاہتے ہو کہ جب ایک بادشاہ مرجائے تو اس کی جگہ اس کا بیٹا بادشاہ بن جائے۔ حالانکہ آنحضورؐ کا فرمان ہے میرے بعد قیصر و کسریٰ نہ ہوں گے بلکہ امورِ دین و ملت شاورت سے طے کئے جائیں گے۔

مروان نے اسکی رپورٹ بھیج دی تو امیر معاویہؓ خود مدینے چلے آئے۔ انصار استقبال کے لئے نہ نکلے وجہ پوچھی تو بولے سواریاں نہ تھیں۔ پوچھا وہ کیا ہوئیں۔ بولے تیرا اور تیرے باپ کا پیچھا کرتے دَم دے گئیں۔

امیر معاویہؓ نے ابنِ عمرؓ، ابنِ عباسؓ، ابنِ زبیرؓ اور حسینؑ کو بلوایا انہوں نے ابنِ زبیرؓ کو نمائندہ بنا لیا تو امیر معاویہؓ نے ابنِ زبیرؓ سے کہا اے عبداللہ! یزید تمہارا بھائی ہے اسے امیر کا خطاب دیدو اور سارے معاملات اپنے ہاتھ میں لے لو جیسے چاہو انتظام چلاؤ۔

ابنِ زبیرؓ نے جواب دیا۔ ہمارے سامنے خلیفہ منتخب کرنے اور امیر مقرر کرنے کی تین واضح مثالیں موجود ہیں۔ اوّل یہ کہ آنحضورؐ کی طرح اُمت پر چھوڑ دیا جائے جسے چاہیں منتخب کرلیں دوسرے خلیفہ اوّل کی مانند کسی دوسرے خاندان کے صالح فرد کو تجویز کرکے اُمت سے صاد کرالیں تیسرے عمر فاروقؓ

کا طرح معززین پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کر دیں جو اپنا فیصلہ کسی کے حق میں دے دے اسکے علاوہ کوئی طریقہ ہمیں قابل قبول نہیں۔ مگر امیر معاویہؓ نے یہ اعلانِ عام کر دیا کہ چاروں نے متفقہ طور پر یہ تجویز منظور کر دی ہے اس پر خاموشی چھائی رہی اور معاویہ کی موت کا انتظار ہوتے لگا۔ عمرو بن حزم نے امیر معاویہؓ کو یزید کے ولی عہد مقرر کرنے پر خدا کا خوف یاد دلایا تو بولے تمہاری نصیحت کا شکرگزار ہوں مگر اسوقت لڑکے ہی لڑکے موجود ہیں اور ان سب لڑکوں میں میرا لڑکا زیادہ مستحق ہے۔ پھر خطبہ میں دعا کی۔

"یا الہیٰ! اگر میں یزید کو اسکی لیاقت و فضیلت کی بنا پر ولیعہد کرتا ہوں تو اس کام کو پورا کر دیجئے اور اسکی مدد فرمایئے اور اگر میں محض شفقتِ پدری کی بنا پر ایسا کر رہا ہوں اور وہ اس قابل نہیں ہے تو اُسکے تخت نشین ہونے سے پہلے اُسکی رُوح قبض کر لیجئے۔" (تاریخ الخلفاء۔ سیوطی رح)

عقیل بن ابی طالب اپنے بھائی علی المرتضےٰ سے مالی امداد میں ناکام ہو کر امیر معاویہؓ کے پاس گئے۔ تو وہ بولے یہ عقیل ہیں جنکے چچا ابولہب تھے۔ عقیل نے جواباً کہا یہ معاویہ ہے جسکی پھوپھی حمالۃ الحطب تھی۔ امیر معاویہؓ نے غرض معلوم کر کے ایک لاکھ درہم دلا دیا پھر کہا ذرا منبر پر کھڑے ہو کر میرے اور علی کے عطیہ کا اعلان تو کر دیجئے۔ عقیل منبر پر چڑھے۔ حمد و نعت و ثنا کے بعد فرمایا۔ لوگو! میں تمہیں خبر دوں کہ میں نے اوّل علی سے وہ شے طلب کی جو اسکے دین کو نقصان رساں تھی تو علی نے اپنے دین کو عزیز رکھا پھر میں نے وہی چیز معاویہ سے طلب کی تو اُس نے عطا کر دی اور مجھے اپنے دین پر مقدم سمجھا۔"

اہلِ علم نے خلافت و بادشاہت کا یہی فرق بیان کیا ہے کہ خلیفہ نہ کسی سے حق سے زائد لے سکتا ہے اور نہ حق سے زائد کسی کو دے سکتا ہے۔ بادشاہ اپنی مرضی کرتا ہے جو چاہتا ہے لے لیتا ہے اور جسے جسقدر دینا چاہے دیدیتا ہے۔ الامانۃ فی المال والتسویۃ فی القسم۔ (عباس رض)

سورہ زخرف: نحن قسمنا بینھم معیشتھم کی تفسیر میں فھم فیہ سواء ــــ یقسم المال صحاحا ــــ اور صحیح تقسیم کی صورت بالتسویۃ بین الناس۔ تقسیم میں مساوی حقوق رکھنا۔ ایرانی خزانوں کی تقسیم کے بعد عمر فاروق رض نے (بعد القسم بین الناس) لوگوں سے پوچھا کیا میں نے صحیح طور پر تقسیم مال کیا تو لوگوں نے کہا فقیل لہٗ سویت۔ آپ نے مساوات قائم کی۔ یہ سیدھی سی بات ہے کہ بیت المال پر استحقاق ملّی سے لاپرواہی غصب اور غداری ہے۔

مورخ و محقق خطیب بغدادی کے مطابق نجف اشرف والا مقبرہ روضۂ علی المرتضےٰ دراصل

مغیرہ رضؓ بن شعبہ کی قبر ہے کیونکہ آپ کے تابوت کو اونٹ لیکر طائی گاؤں میں پہنچ گیا تو آپ رضؓ کو وہیں دفنا دیا گیا تھا۔ بنو طے ہجرت کر گئے گاؤں کے آثار مٹ گئے کوئی نشان باقی نہ رہا۔ اگر یہ حقیقت ثابت ہے تو مغیرہ رضؓ وفات کے بعد بھی علی المرتضٰی کے حصّہ کی برکات سمیٹے ہیں۔ ان کی سی قابلیت و تدبیر صرف عمرؓو بن العاص کو نصیب تھی۔ (فنادیاء اور لوگ اسلام لائے عمرو ایمان لایا)

عمروؓ بن العاص بن وائل، خالدؓ بن ولید، عثمانؓ بن طلحہ جب مدینہ پہنچے تو آنحضورؐ نے فرمایا مکہ نے اپنے جگر پارے ہماری طرف پھینک دیئے۔ یہ تینوں اپنے والدین کیطرح سخت دشمنِ اسلام تھے مگر اندازہ کر لیا کہ اب اسلام غالب آرہا ہے تو فیصلے میں دیر نہ کی۔ عمرو کی ننھال بنی قضاعہ میں تھی۔ جو اہلِ اسلام سے زیادتی کرتے رہتے تھے۔ اس لئے آپ نے عمروؓ کو مجاہدین کیساتھ ان کی گوشمالی کیلئے بھیجا۔ پھر کمک طلب کرنے پر ابابکر صدیق، عمر فاروق، عبیدہ بن الجراح جیسی محترم شخصیتوں کو روانہ کیا۔ عمر فاروق رضؓ نے امامت نماز کیلئے ابو عبیدہ کو آگے کرنا چاہا تو عمرو نے ان کو پیچھے ہٹا دیا کہ تم تو میری مدد کیلئے بھیجے گئے ہو اس مہم کا سالار میں ہوں۔

واپسی پر صحابہؓ نے آنحضورؐ سے شکائت کی کہ عمرو نے سخت سردی کے باوجود راتوں کو آگ نہ جلانے دی اور یہ حال تھا کہ رات کو بیوی سے ہم بستر ہوتا پانی کی فراوانی کے باوجود تیمم کر کے نماز پڑھاتا رہا۔ آپؐ کے استفسار پر بولا اگر آگ جلاتے تو ہماری تعداد کا دشمن کو پتہ چل جاتا اور غسل سے نمونیے کا خطرہ تھا اس لئے رخصت پر عمل کیا۔ آنحضورؐ مسکرا دیئے۔

خلیفۃ الرسول ابابکر صدیق اکبرؓ نے مہمات کیلئے لشکر ترتیب دیئے تو فلسطین پر عمرو بن العاص کو مقرر فرمایا۔ انہوں نے اپنا لشکر آل منصور سے بھرتی کیا جنہوں نے رومیوں کو عرب کی شمالی سمندری بندرگاہوں سے اور مصر سے ایسا بھگایا کہ تاریخ میں اسقدر سرعت سے یلغار اور قلعوں کی فتحیابی کی اور کوئی مثال نہیں۔ امیر المومنین نے لشکر کو مصر سے آگے لیجانے سے روک دیا اور عمرو کو لکھا افریقیہ (تیونس، مراکش، الجزائر) میں قدم نہ رکھو کیونکہ اس ملک کے لوگ کبھی متحد نہیں رہتے۔ یہاں کا پانی سخت دل پیدا کرتا ہے اسے جو بھی پیئے گا سخت دل ہو جائے گا (معجم البلدان۔ یاقوت) اسپر لوگوں نے زراعت شروع کر دی کیونکہ زمین کی زرخیزی انکو بیکار نہ بیٹھنے دیتی تھی۔ مگر امیر المومنین نے سختی سے منع کر دیا کہ زراعت میں پڑ کر جہاد سے غافل ہو جائیں گے۔

آنحضورؐ کا فرمان ہے کہ بیکار شیطان کا ساتھی ہے (جیسا کہ پاکستانی نوابزادگان سیاست میں گل کھلا

رہے ہیں) ۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنے کمانڈروں کو ہر طرح کی کاروائی کرنیکا کلی مجاز قرار دے رکھا تھا مگر عمرؓ فاروق رضؓ نے سختی سے انکو پابند بنایا کہ ہر معاملہ مدینہ کی مجلس شوریٰ کے فیصلہ کے تحت طے کیا جائے اور از خود کوئی قدم نہ اٹھائے ۔

عمروؓ کے بارے میں بعض من مانی کاروائیاں کرنے کی رپورٹ ملی تو آپ رضؓ نے محمد بن مسلمہ رضؓ کو گوشمالی کیلئے بھیجا ۔ انکی جواب طلبی پر عمروؓ بولا ۔ یہ گھڑی بڑی منحوس ہے جس میں ابن حنتمہ (عمرؓ) ہمارے ساتھ اسطرح کا معاملہ کر رہا ہے ۔ میرا باپ عاص کوئی معمولی گرا پڑا آدمی نہ تھا وہ خز اور دیباج پہنا کرتا تھا اور عمرؓ کو خطاب بوسیدہ کمبل اوڑھا کر اونٹ چرانے بھیجتا اور مار کٹائی بھی کرتا ۔ محمدؓ نے عمروؓ کو ڈانٹ پلائی کہ یہ تم کیا کہہ رہے ہو ۔ ہوش کرو تمہارا اور عمرؓ کا باپ دونوں جہنم میں گئے ۔ اگر عمرؓ کا دور نہ آتا تو تمہاری حالت اس سے نہ بڑھ سکتی کہ گھر کے صحن میں ایک بکری باندھ لیتے وہ دودھ دے دیتی تو تم ہنسنے لگتے اور اگر وہ روتی اور دودھ نہ دے سکتی تو تم بھی اسکے ساتھ مل کر رونے لگتے ۔ عمرو فوراً ڈھیلا پڑ گیا بولا محمدؓ! میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ یہ بات عمرؓ سے نہ کہنا ۔ مجالس میں ایمانداری ضروری ہے ۔ ایک مرتبہ بال خوب سیاہ کر کے بن سنور کر عمرؓ رضؓ کے سامنے آئے تو وہ حیران ہو کر بولے ۔ ارے یہ کیا ؟ کیا تمہیں جتلاتے کو ابھی جوانوں کا دم خم ہے کوئی مشکل ہو تو مجھے سونپ دیں ۔

عمرؓ فاروق رضؓ کی شہادت پر شوریٰ کی کاروائی کے وقت مدینہ میں موجود تھے ۔ ابو سفیان صخر بن حرب کو پریشان دیکھ کر وجہ پوچھی تو اس نے کہا اگر عثمان رضؓ کی بجائے علی رضؓ منتخب ہو گئے تو ہماری چوہدراہٹ ختم سمجھو ۔ کہنے لگے یہ معاملہ مجھ پر چھوڑ دو ۔ پھر عبدالرحمٰن بن عوف سے ملے ۔ شیخین (ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ) کے کردار کی تعریف کر کے کہا ۔ جسے بھی امیر بناؤ شیخین کے نقش قدم پر چلتے رہنے کا پابند ضرور کرنا ۔ عبدالرحمٰن بولے تمہارا مشورہ صائب ہے ۔ پھر عثمان کے گوشگذار کیا کہ شیخین کی سنت کی پابندی کا حلف لینے میں عین سعادت ہے ۔ پھر علی رضؓ سے ملے اور تقلید کی خامی اور اجتہاد کی اہمیت پر گفتگو کی ۔ علی رضؓ نے صاد کیا کہ واقعی اگر یہ بدعت جاری ہو گئی تو مستقبل میں فتنوں کا خوف ہے

عبدالرحمٰن نے علی المرتضیٰ رضؓ کو پہلے دعوت دی کہ سنتِ اللہ، سنتِ رسول اور سنتِ شیخین پر بیعت کریں ۔ تو آپ نے فرمایا ۔ میں سنتِ اللہ و سنتِ رسول اللہ پر بیعت کو تیار ہوں باقی امور میں اپنی صوابدید سے کام لوں گا ۔ اس پر مجمع حیران ہو گیا اور یہ گمان عام ہوا کہ شاید علی المرتضیٰ شیخین سے ناخوش تھے حالانکہ ان کا فرمان ہے کہ میں ان کا وزیر تھا ۔

عبدالرحمٰن نے آپ کا ہاتھ جھٹک دیا اور عثمان رضؓ کو بلایا تو انہوں نے سنتِ اللہ و سنتِ رسول اللہؐ صلعم اور سنتِ شیخین پر بیعت کرلی۔ بحثیت امیرالمومنین جب امام الائمہ عثمان ذوالنورین رضؓ (نورِ نبوت اور نورِ ولایت سے منور) منبر پر خطبہ کیلئے چڑھے تو پہلے زینہ پر ذرا رُکے پھر دوسرے پر بھی ذرا رُکے پھر تیسرے پر آنحضورؐ کے مقام پر کھڑے ہوئے۔ فرمایا اگر پہلے پر کھڑا ہوتا تو تم عمرؓ کی برابری کا اور دوسرے پر ابوبکرؓ کے مساوی بننے کا گمان کرتے۔ اسلئے آنحضورؐ کی سنت اختیار کی ہے تاکہ کوئی اعتراض نہ رہے۔ پھر مجمع پر ایک نگاہ ڈالی اور وجد طاری کردیا۔ فرمایا آپ لوگوں کو قول بیان کرنے والے کی بجائے کچھ کر دکھانے والے امام کی ضرورت ہے۔

عثمان ذوالنورین رضؓ کے شروع دور میں اسقدر فتوحات ہوئیں اور غنیمت آئی کہ لوگ عمر رضؓ کو بھول گئے۔ مصر میں وصولیٔ خراج کیلئے اپنے ماں جائے بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو بھیجدیا تو عمرو رضؓ نے برا منایا۔ عثمان رضؓ کو اُسے ہٹانے کو لکھتے رہے جب شنوائی نہ ہوئی تو مستعفی ہو گئے اور مدینہ چلے آئے۔ عثمان غنی رضؓ سے سامنا ہوا تو انہوں نے سلام دعا کے بعد ان کے لبادے کیطرف اشارہ کیا جو رُوئی سے بھرا تھا۔ پوچھا اس میں کیا ہے؟ (روئی یا اون) بولے عمرو بن العاص۔ فرمایا مجھے معلوم ہے مگر عبداللہ کو کس حال پر چھوڑا۔ کہا جس حال میں تم نے اُسے پسند کیا۔ پوچھا اسکا مطلب کیا ہے؟ کہا اپنے نفس کیلئے قوی خدا کیلئے ضعیف۔ فرمایا میں نے تو اُسے تمہاری تقلید کا حکم دیا تھا۔ بولے آپ نے اسکی ہمت و طاقت سے زیادہ اسپر بوجھ ڈال دیا جب خراج کی رقم پہلے سے زیادہ آئی تو عثمان غنی رضؓ نے عمرو کو جتلایا کہ اے عمرو! اونٹنی نے دُودھ زیادہ دیا ہے۔ بولے۔ مگر بچے بھوکے رہ جائیں گے۔

عمرو رضؓ کی واپسی کے بعد رومیوں نے اسکندریہ پہ دوبارہ قبضہ کرلیا۔ عثمان غنی رضؓ کے حکم پر گئے اور چند روز میں رومیوں کو بھگا کر واپس آ گئے مگر بطورِ عامل مصر و سالارِ اعلیٰ رہنا پسند نہ کیا کہ عامل مستقل کوئی اور ہو۔ بولے گائے کے سینگ میں پکڑوں اور دودھ کوئی اور دوہے۔

جب عثمان غنی رضؓ کے خلاف بغاوت ہوئی اور فتنہ گر اُٹھ کھڑے ہوئے تو ان سے کہا کہ آپ شیخین کی طرح نرمی کی جگہ سختی برتیں۔ عثمان ذوالنورین رضؓ کی شہادت کے وقت فلسطین میں تھے۔ علی المرتضیٰ رضؓ اور امیر معاویہ رضؓ کے تنازعہ کے وقت اپنے دونوں بیٹوں عبداللہ رضؓ اور محمد رضؓ سے مشورہ طلب کیا۔ عبداللہ بہت عالم زاہد اور متقی تھا۔ وہ بولا اسلام میں جو شان اللہ اور رسول صلعم کے نزدیک علی المرتضیٰ کی ہے اسکا موازنہ معاویہ سے نہیں ہو سکتا۔ جس نے آنحضورؐ کی بہت تھوڑی

صحبت پائی ہے ۔ محمدؓ باپ کی طرح سپاہی اور سیاستدان تھا ۔ بولا علی میں عجب ہے کہ دوسروں کی رائے کو اہمیت نہیں دیتا اپنی ہی منواتا ہے ۔ اے والدِ مکرم تو سینگ بن دُم نہ بن ۔ معاویہؓ کے ساتھ مصر کا طے کر لے وہ شکر گذاری کے ساتھ مان لے گا ۔

عمروؓ نے اسی پر عمل کیا اپنے لئے مصر اور عبداللہ کیلئے عراق اور محمد کیلئے یمن کی حکومت کی بات پکی کر لی ۔ اُسے نصیحت کی کہ نیک آدمی اسوقت حملہ کرتا ہے جب بھوکا ہوتا ہے اور کمینہ اُس وقت حملہ آور ہوتا ہے جب اسکا پیٹ بھرا ہوا ہو ۔ اس لئے نیکوں کی بھوک دُور کر اور کمینوں کا مال قابو کر ۔

جنگِ صفین میں جب معاویہؓ کے لشکر میں انتشار پیدا ہو گیا تو اُس نے عمروؓ کو بلایا اور جنگی چال پوچھی ۔ عمروؓ نے کہا ۔ قاعدہ یہی ہے کہ مقابل کے سردار کو للکارا جائے کہ آجا آپس میں فیصلہ کر لیں اور مخلوق کو فارغ کریں ۔ معاویہؓ بولے تجھے اچھی طرح علم ہے کہ علیؓ جنگ میں بہت پھرتیلا ہے پھر کیا مجھے مروانے کا ارادہ ہے ؟ عمروؓ نے کہا پھر قرآن بلند کر دو اُن کی تلواریں نیاموں میں ہونگی ۔

یہ چال بہت کامیاب رہی ۔ علی المرتضےٰ نے اپنے سالاروں کو بہت سمجھایا کہ یہ ایک قرآن ان کو اس لئے یاد آیا ہے کہ بھگدڑ پڑ گئی ہے ۔ ذرا جمے رہو ابھی فیصلہ ہونے والا ہے ۔ مگر وہ بولے ہم قرآن سے نہیں لڑ سکتے ۔ معاویہؓ نے اپنی طرف سے عمروؓ کو ثالث بنایا اور علی المرتضےٰ کے ٹولے نے آپکو مجبور کیا کہ ابنِ عباسؓ کی بجائے ابو موسےٰ اشعریؓ جیسے بھولے بھالے کو ثالث بنائیں ۔

عمروؓ نے ملاقات ہوتے ہی ابو موسےٰؓ کو منوا لیا کہ عثمانؓ مظلوم شہید ہوئے اسلئے ان کے قصاص کا معاویہؓ کو حق ہے کہ علی سے قاتلوں کو طلب کرے ۔ جیسا کہ خود علیؓ نے عثمانؓ سے عبیداللہ بن عمرؓ کے خلاف کاروائی کرنے کو ترجیحاً کہا تھا ۔

معاویہؓ اس مطالبہ کے پورا ہونے پر علیؓ کی بیعت پر رضامندی کا اظہار کر چکا تھا اُسے خلافت حاصل کرنے کا گمان بھی نہ تھا ۔ وہ تو نو مسلم تھا ۔ اور جلیل القدر اصحاب موجود تھے ۔ مگر عمروؓ نے ابو موسےٰ سے ایسے پیرایہ میں گفتگو کی کہ ان کو اسی میں خیر نظر آئی کہ ملتِ اسلامیہ اپنی آزاد رائے سے خلیفہ منتخب کرے اور دونوں کو معطل کر دیا جائے مگر نہ تو عمرو سے اپنی رائے سے متفق ہونے کی سند حاصل کی نہ تحریر کی ۔

اسکے ظاہری آداب سے دھوکہ کھا کر علی المرتضےٰ کی علیحدگی کا اعلان کر دیا ۔ عمروؓ نے فائدہ اٹھایا معاویہؓ کو نہ صرف بحال امیرِ شام کر دیا بلکہ امیر المؤمنین بنا دیا ۔ علیؓ کے شیعوں میں باہمی سر پھٹول

شروع ہو گئی جو آج تک جاری ہے۔ علوی خود کو تسلی دے لیتے ہیں کہ ہمارے خاندان میں نبوت ہے اس لئے حکومت نہیں۔ حالانکہ جب بھی موقع بنتا ہے حصولِ حکومت کیلئے سب کچھ داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ بنی اُمیہ کا یہ حال ہے کہ حکومت کو دین پہ مقدم رکھا تو آج بھی یورپ کے سبھی شاہی خانوادے انہی کے خون سے ہیں۔

جنگِ صفین میں ۹۱ سالہ عمار بن یاسر بھی شریک ہوتے (یہ حسنؑ کیساتھ کوفہ گئے تو بنو معدیکرب کے مسروق ہمدانی نے پوچھا اے ابو الیقظان! تم لوگوں نے عثمانؓ کو کس بنا پر مار ڈالا؟ عمارؓ بولے۔ اپنا بے عزتی اور عار پر۔ مسروق نے کہا کاش تم صبر کرتے تو بہتر ہوتا تم نے اپنی سزا سے زیادہ انتقام لیا)۔ ابن الغاویہ نے عمارؓ کے نیزہ مارا اور دوسرے شامی نے سر تن سے جدا کر دیا۔ معاویہ کے پاس جاکر دونوں اس کارنامہ کو اپنی طرف منسوب کرنے لگے تو پاس بیٹھے عمرو بن العاصؓ بولے یہ دونوں جہنم کیلئے جھگڑ رہے ہیں۔ امیر معاویہؓ نے برہم ہوکر کہا۔ عمرو! تمہاری کیا حالت ہے؟ جو لوگ ہم پر جان نثاری کریں انکو ایسا کہتے ہو۔ عمرو نے کہا ہاں ایسا ہی ہے کاش آج سے ۲۰ سال پہلے مجھے موت آگئی ہوتی۔ معاویہؓ نے عمرو کی پریشانی دور کرنے کیلئے کہا عمارؓ کے قاتل ہم نہیں بلکہ وہ جماعت ہے جو اُن کو میدانِ جنگ میں لائی۔ علی المرتضیٰ کو جب یہ قول پہنچا تو فرمایا "اس طرح وہ حمزہ کا قتل اپنے گھرانے کی بجائے آنحضورؐ کے ذمہ لگاتا ہے۔"

زیاد ابنِ سمیہ اور عبیداللہ ابنِ زیاد۔

عرب کے مشہور طبیب الحرث بن کلاہ بن عمرو بن العلاج ثقفی کی کنیز سمیہ زندہ رود کی ایرانی لڑکی تھی جسے کسریٰ ایران نے شاہ یمن ابی الخیر کو ہبہ کر دیا تھا وہ بیمار ہُوا تو طائف میں حکیم حارث سے علاج کروایا۔ شفایاب ہونے پر سمیہ تحفتہً حکیم کو دیدی۔ حکیم لاولد عقیم تھا۔ اُسکے غلام مرزح سے دو لڑکے نافع اور نفیح ابو بکرہ پیدا ہوئے۔ زیاد کے بارے میں یہ بھی روایت ہے کہ وہ حکیم

صحیح تدبر کا تقاضہ ہے کہ حقائق خواہ کتنے ہی ناخوشگوار کیوں نہ ہوں ان سے چشم پوشی نہ کی جائے۔ حصولِ مقصد کا عملی طریقہ یہ نہیں کہ جس صورتِ حال کا وجود ہی نہیں اُسے خوامخواہ موجود فرض کر لیا جائے بلکہ یہ کہ حقائق جس انداز میں ہیں انکو تسلیم کرتے ہوئے ان سے حتے الوسع بہترین استفادہ کیا جائے۔ جہاں نیتوں کو شبہ کی نگاہ سے دیکھا جاتے اور دلوں میں یہ آرزوئیں چھپی ہوئی ہوں کہ کسی نہ کسی طرح فریقِ مقابل پر غلبہ حاصل کیا جائے وہاں جماعت نہیں رہتی۔

حارث کی بیوی صفیہ بنت عبیدہ کے غلام کا بیٹا تھا۔ صفیہ کے بھائی سعد کو امیر معاویہؓ نے راضی کر لیا کہ ابنا بھائی بنالے مگر حکیم کے بھتیجے یونس نے کہا " آنحضورؐ نے فرمایا لڑکا صاحب فراش کا اور زانی کے لئے سنگسار۔ مگر اے معاویہ! تو نے زانی کو لڑکا اور صاحب فراش کو پتھر دیئے۔

ے اتغضب ان یقال ابوک عف وترضیٰ ان یقال ابوک زانی

تمہارے باپ کو پاکباز کہا جائے تو غضبناک ہوتے ہو اور اگر زانی کہا جائے تو بہت خوش ہوتے ہو۔

(کتاب المعارف میں ہے کہ زیاد کی والدہ اسما بنت اعور بنو جشم بن سعد بن بکر سے تھی۔ جو زیادہ معقول ہے کیونکہ علی المرتضےٰ نے زیاد کو سید کہہ کر خطاب فرمایا تھا۔)

بلاذری نے فتوح البلدان میں لکھا ہے۔ عتبہ بن غزوان مازنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں اُزدہ بنت حکیم حارث بن کلدہ ثقفیہ تھی۔ جب عمرؓ فاروق رضؓ نے عُتبہ کو عامل بصرہ مقرر کیا تو نافع، نفیع ابوبکرہ اور زیاد ان کے ساتھ گئے۔ اُزدہ لوگوں کو جہاد پر جوش دلاتی تھی۔

غنیمت کی تقسیم عُتبہ نے زیاد کے سپرد کی۔ یہ گھونگریالے بالوں والا نوعمر تعلیم یافتہ نوجوان تھا۔ عتبہ نے جب اُبلہ فتح کیا تو عربوں نے وہاں میدے کے سفید کاک پکے ہوئے دیکھے اور ایکدوسرے سے بولے یہ تو وہی روٹی ہے جسکے بارے میں مشہور ہے کہ اسکے کھانے والا موٹا ہو جاتا ہے۔ پھر کچھ کاک کھاکر اپنے بازوؤں کو دیکھتے اور کہتے " واللہ! ہم نے تو کچھ بھی موٹاپا نہیں دیکھا۔" المیٹری کو سبز رنگ کی جیب والی قمیض مل گئی۔ تو وہ اُسے نماز جمعہ کیلئے ٹھاٹ سے پہن کر جایا کرتا۔

جب ابوموسیٰ اشعری نے اُسے منشی رکھ لیا تو صدقات کا حساب دینے عمرؓ فاروق کے پاس بھیجا اس نے بڑی تفصیل سے حسابات پیش کئے۔ فصاحت و بلاغت سے کام لیا۔ علی المرتضےٰ عمرو بن العاص اور ابوسفیان صخر بن حرب جو پاس بیٹھے تھے اچھی طرح متاثر ہوئے۔ عمرو نے کہا اگر یہ نوجوان قریش کا بیٹا ہوتا تو سارے عرب کو ایک لاٹھی سے ہانکتا۔ ابوسفیان نے کہا مجھے اس کی ولدیت کا فخر ہے۔ علی بولے خاموش ہی رہو اگر عمرؓ نے سُن پایا تو ابھی آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائیگا حسابات لینے کے بعد عمرؓ فاروق رضؓ نے زیاد کو کہا تمہارے حسابات بالکل صحیح ہیں مگر تم ملازمت سے فارغ ہو۔ پوچھا قصور؟ فرمایا تمہاری ذہانت سے مسلمانوں کے مصائب کا ڈر ہے۔

جنگ جمل میں زیاد گھر کے اندر رہا تو جاریہ بن قدامہ سعدی یمنی کے مشورہ پر علی المرتضےٰ خود اسکے گھر گئے۔ بولا بخار کی شدت کے باعث حاضری سے قاصر رہا۔ آپ نے اُسے عامل فارس بنا

دیا۔ اسنے تہائت عمدگی سے وہاں کا انتظام کیا اور بالکل امن و امان قائم کردیا۔ علی المرتضٰی کی شہادت کے بعد مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی نے امیر معاویہؓ کو مشورہ دیا کہ زیاد کو اپنا بھائی تسلیم کرلو۔ اسی طرح دونوں میں صلح ہوگئی۔ ایک روز بنی اُمیہ کی مجلس میں زیاد اپنی کارگذاریوں اور خدمات و انتظامات کی ڈینگیں مار رہا تھا کہ یزید کو ناگوار گذرا بولا یہ تم پر ہمارا احسان کم ہے کہ امیہ جیسا باپ دیا اس پر زیاد چپ ہوگیا۔

اہل بصرہ امیر معاویہؓ کو ناپسند کرتے تھے۔ اس لئے معاویہؓ نے زیاد کو عامل بصرہ بنا کر بھیجا۔ تاکہ مخالفوں کی خوب خبر لے۔ زیاد نے بصرہ پہنچتے ہی اعلان کیا" میں بصرہ پر تلوار سے حکومت کرنے آیا ہوں۔ میری نگاہ میں جو بدمعاش اور مجرم آجائیگا۔ اُسے سخت سزا دوں گا۔ اس لئے آوارہ گرد اور لفنگے اس شہر کو چھوڑ دیں۔

دوسرا اعلان یہ کیا۔ عوام کو اپنے ضروری کام کاج عشاء سے پہلے کر کے فارغ ہوجانا چاہیئے اگر کوئی شخص عشاء کے بعد گلیوں بازاروں میں پھرتا پکڑا گیا تو سخت سزا پائے گا اُسی رات دو سو آدمی گرفتار ہوئے جو سب قتل کر دیئے گئے۔ بصرہ میں اوباشوں، مجرموں اور فتنہ پردازوں کا نام و نشان مٹ گیا۔ اور بصرہ عالموں، زاہدوں کا مسکن بن گیا۔

زیاد کا حکم تھا کوئی شخص گھر یا دکان کے دروازے بند نہ کرے۔ حکومت نقصان کی ذمہ دار ہے۔ مگر چوری، ڈکیتی کی کوئی واردات نہ ہوئی۔ ایسا حسنِ انتظام دیکھ کر امیر معاویہؓ نے زیاد کو خراساں کی حکومت بھی دیدی۔

زیاد کے اشارے پر ابن عمرؓ کے پاؤں پر زہر آلود تیر سے زخم لگایا گیا آپ نے بددعا کی تو زیاد کے پھوڑا نکلا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ ۵۳ھ علی المرتضٰی نے بیعت خلافت کے ساتھ ہی عاملین عثمان ذوالنورینؓ کی جگہ اپنے چچا عباسؓ کے سب بیٹوں اور اپنے پروردہ محمد بن ابی بکر کو صوبجات کے عامل بنایا تو آپ کا دستِ راست مالک بن اشتر نخعی چلا اُٹھا اگر یہی ہونا تھا تو ہم نے ناحق اُس بزرگ شیخ کی جان لے لی۔ آپ کے سمجھانے بجھانے پر وہ چپ ہوگیا مگر اعراب کے دلوں میں گرہ بیٹھ گئی۔ پھر جنگِ جمل، جنگِ صفین اور جنگِ نہروان میں ہر قبیلہ اپنے ہی بھائیوں کے ہاتھوں قتل ہوا تو آپ کی عظمت و فضیلت کا سایہ اُٹھ گیا۔ امیر معاویہؓ نے لوگوں کی بددلی کا پورا فائدہ اٹھایا تحمل و بُردباری کے علاوہ مال دینے میں دریا دلی سے کام لے کر مخالفوں کو بھی اپنا بنا لیا اور یہ نئی پود تھی

جو صحابہ رضی سے قدرے مختلف تھی۔

ہر حکمران کو اپنے پیشرو سے اختلاف کی صورت میں متضاد پالیسی اپنانے میں بڑی احتیاط اور زبردست اقدامات کرنے پڑتے ہیں۔ اگر اسکے پاس مخلص و متحرک ٹیم نہ ہو تو صبر سے کام لینا پڑتا ہے غلط کارکنوں کو چھانٹ کر قابل جوہر کو آگے لانے کیلئے کافی وقت درکار ہوتا ہے۔ تیزی اور عجلت برعکس نتائج پیدا کرتی ہے۔

زیاد بڑا زیرک تھا مگر علی المرتضیٰ کو اُسے ہمیشہ متنبہ کرنا پڑا کہ معاویہ کے جھانسے میں نہ آئے اور محتاط رہے۔ آپ نے اسکو گمنامی سے نکال کر عامل فارس بنایا مگر اُسی کے بیٹے عبیداللہ نے آپکے ہمارے کُنبے کو معاویہ رضی کے بیٹے یزید کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ذبح کرنے میں ذرا بھی حیا و شرم نہ دکھائی۔ شارح اسلام کے کُنبے کے ساتھ اسقدر وحشیانہ سلوک، عثمان ذوالنورین رضی کی شہادت کے بعد دُوسرا بڑا واقعہ ہے جسنے مسلمانوں کو مغضوب قوموں کی صف میں لا کھڑا کیا جن پر اللہ کا حکم (جو یہود کیلئے تھا) نافذ ہو گیا۔

فَاقْتُلُوٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ (۲ : ۵۴) اور وَلَا تَقْتُلُوٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا (۴ : ۲۹) کا حکم ہمارے حق میں نہ رہا جس کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔

ابو عبید ثقفی اور مختار بن ابو عبید ابن مسعود ؓ۔

نہ سُنیئے اگر تو ہے غیروں کا قصہ
اگر دل سے سُنیئے تو اپنی کہانی

ابا بکر صدیق اکبر رضی خلیفۃ الرسول صلعم نے اپنے آخری دنوں میں قحطانیوں کو پیغام بھیجا تھا۔ "اللہ نے مومنوں پر جہاد فرض کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ تنگی ہو خواہ فراخی، سامان جنگ کی کمی ہو یا افراط انہیں ہر حال میں دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔"

اس پر ذوالکلاع حمیری، قیس بن ہبیرہ مرادی (بنو مذحج) جندب بن عمرو دوسی (ازد) اور حابس بن سعد (طائی) قبیلوں کے نوجوانوں کو لے کر مدینہ پہنچ گئے۔ آپ رضی بستر مرگ پر تھے۔ کہ بنو تمیم کے سردار قیس بن عاصم منقری نے مثنیٰ ابن حارثہ شیبانی کو پیش کر کے تعارفاً کہا۔ یہ صاحب گمنام، مجہول النسب اور فریب کار نہیں بلکہ اعلیٰ حسب و نسب اور عزت و شہرت کے مالک ہیں"

اس پر آپ نے مثنیٰ کی طرف رُخ پھیرا تو مثنیٰ بولے " اے امیرالمومنین! جو قبائلِ عرب دجلہ اور فرات کے ڈیلٹائی علاقے میں آباد ہیں وہ وہاں کے مقامی باشندوں کے ہاتھوں سخت مصیبت میں مبتلا ہیں ۔ عرب زیادہ تر کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں ۔ جب فصل پک کر تیار ہو جاتی ہے ۔ تو ایرانی زمیندار آتے ہیں ۔ اور سارا غلہ سمیٹ کر لے جاتے ہیں ۔ لیکن وہ غریب مزارع جنہوں نے رات دن سخت محنت و مشقت برداشت کرتے ہوئے خون پسینہ ایک کر کے فصل تیار کی تھی بالکل محروم رہ جاتے ہیں اور ان کے حصے میں چند ٹکوں کے سوا کچھ نہیں آتا ۔ جو زمینوں کے مالک از راہ ترحم بخشش کے طور پر انہیں دے جاتے ہیں ۔ اس ذلیل برتاؤ کے باعث عربوں کے دل ایرانی امرا اور زمینداروں کے خلاف نفرت سے بھرے ہوئے ہیں ۔

یہ سن کر آپ نے عمر فاروق کو تاکید فرمائی کہ مثنیٰ کی فوراً مدد کی جائے ۔ عمر رضؓ نے آپ کی تجہیز و تکفین کے بعد اعراب کو مثنیٰ کی امداد پر جانے کی اپیل کی تو قحطانیوں نے کہا ۔ ہمیں رومیوں کے خلاف بھیج دیجئے ۔ شام میں ہمارے بھائی بند آباد ہیں ۔ ہمارے لئے وہی محاذ بہتر ہے ۔ جریر رضؓ بن عبداللہ بجلی نے اپنے قبیلہ کے سات سو افراد کے ساتھ شام میں مستقلاً آباد ہونے کی اجازت طلب کی ۔ کیونکہ وہاں ہمارا قبیلہ پہلے سے آباد ہے ۔

آپ رضؓ نے جریر رضؓ کو کہا تم لوگ شام میں آباد ہو کر کیا کرو گے ۔؟ اللہ نے اسکی شان و شوکت کم کر دی ہے ہاں البتہ عراق چلے جاؤ ۔ اہل عراق اور اس قوم سے جہاد کرو جو زندگی کی تمام راہوں پر خود قابض ہو کر بیٹھ گئے ہیں ۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ تم لوگوں کی انصاف پسندی سے عراق کے اسباب معیشت میں تم لوگوں کو بھی اسکا شریک بنا دے ۔ اور تم بھی ان کے ساتھ ساتھ زندگی بسر کر سکو ۔"

جریر غنیمت کے خمس میں سے چوتھائی کے عوض مثنیٰ کی امداد پر راضی ہو گیا ۔ جو آپ نے بویب میں اسکو دے دیا ۔ ابو عبیدہ رضؓ ثقفی نے سب سے پہلے عمر فاروق رضؓ کی دعوتِ جہاد پر لبیک کہا تھا ۔ اُسے سالارِ اعلیٰ بنا دیا گیا ۔ شام کے محاذ کے سالارِ اعلیٰ ابو عبیدہ بن الجراح کو عمر فاروق رضؓ نے لکھا ۔ " مفتوحہ علاقوں کی زیر کاشت اراضیات کو آپس میں بانٹ لینے یا مشترکہ دولت قرار دینے کی بجائے انہی کسانوں کو لوٹا دو اور جزیہ لگا دو ۔ انہیں غلام بنانے سے باز رہو کوئی مسلمان ان پر ظلم نہ کرے ۔"

ایرانی گورنر رستم نے ابو عبیدہ رضؓ ثقفی کے مقابلہ کیلئے جابان کو بھیجا ۔ ابو عبیدہ نے اسکے لشکر کو شکست فاش دے کر جابان کو گرفتار کر کے مدینے بھیجنا چاہا ۔ اُسنے کہا پہلے پانی پلواؤ پھر پانی کا پیالہ ہاتھ میں لے کر بولا

اسکے پینے تک امن دو۔ عمر نے فرمایا تجھے امن ہے اُسنے پیالہ گرا دیا۔ عمرؓ نے اسکی عقلمندی و دانائی سے امن حاصل کرنے کے بعد پوچھا۔ تم ایرانی عربوں پر بہت قوی تھے اب کیا ہو گیا کہ ذرا بھی نہ ڈٹے۔

اس نے کہا پہلے کی بات اور ہے ہم منظم و کثرت والے تھے اور تم منتشر۔ اب تم جماعت ہو اور تمہارے ساتھ خدا ابھی جسکا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ جابان کی شکست کے بعد معرکہ جسر (پل) پر نرسی مقابل آیا تو ابوعبید نے اسکو بھی شکست دی۔ پھر بہمن جادو یہ ایک لشکر جرار کیساتھ مقابل آیا۔ اسنے کہلا بھیجا۔ تم ادھر آتے ہو یا ہیں پار اُتروں۔ مثنیٰ کے منع کرنیکے باوجود ابوعبید پار چلے گئے ان کا جوش جہاد ہوش پر غالب آگیا۔ جب عربی گھوڑوں اور اونٹوں نے ہاتھی دیکھے تو بدک گئے۔ خود ابوعبید گھوڑے سے گر کر ہاتھی کے نیچے کچلے گئے عبداللہ ثقفی نے پل توڑ دیا تو بہت نقصان جان ہوا۔ عمر کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے فوراً کمک بھیجی۔ مثنیٰ نے بھی قبائل سے کافی بھرتی کر لی۔ رستم نے مثنیٰ کے مقابل مہران کو بھیجا مثنیٰ نے اُسے پار آنے کی دعوت دی۔ جب ایرانی پل پار کر آئے تو عربوں نے انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا۔ مثنیٰ نے پل کاٹ دیا تو ایرانی دریا میں کودنے لگے اور ڈوبتے گئے باقی تہہ تیغ ہوئے اس طرح ابوعبید ثقفی کا بدلہ چکا دیا۔

رُستم بہت زیرک سیاستدان تھا۔ وہ عربوں کے نئے ولولے اور جذبہ شہادت سے متاثر ہو کر جنگ کی بجائے حیلہ سے کام لینا چاہتا تھا۔ مگر ایرانی دربار پرانی ڈگر پر قائم تھا۔ وہ عربوں کو کچل دینے کی سکیمیں بناتے رہتے۔ عمرؓ بھی عرب آبادیوں سے آگے بڑھنا نہ چاہتے تھے۔ مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ آخر محرم ۱۴ھ میں جنگ قادسیہ لڑی گئی۔ جس میں رستم کی ایک لاکھ بیس ہزار فوج اور بیشمار ہاتھی میمنہ میں تھے۔ مگر عرب یلغار کے سامنے سب فنا ہو گئے۔ پھر مدائن سے یزدجرد بھی بھاگ گیا۔ عوام الناس نے نوشیرواں کے بعد عمر فاروق رضؓ کے عدل سے نئی زندگی پائی۔ خوشحالی لوٹ آئی اور امن قائم ہو گیا۔

سعد بن مسعود ثقفی برادر ابوعبید کو مدائن کا عامل مقرر کیا گیا۔ امیر المومنین علی المرتضیٰ نے اسکی تعریف میں لکھا۔ "امابعد! تم نے مسلمانوں کیلئے خراج کی رقم میں کافی اضافہ کیا اور ایک پاکباز متقی کیطرح اپنے رب کے فرمانبردار اور اپنے خلیفہ کے خیر خواہ رہے۔ تمہارا کام قابل تعریف ہے۔ تمہارے اخلاق سے میں خوش ہوں۔ تم نے اپنی معقولیت ثابت کر دی۔ خدا تم پر عنایت کی نظر رکھے۔ والسلام"

ابو عبید کی بیٹی صفیہ زوجہ عبداللہ بن عمرؓ فاروق اور بیٹا مختار بن ابو عبید بن مسعود اپنے چچا کے پاس زیرِ تربیت تھا۔ جب کوفیوں نے امام حسنؑ کو زخمی کر دیا تو آپؑ خلافت سے دستبردار ہو کر سعد کے پاس مدائن تشریف لے گئے۔ مختار نے آپ کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ آنحضورؐ کے گھرانے سے اُسکی محبت کا باعث امام حسن کی توجہ و تعلیم تھی۔

جب واقعہ کربلا کی قیامت گذری تو مختار نے کوفہ آ کر لوگوں کو لعنت ملامت کی سرداروں کو غیرت دلائی۔ آخر یہ بہادر جرار مجاہد ابن مجاہد عوام میں حسینؑ کے انتقام کی شمع روشن کر کے کوفہ پر قابض ہو گیا۔ اللہ فرماتا ہے۔ قصاص میں تمہاری زندگی ہے۔ عمرو بن سعد کے دو بیٹوں کو اس کے سامنے ذبح کیا کہ یہ علی اصغر کا قصاص ہے۔ عمرو بن الحجاج زبیدی بھاگ نکلا تو اُس کا پیچھا کر کے پکڑ لیا اور سر اُڑا دیا۔ شمر ذوالجوشن کو بھی بھاگتے ہوئے پکڑ لیا اور قتل کر کے اُس کی لاش کو بھوکے کتوں کے آگے ڈال دیا کہ یہی وہ شقی القلب تھا جس نے امام حسینؑ کی تینوں شرائط پہ ہونے والی صلح کو سبوتاژ کیا تھا (حالانکہ اُسکے چار خالزاد حسینی جماعت میں تھے۔ جو ابنائے علی المرتضیٰ عباس، عثمان، جعفر، عبداللہ آپ کرم کی زوجہ محترمہ اُم البنین بنت حزام بن خالد بن جعفر کلابیہ کے بطن سے تھے۔ جن کے ماموں زاد بھائی عبداللہ بن ابی محل بن حزام نے ابنِ زیاد سے امان طلب کی تھی۔ مگر چاروں نے شہادت کو لبیک کہا۔ ابوالکلام آزاد اور ابوالنصر مصری نے اُم البنین رض کو شمر کی پھوپھی لکھا ہے۔ حالانکہ وہ تمیمی تھا۔ عبداللہ کا دوست ہونے کی بنا پر اُس نے بھتیجے کہہ کر پکارا تھا۔)

جب ابنِ زیاد کے لشکری گرفتار ہو کر مختار کے پیش ہوتے تو وہ خانوادۂ نبوی کے مصائب کو یاد کر کے قاتلین کے ساتھ انتہائی سختی سے پیش آتا۔ انہیں اذیت ناک سزائیں دیتا۔ پہلے ہاتھ پاؤں کٹواتا پھر سسک سسک کر مرنے کو چھوڑ دیتا۔ بعض کو زندہ آگ میں جلایا۔ موسیٰ بن یزید جس نے امام کا سر کاٹنا چاہا تھا جب پیش کیا گیا تو اُس کا سر کاٹ کر لاش جلا دی۔

قاتلین حسین کو چُن چُن کر پکڑا اور ایک ہی دن میں ۲۴ آدمی قتل کئے۔ جو ابنِ زیاد کے سپاہی تھے (اسی لئے قرآن میں تاکید آئی ہے کسی قوم سے عداوت تمہیں زیادتی کرنے والا نہ بنا دے۔ سزا عمل کے برابر ہونی چاہیئے۔ اگر قابو پاؤ تو درگذر کا سکو پھر اور بھی بہتر ہے)

مختار نے شرجیل کو تین ہزار سپاہ کے ساتھ عبدالملک اموی کے خلاف بھیجا مگر امیر حجاز عبداللہ بن زبیر رض کے فرستادہ عباس بن سہل نے شرجیل پر راستے میں ہی حملہ کر دیا۔ مختار نے کوفہ کے

۱۷ سرداروں کو ابنِ زبیرؓ کی خدمت میں مصالحت کیلئے بھیجا مگر ابنِ زبیرؓ نے ان کو قید میں ڈال دیا۔ جب وفد کی مصیبت کا حال مختار کو پہنچا تو اُس نے ۹۵۰ جنگجو گوریلے بھیج دیئے جو ڈیڑھ سو سواروں کے دستوں کی شکل میں مکہ پہنچے۔ پہلے دستے کے سواروں نے اپنے سالار ابو عبداللہ الجدولی کی قیادت میں چھاپہ مار کر مقید سرداروں کو رہا کرا لیا۔ اور چاہِ زمزم پر ڈیرے ڈال دیئے۔ امام زین العابدینؒ نے درمیان پڑ کر خون ریزی نہ ہونے دی۔ اور مختار کو سمجھانے کیلئے کوفیوں کے ہمراہ کوفہ تشریف لے گئے۔

شامی سردار حصین بن نمیر سکونی نے یزید کے حکم سے مکہ پر چڑھائی کر کے حرمِ کعبہ پر سنگباری سے بہت تباہی مچائی تھی۔ مگر جب اُسے اطلاع پہنچی کہ یزید مر گیا تو وہ ابنِ زبیرؓ سے ملا انہیں مشورہ دیا کہ عام معافی کا اعلان کر دیں اور میرے ہمراہ دمشق چلیں تاکہ تمام امرأ بنو اُمیہ کی بیعت کرا دوں مگر ابنِ زبیرؓ نہ مانے تو اُس نے کہا میں نے تو آپؓ کو دانشور سمجھا تھا۔ پھر مایوس ہو کر کوفہ چلا گیا تو مختار کے ہتھے چڑھ گیا اُس نے فوراً قتل کرا دیا۔

مختار نے عبیداللہ ابنِ زیاد کی بیخ کنی کیلئے ابراہیم بن الاشتر کی ماتحتی میں ایک بنو قیس کا لشکر بھیجا۔ جس نے پہلے حملہ ہی میں اُس موذی کو جہنم واصل کر دیا۔ شرجیل بن ذی الکلاع بھی مارا گیا ابراہیم نے اُنکے سر اُتار کر مختار کو بھیج دیئے۔ جنہیں دیکھ کر مختار بہت خوش ہوا۔ ان سروں کو وہیں رکھا گیا جہاں امام اور اُنکے ساتھیوں کے سر رکھے گئے تھے۔ کوفیوں نے مختار کی سختی سے تنگ آ کر مصعبؓ بن زبیرؓ والئ بصرہ کو دعوت دی جس نے عامل فارس مہلب کو طلب کر لیا۔ مصعبؓ دامادِ حسینؑ تھے۔ مختار اُن سے لڑنا نہ چاہتا تھا۔ مگر مہلب نے مصالحت کی مہلت نہ دی۔ مختار کے لشکر کو فتح حاصل ہو گئی۔ اور اسکے لشکری مصعبؓ کے کیمپ کو لوٹنے میں لگ گئے تو مختار اپنے قصر کو واپس چلا آیا۔

جب لشکریوں نے واپس آ کر مختار کو نہ پایا تو قصر کیطرف بھاگے۔ مصعبؓ کو مہلت مل گئی اُسنے اپنے لشکر کو دوبارہ منظم کیا۔ ابراہیم الاشتر کو ساتھ ملا لیا۔ کوفیوں نے شہر کے دروازے کھول دیئے تو لشکر مصعبؓ نے قصر کا گھیراؤ کر لیا۔ مختار کے ساتھ اسوقت عبیداللہ بن علی بن ابی طالب بھی تھے۔ جب مختار نے بگڑتے ہوئے حالات دیکھے تو ساتھیوں کو مصعبؓ کی امان میں چلے جانے کا مشورہ دیا۔ مگر وہ ساتھ چھوڑنے سے جھجکے تو اُن کو ہمدردانہ طور پر سمجھایا کہ اُن کے لئے اب یہی بہتر ہے۔ سائب بن ملک اشعری نے مختار کو ملامت کی تو بولا۔

”تف ہے تجھ پر! ارے احمق ابنِ زبیرؓ نے حجاز پر قبضہ کر لیا۔ عبدالملک نے شام قابو کر لیا۔

نجدہ حنفی خارجی نے یمامہ پر اقتدار حاصل کر لیا۔ میں بھی تو انکے ہم پایہ تھا۔ مگر میرا مقصد حکومت قائم کرنے کا تھا۔ میں نے جب عرب اس سے غافل ہو گیا تھا۔ اہل بیت المہار کے خون کا بدلہ لینے کو ترجیح دی۔ میرا مقصد پورا ہو گیا۔ اب اگر تیری یہ نیت نہ ہو تو اپنے زورِ بازو پر لڑ۔"

مختار نے بالوں کو تیل لگایا، خوشبو لگائی۔ کنگھی کی اور ۲۰ آدمیوں کے ساتھ قصر سے برآمد ہوا۔ بڑی بہادری سے لڑتا ہوا۔ زخمی حالت میں گر پڑا۔ تو بنو حنیفہ کے طرفہ وطراف پسران دجاجہ نے قتل کر دیا۔ (۱۴ رمضان ۶۷ھ) اہلِ قصر نے امان طلب کی مگر مصعبؓ نے سب کو قتل کر دیا۔ مختار کے ہاتھ کٹوا کر مسجد کے دروازے پر لٹکا دیئے جنہیں بعد میں حجاج نے اتروایا۔

عبد الملک کے بھائی محمد بن مروان کے لشکر کا سالار عبد الرحمٰن بن ام حکیم ثقفی تھا۔ مختار کے ساتھی زائدہ بن قدامہ ثقفی نے عبدالرحمٰن کے لشکر میں شامل ہو کر مصعبؓ کو قتل کر دیا اور مختار کا بدلہ اتار دیا۔ عبد الملک اور مصعبؓ ہم درس رہے تھے بچپن کے دوست تھے عبد الملک نے مصعبؓ کو باہم لڑائی سے باز رہنے اور خلافت کے معاملہ کو شوریٰ پر چھوڑ دینے کا عہد دیا تھا۔ کاش مصعبؓ بھی ضد چھوڑ کر مان جاتے تو اسلام کا شورائی نظام پھر بحال ہو جاتا۔ مگر مصعبؓ نے کہا کہ اب تلوار ہی فیصلہ کرے گی اور تلوار فیصلے کرتی چلی آرہی ہے۔ ابراہیم الاشتر بھی مارا گیا۔ ان کے سر بھی وہیں رکھے گئے تھے ایک بوڑھے شخص نے عبد الملک کو اسکی عبرت دلائی تو وہ بہت متاثر ہوا اور مکان گرا دیا۔

امام حسنؑ کی شہادت پر امیر معاویہؓ نے ابن عباسؓ سے تعزیت کی تو کہا "نہ تو اُن کی موت سے آپکی قبر پُر ہو گی اور نہ تمہاری زندگی میں کچھ اضافہ ہو گا۔"

ابن عمرؓ ابنِ عباسؓ اور محمد بن علی کرم اللہ وجہٗ امام حسینؑ اور اہل بیت کے مصائب سے بہت غمزدہ ہو کر حرم کعبہ میں گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ مگر والیٔ مکہ ابنِ زبیرؓ ان کو بیعت کے لئے بہت مجبور کرتے آخر زندہ جلا دینے کی دھمکی دیدی تو یہ تینوں قدوسی خاموشی سے طائف چلے گئے۔ آلِ منصور خصوصاً ثقیف کی وجہ سے امن میں ہو گئے۔ جب ابنِ عباس کا وقتِ آخر ہوا تو بسترِ مرگ کے گرد معتقدین اہلِ طائف کا ہجوم دیکھ کر فرمایا۔

"آنحضورؐ کی بشارت ہے کہ میں ایک ایسی جماعت میں دم توڑوں گا جو روئے زمین پر خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب و مشرف و مقرب ہے۔" اس لئے اگر میں تم لوگوں میں مروں تو یقیناً تم ہی وہ بہتر جماعت ہو" یہ کہہ کر دم توڑ دیا۔

محمد بن علی کرم اللہ وجہہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ ابنِ عباس کا ہی قول ہے۔" میں بنی فہر (قریش) کی عورتوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ خزرج کا طواف کر رہی ہیں۔ اور سب کی سب اعمالِ شرک میں مبتلا ہیں"
تقدیر کا انکار اس اُمت کا پہلا شرک ہے۔ میں اُس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ ایسے لوگوں کی بُری رائے یہیں تک محدود نہ رہے گی۔ بلکہ جسطرح انہوں نے خدا کو شر کی تقدیر سے معطل کر دیا ہے۔ اسی طرح خیر کی تقدیر سے بھی منکر ہو جائیں گے (مسند احمد) ابنِ عباس رضی خاشعین میں سے تھے۔

(آج کے دور میں ملکی اقتدار کو اللہ عزوجل کی تفویض کردہ امانت سمجھنے کی بجائے عوام کالانعام بل هم اضل کی صوابدید کہا جاتا ہے۔ استغفر اللہ)

فاما تسائلی عنی ابنۃ وعن لنسبی اجرك الیقینا

اے لڑکی اگر تو مجھے میرے نسب کے بارے پوچھتی تو میں تجھے ایسی خبر دیتا جو شک و شبہ سے بالا ہے۔

فانا للنبت ابی قبیس لمنصور بن یقدم الاقدمینا

ہم ابو قبیس نبت اور منصور بن یقدم جیسے مشاہیر کی اولاد ہیں۔

انکارِ وحی اور خوفِ خدا

الاخنس ابنِ وہب ثقفی مکہ میں بڑی قدر و منزلت کا مالک سربرآوردہ اور بنی زہرہ کا حلیف تھا۔ وہ اور ابوالحکم عمرو بن ہشام (ابوجہل) راتوں کو چھپ کر آنحضور کی تلاوتِ قرآن سنا کرتے تھے۔ ایک روز دونوں کا آمنا سامنا ہو گیا۔ تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ اور باہم عہد کیا کہ آئندہ نہیں سنیں گے۔

الاخنس قرآن کو کلامِ الٰہی سمجھتا تھا۔ اُسنے ابوسفیان کی رائے پوچھی تو اُس نے کہا واللہ میں نے بہت سی باتیں سنیں بعض کے معنی اور مراد تو جانتا ہوں مگر بعض کا معلوم نہیں۔ پھر اُس نے یہی سوال ابوجہل سے بھی کیا تو وہ بولا۔ ہم میں اور بنو عبد مناف میں بلحاظِ مرتبت پر مقابلہ ٹھہرا۔ انہوں نے لنگر جاری کئے تو ہم نے بھی دعوتیں کیں۔ انہوں نے لوگوں کو سواریاں دیں تو ہم نے بھی دیں۔ انہوں نے مال صدقہ کئے اور سخاوت کی تو ہم بھی پیچھے نہ رہے۔ یہاں تک کہ ساری فضیلتوں میں

ہم ایک دوسرے کے ہم پلہ رہے۔ اب انہوں نے کہنا شروع کر دیا ہے کہ ہم میں نبی پیدا ہو گیا۔ جس پر آسمان سے وحی آتی ہے۔ بھلا ہم اسکو کیسے تسلیم کر لیں۔

ولید بن مغیرہ کہا کرتا کہ مجھ جیسے سردار قریش اور ابو مسعود ثقفی جیسے سردار ثقیف کو چھوڑ کر وحی کے محمدؐ جیسے مسکین و یتیم پر آنے کی کیا تک ہے۔

سعدؓ الاسود سہمی نے آنحضورؐ سے شکائت کی کہ میری کم روئی اور بدصورتی کی بنا پر کوئی رشتہ دینے کو تیار نہیں۔ عمرو بن وہب ثقفی نومسلم بہت ترش رو اور درشت مزاج تھا۔ آپؐ نے فرمایا سعد تم جا کر اسکا دروازہ کھٹکھٹاؤ۔ عمرو نے اسے منہ نہ لگایا۔ اور دھتکار دیا۔ سعد افسردہ واپس ہوا۔ عمرو کی نوخیز حسین و جمیل دختر بڑی ذہین تھی۔ اسکے کانوں میں باپ کی تلخ باتوں اور جھڑک کی آواز پڑی تو باہر نکل کر سعد کو آواز دی۔ اے بندۂ خدا لوٹ آ۔ میں اللہ اور رسول صلعم کے فیصلہ پر راضی ہوں اور اپنے باپ سے بولی قبل اسکے کہ وحی تجھے رسوا کرے تو بر کر کے اپنی نجات کی سعی کر۔

وحی کا سن کر عمرو بھی ڈھیلا پڑ گیا۔ سعد خوشی خوشی شادی کا سامان خریدنے بازار گیا تو اسکے کان میں جہاد کی منادی کی آواز پہنچی۔ شادی کے سامان کی بجائے تلوار عمامہ نیزہ اور گھوڑا خرید کر مجاہدین کی صف میں شامل ہو گیا۔ دشمن کی صف میں گھسا جاتا تھا کہ آنحضورؐ نے ہاتھ کی سیاہی سے پہچان لیا اور آواز دی مگر وہ سن نہ پایا اور مرتبہ شہادت سے ہمکنار ہو گیا۔ آنحضورؐ نے شہید سعد کا گھوڑا اور اسلحہ وغیرہ عروس کو بھیجدیا اور اسکے گھر والوں کو کہلا بھیجا "خدا نے تمہاری لڑکیوں سے بہتر لڑکی کیساتھ سعد کی شادی کر دی ہے۔"

اہل مدینہ کے یہودیوں سے ایک شخص نے آپؐ سے پوچھا۔

"محمدؐ آپ پر کونسا فرشتہ اترتا ہے؟"

فرمایا۔ "جبرئیل"۔ بولا "تو ہم آپ کی کیسے اقتدا کریں یہ فرشتہ جب بھی آیا بنی اسرائیل کی تباہی لایا۔"

یہود کے اس خوف نے عربوں کو بھی متاثر کیا۔ پھر جنگ بدر میں قریش سرداران کی ہلاکت اور فرشتوں کی امداد نے عربوں کے فخر و غرور کو ملیا میٹ کر دیا۔ وہ آنحضورؐ اور ان کے اصحابؓ کا ادب و احترام کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اسلام کی تبلیغ پر کان دھرنا ان کی مجبوری بن گئی مگر جب آپؐ نے دنیا سے رحلت فرمائی وحی کا خوف جاتا رہا پھر سابقہ حالت پر لوٹ آئے۔ اللہ کو اپنے دین

کیلئے ان سے کام لینا تھا۔ خلیفتہ الرسول صلعم کے بروقت اقدامات اور تدبر نے کفر کے آگے پختہ دیوار کھڑی کر دی۔ عربوں کی فطری صلاحیتوں کے اجاگر ہونے کے مواقع فراہم ہو گئے۔ (سیر الصحابہؓ)

الحرؒ بن عبدالرحمٰن ثقفی:۔

الحرؒ بن عبدالرحمٰن ثقفی ہی وہ پہلا مسلمان سپہ سالار و عامل سپین تھا جس نے طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر کے بعد اندلس اور فرانس کے درمیانی سلسلۂ ہائے کوہ جبال البرانس (Pyrenees) کو ۱۸-۱۷ء میں عبور کیا اور فرانس میں داخل ہو گیا۔ اسکی کارگذاریوں کیلئے جداگانہ کتاب چاہیئے۔ اُس نے یورپ پر پے در پے حملے کئے یا دریوں کا جمع کردہ مال لوگوں کو واپس تقسیم کیا۔

حجاج بن یوسف ثقفی:۔

مثیل مسیحؑ عروہؓ بن مسعود کی پوتی فارعہ بنت ہمام مغیرہ بن شعبہ (بقول مسعودی حکیم حارث بن کلاہ) کے نکاح میں تھی۔ مغیرہ نے صبح صبح فارعہ کو خلال کرتے دیکھ کر طلاق دے دی۔ فارعہ نے وجہ پوچھی تو بولے تو ایک حریص عورت ہے کہ ناشتہ مجھ سے پہلے کر لیا اور اگر ایسی حالت میں سوئی تھی کہ دانتوں میں کچھ پھنسا رہ گیا تو گندی عورت ہے۔

فارعہ بولی۔ دونوں میں سے کوئی بات نہیں میں تو مسواک کے ریزے نکال رہی تھی۔ اسکے بعد فارعہ نے یوسف بن ابی عقیل سے نکاح کیا جس سے حجاج ۳۹ھ میں پیدا ہوا اُسکے مقعد کا نشان نہ تھا جو نشتر سے سوراخ کر کے بنایا گیا۔ قرآن حفظ کرنے کے بعد اُسنے اپنے والد کے ساتھ مدرسہ میں بچوں کو تعلیم دینی شروع کر دی۔ مگر تسکینِ طبع کیلئے دمشق جا کر روُح بن زنباع الجذامی وزیر عبدالملک بن مروان خلیفہ اموی کی پولیس گارڈ میں بھرتی ہو گیا۔ جسطرح بکریاں چرانے والے متحمل مزاج اور اونٹ چرانے والے مغرور ہو جاتے ہیں۔ بچوں کے معلم سخت مزاج بن جاتے ہیں۔

جب عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ میں حکومت مستحکم کر لی تو عبدالملک کو ہر وقت دھڑکا لگنے لگا۔ صورتِ حال سے نپٹنے کیلئے اُسنے اپنے وزیر روُح سے مشورہ کیا۔ عیش پسند شامی عربوں کے سالاروں کو سخت کوش بنانے کیلئے ایک سخت گیر سپہ سالارِ اعلےٰ کی ضرورت بتائی تو روُح نے حجاج کو پیش کر دیا۔ عبدالملک نے چند سوالات کئے پھر پوچھا آیا وہ ابنِ زبیرؓ سے نپٹنے کیلئے مکہ پر چڑھائی

کرے گا۔ حجاج نے کہا ابھی اور اسی وقت تیار ہوں۔ امیرالمؤمنین آپ حکم دیں تو حرم کعبہ کو اُٹھا کر سمندر میں پھینک دوں۔ عبدالملک نے حیران ہو کر پوچھا۔ کیا تو مسلمان نہیں۔؟ بولا۔ اسلام ہی تو مجھے اپنے امیر کی اطاعت کا حکم دیتا ہے۔ اور یہ طے کرنا آپ کا کام ہے کہ کونسا کام جائز اور حدود کے اندر ہے۔ اور کونسا خلافِ شریعت (والسمع والطاعتہ) (واطیعو اللّٰہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم) عبدالملک بہت خوش ہوا۔ اور اُسے سپہ سالاری کا پروانہ لکھ دیا۔ اور فوج کو جلد از جلد تیار کرنے کا حکم دیا۔

حجاج نے پروانہ لیکر عبدالملک سے وہ ڈنڈا بھی طلب کر لیا جو عبدالملک کے پاس تھا اور اُسے لیکر ممسکر میں گیا اور عسکریوں کو جمع ہو کر خلیفہ کا فرمان سُننے کا اعلان کیا۔ بہت کم لوگ متوجہ ہوئے کیمپ میں جگہ جگہ راگ رنگ کی محفلیں جمی تھیں۔ اُسکے اپنے ساتھی گارڈ کھانا کھا رہے تھے۔ اُنہوں نے حجاج کا مذاق سمجھ کر بلکہ اس بند کر کے کھانے میں شامل ہونے کو کہا حجاج نے فرمان دکھا کر ڈنڈا برسانا شروع کر دیا اور جو فوجی اسکے پاس جمع ہوئے تھے ان کو بھی تقلید کا حکم دیا۔

کیمپ میں بھگدڑ مچ گئی۔ سپاہ پریڈ گراؤنڈ کو اور سالار روح کے گھر کو بھاگے۔ اور حجاج کی بدسلوکی کی شکایت کی اور واویلا مچایا۔ روح نے اپنی سفارش پر افسوس کیا اور اُسے واپس لینے کا فیصلہ کیا۔

اُدھر حجاج نے فوج کی قطار بندی کی اور مارچ کرا کر خلیفہ کے محل کو لے گیا۔ عبدالملک نے بلوا کر پوچھا کہ تم نے سالاروں کیسا تھ بدسلوکی کیوں کی۔؟ حجاج بولا۔ جنہے آپ کے حکم سے سرتابی کی اُسکے سر پر آپ کا ہی ڈنڈا برسا رہیں تو آپ کا ماتحت ہوں جو حکم ہو گا۔ بجا لاؤں گا۔ آپ پریڈ ملاحظہ فرمائیں۔ اب ایسے عیاش سالاروں کی ضرورت نہیں عسکری آپ کے حکم کی تعمیل کیلئے حاضر ہیں۔ عبدالملک خوشگوار حیرت سے ہکا بکا رہ گیا۔ بولا مجھے تمہاری ہی تلاش تھی۔ اب ابن زبیرؓ سے جا کر نبیٹو۔

حجاج نے طائف جا کر ڈیرہ ڈال دیا۔ اور روزانہ اپنے سواروں کو عرفات کی طرف بھیجنے لگا۔ وہیں ابن زبیرؓ کے سوار پہنچ جاتے مقابلہ ہوتا اور جو زندہ بچ رہتے واپس چلے جاتے۔ اسطرح ابنِ زبیرؓ کی قوجی طاقت میں ضعف پیدا ہو گیا۔ ابنِ زبیرؓ بہت دلیر، بہادر اور عابد و زاہد تھے ساری شب حرم کعبہ میں نوافل پڑھتے پھر حاجیوں کیلئے سہولتوں کی فراہمی میں زیادہ وقت دیتے انہیں یہ گمان

نہ تھا کہ حجاج جیسا معلم قرآن حرم کعبہ کا احترام ملحوظ نہ رکھے گا۔ اور عبدالملک کے شوقِ علومِ دینی اور ریاضیات و عبادات سے شغف کو بھی جانتے تھے۔ مگر انکو یہ معلوم نہ تھا کہ جب حرم نبوی میں قرآن خوانی کرتے عبدالملک کو مروان کے مرنے اور اُسے اپنے جانشین مقرر کر جانے کا سندیسہ ملا تو اُسی وقت عبدالملک نے قرآن کو چوما۔ اُسے بند کیا غلاف چڑھایا اور بولا آج سے تمہارا میرا ساتھ ختم ہُوا۔ جب ابن زبیرؓ کی طاقت گھٹ گئی اور قرب و جوار کے عرب حجاج سے خوفزدہ ہو کر کھسک گئے۔ تو حجاج نے عبدالملک سے حرم میں داخل ہو کر محاصرہ کی اجازت طلب کی اور احرام باندھ کر بیئر میمون پر قیام کیا۔ حج میں شریک ہوا مگر نہ طوافِ کعبہ کیا نہ صفا و مروہ میں سعی کی۔ بلکہ ابن زبیرؓ کو عرفات میں داخل ہونے سے روک دیا۔ پھر کوہِ ابوقبیس پر منجنیق نصب کر کے مکہ پر سنگباری شروع کرا دی تو آسمان سے کڑک کی آواز آئی۔ کچھ شامی خوف سے مر گئے۔ حجاج نے کہا تم لوگ خوامخواہ خوف نہ کھاؤ میں فرزندِ تہامہ ہوں اور یہ اُس کی بجلیاں ہیں۔ جو میری فتح یابی کا نشان ہے۔ تمہیں کامیابی مبارک ہو۔

اگلے روز ابن زبیرؓ کے دو سپاہیوں پر بجلی گری جس سے شامیوں کے حوصلے بلند ہو گئے۔ اور حجاج پر اُن کا ایمان پختہ تر ہو گیا اور اہلِ مکہ میں سراسیمگی پھیل گئی۔ اور ابن زبیرؓ سے بدظن ہونے لگے۔ حجاج نے محاصرہ میں بہت سختی شروع کر دی۔ لوگوں کو پناہ طلب کرنے کی ترغیب دی۔ باہر آنے والوں کیلئے کیمپ قائم کر دیا۔ جہاں اُن کی تواضع ہوتی۔ اس طرح شہر مکہ خالی ہونے لگا۔ لوگ دھڑا دھڑ حجاج کی پناہ میں جانے لگے۔ یہاں تک کہ ابن زبیرؓ کے دو بیٹے حبیب اور حمزہ بھی پناہ گیر ہو گئے۔ صرف ایک بیٹے نے باپ کا ساتھ دیا۔ تو ابن زبیرؓ اپنی جلیل القدر والدہ محترمہ سیدہ اسماءؓ کی خدمت میں جا کر گویا ہوئے۔

" اے مادرِ مہربان! مجھے لوگوں نے دھوکہ دے کر ذلیل کیا۔ یہاں تک کہ میرے لڑکوں نے بھی مجھے رسوا کیا۔ اگر میں دُنیا کو چاہوں تو میرا مقابل مجھے سب کچھ دینے کو تیار ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے؟"

اللہ اور اُسکے رسول صلعم کی اُس مقربہ اور اپنے دَور کی اُس عظیم ترین خاتون محترمہ نے فرمایا

" تم اپنے معاملے کو مجھ سے بہتر سمجھتے ہو۔ لیکن اگر تم حق پر ہو اور حق ہی کیطرف لوگوں کو دعوت دیتے ہو تو پھر تم بھی اپنے ہمراہیوں کے ساتھی بنو جو اس راہ میں مارے گئے ہیں۔ تم اپنی گردن ایسی رسی میں نہ پھنساؤ کہ بنو اُمیہ کے لونڈے اس سے کھیلیں اور اگر تم نے حصولِ دُنیا کا قصد کیا تھا تو تم بہت ہی نالائق انسان ہو۔ جو خود بھی ہلاک ہُوا اور ساتھیوں کو بھی لے ڈوبا۔ اور اگر خود کو برحق سمجھتے ہو تو نیک اور دیندار یہ خیال

نہیں کیا کرتے کہ کون اُن کا ساتھ دیتا ہے۔ اور کون چھوڑ جاتا ہے۔ ابنِ زبیرؓ نے عرض کیا مجھے ڈر ہے یہ میرا مثلہ کریں گے۔ اور لاش کو سُولی پر لٹکا دیں گے۔ اُس سیدہ عالی جنابہ نے فرمایا۔ "میرے بیٹے جب بکری ذبح ہو جاتی ہے تو اُسے کھال کھینچنے کی تکلیف نہیں ہوتی۔ جب وداع کرنے لگیں اور پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو زرہ محسوس کر کے فرمایا اسے اُتار دو۔ اس سے کچھ مضبوطی نہیں ہوتی۔ معمولی لباس زیب تن کر کے میدانِ شہادت میں جاؤ۔ تجھے خدا کے سپرد کیا۔"

حجاج نے لاش کو لٹکوا دیا جب سیدہ کا گذر اُدھر سے ہوا تو دیکھ کر بولیں اس شہسوار کے سواری سے اُترنے کا وقت نہیں آیا۔ حجاج حیران رہ گیا۔ عبدالملک کو اطلاع ہوئی تو اُس نے دفنانے کا حکم بھیجا۔ حجاج مکہ پر متصرف ہو گیا۔ تو عبدالملک نے اُسے حجاز و یمن و یمامہ کا حاکم بنا دیا۔ حجاج نے ہر جگہ امن قائم کر دیا۔ خانہ کعبہ کی مرمت کرائی۔ سیاست بازوں کو حرم سے بھگا دیا۔ عابدوں کیلئے خورد و نوش کا انتظام بہتر بنایا۔ کعبہ پر ریشمی پردہ ڈالا۔

عراق میں خوارج زور پکڑ رہے تھے۔ اموی اقتدار خطرے میں تھا۔ عبدالملک نے حجاج کو عراق پہنچنے کا حکم دیا وہ صرف بارہ سواروں کے ساتھ کوفہ میں داخل ہوا اور سیدھا مسجد میں گیا۔ لوگوں کو جمع ہونے کی منادی کرائی۔

اہل کوفہ حسب عادت نئے حاکم کی سواگت میں منہ پر کنکریاں پھینکنے کو مٹھیاں بھر لائے جب حجاج نے نقاب اٹھایا تو اسکا خوفناک چہرہ دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے مٹھیاں کھل گئیں۔ خون خشک ہو گیا۔ حجاج نے شعلہ بار تقریر کی۔ (چند اقتباسات)

"لوگو! خدا کی قسم! میں شر کو ٹھکانے لگاتا ہوں۔ اور اشرار کو پورا پورا بدلہ دیتا ہوں۔ میں بہت سے سروں کو دیکھ رہا ہوں جو پکی ہوئی کھیتی کی مانند ہیں۔ اور اُن کے کٹنے کا وقت آ گیا ہے۔ مجھے داڑھیوں اور عماموں کے درمیان خون ٹپکتا نظر آ رہا ہے میں حوادث سے خوف کھانے والا نہیں ہوں نہیں امیرالمؤمنین عبدالملک نے اپنے ترکش کے تمام تیروں کو جانچا ان میں سے جو سب سے تیز اور جگر دوز تھا وہ تمہارے سینے کی طرف چلایا ہے۔ سیدھے ہو جاؤ ورنہ میں تمہیں ایسا سیدھا کروں گا کہ کوئی کج بل نہ رہے گا۔ لکڑی کی طرح چھیل دوں گا۔ تمہیں سرکش اونٹ کی طرح ماروں گا۔ کہ تمام سرکشی بھول کر اطاعت پر آ جاؤ گے۔"

"خدا کی قسم میں جو کچھ کہتا ہوں اُسے کر دکھاتا ہوں۔ واللہ باللہ اگر تم حق پر نہ آئے تو میری

تلوار عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کر دے گی۔ تمہارے اُمرا کو کوئی بھیک بھی مانگے نہ ملے گی۔۔۔۔۔
۔۔۔۔ (اُسنے عشائ کے بعد پھرنے اور دِن کو مجمع ہونے کی بھی بندش کردی)
"آج سے تیسرے دِن جو شخص مہلب کے لشکریوں میں شامل ہونے سے رہ گیا اور یہاں نظر آ گیا تو اُس کا سر قلم کردوں گا۔ اور اُس کا گھر لٹوا دوں گا۔"
(اتفاق سے جنگل سے ایک چرواہا سامانِ خورد و نوش خریدنے آیا جسے دیر ہوئی اور گرفتار ہو کر حجاج کے سامنے پیش ہوا۔ تو حجاج نے اسکا بیان سُنکر کہا کہ واقعی تم نے میرا حکم نہ سُنا ہوگا۔ مگر تمہارے ایک کے جان دینے سے اگر دوسروں کو نصیحت مل جائے تو کیا حرج ہے۔ یہ کہکر اُسکی گردن مار دی۔ بوڑھا حر قوص بن زبیر اپنے بیٹے کے ساتھ آیا کہ اُسے میری خدمت کیلئے فوجی خدمت سے مستثنٰے کردو۔ تو بولا۔ میں تو قاتلینِ عثمانؓ کو ہی ٹھکانے لگانے کیلئے متعین ہوا ہوں۔ حر قوص کی گردن اُڑا دی)

عثمانؓ کی شہادت کی خبر سُن کر علیؓ پکارے تھے۔ قتلها تکم آخر الدھر
(آخرِ زمانہ تک تم پہ ہلاکت رہے گی)
حجاج کی سختیوں اور تذلیل کی کاروائیوں کو دیکھ کر علی المرتضٰےؓ کو یاد کرکے لوگ روتے اور آپ کے قول کی تصدیق کرتے جسکا واقعہ یہ ہے۔
جنگِ نہروان کے بعد علی المرتضٰےؓ کے شیعوں کی روش سے آپؓ کی زندگی ایک مسلسل ابتلاء اور انتہائی کوفت کی تھی۔ آپ دیکھتے تھے کہ حق آفتاب کیطرح روشن ہے اور ان کے ساتھی قوت و بہادری، تعداد اور تیاری میں ایسی حیثیت رکھتے ہیں کہ حق تک پہنچ جائیں اور حق کا بول بالا کریں لیکن انہوں نے آپؓ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اپنے فرض سے غافل ہو گئے۔ بلائے جاتے ہیں تو جواب نہیں دیتے حکم پاتے ہیں تو تعمیل نہیں کرتے۔ فہمائش کی جاتی ہے تو نصیحت گیر نہیں ہوتے۔ انہیں زندگی سے محبت اور موت سے نفرت ہو گئی۔ وہ جنگ سے بیزار اور امن و عافیت کے خوگر ہو گئے۔ وہ راحت سے لذت گیر اور مشقت سے اُکتا گئے ہیں۔ ایک روز آپ نے انکو خطاب کیا۔
"اے وہ لوگو! جنکے جسم متحد لیکن دِل کی خواہشیں جُدا جُدا ہیں۔ تمہارے رہبر کی تحریک کمزور اور تمہارے غم خوار کا دِل بے چین ہے۔ تمہاری باتیں سخت چٹانوں کو شق کر دیتی ہیں۔ لیکن تمہارے کام دشمنوں کا حوصلہ بڑھاتے ہیں۔ جب میں تم کو جہاد کی دعوت دیتا ہوں تو تم کہتے ہو بات یہ ہے بات

وہ ہے۔ بہانے کی سب جھوٹی باتیں۔ تمہارا مجھ سے مہلتیں مانگتے رہنا ٹال مٹول کرنیوالے مقروضوں اور میدان کے بھاگنے والوں کی سی حرکتیں ہیں۔ ذلیل آدمی ظلم و زیادتی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حق تک پہنچنے کیلئے ضرورت ہے کوشش کی۔ پختہ ارادے کی اور صبر کو اپنا شعار بنا لینے کی۔ تم اپنے گھر کے بعد کس گھر کی حفاظت کرو گے۔؟ میرے بعد کس امام کے ساتھ مل کر جہاد کرو گے؟ بخدا مغرور وہ ہے جسکو تم نے فریب میں رکھا جسکے حصے میں تم آئے بخدا اس کا حصہ نامرادی ہے۔ اب تو میں تمہاری مدد کا خواہاں نہیں۔ اور نہ تم کو سچا جانتا ہوں۔ خدا تم کو مجھ سے جدا کر دے اور مجھے تم سے بہتر بدل عطا کرے۔ بہت جلد تم ذلت کے گڑھے میں گر و گے۔ تمہارے سروں پر تلوار ہو گی۔ ظالم تم میں خود غرضی رائج کرے گا۔ تمہاری جماعتوں کو منتشر کر دے گا۔ اور تم کو خوب رُلائے گا۔ تمہارے گھروں میں فقر و فاقہ ہو گا۔ تھوڑے دنوں بعد تم تمنا کرو گے کہ مجھے پاتے اور میرا ساتھ دیتے۔ اس وقت میری بات کی صداقت تم کو معلوم ہو گی۔ اور اللہ ظالموں کو ہی دور رکھتا ہے۔"

لیکن یہ سب کچھ سُن کر لوگ اِدھر اُدھر کھسک گئے۔ آپ نے قرآن سر پر اُٹھا کر بارگاہِ الٰہی میں فریاد کی۔

"اے میرے خدا! میں نے جو کچھ قرآن میں ہے اسکی طلب کی تھی۔ ان لوگوں نے مجھے اس سے بھی روکا۔ اے میرے خدا! میں ان سے اُکتا چکا ہوں اور یہ بھی مجھ سے دل برداشتہ ہو چکے ہیں۔ مجھے اُن سے نفرت ہے اور انہیں مجھ سے۔ مجھے ان لوگوں نے ایسے طور طریقوں پر مجبور کیا جن سے میری عادات و اخلاق کا کوئی واسطہ نہیں۔ پس ان کے عوض مجھے ان سے بہتر آدمی دے اور میرے عوض ان کو مجھ سے کوئی بُرا بدل دے دے۔ ان پر ثقیف کا سنگدل مسلط کر جو ان کے دلوں کو اسطرح گھول دے جس طرح پانی میں نمک"

بعض جہلا نے علی المرتضٰی کی کرسی کو تقدس کا رنگ دے دیا تھا۔ مختار نے کرسی کا جلوس نکالنے کی رسم جاری کی۔ اور بعض لوگ حرم نبوی میں عجیب عجیب طرح کی حرکات کرتے اور اسے عبادات کا لازمی جزو خیال کرتے۔ حجاج کہتا انہوں نے لکڑی اور ہڈیوں کو معبود بنا لیا اور نبی صلعم کی تعلیمات کو بھلا دیا۔ میں ان سے شرک کو ایسے دور کردوں گا جیسے گوشت سے چھیچھڑا۔ اور ہر قسم کی

رسومات بند کر دیں ۔

جب پہلی مرتبہ حجاج نے اپنی تقریر کے بعد خلیفہ کا حکمنامہ پڑھنے کا حکم دیا ۔ ابھی السلام علیکم
ہی پڑھا گیا تھا لوگ خاموشی سے سُن رہے تھے کہ حجاج کھڑا ہو گیا اور بولا ۔ امیر المؤمنین نے تم کو سلام کہا
اور تم نے جواب نہیں دیا ۔ خدا کی قسم تمہیں ادب سکھا کر چھوڑوں گا ۔ اہلِ کوفہ اسقدر مرعوب ہوئے کہ پکار اُٹھے ۔
سلام اللہ علی امیر المؤمنین ورحمۃ وبرکاتہ ۔

حجاج نے مساجد میں اپنے خطیب مقرر کرنے کا حکم جاری کیا ۔ کہ روزانہ بعد فجر لوگوں کو قرآن وسنّت
کی تبلیغ کی جائے ۔ اور کوئی شخص غیر حاضر نہ رہے ۔ شیعانِ علی المرتضٰی اور خوارج کے مکالمے اور ایک
دوسرے پر سب وشتم کو ذہنوں سے مٹا دیا ۔ بیکاری اور مجلسوں کے قیام کو فتنہ قرار دیکر سخت سزائیں
دینا شروع کر دیں ۔ کہ جو شخص جہاد سے معذور ہے وہ یا تو دینی خدمت بجالائے یا کوئی دھندا کرلے بیکار نہ
بیٹھے ۔ بہت عرصہ کے بعد لوگوں کو جہاد کی ترغیب ہوئی اسلئے رونقیں لوٹ آئیں اور فتنے از خود دب گئے ۔
اُس نے فارسی کی بجائے دفاتر عربی میں ترجمہ کرالئے اور عربوں میں تحریر کی رغبت پیدا کرنے کیلئے عہدے
دیئے ۔ رومی سکوں کی جگہ عربی سکے ڈھلواتے جنکے ایک طرف توحید باری تعالیٰ ، دوسری جانب ذکر رسولِ صلعم
گوتی میں شہر کا نام اور سنہ ڈھلائی ۔ ۱۰ مثقال کے دینار اور ۷ مثقال کے درہم جنکے اوزان یوں تھے ۔

۱۰ × ۱۰ مثقال = ۱۰۰ مثقال
۱۰ × ۶ " = ۶۰ "
۱۰ × ۵ " = ۵۰ "

۳۰ ۲۱۰ ÷ ۳۰ = ۷

حجاج کو خوارج کا زور توڑنے اور عراق کی شورشوں پر قابو پانے میں بڑی مشکلات پیش آئیں ۔
تاہم اُسکی مہم جو طبیعت نے ہر میدان مار لیا تو عبدالملک کے بعد ولید نے اُسے مشرقی ممالک کا بھی انتظام سونپ
دیا ۔ حجاج نے قتیبہ بن مسلم کو وسطِ ایشیا پر مامور کیا ۔ جس نے سمرقند و بخارا و کاشغر فتح کر کے خاقان سے بھی
خراج وصول کیا ۔ اپنے بھتیجے اور داماد محمد بن قاسم کو سندھ روانہ کیا جس نے اس علاقہ کو حدودِ
اسلامی میں شامل کر کے پاکستان کی بنیاد رکھ دی

ان تمام فتوحات میں حجاج کی دماغی صلاحیتیں اور منصوبہ بندی کار فرما تھی ۔

حجاج ہر شب قرآن ختم کرتا ۔ اُس نے مشتبہ حروف کیلئے قرآن میں علامات لگوائیں ۔ نصر بن عاصم

اللیثی اور یحییٰ بن یعمر العدوانی کو یہ فرض سونپا۔ جنہوں نے حروف ہجا کیلئے نقطے ایجاد کئے تاکہ ایک دوسرے سے مشتبہ نہ ہوں۔

جیسے حرف د، ذ اور ف، ق وغیرہ۔

قرآن کی خدمت کرنے والوں کو بہت رقمیں دیتا۔ جہاد کا بہت شوقین تھا۔ پاکستان کی بنیاد اُسی کی غیرت نے رکھی۔ بصرہ اور کوفہ کے درمیان واسط شہر تعمیر کرایا۔ وہیں فوت ہوا۔ ۹۵ھ بعمر ۵۴ سال۔

بہت فصیح و بلیغ اور عقیل تھا۔ ایک روز خطبہ میں قبر کا ذکر کرکے خوب رویا۔ اور سامعین کو بھی رُلایا۔ اور بار بار کہتا۔ قبر تنہائی اور مسافرت کا گھر ہے۔ اتنی فتوحات اور ممالک مشرق کا والئرائے ہونے کے باوجود اُسکا ترکہ ایک تلوار، زین کجاوہ، ایک سو زرہیں اور صرف تین سو درہم تھا اُس نے غنیمت کا ایک درہم بھی نہ رکھا۔ سب کچھ دارالخلافت بھیجتا رہا۔ مرتے وقت یہ رُباعی کہی۔ ؎

"اے اللہ دُشمن قسم کھاکر کہتے ہیں کہ میں دوزخی ہوں۔

کیا اُن دیکھی بات پر قسم کھاتے ہیں۔ افسوس انہیں کیا معلوم کہ اللہ کتنا بڑا غفار وغفور الرحیم ہے۔

اے اللہ! تو مجھے بخشدے کیونکہ لوگ تیری اسقدر بخشش کا یقین نہیں رکھتے۔ جب آقاؤں کے غلام بوڑھے ہو جاتے ہیں تو وہ انہیں شریفانہ طور پر آزاد کردیتے ہیں۔

اے میرے پروردگار! تیرے لئے یہ بات زیادہ شایانِ شان ہے میں تیری غلامی میں بوڑھا ہوگیا لہٰذا مجھے آگ سے آزاد کردے۔"

اسکی موت پر اُسکی لونڈی نے مرثیہ کہا ؎

اے کھانا کھلانے والے! اے بچوں کے یتیم کرنے والے اور عورتوں کو بیوہ کرنے والے! اے کھوپڑیوں کے پھوڑنے والے! اے اہلِ شام کے سردار! تو موت سے ہمکنار ہوگیا۔ آج ہم پر وہ رحم کرے گا جو ہم سے بُغض رکھتا تھا اور وہ لوگ بے خوف ہو جائیں گے جو قبل ازیں ہم سے خوفزدہ رہتے تھے۔

ذوجوتۃ حمیری ؎

"اے رونے والی!

اطمینان اور چین سے بیٹھ۔ جو چلا گیا آنسو اُس کو واپس نہیں لا سکتے۔

مرے ہوئے پر افسوس کر کر کے اپنے آپ کو ہلاک نہ کر۔

اے ملامت کرنے والی عورت!

خدا کرے تیرا باپ مر جائے۔ تو اپنی ملامتوں سے میری حالت نہیں بدل سکتی۔ اللہ تجھ پر لعنت کرے تو نے تو ڈرا ڈرا کر میرا لعابِ دہن خشک کر دیا۔"

اُموی خلیفہ یزید بن عبد الملک کے عامل سجستان کے والی (رتبیل) سے خراج وصول کرنے گئے تو اُس نے ایک پائی بھی نہ دی۔ جب وجہ پوچھی تو بولا:

"وہ ننگے بدن، خالی پیٹ والے کیا ہوئے جن کے پاؤں میں کھجور کے پتوں کی جوتیاں ہوتی تھیں۔ مگر اُن کے چہروں پر سجدوں کے نشان تھے۔"

بتایا گیا۔ "وہ تو گذر گئے۔"

بولا۔ "گو تم اُن سے خوبصورت ہو مگر وہ تم سے زیادہ باوفا اور بہادر دلیر تھے۔ ان کا حملہ بہت سخت ہوتا تھا۔"

خلیفہ کے نمائندوں نے کہا۔ "تجھے کیا بنی کہ حجاج کو ڈالیاں بھیجتے اور ہم سے اعتنا نہیں کیا"

بولا "وہ ایسا فرمانروا تھا کہ اگر فتح کی اُمید ہوتی تو خرچ کی پروا نہ کرتا خواہ بدلے میں ایک دھیلا بھی واپس نہ ملے۔ اور تم ہو کہ ایک درہم خرچ کر کے دس گنا کی اُمید باندھتے ہو۔ جاؤ تجارت کا پیشہ اپنا لو۔ سپاہ گری تمہارے بس کی نہیں۔"

حقیقت یہی ہے کہ عقل اور شجاعت بھوک کی پیداوار ہیں۔ پیٹو صرف عیاری سے کام لیتا ہے۔ مفلسی رُوح کی عظمت و برتری کی ضامن ہے۔ سیم و زر اسکی خباثت کا انکشاف ہے۔

جلوہ نہ ہو معنی کا تو صورت کا اثر کیا
بلبل گُلِ تصویر کا شیدا نہیں ہوتا

اُمیہ بن عبداللہ ابی الصلت ثقفی :-

(سورۃ الاعراف آیتہ ۱۷۵)

" اور (اے پیغمبر) ان لوگوں کو اس آدمی کا حال (کلام الہٰی میں) پڑھ کر سناؤ جسے ہم نے اپنی آیات عطا کی تھیں۔ لیکن پھر ایسا ہوا کہ اُس نے (دانش وفہم کا) وہ جامہ اتار دیا۔ پس شیطان اُسکے پیچھے لگا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو اُن آیات کے ذریعے اُسکا مرتبہ بلند کرتے مگر وہ پستی کیطرف جھکا اور ہوائے نفس کی پیروی کی۔ تو اس کی مثال کُتے کی سی ہو گئی۔ مشقت میں ڈالو جب بھی ہانپے اور زبان لٹکائے، چھوڑ دو جب بھی ایسا ہی کرے ایسی ہی مثال اُن لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تو یہ حکائتیں لوگوں کو سناؤ تاکہ اُن میں غور وفکر کریں "۔

اُمیہ ثقفی حکیم شاعر اور غیر معمولی ذکادت و استعداد رکھتا تھا اور اہل کتاب کے علمائ اولیائ کی صحبت میں رہ کر خُدا پرستی ودینداری کے خیالات سے فیضیاب تھا۔ قدرتی طور پر ایسا شخص سب سے زیادہ مستحق تھا کہ اتباع حق کی اس سے توقع کیجاتی لیکن جب اسلام کا ظہور ہُوا تو پیغمبر اسلام کی فضیلت اس پر گراں گزری اور اس طمع میں پڑ گیا کہ خود ہی عرب کا پیغمبر کیوں نہ ہوا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ادراک حق کی جو توفیق ملی تھی ضائع گئی اور ہوائے نفس کی پیروی نے محروم و نامراد کر دیا۔ کتے کی مثال میں اسطرف اشارہ ہے کہ تم ان لوگوں سے تعرض کرو یا نہ کرو یہ اپنی معندانہ خصلت کا مظاہرہ ضرور کریں گے۔ کیونکہ سچائی کی مخالفت ایسے لوگوں کی طبعیت ثانیہ ہوجاتی ہے۔

ہدائت وسعادت کی راہ عقل وتفکر کی راہ ہے۔ اور گمراہی وشقاوت کا سرچشمہ جہل وکوری اور حواس وتفکر کو بیکار کر دینا ہے۔ جو لوگ خدا کی دی ہوئی عقل سے کام نہیں لیتے بوڑھوں کے تقلیدی اثرات سے یا ہوائے نفس سے اس درجہ مغلوب ہو جاتے ہیں کہ ذہن وادراک کی قوتیں بیکار ہو جاتی ہیں۔ وہ کبھی ہدائت نہیں پا سکتے۔

معرفت حقیقت کی دو ہی راہیں ہیں۔ فکر ونظر۔ "فکر" یہ کہ خدا کی دی ہوئی عقل سے کام لیں اور اپنے اندر سوچیں سمجھیں۔

"نظر" یہ کہ کارخانہء ہستی کے عجائب وحقائق کا مشاہدہ کریں اور اس سے بصیرت حاصل کریں۔ جو شخص ان دونوں باتوں سے محروم ہے وہ اندھا بہرا ہے اور گمراہی سے لوٹنے والا نہیں۔

(ترجمان ج ۲ آزاد)

پاکستان میں آلِ منصور

دریائے سندھ کی وارفتگی اور طوفانِ ریگ و باد نے تیرہ صدیوں میں جغرافیہ تبدیل کر دیا ہے۔ عربی تلفظ اور کاتبوں کی مہربانی سے نام و مقامات سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے۔ الرور جسکا ال اسم معرفہ ہے۔ سندھی تلفظ کیا تھا اروڑ بولا جاتا ہے۔ یہ ۱۲۵ھ تک دار الحکومت رہا۔ روڑی سکھر سے ۶ میل شمال مغرب میں پہاڑ پر واقع تھا۔ اس نام کی بستی اب بھی موجود ہے۔ بعد میں محمد بن قاسم کے بیٹے عمرو نے اپنے جدِ امجد کے نام پر منصورہ تعمیر کر کے اسے دار الحکومت بنا لیا۔

اس علاقہ کے آرائیں (آلِ منصور) بنو قیس عیلان خصوصاً ثقیف سے کامل مشابہت رکھتے ہیں۔ بلکہ غزنی قندھار، مکران، سندھ، ملتان، بھکر، لیہ، ڈیرہ غازی خان اور بہاولپور کی آرائیں آبادیاں آلِ منصور کے قبائل پر مشتمل ہیں۔ آگے مشرق کی جانب بنو عمرو بن قیس عیلان یعنی بنو غطفان کے قبیلے بنو جوتیہ وغیرہ کی اکثریت ہے اور خال خال بنو قیس عیلان بھی ہیں۔ انکے علاوہ جدیدی، مرانی بھی ہیں جو راعین یا آرائیں نہیں کہلاتے۔ جدیدی یمنی ہیں جو مشہور سالار ابنِ تیبہ جدیدی اُزدی کا کنبہ ہے جسے مکران میں میو قوم نے شہید کر دیا تھا۔ مرانی قبیلہ مردان جعفی بن سعد العشیرہ بن مذحج بن یحابر بن مالک بن مرتہ کہلانی کی اولاد ہے آجکل سندھ میں اس قبیلہ کا سردار آفتاب شعبان ہے۔

محمد بن قاسم نے اسکلندہ سے فارغ ہو کر ملتان کیطرف یلغار کیلئے قلعہ کہروڑ پکا کو قابو کیا اور وہاں پر عتبہ بن سلمہ تمیمی کو حاکم مقرر کیا۔ اسکے نواح میں آباد آرائیں زیادہ تر بنو تمیم کے خاندان ہیں۔ بنو تمیم کی مشہور شاخ بنی جلیجیم کے نام پر آرائیوں کی بستی موجود ہے۔ علاقہ تھل (سیمیٹک تلفظ تل) مظفر گڑھ، جھنگ، گجرات، میانوالی تک آلِ منصور کثرت سے آباد ہیں۔ جنگِ حُنین میں لشکر بنو ہوازن کے سالار اعلیٰ مالک بن عوف نصری کے قلعہ کا نام لیہ تھا جو طائف سے بجانب جنوب ۲۰ کلومیٹر ہے وہاں سے ۴۰ کلومیٹر آگے سڑک جنوب مغرب کیطرف مڑ کر بحیرۂ احمر کے رُخ پر ۳۲ کلومیٹر کے فاصلہ پر سعدیہ کی تاریخی بستی ہے جہاں آنحضورؐ کی پرورش و تربیت ہوئی۔ بنو سعد بن بکر اور انکے بھائی مجاہدوں نے اپنے لئے تھل کو پسند کیا

جو انکے اونٹوں کیلئے بہترین چراگاہ تھی۔ اور انکے طبعی حالات کے عین مطابق تھی۔ لیۃ کی بستی بسا کر اپنے نام کو زندہ رکھا اس علاقہ میں آباد قبائل کے نام عربی ہیں جیسے سیّال (بہنے والا مادہ) موحل (کیچڑ والی جگہ)، لک (تیرا)، خر (خرّاٹے لینے والا)۔ یہ سب مہر یا ملک کہلاتے ہیں بعض کو میاں کہا جاتا ہے۔

اہم بات ؛ مدینہ منورہ سے العلا تک ۲۰۰ میل کا علاقہ جھاڑی دار زمین پر مشتمل ہے جو اشاعت اسلام کیوقت آلِ منصور کے تصرف میں تھا یہاں پر پودے اور جھاڑیاں اور درخت زیر زمین پانی کے ذخائر کی خبر دیتے ہیں اگر عرب حکمران بُت پرست ہنود کی بھرمار بند کر دیں اور پنجاب کے آرائیں کسانوں کو آباد کرنیکی دعوت دیں تو عرب کے سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ ہمارے زرعی سائنسدان اور انجنیئرز قلیل عرصہ میں اُس خطہ کو گل و گلزار بنا دینگے اور اسرائیل کے مقابل ناقابلِ تسخیر قلعہ تعمیر ہو جائے گا۔ یہود کا مدینہ تک کا علاقہ ہتھیانے کا پروگرام دھرا رہ جائے گا۔ دو سال کے اندر افریقہ کے قحط زدہ مسلمانوں کو غلّہ کی سپلائی سے عیسائی بننے سے بچایا جا سکے گا ہمارے لوگ بعد خوشی اپنے خونی رشتوں میں مدغم ہو جائیں گے۔ کوئی قباحت پیدا نہ ہوگی

ہماری روزمرہ بول چال میں عربی کے بیشمار الفاظ طویل جدائی کے باوجود انہی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں جو دو صدیاں گذرنے پر بھی میرے گھرانے کے بزرگوں کے نام اپنے آباؤ اجداد کے ناموں پر رکھے گئے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں :- لُعیہ، نبہیہ، صمہ، قمعہ، اکوع، فتوح، فتح، فتحا، مُقاع، جموع، نصوح (نتھو)، اعظم، ہاشم، انبیا، دُلاع، عرا، باقر، بدر، سارہ، عائشہ، فاطمہ، جیونی، فتحی، جیو، رابعہ، رجمی، حافی، راُلی، برکتہ، حلیمہ، عالم، زینب، حافاں، شیما، ھمائی، غاتکہ۔ دستکاروں کو کمی کمین کہتے ہیں جسکے معنی کمین گاہ کا شیر۔ لعبہ و قبلیہ کمہار، خرانطی نائی، خیر لوہار، لیہ علیا، جہاں وغیرہم۔ عورتیں ایک دوسری کو مخاطب کرنیکے لئے "نی" اور لڑکوں کو "ویہ" کہتی ہیں۔ بیلوں کو تحتیح کی آواز دیتے ہیں۔ ہمارے دیہات میں بکثرت بولے جانیوالے ٹھیٹھ عربی الفاظ کے دو ہزار الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اہم نوٹ : فتح مصر کے بعد آلِ منصور کے کسانوں نے دریائے نیل کے بیٹ میں زراعت شروع کردی۔ عمر فاروق رضؓ نے انکی سخت مخالفت کی کیونکہ انکا خیال تھا کہ زراعت پیشہ اپنی فصلوں کی دیکھ بھال میں منہمک ہو کر تمام اور حضر کی زندگی سے مانوس ہو جاتے ہیں اور جہاد سے کنی کترانے لگتے ہیں۔ مگر اس دور نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ محنت کش طبقات میں سے صرف کسانوں کے بیٹوں نے ملک و ملت کی خاطر خون کا نذرانہ پیش کیا اور مال و متاع کو خاطر میں نہیں لاتے جیسا کہ اسوقت افغانستان کے کسانوں کی مثال موجود ہے ان کے مقابل تاجر پیشہ منافع خور اور تنخواہ دار جبکہ دُنیائے اسلام سخت مشکل میں ہے۔ خصوصاً پاکستان چاروں اطراف سے دشمنوں کے نرغے میں ہے یہ خوف خدا سے عاری لوگ کسانوں کا استحصال کر رہے ہیں ان میں خود غرضی اور ذات سے محبت نے قربانی اور ایثار کے پاکیزہ جذبات کو ختم کر دیا ہے کسان صبر اور خدا کے بھروسے گذر بسر کر رہے ہیں۔ انہیں بزدل بنانے کیلئے خود حفاظتی کیلئے مسلح ہونیکی اجازت نہیں۔ اپنے قصبے اور معاملات خود طے کرنیکی آزادی نہیں اپنی محنت کا معاوضہ طلب کرنے کا حق نہیں۔ بایں ہمہ قوم کی خاطر بہادرانہ مشکلات کو برداشت کرتے ہیں مگر شکوہ نہیں کرتے۔

شرع۔ شرعی۔ شرف۔ شئے۔ شریف۔ شرافت۔ شرک۔ شرکت۔ شریک۔ شرر (چھوٹا)۔ شرر (چمچ)۔ شط۔ شطو۔ شطیر۔ شاطر۔ شطرنج۔ شیطان۔ شاعر۔ شعور۔ شعبہ

شعلہ۔ شعن (چھان)۔ شغف۔ شغل۔ شغوف۔ شفا۔ شفاف۔ شفاعت۔ شفقت۔ شفعہ۔ شافع۔ شفیع۔ شفق۔ شق۔ شقق۔ شفیق۔ شقی۔

شقاوت۔ شک۔ شکر۔ شکر۔ شاکر۔ شکور۔ شعار۔ شکرہ۔ شکاری۔ شکل۔ شکیل۔ شکوہ۔ شکم۔ شکایت۔ شل۔ شلال۔ شلوط۔ شلم۔ شمائل

شمیم۔ شماتت۔ شمر۔ شمس۔ شمع۔ شمعدان۔ شوق۔ شعر۔ شام۔ شملہ۔ شمال۔ شامل۔ شن۔ شغن۔ شگون۔ شناء۔ شیخ۔ شہاب۔ شہد۔ شہید۔

شاہد۔ شہادت۔ شہرت۔ شہلا۔ شال۔ شائق۔ شوکت۔ صاحب۔ صبح۔ صبر۔ صابر۔ صابون۔ صحت۔ صحیح۔ صحبت۔ صحرا۔ صحافت۔ صحفی۔

صحیفہ۔ صفر۔ صحن۔ صدر۔ صدارت۔ صدری۔ صدوع۔ صدمہ۔ صدق۔ صادق۔ صدقہ۔ صدیق۔ صدا۔ صراحت۔ صریح۔ صریحاً۔ صراط۔ صوط۔ صرف۔ صرف۔

صرفہ۔ صعوبت۔ صاعقہ۔ صعن۔ صاف۔ صغیر۔ صف۔ صاف۔ صفوت۔ صفیہ۔ صفر۔ صفحہ۔ صقل۔ صقیل۔ صل۔ صالم۔ صلب۔ صلیب۔ صلح۔ صلاح۔ صالح۔ صلیقہ۔

صلاۃ۔ صلوٰۃ۔ صندوق۔ صحن۔ صانع۔ صندل۔ صنف۔ صنعت۔ صنم۔ صائب۔ صوت۔ صورت۔ صفینہ۔ صیانہ۔ صید۔ صیر۔ صینی۔ صرب۔ صنوبر۔

محاورہ۔ محاکم۔ ماحی۔ محدود۔ محاصرہ۔ محرم۔ محترم۔ محروم۔ مرحوم۔ محارہ۔ محکم۔ محکمہ۔ مہمل۔ محل۔ مجروح۔ مجرم۔ مجبور۔ مجذوب۔ مجنون۔ مجلس۔ محسن۔ محور۔ مجاور۔

مولا۔ موت۔ محبوس۔ محصل۔ محصول۔ محفل۔ مخبر۔ مخالف۔ مختار۔ مخمور۔ مدبر۔ مقابل۔ مدرس۔ مدرسہ۔ مدعی۔ مدارات۔ مذموم۔ مخدوم۔ مصیبت۔ معاہدہ۔

مذہب۔ مداوا۔ مذاق۔ مدین۔ مراثم۔ مرثیہ۔ مراد۔ مردود۔ مرشد۔ مرغوب۔ مراق۔ مرکب۔ مرتکب۔ مرکز۔ مرہم۔ محل۔ محلہ۔ مرید۔ مرض۔ مزلہ۔ مزید۔ مسجد۔

مسرت۔ مسافر۔ مسکین۔ مسلک۔ مسلم۔ مسلّم۔ مسافت۔ مساوی۔ مشابہ۔ متشابہ۔ مشتبہ۔ مشرق۔ مذہب۔ مشرک۔ مشترک۔ مشترکہ۔ مشتری۔ مشعل۔

مشتعل۔ مشغول۔ مشغل۔ مشورہ۔ مشاہدہ۔ مشاہرہ۔ مشتاق۔ مشتاق۔ مصاحب۔ مصحف۔ مصدر۔ مصرف۔ مصداق۔ مصدق۔ مصرف۔ مصافحہ۔ مصلح۔ مصفی۔ مصلی۔ مصلیٰ۔

مصطفیٰ۔ مصلحت۔ منصف۔ مصنف۔ مصور۔ مضبوط۔ مضحکہ۔ مضمحل۔ مضرت۔ مضطر۔ مضطرب۔ مضروب۔ مضارع۔ مضمر۔ مضمون۔ مطلوب۔ مطابق۔ مطابقت۔ مطہر۔

مطعون۔ مطالبہ۔ مطلب۔ مطالب۔ مطلع۔ مطلق۔ مظلوم۔ مظفر۔ مظہر۔ مظاہرہ۔ معبد۔ معتبر۔ معتوب۔ مجبور۔ معجزہ۔ معجل۔ مؤجل۔ معدن۔ معجم۔ متعدی۔ معذور۔ معترض۔

معترف۔ معرفت۔ معروف۔ محشر۔ معاشرہ۔ معشوق۔ معاصر۔ معصوم۔ معصیت۔ معطر۔ معطل۔ معظم۔ معتقد۔ معقرب۔ معوذہ۔ معالج۔ متعلق۔ معلق۔ معلم۔ معلوم۔ معمار۔ معاملہ۔

معمول۔ معانقہ۔ معنی۔ معانی۔ معنوی۔ معاہدہ۔ معاونت۔ معیوب۔ معیار۔ معاش۔ معائنہ۔ متعین۔ محافظ۔ معین۔ مغرور۔ مغضوب۔ مغفرت۔ مغلوب۔ مغالطہ۔

مغلظ۔ مغلق۔ مغموم۔ منت۔ مفتون۔ مفتی۔ مفرح۔ مفصل۔ مفقود۔ مفتوح۔ مفلس۔ مقبرہ۔ مقابل۔ مقدار۔ محاکمہ۔ مقدس۔ مقدم۔ مقصد۔ مقاطعہ۔ مستقل۔ مشتعل۔ مقام۔ مقیم۔

مستقیم۔ مکروہ۔ مکمل۔ مکان۔ مکین۔ ملامت۔ ملاحظہ۔ ملزم۔ ملازم۔ ملعون۔ ملمع۔ منسوخ۔ مجذوب۔ منشاء۔ منشور۔ منصوبہ۔ منصور۔ منصف۔ منطق۔ منطقہ۔ منظر۔ مناظرہ۔

منظور۔ منظوم۔ منع۔ منعم۔ متنفس۔ منافع۔ منافق۔ منفی۔ مناقب۔ منکر۔ منیر۔ محال۔ منار۔ منور۔ مہری۔ مہذب۔ مہم۔ مہمل۔ مایوس۔ متواتر۔ موجب۔ موحد۔

مواخذہ۔ مودت۔ میراث۔ موازنہ۔ میزان۔ موزوں۔ موسم۔ موسوم۔ موصول۔ متصل۔ مخلص۔ موضع۔ میسر۔ موضوع۔ متفق۔ موافق۔ موفق۔ موقف۔ موقع۔ معاہدہ۔

میلاد۔ مولیٰ۔ مولوی۔ مہمنہ۔ منفعت۔ مرقوم۔ مناسک۔ مہار۔ مان۔ مت۔ متع۔ متاع۔ مثل۔ محض۔ محل۔ محال۔ محنہ۔ محنت۔ مخرج۔ مخ۔ مدت۔ مدد۔

مدح۔ مراد۔ مداری۔ مدینہ۔ مذاق۔ مزہ۔ مرمرا۔ مرج۔ مرجان۔ مرد۔ مراد۔ مریض۔ مرق (مرگ)۔ مرتن۔ مزا۔ مزاج۔ مزح۔ مس۔ مماس۔ مسوس۔ ماسی۔ مسیح۔

مسخرہ۔ مسخر۔ مسک۔ مسکہ۔ مشق۔ مصری۔ معدہ۔ معین۔ مغان۔ مکان۔ مکر۔ مکرا۔ مکی۔ مل۔ مل۔ ملاّہ۔ ملاح۔ ملکاؤ۔ ملان۔ مل۔ ملی۔ مالا۔ مالش۔

ملک۔ مالک۔ منت۔ منی۔ مہورت۔ مہر۔ مہر۔ ماہر۔ مہاری۔ مہلت۔ لاہل۔ مینہ۔ مہین۔ مہو۔ موت۔ میت۔ مار۔ مورت۔ مالیہ۔ مول۔ میل۔

موم۔ میدان۔ میدا۔ میرہ۔ مائل۔ منبر۔ متنبہ۔ مناجات۔ منحوس۔ منتخب۔ منڈہ۔ مندل (منڈل)۔ منادی۔ منادی۔ منزل۔ مناسب۔ مہلت۔ مہلہ۔ مہین۔ مہاجر۔

ضبط۔ ضابطہ۔ ضد۔ ضدّ۔ ضدی۔ ضرر۔ ضروری۔ ضرب۔ ضرف۔ ضروف۔ ضعف۔ ضعیف۔ ضلالت۔ ضلع۔ ضم۔ ضمیر۔ ضمن۔ ضامن۔ ضمانت۔ ضیا۔ ضوء۔
ضرورت۔ ضیافت۔ طب۔ طبیب۔ طبیّب۔ طباخ۔ طبر۔ طنز۔ طباشیر۔ طبع۔ طبیعت۔ طباعت۔ طبقہ۔ طبل۔ طبلہ۔ طرار۔ طحال۔ طریر۔ طرطر۔
طاری۔ طرب۔ طمن۔ طرح۔ طمین۔ طرح۔ طرز۔ طرف۔ طارق۔ طریقہ۔ طراوت۔ طری۔ طرفی۔ طرارہ۔ طسلہ۔ طشت۔ طشتی۔ طعمہ۔ طعام۔ طعن۔ طعنہ۔ طاعون۔ طغرا۔
طاغوت۔ طوفان۔ طفل۔ طفیل۔ طق۔ طلق۔ طوق۔ طلّہ۔ طول۔ طلب۔ مطالب۔ طلبہ۔ طلبا۔ طالح۔ طالع۔ طلسم۔ طلعت۔ طلوع۔ طلف۔ طلاق۔ طلاّ۔ طلاطمیہ۔
طلطم۔ طمع۔ طمانیت۔ طومار۔ طنز۔ طنطنہ۔ طاہر۔ طوا۔ طور۔ طور۔ طاؤس۔ طاعت۔ طاقہ۔ طرح۔ طواف۔ طاق۔ طوق۔ طاقت۔ طویل۔ طیب۔ طائف۔ طاخ۔
طار۔ طیار۔ طیش۔ طینت۔ ظرف۔ ظریف۔ ظرافت۔ ظفر۔ ظلم۔ ظالم۔ ظلمات۔ ظن۔ ظہر۔ ظاہر۔ ظہور۔ ظہیر۔ ظاہرہ۔
عبا۔ عبث۔ عبد۔ عبادت۔ عادت۔ عیادت۔ عید۔ عابد۔ عبقری۔ عبرت۔ عبارت۔ عبور۔ عبس۔ عباس۔ عتاب۔ عتیق۔ عاتکہ۔ عثمان۔
عجب۔ عجیب۔ عجز۔ عاجز۔ عجم۔ عدد۔ عدل۔ عادل۔ عدالت۔ عدیل۔ عدم۔ عادی۔ عذاب۔ عذر۔ عرب۔ عران۔ عرس۔ عرض۔ عرش۔ عرف۔ عرفان۔
عرق۔ عروج۔ عریاں۔ عار۔ عزت۔ عزیز۔ عزل۔ عزلت۔ عزم۔ عسر۔ عسرت۔ عسا۔ عسکری۔ عیال۔ عشر۔ عشرت۔ عشیر۔ عشق۔ عاشق۔ عطف۔ عیش۔ عصر۔
عصب۔ عصمت۔ عنصر۔ عاصم۔ عاصی۔ عصیان۔ عضو۔ عطر۔ عطار۔ عطا۔ عاطف۔ عظمت۔ عظیم۔ عفت۔ عفو۔ عافیت۔ عزیت۔ عاق۔ عتیق۔ عقیقہ۔ عقب۔
عاقبت۔ عقاب۔ عاقبت۔ عقد۔ عقدہ۔ عقیدہ۔ عقل۔ عقیل۔ عاقل۔ عقیم۔ عک۔ عکس۔ عکاظ۔ علت۔ علیل۔ علاج۔ علاقہ۔ علم۔ علیم۔ عالم۔ عالم۔ علام۔ علانیہ۔
علاوہ۔ علو۔ عالی۔ عمدہ۔ عہد۔ عہدہ۔ عمل۔ عملہ۔ عامل۔ عام۔ عامی۔ عمومی۔ عمامہ۔ عمود۔ عمار۔ عمر۔ عمرو۔ عمق۔ عنبر۔ عنوان۔ عناب۔ عنان۔ عناد۔ عندیہ۔
عنکبوت۔ عوال۔ عنایت۔ عود۔ عادی۔ عار۔ عورت۔ عوض۔ عیانہ۔ علاقت۔ عقاد۔ غبار۔ غبی۔ غبن۔ غیب۔ غیبت۔ غثا۔ غدر۔ غدار۔ غذا۔
غرور۔ غرارہ۔ غروب۔ غربا۔ غریب۔ غرض۔ غرق۔ غازی۔ غرا۔ غزل۔ غزال۔ غزوہ۔ غسل۔ غسال۔ غم۔ غش۔ غضب۔ غوطہ۔ غفار۔ غفلت۔ غفل۔ غافل۔ غلہ۔
غلیل۔ غلیلہ۔ غلغلہ۔ غالب۔ غالباً۔ غلط۔ غلبہ۔ غلیظ۔ غلاف۔ غلام۔ غلم۔ غنیمت۔ غوغا۔ غار۔ غور۔ غائب۔ غیرت۔ غیور۔ غنا۔ غنیہ۔ غو۔ غوطہ۔ غول۔ غابہ۔
فارغت۔ غال۔ فواد۔ فوارہ۔ فوت۔ فتامت۔ فتح۔ مفتوح۔ فاتح۔ فتق۔ فتیلہ۔ فتنہ۔ فتویٰ۔ فجر۔ فاجر۔ فجور۔ فحش۔ فاحشہ۔ فہیم۔ فادا۔ فخر۔ فدّ۔ فدا۔
فدک۔ فرش۔ فرفر۔ فرار۔ فراخ۔ فرد۔ فرید۔ فردوس۔ فراست۔ فریس۔ فرصت۔ فرض۔ فریضہ۔ فرق۔ فاروق۔ فریق۔ فرم۔ فرمان۔ فروہ۔ فاسد۔ فساد۔
فاسق۔ فسق۔ فجور۔ فاش۔ فصوص۔ فصاحت۔ فہد۔ فاصلہ۔ فصیل۔ فضیحت۔ فضل۔ فاضل۔ فضول۔ فضا۔ فتور۔ فطور۔ فطرت۔ فقر۔ فقیر۔ فقرا۔ فقرہ۔ فقط۔ فاقہ۔
فقہ۔ فک۔ فکر۔ فلفل۔ فولاد۔ فالودہ۔ فاطمہ۔ فلکی۔ فلاں۔ فلانی۔ فنا۔ فانا۔ فہرست۔ فوفو۔ فوج۔ فورا۔ فوق۔ فیقہ۔ فاہ۔ فول۔ فوہ۔ فائدہ۔ فیض۔ فالم۔ فولیہ۔ فوم۔ فوفلہ۔ فہیر
قب۔ قبہ۔ قبح۔ قبر۔ قبیرہ (کبرا) قبض۔ قابض۔ قبضہ۔ قبولہ۔ قابلہ۔ قبیلہ۔ قبیلہ۔ قتر۔ قتوا۔ قتر۔ قاتل۔ قتلی۔ قتن۔ قمیع۔ قحبہ۔ قحط۔ قحل۔ قحلا۔ قدر۔ قدور۔ قادر۔ قدرت۔ قرار۔ قرم۔
قدری۔ قدی۔ قمرہ۔ قرارہ۔ قوی۔ قارورہ۔ قاری۔ قرب۔ قربان۔ قریب۔ قروہ۔ قراح۔ قرد۔ قرض۔ قرطب۔ قرطق (کرتا) قرق (کڑک) قرقہ (کھڑکا) قوزم۔ قرما۔
قسح۔ قرن۔ قادن۔ قیم۔ قند۔ قح۔ وقحاح۔ قصار۔ قسم۔ قسیم۔ قس۔ قسمت۔ قسا۔ قساوت۔ قصہ۔ قصبہ۔ قصاب۔ قصر۔ قاصد۔ قصیدہ۔ قصر۔ قصور۔
قضا۔ قضیہ۔ قاضی۔ قطب۔ قطرہ۔ قطار۔ قطع۔ قطعاً۔ قاعدہ۔ قفل۔ قافلہ۔ قافیہ۔ قلم۔ قلّم۔ قلا۔ قلیل۔ قلیل۔ قلّہ۔ قلب۔ قالب۔ قلاش۔ قلعہ۔ قلقی۔ قلعت۔
قلق۔ قمیم۔ قمیص۔ قمم۔ قلّا۔ (کملا) قمین۔ قنبہ۔ قانون۔ قنس۔ قنا۔ قنبخ۔ قہوہ۔ قحل۔ قمی۔ قابہ۔ قاح۔ قادا۔ قوس۔ قیاس۔ قاف۔ قبول۔ قائل۔ قیام۔
قوی۔ قائم۔ قید۔ قوت۔ قیاس۔ قیافہ۔ قیلولہ۔ قیمہ۔ کاکا۔ کاسہ۔ کاذب۔ کبج۔ کباب۔ کبرا۔ کبیرہ۔ کبان۔ کتاب۔ کاتب۔ کثر۔ کثرت۔ کوثر۔ کحل۔
کحالہ۔ کدی۔ کذاب۔ کدّ۔ کرکرہ۔ کربل۔ کردار۔ کرس۔ کرسی۔ کبیر۔ اکرم۔ کرم۔ کریم۔ کرایہ۔ کسی۔ کسیس۔ کسب۔ کساد۔ کسر۔ کسرت۔ کسل۔ کسی۔ کشش۔ کشف۔

نکودری آرائیں

انگریز کے دھوکے کی ٹٹی "دولتِ مشترکہ" کے وزرائے عظام کی لندن کانفرنس میں چودھری محمد علی کے برابر پنڈت نہرو اور بالمقابل ریڈ کلف بیٹھے تھے۔ ریڈ کلف بولا چودھری کس علاقے کے ہو؟

فرمایا "خطہ جنت جسے تو نے نہرو کی خاطر جہنم بنا دیا"

خود ہی بول پڑا "جالندھر" (فبہت الذی کفر)

چودھری کے دَر دبھرے قول سے دونوں کے منہ لٹک گئے۔ زمین کی اپنے باسیوں سے نسبت گہری ہوتی ہے۔ ہر شہر کی ایک علیحدہ خاصیت ہے اور ہر قریہ کا جُدا معاملہ ہے، ہر زمین کے فیوض مختلف ہیں۔ ضلع جالندھر خصوصاً تحصیل نکودر میں اکثریت آرائیوں کی تھی۔ ان کے حلیف جاٹ بھی سندھ سے آنیوالے ساتھی تھے۔ انکے مواضعات کے نام عرب میں اُن کی پرانی رہائشوں کی یاد تازہ کرتے تھے جیسے بغا۔ گیلن۔ راہوت۔ بلغا۔ ساندہ وغیرہ یا وال (امنی ڈیرہ) کیا کرتے تھے۔ جیسے فاضل وال، میاں وال، مرید وال، شیخ والا، دانے وال وغیرہ۔ اور جو عرب (آلِ منصور و تمیم) خراسان اور ایران سے اُٹھ کر اپنے بھائیوں کے پاس آتے۔ اُن کے گاؤں کے نام پور (بمعنی چھوٹا قلعہ) کیا کرتے تھے۔ جیسے مدح پور، خورشید پور، فتح پور زائے، اکبر پور وغیرہ۔

گھروں کی پشتیں ملی ہوتیں۔ اور گاؤں کا ایک یا دو دروازے ہوتے جن پر ڈیوڑھیاں ہوتیں۔ ان میں شب و روز لوگوں کی بیٹھک رہتی۔ اسطرح گاؤں قلعوں کی صورت بہت محفوظ تھے۔ سرسہ سے آنے والے بھی انہی میں آ گھسے

؎ جائے تنگ و مردماں بسیار ________ والا معاملہ ہو گیا

اقلیتوں کے بارے میں Imperial gazettier of India Part I کا اقتباس،

" دیہات کی دُنیا خود کفیل ہوتی تھی۔ ایک ہی برادری کے لوگ ضرورت کے تحت بڑھئی، لوہار، حجام، جولاہا، دھوبی وغیرہ کے پیشے اپنا لیتے تھے۔ گاؤں کی شاملات میں سب برابر کے حصہ دار

ہوتے تھے۔ برہمنوں کی فرقہ بندی نے انکو اونچی نیچی جاتیوں میں تقسیم کر دیا۔ اور ایک دوسرے سے مستقلاً کاٹ دیا۔ ان کے خدوخال اور کاسۂ سر میں سر مو کوئی فرق نہیں۔ موجودہ حیثیت، تہذیب و معاشرت کے لحاظ سے پنجاب کے مسکین چوہڑے، مقطع پنڈت یا مغرور راجپوت میں کوئی نسبت ہی نہیں لیکن جسموں کی ساخت برابر غمازی کر رہی ہے کہ وہ ایک ہی شجر کی شاخیں ہیں اور ایک ہی نسل کے افراد ہیں۔

انگریزوں نے سب سے پہلے لوگوں سے ہتھیار چھین کر غیر مسلح کیا تاکہ اپنے ملک اور جان و مال کی حفاظت کے قابل نہ رہیں۔ ان میں بزدلی پیدا ہو اور عورتوں کی طرح سرکار پر تکیہ کرنے پر مجبور ہوں۔ مسلمانوں کی زمینداریوں اور اعلیٰ عہدوں کا خاتمہ کر دیا۔ گھریلو صنعتیں تباہ کر دیں۔ دولت پیدا کرنے کے ذرائع ختم کر دیئے۔ مذہب کی بنا پر ان سے دشمنی کی گئی۔ ان کے قائدین کو مقدمات میں ملوث کر کے سزائیں دی جانے لگیں۔

انتظامی اخراجات بڑھا دیئے۔ سکہ کی قیمت گھٹا دی۔ شرح سود بڑھائی شرح تبادلہ کی صورت میں کثیر زر مبادلہ ولایت منتقل ہو گیا۔ اسطرح ملک کے تمول کو افلاس میں تبدیل کر دیا۔

اسلامیان پنجاب جو نادر شاہ کی فاسقانہ حرکت سے سکھوں کے ہاتھوں لٹ چکے تھے۔ انگریز کے مذہبی عناد نے ان کو تباہی کے گڑھے میں پھینک دیا۔ افلاس و تنگدستی اور جہالت کی بنا پر ان کا شمار پست ترین اقوام میں ہونے لگا۔ تمام نفع بخش کام ان سے چھین کر بنیئے جیسی قابلِ نفرین جنس کے ہاتھوں میں چلے گئے۔

مسلمانوں کی بہادر اور جری قوم کے دلوں میں اپنی بیکسی، کمزوری اور ذلت کے خیالات حد درجہ غالب آ گئے اور وہ ہندو سکھوں کے ہر شعبۂ زندگی میں چھا جانے سے لرزہ بر اندام ہو گئے۔ کسی قوم کی ترقی یا تنزلی کا انحصار تمام تر اس قوم کی ذہنیت پر ہوتا ہے۔ اکثر مسلمان اقوام بددل ہو کر انگریز کی خیر خواہی میں اپنی بھلائی سمجھنے لگیں۔

بعض مفاد پرست ایمان سے عاری انگریز کی مدد پر اٹھ کھڑے ہوتے۔ افغانیوں اور ترکوں کے سوا ساری دنیائے اسلام انگریز کے سامنے سرنگوں ہو گئی۔ اس دور مایوسی میں عام مسلمان ظہور مہدی کی موہوم امید کے سہارے بسر کرنے لگے۔ بدبخت لوگ مرزا غلام قادر

(قادیانی کذاب کا بڑا بھائی) اور لوٹانے وغیرہ وڈیرے اپنے گھڑ سوار لے کر کرنل نکلسن کی ۲۶۴ رنیو انفنٹری کے نام پر ۱۴ راگست ۱۸۵۷ء کو دہلی پر حملہ آور ہوئے اور تحریکِ آزادی کو کچل دیا۔

دہلی کے مسلمان اشراف کیساتھ ناقابلِ بیان بہیمانہ سلوک کیا۔ جسکی بنا پر اولیائے ہند پنجاب کے حق میں بد دعائیں دینے لگے۔ چھوٹے بھائی مرزا غلام احمد نے دین کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ اپنی نبوّت، مجددیت اور الّا بلّا دعوے کر کے پنجابی مسلمانوں کی دینی حس پر کاری ضربیں لگائیں یہ سُنت اللہ ہے کسی قوم کے وڈیرے گمراہ ہو کر اپنوں ہی کے دشمن ہو جائیں تو ذاتِ باری اُس قوم میں محسن و کریم رہنما پیدا کر دیتی ہے۔ لاہور میں دو عظیم ہستیاں منظرِ عام پر آئیں۔

میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی اور میاں محمد شفیع بیرسٹر جو فقر و سیاست کے درخشندہ ستارے تھے۔ انسان طبعاً کامل نمونہ کا محتاج ہے جو شوق کو زیادہ کرتا اور ہمت بڑھاتا ہے۔ جو نمونہ کا پیرو نہیں وہ سُست ہوتا ہے اور بہک جاتا ہے۔

انگریز نے اُرائیوں کے بارے میں یہ معلوم کر لیا تھا کہ دین سے اپنے والہانہ لگاؤ اور اپنے دینی مدارس کے اثر سے یہ قوم اُن کی کبھی خیر خواہ نہیں ہو سکتی۔ آرائیں ہمیشہ مسلمان حکومت کے قیام کیلئے کوشاں رہیں گے۔ اس لئے انکو محض ہل جوتنے کے قابل رکھا جائے گا۔ (جالندھر گزیٹیئر۔ رپورٹ مسٹر کیمبل ڈسٹرکٹ تعلیمات)

آرائیوں نے اس پُر آشوب دَور میں بڑے صبر سے کام لیا۔ اللہ نے اُن کو زمین کی وسعتوں میں پھیلا دیا۔ جس سے تنگئ معیشت کا ازالہ ہو گیا۔ اور حصولِ علم و ہنر کی نئی راہیں کھل گئیں۔ ایک دَور ایسا سخت بھی آیا جب دیگر مسلم اقوام نے غیر مسلموں کے ساتھ اپنے روابط پیدا کر کے تحفظ حاصل کر لیا۔ مگر آرائیں اپنی فطری جبلت کے تحت الگ تھلگ رہے۔ مگر دوسری غلامی کے خوف اور عدم تحفظ کے احساس کے اثر سے اُن میں بُخل جیسی مکروہ صفت نے گھر کر لیا جو ذِلت کی بُنیاد ہے۔ اسکے نتیجہ میں اپنے کسی عظیم مخلص کی بھی قدر شناسی و فضیلت کے اقرار سے عاری ہیں۔

بالآخر فیصلے کا وقت آگیا کہ آیا تاریخ کو ہم صرف اپنی منحوس غلامی کی کہانی دیکھا اور آنے والی نسلوں کی زبان پر ہمارے لئے لعنتیں اور نفرتیں ہوں اور دُنیا ہمارے ایمان سے

محرومی اور ہمت سے تہیدستی کی گواہی دے یا اپنی قسمت کی تعمیر کیلئے کمربستہ ہو جائیں ۔ اپنی عزت و اقبال کو ڈوبنے سے بچالیں اور اسلام کیلئے دھبہ نہ بنیں ۔ بحمداللہ کہ تحریکِ پاکستان میں مسلمانوں کی جرأتِ رندانہ نے سب دھبے دھو دیئے اور آرائیں بھی صفِ اوّل میں رہے ۔

کمبوہ :- (کم انبوہ ۔ چھوٹا گروہ)

نیپالی بدھوں کا ایک قافلہ ملتان کے بدھ مندر کی یاترا کیلئے آیا ۔ میدانوں کی زرخیزی اور رزق کی فراوانی دیکھ کر دریائے بیاس کے کنارے (نیلی بار ۔ ضلع وہاڑی) میں آباد ہو گیا ان کی قلعہ نما سات بستیاں تھیں ۔ جب راجہ داہر نے ملتان کو بھی اپنی قلمرو میں شامل کر لیا اور شب و روز اپنی مملکت کی توسیع میں کوشاں ہوا ۔ تو ان بستیوں کو بھی دبا لیا ۔

وہاں کا نوعمر شہزادہ چاوا گدی سے محروم ہو گیا ۔ (چاؤ = خوشی ، چاوا = خوشی والا) تو اس نے مدینہ منورہ کی راہ لی ۔ اس وقت کے عامل مدینہ عمرؓ بن عبدالعزیزؒ بڑی شفقت سے پیش آئے ۔ شہزادے کو سید حسن اصغر بن زید بن حسن مثنےؒ ابن امام حسنؑ کی تربیت میں دے دیا ۔ جہاں اسے ان کے چچا امام علی العابدین بن حسن مثنےؒ کی صحبتِ بابرکات سے بھی فیض یاب ہونے کا موقع نصیب ہوا ۔

جب محمدؒ بن قاسم سندھ سے فارغ ہو گیا تو عمرؒ بن عبدالعزیزؒ نے چاوا کے ساتھ چند مبلغین اور مجاہدین کا بھی ایک دستہ بھیجا ۔ مبلغین کے سرخیل ایک بزرگ ہستی الاستاذ سیدی ابراہیم ثقفی تھے ۔ اور مجاہدین کا سالار انہی کے گروہ کا علی السعدی[5] البکری تھا ۔ جسے خوش مزاجی ، شوخیٔ طبع اور حسنِ خلق کی بنا پر علی مولیٰ پکارا جاتا تھا ۔

چاوا کی گدی بحال کرانے کیلئے عمرؓ نے محمدؒ کے نام ایک رقعہ بھی ساتھ کر دیا محمدؒ بن قاسم ابھی ملتان کا محاصرہ کئے تھا کہ چاوا ساتھی مجاہدین اور اپنی قوم کی مدد سے دشمن غاصبوں کا قلع قمع کر کے خود متصرف ہو گیا ۔

مبلغین نے اس جگہ اشاعتِ اسلام کا مرکز قائم کیا جسے بوریوالہ کے پاس "چاولی مشائخ" کہا جاتا ہے ۔ سیدی ابراہیم ثقفی نے اس وقت کی تاریخ "منہاج الدین والملک" لکھی ۔ ان کی اولاد[6] میں سے بھکر کے قاضی اسماعیل سے ۶۱۳ھ/۱۲۱۶ء میں علی بن حامد کوفی نے

[5] پاکستان میں کئی مقامات پر علی السعدی کے آثار کو علی المرتضےٰ سے منسوب کیا جاتا ہے [6] قاضی اسماعیل کے مبینہ شجرہ میں سیدی ابراہیم کا نام شامل نہیں

قلمی نسخہ لیکر اسکا فارسی میں ترجمہ کیا جسکا نام فتح نامہ رکھا۔ بعد میں ڈاکٹر داؤد پوتہ نے اپنی طرف سے ایزادی اور حواشی لکھ کر حیدر آباد دکن سے "چچ نامہ" کے نام سے شائع کیا۔ علی کوفی آپ کے مرتبہ و فضیلت کا اظہار "خواجہ امام ابراہیم مے فرمائید کہ ....." لکھ کر کرتا ہے۔

عرب صرف عظیم المرتبت شخصیات کو خواجہ اور بہت باا ثر راہنما کو امام پکارتے ہیں۔ چاولی مشائخ میں اُن کی قبر زیارت گاہ عام و خاص ہے۔ اسکے ساتھ والی قبر علی مولی کی ہے (چاوُلی میں ل اسم تصغیر کا ہے جیسے بہاول، سجاول، بلاول، راول وغیرہ)

چاوا کی اولاد میں میاں غلام محمد (المعروف پیر نکے والا نزد بورے والا) اور مخدوم ذوالفقار سیدی ابراہیم کی آل میں وہاڑی کے چوہدری محمد علی (سابق ہیڈ ماسٹر۔ نوٹ) کا گھرانہ ہے جو ٹھیکری والا (ریاست کپورتھلہ) سے ہجرت کے وقت دریائے بیاس میں سب سے قیمتی اثاثہ بھی دریا برد کر آیا۔ جس میں ان کا مکمل شجرہ اور مخدوم کا خود نوشتہ مجموعہ احادیث² بھی تھا۔ جو اگر شائع ہو جاتا تو صحاح ستّہ سے زیادہ معتبر و مستند مانا جاتا۔

سرکاری ملازمت کے باوجود چوہدری محمد علی نے تحریک پاکستان میں سرگرم حصہ لیا انکے وارث میاں محمد ظہور الحق نے ہر قومی تحریک میں بڑھ چڑھ کر قربانی دی۔ اور ہر دو اصحاب نے بحیثیت ممبران بلدیہ وہاڑی کی اکثر ترقیاتی سکیموں کی تخلیق و تکمیل کی۔ زنانہ مڈل سکول کو ہائی درجہ دلانے اور مردانہ سکول کا معیار بلند کرنے، متعدد پرائمری سکولوں کے اجراء، زنانہ ہسپتال کی تعمیر اور مردانہ ڈسپنسری کو ہسپتال بنانے، لاری اڈہ بنانے، آبادی کی توسیع اور کاروباری تعمیر مراکز کی تجاویز وغیرہ میں بڑی کاوش دکھائی۔

اسلامیہ کالج کے قیام کی تحریک اٹھائی۔ اُنکے بھائی محمود الحق ایم۔اے نے اعزازی طور پر بطور لیکچرار خدمات انجام دیں۔ بڑی ہمشیرہ ثریا بیگم نے معززین کے اصرار پر کچھ عرصہ بطور ہیڈ مسٹرس زنانہ ہائی سکول بڑی عمدہ اصلاحات کیں۔ جس سے سکول کا معیار بلند ہو گیا۔ فروغ علم کیلئے زندگی وقف کرنیوالی دوسری بہن فرخندہ بیگم بطور پروفیسر ملتان میں تعینات ہے۔ غرضیکہ ایں خانہ ہمہ آفتاب است جو نورِ علم کی اشاعت میں اپنے آباء کی روش کو قائم رکھے ہوئے ہے۔

نوٹ: چچ نامہ صفحہ ۹ : کتاب کی اکثر جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف یا اُسکے قریبی بزرگ خود محمد بن قاسم کے ہمراہ سندھ آئے اور وہ اونچے مرتبہ کے لوگ تھے)

² ہیں علی المدائنی ۱۳۵ - ۲۲۵ھ کے حوالے بھی شامل کر دیئے گئے۔

۶۱۳ء میں سندھ میں وارد ہونے والا علی مولا میرے کُنبے کا مورثِ اعلیٰ تھا۔ اسکی اولاد میں محمد نام لقب مانہ (کساتے) عُرف کادہ (مقرب) ایک بزرگ شخصیت ہوئی ہے جو ابنِ عربی کے شیوخ اور حضرت ابو مدین مغربیؒ کے مصاحب ابو عمران سید رانی ابدالؒ کے مقرب خلیفہ تھے۔ اُنکی قبر بھی اپنے مرشد کے مزار کے ملحق تھی۔ جو موضع سید رانا (شاہ کوٹ ضلع جالندھر) میں ہے۔ ف ۵۸۶ھ

جہاں کے سادات الشریفین میں میرے اُستاد محترم آغا صادق حسن (پرنسپل) نابغۂ روزگار تھے۔ اور میرا ہم جماعت کرنل سید حیدر حسن (بورے والا) ہے۔ ہمارا گھرانا باقاعدگی سے سالانہ عُرس کیوقت اپنے جدِ امجد کی قبر پر سبز چادر چڑھایا کرتا تھا۔

زندہ قومیں آثار کو مٹنے نہیں دیتیں۔ اس تقریب کے متعلق بے شمار حکایات بیان ہوتی تھیں۔ ہمارے گھرانے نے علی مولا کے نام کو بھی زندہ رکھا میرے دو چچاز اد بھائیوں بنام حشمت علی کو بڑے بوڑھے مولا ہی کہتے رہے۔ گو ہمارا کنبہ رامے ہی کہلاتا آ رہا ہے۔ مگر ہمارے بھائی بند مولے مشہور ہوئے۔ جن میں چوہدری محمد حسین (مرحوم) ڈائریکٹر ریکلیمیشن کا کنبہ بھی ہے۔

جس طرح سیدی ابراہیم کی آل میں علمی تفضل درس و تدریس اور تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا میرے آباؑ اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چل کر مصروفِ جہاد رہے۔ جب عبدالغنی آدینہ بیگ کے بعد کوئی قابل جرنیل نہ رہا تو اپنی ہندو قیں دیواروں میں چُن دیں۔ کچھ مسلمان ریاستوں اور اسلامی ممالک کی طرف نکل کر تتر بتر ہو گئے۔

آپ بیتی

آرائیوں کی یہ بڑی خوش قسمتی تھی کہ علمائے انتہائی نامساعد حالات میں بھی اُن کی بستیوں میں مدارس کو قائم رکھا۔ ہمارے گاؤں میں میاں مولا بخش رح کا مدرسہ تھا۔ جن کے بڑے بیٹے میاں عطا اللہ کے لڑکے میاں عبدالقادر ٹیچر (یا کیپٹن) تھے۔
دوسرے بیٹے میاں سمیع اللہ ایم اے فیلو پنجاب یونیورسٹی اور میاں سعداللہ ہیڈماسٹر محمودیہ ہائی سکول ساہیوال جنکے ایک بیٹے میاں عبدالباسط محکمہ تعلیم میں اعلےٰ عہدے پر فائز ہیں۔ میرے شمس الدین محمد انصمہ نے میاں مولا بخش رح سے ابتدائی تعلیم حاصل کی جو آج کل کے فاضل کے نصاب سے بہت بہتر تھی۔ میری والدہ نے اپنے چچا حافظ نور بخش گہلنوی رح سے تعلیم پائی پھر محکمانہ امتحان پاس کرکے باقاعدہ سکول کا اجرا کیا۔ انکے درس میں چھوٹی بڑی ہر عمر کی عورتیں شامل ہوتیں جنہیں وہ مولوی عبداللہ لاہوری کی "بارانِ انواع" سنایا کرتیں جو اُس زمانہ میں اسلامی انسائیکلوپیڈیا تھی۔ فقہ و احادیث و تفاسیر اردو زبان میں دستیاب نہ تھیں۔ والدہ کے پاس پنجابی زبان میں دینی کتب کا ذخیرہ تھا۔ وہ پنجابی میں ہی درس دیتیں۔ اس لئے کہ بات اُسی وقت اچھی طرح ذہن نشین ہوتی ہے جب خود اپنی زبان میں ہو۔

(وما ارسلنا من رسولٍ الّا بلسانِ قومہٖ لیبین لھم۔ سورہ ابراہیم)

اس بات کو زیادہ ذہن نشین کراتیں کہ عورت کی خوبی دو باتوں میں ہے کہ اُسے کوئی نامحرم نہ دیکھے اور وہ کسی نامحرم کو نہ دیکھے۔ دکھلاوے کی باتوں کو شرک بتلاتیں کہ بڑائی کی لت اور دُنیا پر اِترانا دین کے منافی اور اللہ کو ناپسند ہے۔ تہجد گزاری اور نفسوں کو مصروف رکھنے کیلئے دستکاری مثلاً مشین کی سلائی، کڑھائی گشیدہ کاری، دریاں اور آزاربند بُننا، اور بنیان بنانا وغیرہ سکھاتیں۔ اچار ڈالنے اور تھوڑی لاگت سے عمدہ کھانے تیار کرنے کی ترکیبیں بتاتیں۔

۱۵۲۸

بحیرہ روم

شام

دمشق

مصر

بنی غسان

بنی تغلب

بنی ایاد

صحرائے شام

ایران

یمامہ

ریاض

بنو قحطان

ربع خالی

یمن

عدن

حضرموت

عمان

مسقط

خلیج عمان

بحر ہند
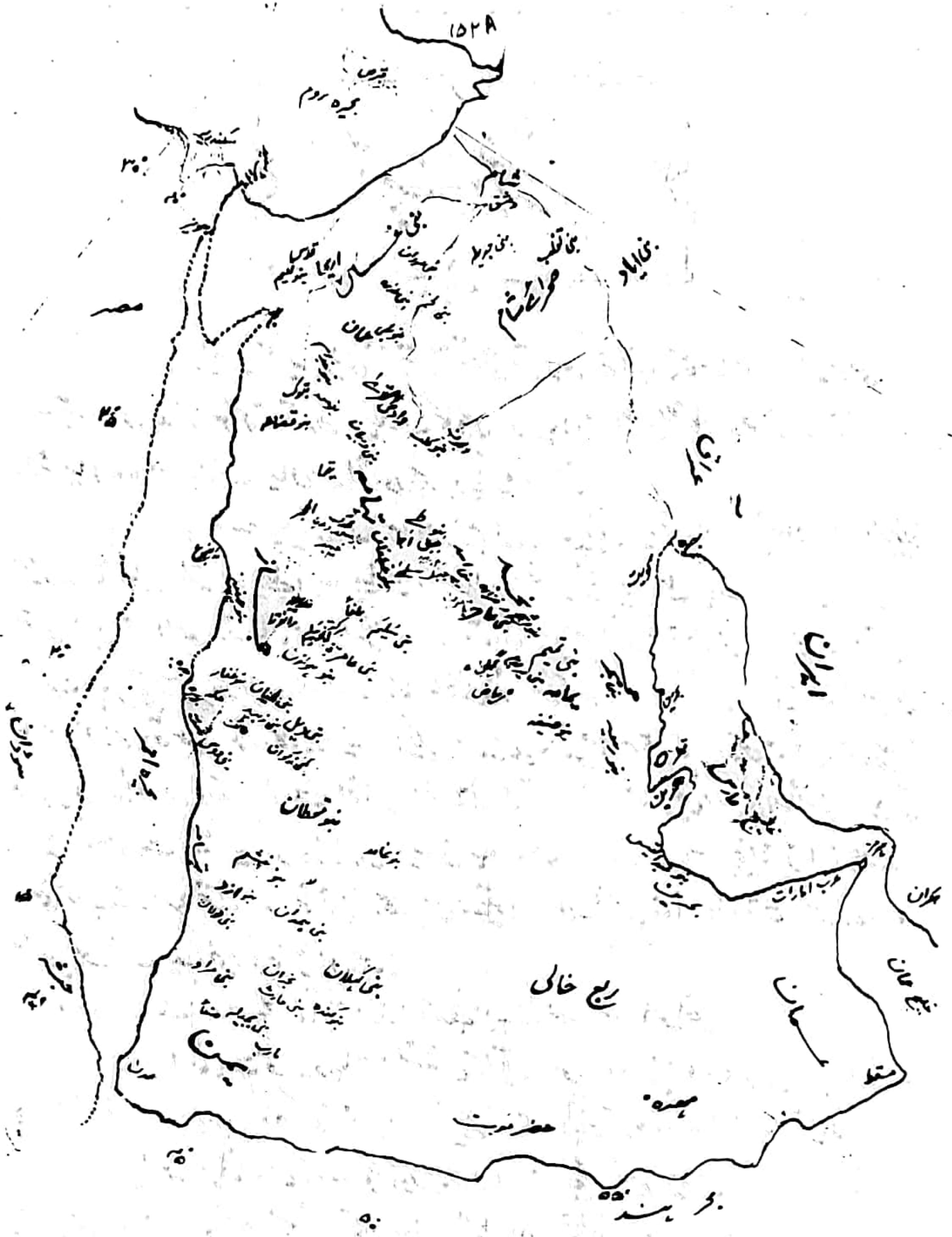
آمدنی اور خرچ میں توازن قائم رکھنے کی حکمت بتاتیں ۔ اور ہر ایسی شئے کی خرید سے منع کرتیں جس کے بغیر کام چل سکے ۔ اُن کی شاگرد لڑکیاں شادی ہونے پر اپنے سُسرال جاکر درس جاری کر دیتیں ۔ گھریلو معیشت میں مددگار بنکر مقبول ہو جاتیں ۔

مجھے وصیت فرمائی ۔ "میں نے ہمیشہ تجھے باوضو ہوتے دُودھ پلایا ۔ اور پاکیزہ رکھا، اپنی زندگی پاکیزہ گزارنا اور ہمیشہ یوم حساب کو یاد رکھنا ۔"

نوٹ: والدہ ۔/۳۲ روپے مہر باندھنے کو رسم کو سیدۃ النساء کے نام پر دھوکر قرار دیتی تھیں ۔ کہ اُن کا مہر ۱۲/۱ سیر (تقریباً) چاندی (بارہ اوقیہ) تھا ۔ اور اُمہات المومنین کے مہر بھی مختلف تھے ۔

میرے والد کو اعلیٰ تعلیم کے حصول کا شوق لاہور لے گیا جہاں میاں بشیر محمد نقشبندی کی صحبتِ بابرکات سے فیضیاب ہونے کی سعادت نصیب ہوئی ۔ جس سے خدمتِ خلق کا جذبہ پیدا ہوا (طریقت بجز خدمتِ خلق نیست ۔ بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست) اور میاں محمد شفیع بیرسٹر کی مجلس سے سیاسی سُوجھ بُوجھ حاصل ہوئی ۔ تصوّف اور سیاست اُن کی زندگی کا لائحہ عمل بن گئے ۔

ما التصوف ؟ قال وجدان الفرح ۔ فی الوارد عند اتیان الترح ۔

(تصوف کیا ہے ؟ غم کے نازل ہونے کے وقت فرحت محسوس کرنا)

تصوّف کا مقصد عرفانِ ذات بصفات نہیں ۔ (وہ تو انسانی عقل و خرد سے وراء الوراء ہے) بلکہ تصفیۂ خیال ہے ۔ یعنی جب خیال صحیح نقطہ پر مرکوز ہو جاتا ہے تو اُس میں بے پناہ جذب کی طاقت اور تاثیر پیدا ہو جاتی ہے ۔ ساری قوت توکل علی اللہ میں پنہاں ہے ۔ جذب و انجذاب کا قانونِ الٰہی باطل نہیں ہو سکتا ۔

قانونِ تجاذب :-

سلبی خیالات و منفی افکار قوّت کو سلب، قلب کو کمزور، اعضا کو مضمحل اور اعصاب میں تناؤ پیدا کرتے ہیں ۔ انکو ایجابی و ثبوتی تصورات سے بدل دینا چاہیئے ۔ ایجابی افکار کا مبدا حق تعالےٰ ہے ۔ جونہی ہم نے اس طرف رُخ کیا گویا ہم ظلمت سے نکل کر روشنی میں آ گئے ۔ اب روشنی کی کرنیں آہستہ آہستہ ہمارے جسم میں داخل ہوتی ہیں ۔ اُن سے مُردہ اعصاب جاگ اُٹھتے ہیں ۔ مضمحل اعضا میں توانائی آ جاتی ہے ۔ قلب و جگر تازہ دم ہو جاتے ہیں ۔ کھوئی ہوئی صحت پوری قوت کے ساتھ عود کر آتی ہے ۔

سیاست دُنیا کا سب سے بڑا جذبہ ہے مذہب اسکی پشت پناہی کا طاقتور عنصر ہے۔ یہ انسان کے تمام جذبات کو زندہ کر دیتا ہے اس سے تمام قوتیں مشتعل ہو جاتی ہیں۔ یہ انسان میں ہر قسم کا ایثار اور خود فروشی پیدا کرتا ہے۔ شخصی و ذاتی کی بجائے مذہبی و قانونی اقتدار قائم کر کے انصاف کا بول بالا کرنا، انسانی بنیادی حقوق کی حفاظت کا اہتمام اور فرائض کو پورا کرنے کا نام سیاست ہے۔ نہ کہ حقوق طلبی اور باہمی تنازعات۔

(آج کل کے سیاسی بازیگروں اور عامی تماشہ گیروں نے باہمی نزاع کے مسائل پیدا کرنے کا نام سیاست رکھ دیا ہے)

بنیادی حقوق کا عدم تحفظ انسان کے اعصاب پر بُرا اثر ڈالتا ہے اور قوتِ مردمی کو ضائع کرتا ہے۔ جس کی بنا پر وہ قوتِ ارادی سے محروم ہو جاتا ہے اور عورتوں کی مانند تقدیر پرست بن جاتا ہے۔

کسانوں میں عزم و ہمت اور مردانگی کا فقدان اسی بنا پر ہے کہ اُنہیں اپنی عزتِ نفس، روشن مستقبل اور آزادی کے تحفظ کا لُطف نہیں مِلا۔ قدرتی آفات سے فصلوں کی تباہی کا خوف دامن گیر رہتا ہے جسکی بنا پر اُن کے جوان بھی بوڑھے دکھائی دیتے ہیں کیونکہ احساساتِ رنج و غم اور محرومی شکل و صُورت بدل دیتے ہیں۔ ان کے لوک گیتوں اور شادی بیاہ پر بھی رونا دونا ہی ہوتا ہے۔

تاریخ کے ہر دَور میں انسانی افراد کا سیاسی اتحاد ان بنیادی حقوق کی حفاظت اور انکے استحکام کی خاطر قائم ہُوا اور ہمیشہ سے حکومتیں ان حقوق کا تحفظ اپنا فرض اور اپنے وجود کی غائت سمجھتی رہیں گو تمدّن کے ارتقاء کے ساتھ ان حقوق کی نوعیت بدلتی رہی۔ (انگریزوں کے سوا جنکا مطمعِ نظر ہی اس مُلک کو لوٹنا تھا)

دس بنیادی حقوق

ا۔ **خوراک، لباس اور رہائش**:۔ ہر شائستہ اور آئینی حکومت کا یہ اہم فرض ہے کہ عام افراد کیلئے قوتِ لایموت فراہم کرے جس سے وہ اپنی رُوح اور جسم کا رشتہ قائم رکھ سکیں۔

(سنہ ۱۶۰۶ء میں ملکہ الزبتھ اوّل کے عہد میں انگلستان میں یہ قانون پاس ہُوا کہ ہر نادار آدمی کو سلطنت کی طرف سے کھانا کپڑا اور مکان دیا جائے)

۲۔ حفاظتِ جان و مال :۔
ہر فرد، البشر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی جان و مال و آبرو کی حفاظت اور دشمنوں کی مدافعت کے ضروری سامان رکھ سکے۔

(امریکہ کے آئین ۱۷۹۱ء کی حقوق کے بارے میں ایک دفعہ :۔ چونکہ آزاد سلطنت کی حفاظت کیلئے یہ ضروری ہے کہ ایک مرتب شہری فوج رہے اس لئے عوام الناس کے اس حق کی کہ وہ ہتھیار رکھ سکیں کبھی خلاف ورزی نہ کی جائے گی)۔

صدر کینیڈی کے قتل پر اس میں ترمیم کی تجاویز مسترد کر دی گئیں)

۳۔ عدل و انصاف :۔
اس کے دو طریقے ہیں ۔

۱۔ عوام کا اپنا پنچایتی نظام

۲۔ سرکاری عدلیہ

ایک مثال :۔ ہمارے گاؤں کے ایک کسان کی گندم کے ۶۰ گٹھے بوقت شب آگ سے جل گئے ۔ پنچائت نے کسان سے پوچھا تو اُس نے اپنے ایک مخالف کا نام لیا۔ جس نے جواباً کہا میری اس سے مخالفت ہے ۔ اللہ کے رزق سے نہیں ۔ رات تیز ہوا چلی ۔ سبھی لوگ حقے بھر کر لے گئے تھے ۔ میں تو حقہ پیتا ہوں نہ سگریٹ ۔ یہ سُن کر میرے والد نے چند نوجوانوں کو اُٹھایا کر ہر کھلیان سے ایک ایک گٹھا اُٹھا کر اسکے کھیت میں رکھ دو ۔ اُنہوں نے واپس آکر بتایا کہ ۸۰ ۔ (اَسّی) گٹھے رکھ آئے ہیں ۔ سارا گاؤں جو پولیس کاروائی سے خوفزدہ تھا اس فیصلے سے مسرور و مطمئن ہو گیا ۔

(افسوس کہ عوام کو اپنے فیصلے خود کرنے سے محروم کر دیا گیا ہے)

سرکاری عدالتوں تک عام آدمی کی رسائی نہیں اور نہ ہی حق کو قانون تسلیم کیا گیا ہے ۔ انسانی وضع کردہ قوانین کے الفاظ میں موشگافیوں کی بھرمار اور فیصلے "انصاف" یعنی لصفاً لک ونصفاً لی یعنی (نصفی نصفی) کی بنیاد پر ہوتے ہیں ۔ اُمراء نے اعلیٰ عدالتوں کو بھی سیاسی اکھاڑہ بنا دیا ہے ۔

۴۔ مذہبی حقوق کی حفاظت :۔
مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بَیر رکھنا ۔

لفظ اسلام میں تمام فرائضِ انسانیت سمیٹ دیئے گئے ہیں ۔ ہر فرد کا یہ حق ہے کہ وہ جیسے چاہے عقائد رکھے مگر تحریر و تقریر سے دوسروں کی دِل آزاری نہ کرے ۔ قوم میں وحدت

پیدا کرنے کے لئے دینِ اسلام ہی واحد و مستحکم ترین رشتہ ہے ۔ جسکے کمزور پڑنے سے ہماری صفوں میں انتشار پیدا ہو گیا ہے ۔ مذاہب کے نام پر کئی جنگجو میدان میں آ گئے ہیں ۔ جنہیں دائرہ قانون میں رکھنا ضروری ہے ۔

۵ ۔ تہذیب و زبان :-

کسی قوم کی تہذیب و تمدن کا آغاز اُسکی رُوحانی نشو و نما سے ہوتا ہے ۔ قوم کی رُوحانی حالت جسقدر بہتر ہوتی چلی جائے گی ۔ زندگی کے دیگر شعبوں میں وہ قوم اُسی نسبت سے ترقی کرتی چلی جائے گی ۔

مُسلمانوں کی مذہبی زبان عربی ہے ۔ جس میں عبادت کی جاتی ہے ۔ ایک مذہب اور ایک زبان ہو جانے سے مقاصد بھی متحد ہو جاتے ہیں ۔ مگر انگریزی کی ترویج نے دیسی انگریزوں کی برتری کو قائم رکھا ہوا ہے ۔

۶ ۔ تعلیم :-

پہلی وحی اقرأ کے الٰہی حکم سے شروع ہوئی اور راسخون فی العلم اہلِ فضیلت قرار پائے ۔ اشاعتِ اسلام کیلئے ہر زبان سیکھنا اور ہر قوم کی تاریخ و تمدن سے آگاہی لازم ہے ۔ اس دَور میں زندہ رہنے کیلئے سائنسی علوم کا حصول از بس ضروری ہے ۔ تعلیم یافتہ لوگ اچانک خونی انقلاب کی بجائے ارتقائی ترقی کو زیادہ پسند کرتے ہیں ۔ اہلِ علم اقتدار میں ہوں تو ملک محفوظ رہتا ہے ۔

اکبر الٰہ آبادی ؎ تعلیم جو دی جاتی ہے ہمیں وہ کیا ہے فقط بازاری ہے
جو عقل سکھائی جاتی ہے وہ کیا ہے فقط سرکاری ہے

۷ ۔ حقِ ملازمت :-

عہدیداروں کیلئے وسیع تجربہ اور لوگوں کا اعتماد حاصل ہونا چاہیئے سیم و زر کھٹیا لوگوں کا مقصود ہوتا ہے ۔ مال کے طالبوں کو ملازمت سے الگ کر دینا ضروری ہے ۔ وہ تاجر بن جائیں ۔ صرف قانع لوگ رکھے جائیں ۔ حکمرانوں کی ذاتی ملکیت نہیں ہونی چاہیئے ۔ ملازمتیں لیاقت اور اہلیت کے مطابق دی جانی چاہیئں ۔

مورلینڈ (India at the death of Akbar) لکھتا ہے ۔" سوال پیدا

ہوتا ہے کہ ایسا نظامِ حکومت جو عمال اور حکام تیار کرے گا کیسے ہوں گے ؟ کیا وہ ملک و قوم کے بہی خواہ، رعایا کے خدمت گذار ہوں گے ؟ یا محض خود غرض لیڈرے جنہیں اپنی جیبیں بھرنے سے کام ہوگا ۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ایک ہوش مند فرمانروا ایسے عمال کی تلاش میں رہتا ہے جو دیانتداری سے اپنے فرائض سرانجام دیں لیکن ساتھ ہی یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ چالاکی، چرب زبانی، ریاکاری، اور ظاہرداری حکمرانوں کو خوش کرنے کیلئے زیادہ کارگر اوصاف ہیں ۔"

۸ ۔ یکساں شہری حقوق و مساوات :۔

معاشرے کے ہر فرد کا یہ حق ہے کہ اس سے ہمدردی کی جائے ۔ اسکی بات سُنی جائے ۔ اسکی قدر و عزت کی جائے ۔ اُس کی صحیح راہنمائی کی جائے ، اُسے اُبھارا جائے ۔ اُسے ہر طرح کا تحفظ دیا جائے ۔ جس معاشرے کے ارکان دوسروں کے حقوق پر دست اندازی کریں گے ۔ وہ کیسے قائم رہ سکتا ہے ۔ جس قوم کے افراد لاقانونیت اور انتشار کو اختیار کر لیتے ہیں ۔ وہ آزادی کی نعمت سے محروم رہ جاتے ہیں ۔ افراد سے مل کر قوم بنتی ہے قوم کا اجتماعی شعور بھی اپنی جادہ پیمائی کے دوران اپنے ملی کردار کا خود جائزہ لے تو راستے کا کوئی سراب منزل سے دُور نہیں لیجا سکتا ۔

۹ ۔ حقوقِ ملکیت میں آزادی :۔

خطۂ پاک میں اوّلین قانون منو سمرتی سے لے کر فتاویٰ عالمگیری تک کبھی ایسا ظلم نہیں ہُوا تھا کہ غیر مزروعہ اراضیات کو قابلِ کاشت بنانے والے کسانوں سے چھین لیا گیا ہو ۔ ظالم انگریز نے ایکٹ آبادی ۱۹۱۲ء کے نام سے اپنے کلکٹروں کو وسیع اختیارات دیکر کسانوں کے سروں پر مستقل تلوار لٹکا دی جسکا حسب ضرورت استعمال کیا گیا مگر پاکستان بننے کے بعد اسکا اسقدر بے محابا استعمال ہو رہا ہے کہ تاریخ عالم میں ایسا ظلم کہیں اور نہیں ملتا ۔

۱۰ ۔ سیاسیات :۔

عوام اور حکومت کے درمیان مطالبہ جات کہ انتظامِ حکومت میں عوام کی شرکت کس حد تک ہونی چاہیئے ۔ تاکہ مندرجہ بالا حقوق کو تحفظ ملتا رہے ۔ وفاقی سطح پر ایسے اقدامات جن سے زرکشی بند ہو کر دولت کا دریا ملک کے اندر بہنے لگے ۔ اور چند ہاتھوں میں بند ہو کر

نزرہ جاتے ہر شخص بلا لحاظ صغیر و کبیر یکساں سیراب ہو۔

"حکومت کی خوبی اصول حکومت میں نہیں بلکہ ارباب حکومت کی خوبی و شائستگی میں ہے۔ اگر حاکم درست ہوں تو اصول خواہ جمہوری ہوں یا آمرانہ قوم خوشحال ہو سکتی ہے۔ ارسطو"

O

والد نے اسوقت کے بہت سے اولیائے اللہ کی زیارت کی۔ انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلمٰٓؤا (۳۵/۲۸) کی شان دیکھی۔ اعلموا أن فیکم رسول اللّٰہ کے معنی معلوم کئے۔

آدمی نہ بہ نطق، نہ بہ ریش و نہ بہ جان

طوطیاں نطق، بزاں ریش و خرہم جان دارد

تحریک ترک موالات نے واپس گھر پہنچا دیا۔ تایا جی قادر بخش جنکے بیٹے حافظ ذوالفقار ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی بورے والا) کے تعاون سے مدرسہ کی بجائے باقاعدہ سکول اور اس کی علیحدہ عمارت بنوائی جسکے ساتھ ڈاکخانہ بھی کھلوایا۔ کوآپریٹو سوسائٹی بنک کی مناسب تنظیم کی تاکہ غریب لوگ بنیوں کے سود در سود کے عذاب سے چھٹکارا پائیں (۱۹۴۷ء کی ہجرت کے بعد چک نمبر ۱۷۱/ای بی بھا نگو میں آکر یہی کچھ کیا۔ پرائمری مردانہ سکول بفضل تعالیٰ ہائی کا درجہ پا چکا ہے۔ مگر اُن کا قائم کردہ زنانہ سکول پرائمری کی سطح سے ترقی نہیں کر سکا۔ ڈاکخانہ آتے ہی منظور کرایا۔ اور پنچائت قائم کی)

دنیا کی امامت انگریز کو منتقل ہو گئی۔ مسلمان نے منافقین سے شکست کھا کر تلوار توڑ ڈالی اور قرآن کو طاق میں رکھ دیا۔ حالانکہ انگریز اسکو فتح نہیں کر سکا تھا۔ فلسطین پر قبضہ بہائیوں نے دلوایا۔ جنگی امداد کو مرزائی بھی حیفہ پہنچ گئے۔ عربوں سے زمینیں خرید کر یہودیوں کو منتقل کرنے کی دلالی کرنے لگے۔

۱۳ / نومبر ۱۹۳۱ء برطانوی وزیر اعظم میکڈانلڈ (بقول جوہر مکندا مل) نے یہودی قائد ویزمین کو خط لکھ کر دستبرداری دے دی۔ عرب کی مقدس زمین کے دروازے یہود و ہنود کیلئے وا ہو گئے۔ (آج عرب حجاز حرمین شریفین میں بت پرستوں کے ٹھٹھ لگے ہیں۔ "فاعتبروا یا اولی الابصار" نہرو رپورٹ پر کام ہو رہا ہے)۔

آنحضورؐ نے فرمایا تھا۔ "زمین کے خزانوں کی چابیاں مجھے عطا کی گئی ہیں جو جبل الطارق، سویز، عدن، سنگاپور وغیرہ ہیں اور ان پر انگریز قابض ہو گئے۔ اور یہ بھی فرمایا تھا اولادِ آدم کے ضمن میں، میں اور بھائی عیسےٰ جو ایدہ ہیں۔ اس بات کی خلش والد کو یورپ لے گئی۔

اٹلی فرانس کی راہ لندن پہنچے تو چودھری رحمت علی نے "......" تھما دیا۔ والد کو مقصود مل گیا۔ وسائل اور ذرائع مقصود نہیں ہوتے بلکہ اصل مطلوب خود مقاصد ہوتے ہیں۔ لارنس کو بھی ملے تو اسے اپنی قوم کی عربوں سے فریب کاری اور وعدہ خلافی پر نالاں پایا۔

اللہ فرماتا ہے۔ یہود اور بت پرست مسلمانوں کے کٹر دشمن ہیں۔ مگر عیسائیوں میں بعض ان میں محبت کرنے والے بھی ہیں۔ خوش قسمتی سے ایک لاوارث انگریز زمیندار جوڑے نے والد کو اپنا بنا لیا۔ جنکے توسل سے لینڈ لارڈز کو ہندوستان میں انگریزی حکومت کی مسلم کش پالیسی سے آگاہ کرتے۔ ہندو کے چار ورنوں کی کیفیت بتاتے، اسلام کے شورائی نظام اور عالمی اخوت کی دعوت سے مطلع کرتے۔ وہ سادہ لوگ یہ سب سن کر اپنی حکومت کی روش پر سخت افسوس کا اظہار کرتے۔ والد صاحب چرچ جا کر پادریوں سے ملتے۔ بت پرستوں کو اللہ کی طرف بلانے کیلئے عیسائی اور مسلمان علماء کے اشتراک کی ضرورت واہمیت بتاتے تو وہ خوشی کا اظہار کرتے۔

(میرا چھوٹا بھائی عبدالحکیم باپ کی سنت کو انگلینڈ میں اب بھی قائم رکھے ہوئے ہے۔)

اپنے ناک نقشہ، سرخ وسفید رنگت اور آرائیں ہونے کی بنا پر والد کو چند جرمن منکرین کی مشفقانہ محبت کا موقع مل گیا اور یہ اندازہ کر کے ۱۹۳۸ء میں واپس وطن چلے آئے۔ کہ یہ بخیدہ محنتی قوم بدلہ چکانے کیلئے پوری طرح تیاری کر چکی ہے۔

روزنامہ انقلاب کے ۱۹۳۸ء کے سالنامہ میں پاکستان کے نقشہ کے ساتھ ایک مضمون چھپا تھا وہ مجھے پڑھنے کو دیا اور فرمایا۔ "اسی کیلئے جینا اور مرنا ہے۔ یہی دنیائے اسلام کے فلاح کی کنجی ہے"

آل انڈیا مسلم لیگ کے دسمبر ۱۹۴۰ء والے لاہور اجلاس میں شمولیت کیلئے اہل علم کا وفد تیار کر رہے تھے کہ ایک اندوہناک خبر پہنچی۔ ان کے پگڑی بدل بھائی کپتان رشید احمد خاں کا حسین وجمیل مجاہد لختِ جگر ضیغم خاکساروں کے دستہ کا سالار ایک انگریز پولیس آفیسر

کو جہنم واصل کر کے خود بھی شہادت پا گیا ۔ اُسی وقت لاہور چل دیئے واپسی پر پاکستان کے حق میں قرار داد کی خوشخبری لائے اور مسلم لیگ کی تنظیم میں شب و روز ایک کرنے لگے ۔ جب علامہ مشرقی کے وائسرائے کو معافی نامہ بھیجنے کا پتہ چلا تو غلام مرتضےٰ میکش پر زور دینے لگے کہ خاکساروں کے مسلم لیگ نیشنل گارڈز میں ادغام پر زورِ قلم صرف کرو ۔

علاقہ میں مجلسِ احرار کا طوطی بولتا تھا وہ مسلم لیگی قیادت کی انگریزیت پر بہت برستے مفتی عبدالحمید لدھیانوی اور مولوی جمال الدین عرف بابا مست جمال کے علاوہ کوئی اور عالم احراریوں کے مُنہ نہ آتا تھا ۔ والد نے مفتی سید محمد حنیف الحسنی نکودری کو مسلم لیگ کی صدارت کیلئے آمادہ کیا اُن کے والد گرامی سید امانت علی شاہ چشتی رح بزرگ ولی اللہ تھے اُن کے مرشد سید عابد حسین نے دیوبند میں انار کے درخت کے سایہ میں پانچ رُوپے کی شیرینی تقسیم کر کے درس شروع کیا ۔ اُن کی دُعا و برکت سے مدرسہ نے بڑی ترقی پائی ۔ مگر دیوبندی مولوی ان کا ذکر کرنے سے اب شرمانے لگے ہیں ۔ مفتی سید محمد حنیف شاہ کامل و اکمل انسان تھے ۔ عُلماء سے بجو بی نپٹ لیتے چونکہ غیر مُسلم یعنی ہندو سکھ وغیرہ بھی اس گھر کے معتقد تھے اس لئے مُسلم لیگی مخاصمانہ و جارحانہ سیاست کا زیادہ دیر ساتھ نہ دے سکے آپ کا مزار چک نمبر ۱۱۰ (داو ڈانوالہ) نزد چیچہ وطنی ہے جہاں اُن کے صاحبزادے اور خلیفہ مجاز سید لطیف احمد شاہ سے مسلمان، عیسائی سبھی یکساں فیضیاب ہو رہے ہیں ۔

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کے حافظ شیرازی پر تنقید اور عُرفی کی توصیف کے جواب میں لکھا ہوا مفتی صاحب کا کلام بڑا مشہور ہوا ۔ جس پہ علامہ نے رجوع فرما لیا ۔

۱ ۔ چشم تو بینائے اسرارِ خودی — دید تو پابندِ پندارِ خودی
۲ ۔ تو نداری از حقیقت آگاہی — بر خودی نازی مگر تو ابلہی
۳ ۔ آں عزازیلے چوں استکبار کرد — ایں خودی او را ذلیل و خوار کرد
۴ ۔ عُرفیٔ تو چوں مگس بر خوانِ غیر — رَختِ او رونق دہِ دُکانِ غیر
۵ ۔ ایں رہینِ منتِ بیگانۂ — شُد اسیرِ دام بہرِ دانۂ
۶ ۔ حافظِ ما فارغ از بود و نابود — ہمتِ او سر بہ بلیزے نہ سُود
۷ ۔ بشنو از حافظ شب زندہ دار — ہمتِ او سرمایہ دار گیر و دار
۸ ۔ فکرِ او نہاد آئینے نوی — گفتِ قرآن در زبانِ پہلوی

۹۔ ساقیٔ میخانۂ عرفانِ اوست — رونقِ کاشانۂ ایمان اوست
۱۰۔ جام اُو پُر از شرابِ معرفت — ہست دیوانش کتابِ معرفت
۱۱۔ فکرِ اُو از مہر و ماہ تو بلند — بامِ اُو بالا و بس کوتاہ کمند
۱۲۔ شرحِ دیوانش نہ کارِ ہر کس است — اے لباکس را کہ بینی ناقص است
۱۳۔ ناخنِ فکر تو ایں عقدہ کشاد — ایں گہر در دستِ ہر مہدی نہاد

مُفتی موصوف کی جگہ اُنکے چچازاد حکیم سیّد احمد حسن شاہ نے صدارت کو رونق بخشی۔ وہ بڑے جیّد عالم اور جری قائد تھے۔ (اُن کے بیٹے حکیم سیّد محمود حسن، سیّد حامد حسن ایڈووکیٹ ساہیوال میں ہیں) یتیمے قرضداروں سے قرقیاں کروا کر وصولیاں کرتے تھے۔ میرے والد نے اُن کی پٹائی پر انعامات کا ڈول ڈالا، تو مقدمات کی نوبت آ گئی۔ جس میں حکیم صاحب اور مسلم وکلاء (جو محض رقمیں بٹورنے اور اتیلا کی صورتیں پیدا کرنے کیلئے دادخواہوں کے دکھ خرید لیتے تھے) نے بھرپور ساتھ دیا، اور بنیتوں کے ہمدرد ہندو سکھ افسران سے ٹکر لیتے رہے۔

نوٹ: والد اپنے گھرانے کے نوجوانوں کو اعلےٰ تعلیم کے حصول کا شوق دلاتے مگر تحریکِ پاکستان میں سرگرم حصّہ لینے کی بنا پر سب خواب ادھورے رہ گئے۔ اللہ عزوجل کی کریمی سے ہماری اولادوں نے والد کی آرزو اور تجویز کے مطابق وہی مقامات حاصل کر لئے۔ میری والدہ کے خالہ زاد بھائی چوہدری علی محمد (ایم ایس سی، ایگریکلچر) (جنکو حسنِ کارکردگی پر حکومت نے "خانصاحب" کا خطاب دیا تھا) اُن کی رائے پر مجھے زرعی کالج میں داخل کرانیکا ارادہ تھا۔ میرا بڑا بیٹا خالد زعیم زرعی یونیورسٹی سے فارغ ہو کر عرب امارات میں گورنمنٹ ملازم ہے۔ چھوٹے بھائی عبد الحکیم کو رسول انجنیئرنگ سکول میں بھیجنا چاہتے تھے۔ اُس کا بڑا بیٹا امیر عادل برمنگھم یونیورسٹی سے کیمیکل انجنیئرنگ کی ڈگری لینے کے بعد امریکہ میں اعلیٰ تعلیم و تربیت پا کر واشنگٹن میں تعینات ہے۔ میرے پھوپھی زاد بھائی صوفی عبد الغنی (بوریوالہ) کو میڈیکل کالج میں داخل کرانے کی کوشش کر چکے تھے۔ اُن دِنوں مسلمانوں کیلئے تعلیمی اداروں میں داخلہ بہت مشکل تھا۔ بحمد اللہ ان کا بڑا بیٹا ڈاکٹر عبد الماجد چیف سپیشلسٹ میو ہسپتال میں تعینات ہے۔ اُس کی شادی ننگل انبیاءؐ کے دیندار گھرانے کے چشم و چراغ حاجی نذیر احمد اسسٹنٹ کلکٹر کسٹمز (ریٹائرڈ) کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ بھائی عبد الغفور صوفی (منڈی صادق آباد) کے لڑکے چوہدری اکرام الحق ایڈووکیٹ نے اپنے والد کی بجائے شعبۂ وکالت

اختیار کیا اور بڑی نیک نامی پائی ہے۔ ان سب سے میرے والد کی رُوح نے بڑی سکینت پائی ہو گی اللہ تبارک نے اُن کے اخلاص کو قبول فرمایا۔ اللہ ہم سب کو نیک اور صاحبِ ایمان رکھے آمین!

۱۹۴۵ء کے انتخابات کی تیاری کیوقت قائدِ اعظم نے طلباء کو مسلم لیگ کا پیغام گھر گھر پہنچانے کے لیے سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں سے باہر آجانے کا حکم دیا تھا۔ چوہدری ولی محمد گوہیر ایم ایل اے امیدوار تھے۔ انہوں نے اسکی مخالفت میں بیان داغ دیا کہ مسلمان بچے اگر تعلیمی اداروں سے باہر نکل آئے تو دوبارہ داخل نہیں ہو سکیں گے اور اتنا شور مچے گا کہ ہمارے مخالف تو مسلح ہو کر آمادۂ فساد ہو جائیں گے اور مسلمان قوم بچوں کی آواز کو محض تفریح طبع سمجھ کر سوئی رہے گی۔

اس بیان کا فائدہ اُٹھا کر لاہور کی میاں فیملی میاں شاہنواز کو مسلم لیگ کا ٹکٹ دلانے پر تُل گئی۔ ہمارے علاقے کے سیاسی کارکن اُن کے اثر تلے دب گئے۔ مگر میرے والد ڈٹ گئے کہ ہم اپنے جمہوری حق کو غصب نہیں ہونے دیں گے۔ اور فیصلہ چوہدری کے حق میں کروا لیا۔ مخالف امیدوار مولوی محمد علی جالندھری مجلسِ احرار کا نمائندہ تھا۔ وہ ہمارا رشتہ دار ہونے کی بناء پر والد کو اپنے حق میں کرنیکے لئے مجلس کے اکابرین کو لے آیا۔ جن میں سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی جیسی قدآور شخصیتیں تھیں۔

والد نے انکو مخاطب کر کے کہا قوم نے ایک فیصلہ کر لیا ہے۔ علماء کی ایک جماعت قوم کی ہمنوا ہے مگر آپ لوگ سوادِ اعظم کے خلاف ہندوؤں کے حلیف بن گئے۔ کیا یہ آنحضورؐ کے فرمان کے منافی نہیں؟

شاہ صاحب بولے۔ پاکستان کے وجود میں آنے کے نتیجہ میں مسلمان تقسیم ہو جائیں گے ہندوستان سے مسلمان اور پاکستان سے اسلام رُخصت ہو جائے گا۔ یہ وڈیرے، دولتانے، ٹوانے، قریشی، گردیزی جنکی جبلت میں غلامی کی بُو ہے جب اقتدار پر آئیں گے تو دین کو برباد کر کے چھوڑیں گے۔ والد نے عرض کی اِسی لئے قوم کی راہنمائی علماء کا فرض ہے۔ اُنہوں نے کچھ سخت الفاظ کہے تو والد نے بھی جتلایا کہ آپ بھی ترکی کے احرار کی اقتداء کر رہے ہیں۔ جنہوں نے قوم کے خلاف آرمینی اور یونانی عیسائیوں کا ساتھ دیا تھا۔ علماء کی ضد نے پاکستان میں اسلام کے غلبے کو مؤخر کر دیا۔ احرار سے مایوس ہو کر والد نے ماسٹر برکت علی کو کہا (جو جماعت اسلامی کے بنیادی ممبران پہلی دفعہ لاہور میں جمع ہو کر سیّد

ابوالاعلیٰ مودودی کا تحریک میں شامل ہونے والوں میں تھے تا عمر مولانا غلام محمد کراچی کے نائب رہے) کہ مولانا کو صورت احوال تحریر کر کے راہنمائی اور اعانت کی درخواست کرو۔ والد مولانا کو سید جمال الدین افغانی، سر سید احمد خاں اور علی برادران کا حقیقی جانشین کہتے تھے خواہ اس حقیقت کو اشقیاء تسلیم نہ کریں۔

مولانا کا جواب آیا کہ مسلم لیگ ہائی کمانڈ نے انکی مسلسل یاددہانیوں کے باوجود اپنے آئین میں پاکستان کو اسلامی مملکت بنانا شامل نہیں کیا تاہم اس نیک تمنا اور حسن ظن کے ساتھ صالح مسلم لیگی امیدواروں کی امداد کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ مولانا کی کتاب "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش" کے متعدد نسخے منگوا کر تعلیم یافتہ لوگوں کو پڑھنے پڑھانے کیلئے دیئے۔ کوئی مسلم لیگی اس امر سے انکار نہیں کر سکتا کہ پنجاب کے اہل علم طبقہ کو یونینسٹوں کے چنگل سے نکالنے کیلئے مولانا کی مذکورہ کتاب اور نہ پڑھے اسے سلہری کی "مائی لیڈر" نے زبردست ذہنی انقلاب پیدا کیا۔ مردوں کیلئے زندوں سے لڑنے والے ہی مولانا پر بہتان طرازی کرتے ہیں حالانکہ آنحضور ؐ کا فرمان ہے "مردوں کو برا نہ کہو اس سے زندوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

(علمائے سوء کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ اہل حق سے اپنے منفی کینہ و حسد کو کام میں لانے کیلئے نام نہاد مذہبی الزام تراشی کرتے ہیں اور مقتدرہ کو سیاسی خطرہ دکھاتے ہیں۔

۳ رجون ۱۹۴۷ء کے اعلان پر والد نے کہا یہ بہت بڑا دھوکہ ہے۔ انگریز کشمیر اور سرحد ہندوؤں کے حوالے کرنے پر تل گیا ہے۔ مسلمانوں کو کٹ مرنے کے سوا چارہ نہیں۔ جہاد کیلئے جو کچھ ہو سکا ہم نے کیا۔ ۱۴ راگست کے اعلان کے بعد سکھوں ہندوؤں نے منظم طریقے سے حملے شروع کر دیئے۔ ہمارے ایک عزیز رشتہ دار چودھری محمد اسلم (میانوال) کو شہید کر کے فوجی دستہ تحصیلدار کے ہمراہ ہمارے گاؤں آیا اور اسلحہ حوالے کرنے کو کہا۔

میرے والد کی گفتگو سے فوجی افسر نے اندازہ کر کے گرد و پیش دیکھا تو خود کو نوجوانوں (خنجر بدست) میں گھرے ہوئے پایا۔ بولا ہمیں پرجیاں کا راستہ دکھا دو۔ میں اس کے ساتھ جیپ میں سوار ہو گیا۔ اور پرجیاں پہنچ کر چوہدری ولی محمد گوہیرہ کے ہاں روپوش کرا دیا اور واپس آ کر والد کو دونوں افسروں کی گفتگو سے آگاہ کیا کہ وزیر داخلہ سردار پٹیل کے حکم سے ہمارا علاقہ مسلمانوں سے خالی کروانا ہے۔ ہم نے اسی وقت قرب و جوار والوں کو گاؤں چھوڑ کر نکودر میں کیمپ لگانے کی اطلاعات کر دیں۔ کیمپ میں جب پاکستان سے گاڑیاں آنے لگیں تو والد نے چودھری کو کراچی جب کہ

قائدِ اعظم نے گوشش گذار کرنے کو کچھ باتیں کہیں جس میں اہم بات جوناگڑھ وغیرہ کی شمولیت کو مؤخر کرنا تھا ۔ کہ یہ جوا ہمارے دو قومی نظریہ اور جمہوری قدروں کے خلاف ہے ۔ میں نے بھی ایک معصوم سی خواہش بیان کی کہ قائد اعظم کو گورنر جنرل نہیں کہلوانا چاہیئے ۔ بلکہ صدرِ پاکستان کے الفاظ کا اطلاق ہم ار اگست سے ہی ہونا چاہیئے ۔ کیونکہ ہمارے مخالف "جناح انگریز کا ایجنٹ ہے" کی پھبتی کستے تھے ۔ مولوی مظہر علی اظہر نے "یہ قائدِ اعظم ہے یا کافرِ اعظم" تک کہہ ڈالا ۔

میری کہانی

مجھے دو سال مشرقِ وسطیٰ میں گذارنے کا موقع ملا ۔ جس میں سے زیادہ وقت قاہرہ میں گذارا جو ایشیا اور یورپ کا سنگم ہے ۔ اہرام کے سایہ تلے مِنا ہوٹل میں مقیم البانیہ کے مُلک بدر شاہ محمد زوغ اور اُن کی ملکہ میرے ہمسایہ تھے ۔ شاہ فارُوق بھی البانوی نسل سے تعلق کی بنا پر اکثر شب کے وقت گپ شپ کیلئے چلے آتے ۔

جب امریکہ کے رُوز ویلیٹ ، رُوس کے سٹالن اور برطانیہ کے چرچل وہاں آئے تو شاہ فاروق نے جو اندازے بیان کئے وہی کچھ ہوا اور ہو رہا ہے ۔ شاہ جیسا مدبّر اور جہاں بین اہلِ عرب کو شاید ہی کبھی مل سکے ۔ خلیل جبران نے اُسے شاہِ بابل کا رُوپ کہا ۔ جنرل آئزن ہاور اُسکی عقل و دانش کا معترف تھا ۔ شاہ ہی کے نصائح نے اُسکو یہود سے متنفر اور مسلمانوں کا خیر خواہ بنایا ۔ رُوز ویلیٹ اور سٹالن کو شاہ نے یہود کے شکاری کُتے بتایا کہ ۵۰ سال تک انسانوں کو شکار کرتے رہیں گے پھر برباد ہو جائیں گے ۔ البتہ چرچل کی حقیقت شناسی کا اعتراف کیا ۔ اُسکی جیب سے گھڑی اُچک کر جب واپس کی تو چرچل نے اقرار کیا کہ ہم یورپین جاجوج تھے ہمارا وقت آخر ہُوا اب ماجوج کی باری آئے گی ۔

میں نے بھی چرچل کو بہت قریب سے دیکھا ۔ اُسے مسلمانوں کے حق میں تعصب سے پاک پایا (آجکل اُس کا جانشین لارڈ کیرنگٹن ہے مگر ویسی بصیرت نہیں رکھتا) لارڈ کلیرن جو قاہرہ میں برطانوی ایجنٹ کی حیثیت سے فتنہ سازی کا گُرو تھا شاہ کے خلاف سازش پہ تُل گیا ۔ مصری نوجوان افسروں کی دعوتیں ہونے لگیں ۔ یہودی خوبرو لڑکیاں ہر جگہ نظر آنے لگیں ۔ وفد پارٹی کے نحاس پاشا سے قدرے بے رُخی شروع ہو گئی ۔ سعد پارٹی کے "پاشا" اور "بے" بھی نظر انداز ہونے لگے ۔ دونوں پارٹیاں تحریکِ پاکستان کو سبوتاژ کرنے

مہدیوں کی مصر سے علیحدگی کے مطالبہ کی میزان میں تولتے تھے اور ہندو کے مداح تھے ۔ یہاں کے وڈیروں کی طرح مغرور اور بدعقل لوگ تھے ۔ اسماعیلیہ کے مسکین اور درویش معلم سید حسن البناءؒ اور انکے معتقد نوجوانوں کو دیکھ کر اسلام کے دوبارہ اُبھرنے کا یقین ہو گیا ۔ سید نے فرمایا نفرت کا دور شروع ہو چکا جو قوموں کو آزادی دلانے کا موجب ہو گا ۔ بے شک نقصانِ جان بھی بہت ہو گا ۔

وہ تحریکِ پاکستان اور اُسکے قائد کی تعریف کرتے تھے ۔ القدس شریف میں مفتیٔ اعظم امین الحسینی (اسیرِ فرانس) کے بھائیوں سید جمال الحسینی اور سید صالح الحسینی کی زیارت ہوئی ۔ جو راضی برضا تھے ۔ خدا کی منشا کو سمجھ چکے تھے ۔ اور عرب قوم کی فاتحہ خوانی کرتے تھے ۔ اور اُمید رکھتے تھے کہ شمالی ہند (پاکستانی) اور جنوبی روس کے مسلمان غیرتِ اسلامی سے سرشار ہو کر جلد اُٹھ کھڑے ہوں گے ۔ حیفہ والے مرزائی مشن کی کارگذاریوں کا ذکر کر کے متوقع نقصان پہ افسوس کرتے ۔ یہود کے غلبے اور پھر تباہی پر کامل یقین سے گفتگو کرتے تھے ۔ مسلمانوں میں منافقت کی وبا کو غلامی کے اثرات کا نتیجہ گردانتے ۔ آزاد فضاؤں میں پیدا ہونے والی اگلی چوتھی پُشت سے توقعات وابستہ کئے ہوئے تھے ۔ "شرک کیوجہ آثار مٹانے والے جابر سلطان عبدالعزیز کو بھی دیکھا نتیجہ سامنے ہے انکے خروش کا ۔ شام اور لبنان کو فرانس کے استبداد سے آزاد ہوتے ہوئے بھی دیکھا بہت رُوح پرور منظر تھا ۔ مائیں اپنے کمسن بچوں تک کو قربان ہونے کیلئے بھیجتی تھیں ۔ (فرانسیسی قوم انگریز کے مقابل شریف ہے مگر یہود کے جال میں پھنس چکی ہے) اللہ عزوجل نے اس ناچیز سے بھی ایک اہم کام لیا ۔ کہ اپنی جان پہ کھیل کر برطانوی حکومت کا خفیہ سرکلر (confidential) British way and purpose (For India) اپریل ۱۹۴۶ء میں قائداعظم کو پہنچا دیا ۔ جس سے انگریزی عدل کے بارے میں اُن کا حُسنِ ظن ختم ہوا ۔ اور پالیسی بدلنی پڑی جسے بعض مضمون نویسوں نے لطیفۂ غیبی لکھا ۔ انگریز نے پنجابی وڈیروں کی مدد سے فوج تیار کی ۔ جس سے ساری دُنیا کو زیر کئے رکھا ۔ اِسی لئے وہ یونینسٹوں کو بہر صُورت اقتدار میں رکھنے پر تُلا ہُوا تھا ۔ اور پنجاب میں مسلم لیگ کے اثر و رسوخ پیدا کرنے کے سخت خلاف تھا ۔ مگر قائداعظم کی بصیرت کے طفیل تعلیم یافتہ طبقہ نے فوج میں شامل ہو کر پانسہ پلٹ دیا ۔

(پاکستان بننے کے بعد جو بیتی اور بیت رہی ہے حصّہ دوم میں شامل ہو گی ۔ انشاء اللہ العزیز)

سے شیریں تر از حکایتِ ما نیست قصۂ

تاریخِ روزگار سراپا نوشتہ ایم

زُہرہ بن حوّیہ تمیمی السعدی

زُہرہ بن حوّیہ تمیمی السعدی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے لشکر میں مقدمۃ الجیش کا نوجوان کمانڈر بڑا نڈر، چابکدست، خطرات میں گھسنے والا تلوار اور تیر اندازی کا ماہر خاص تھا۔ ایرانی گورنر دسپہ سالار نے اسکو اکیلے بلوا کر گفتگو کی اور بڑا متاثر ہوا۔ اور مقابلہ پہ ایران کے نامور سالار جالینوس کو بھیجا۔ زہرہ نے اُسے آناً واحد میں قتل کر کے اُسکی وردی (۷۰ ہزار درہم قیمت) زیب تن کی اُسکے ہتھیار سجائے اور سعدؓ کے سامنے پیش ہوگیا۔ سعد نے وردی اُتروالی اور خفگی کا اظہار کیا۔ کہ تم نے غنیمت میں میرے حکم کا انتظار نہ کیا۔

کسی نے چغلی کھائی کہ زُہرہ نے جالینوس کے موتی جڑے دو بازو بند چھپالئے ہیں جو اُسکی وردی کا حصّہ تھے۔ اور وہ امتیازی نشان کے طور پہ پہنے تھا۔ سعد نے زہرہ کو قید کر دیا۔ اور امیر المؤمنین عمر فاروق کو لکھ بھیجا۔ وہاں سے ڈانٹ آئی۔

"اے بنو اُہیب کے سعد! تم زُہرہ جیسے سُورما کا دل دُکھاتے ہو۔ خاص کر جب وہ جنگ کی آگ میں جلا ہے حالانکہ یہ آگ ابھی ٹھنڈی بھی نہیں ہوئی ہے۔ تم اُس کا حوصلہ توڑتے ہو اور اُس کا دل بُرا کرتے ہو۔ جالینوس کی وردی اور ہتھیار جو زہرہ نے اُسے قتل کر کے حاصل کئے تھے فوراً اُسے لوٹا دو اور اُسے مجاہدینِ قادسیہ سے ۵۰۰ درہم زیادہ ادا کرو۔ میں تمہارے مقابلے میں زُہرہ سے زیادہ واقف ہوں۔ بلاشبہ وہ ایسا آدمی نہیں ہے کہ مقتول کی وردی کا کوئی حصّہ چھپالے۔ اپنے جھوٹے مخبر کو وہ جوڑ بند (ہتھکڑی) پہنادو جو زُہرہ کے پہنائے ہیں۔ اور آئندہ کیلئے میری ہدایت ہے کہ ہر مجاہد کو اپنے مقتول کے ہتھیار وغیرہ دیئے جایا کریں"

آخری وقت زُہرہ حجاج کے سالار عتاب بن ورقہ کے پاس تھے۔ اور شبیب خارجی سے مقابلہ تھا۔ عتاب نے کہا گو آج ہماری تعداد زیادہ ہے مگر اطمینان کم"

زُہرہ بولے "مُبارک ہو۔ اللہ نے ہمارے لیے شہادت کے دروازے کھول دیئے۔"
ان دونوں کے ساتھ حارث بن معاویہ ثقفی بھی شہید ہوگئے۔ خالد بن عتاب نے شبیب کا پیچھا کیا تو شبیب نے اُسے سُورما کہا۔ ایک خارجی نے شعر کہا۔ ؎

شبیب کا نعرہ سُن کر پتھر ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ ہوا تھرتھرانے لگتی ہے اور موج کانپنے لگتی ہے۔

عمر فاروق رضؓ کی انہی صفاتِ عالیہ کے طفیل عرب باہمی رنجشیں بھول کر پہاڑ کی طرح دو بڑی مستحکم حکومتوں سے ٹکرا گئے ۔ اور انہیں پاش پاش کر دیا ۔ اور اسی بنا پر آرائیوں میں عمرؓ فاروق رضؓ کے لئے انتہائی عقیدت و محبت کے جذبات پائے جاتے ہیں ۔

آپ رضؓ سلطان اللہ تھے ۔ جس طرح موسےٰؑ اور ہارونؑ کی مدد سلطان سے ہوئی آنحضورؐ کو بھی فرمان ملا ۔ قُل ربِ ادخلنی مدخل صدقٍ وَّ اخرجنی مخرج صدقٍ واجعل لی من لدنک سلطاناً النصیراً ۔

موسےٰؑ کے بعد یوشعؑ نے عمالقہ کو شکست دیکر وادیٔ قدس تا مدینہ زیرنگیں کیا۔ عمرؓ فاروق رضؓ نے بھی بیت المقدس اور شام و ایران و مصر زیرِ قبضہ کئے ۔ قوتِ سلطان زمین و آسمانوں میں نفوذ کرنے والی ہے ہر اسم کیلئے تاثیر کا ایک دائرہ ہے ۔ جس کا وہ سلطان ہے ۔ مگر سلطان اللہ ہونا نعمتِ خاصہ ہے ۔ اَلَا اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیءٍ مُّحِیْط ۔

تاریخ ایک ایسا آئینہ ہے جسمیں انسانیت اپنا ماضی اور ماضی کی مدد سے مستقبل دیکھ سکتی ہے ۔ یہ محض قصۂ پارینہ نہیں ۔ بلکہ اقوام و ملل کی ایسی رُوداد ہے جس سے عروج و زوال کے اصول اخذ کئے جا سکتے ہیں ۔ مقیص کی حکمت یہ ہے کہ جو کچھ پہلے ہوا ہے پھر ہوگا ۔ تاوقتیکہ کوئی ایسی نئی صورت پیدا نہ ہو جو پرانی صورت پر غالب آجائے ۔

ہیگل نے کہا " تاریخ میں کسی قوم کی عقلی و تمدنی استعداد معلوم کرنے کیلئے سب سے پہلے یہ معلوم کرو کہ اس نے اپنی پرستش کیلئے کیسا خدا منتخب کیا ہے "۔

مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ جب تک سلطانی کے ساتھ عدل رہا مسلمان مجاہدین کا ہر جگہ استقبال ہوا اور شہروں کے دروازے ان کے لئے وا ہوتے رہے ۔ مگر جب مقصد محض لوٹ کھسوٹ بنا تو ذلت مسلط کر دی گئی ۔ اور آپس میں قتل و غارت شروع ہو گئی ۔ الحرؓ بن عبدالرحمٰن ثقفی نے فرانس پر یلغار کا آغاز کیا ۔ اسکے جانشین اسمح بن مالک خولانی نے بستمانیہ اور اربونہ فتح کئے ۔ پھر تولوز کی جنگ میں شہید ہو گیا ۔ اسکے جانشین عبدالرحمٰن بن عبداللہ الغافقی قحطانی نے مغربی سلسلہ جبال البرانس سے پیش قدمی کی ۔ ۷۳۲ء کے موسم بہار شروع ہوتے ہی اسے عبور کر کے دریائے غارون کے کنارے ڈیوک ریوڈس کو شکستِ فاش دی ۔ پھر بوردو پر دھاوا بولا اور کلیسا کو آگ لگا دی ۔ شہر پواتیہ کی فصیل کے باہر ایک باسلیقی کلیسا کو بھی جلا دیا ۔ پھر تورس تک بڑھتا چلا گیا ۔ جہاں کے سینٹ مارٹن کے مزار پہ زر و مال کے انبار

پر اسکی نگاہ تھی مگر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا کیونکہ اُس نے عبادت گاہوں کی حفاظت اور عابدوں کی تواضع کے واضح حکم کی خلاف ورزی کو وطیرہ بنا لیا تھا۔

ہر سٹل کے پےپن کا ناجائز بیٹا چارلس جو میرو فینی محلات کا منتظم تھا خانقاہ کی حفاظت کے لئے ڈٹ گیا۔ خانقاہ کے متولی نے جو صاحب بصیرت تھا اُسے کہا۔ غافقی کے لشکر کے ساتھ وہ قوت (سلطان) نہیں ہے تو انکو چھیل دے مگر پہل نہ کرنا۔

ایک ہفتہ فوجیں ایک دوسرے کے مقابل کھڑی رہیں۔ غافقی کو خانقاہ کی دولت حاصل کرنے کا جنون تھا۔ اس لئے رہ نہ سکا۔ بروز ہفتہ اکتوبر ۳۲؁ ۷۳۲ء اپنی سپاہ کو حملہ کا حکم دیا۔ نتیجتہً یورپ میں اشاعت اسلام کا دروازہ بند ہو گیا۔ چند لشکری بچے جو رات کے اندھیرے میں اپنی بپتا سنانے اور عبرت کیلئے واپس ہو سکے۔ چارلس نے اپنا نام (مارٹل) ہتھوڑا رکھ لیا۔ سپین کے ایک مدرسہ کے دروازے پر نصب کتبہ اپنے پڑھنے والوں سے محروم ہو گیا۔ جس پر یہ تحریر کندہ ہے :۔

" دُنیا کا مدار چار چیزوں پر ہے۔ علمِ منکرین، عدلِ اکابرین، تقوائے عابدین، شجاعتِ مجاہدین"

اسیطرح اٹلی کی فتوحات کے ساتھ ہوا۔ ایک سالار کا ظلم و زیادتی قوموں اور تحریکوں کی موت کا باعث بن جاتا ہے۔ پاپائے روم کے وقعر ویٹکن کے پہلو میں کھڑا سینٹ پیڑ کا کنیسہ اور شہر پناہ کے باہر سینٹ پال کا کنیسہ لوٹ کر یا دریوں کی قبروں کو اکھاڑ پھینکا گیا۔ اسکے بعد جب اسلامی بیڑہ اوسٹیا پہنچا تو نہ صرف اطالوی بحری بیڑے نے تباہی مچاتی۔ سمندر میں طوفان اٹھا اور سارا بیڑا غرقِ آب ہو گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مزید خرابی کیلئے شمالی اور جنوبی عرب کے نزاریوں اور قحطانیوں کی قبلِ اسلام نسلی عصبیت نے اپنا رنگ دکھایا۔ تفریق و انتشار کا یہ نسلی میلان اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ اور بے شمار جھگڑوں کا باعث بنا۔ دریائے سندھ کے کناروں سے لیکر جزیرہ صقلیہ کے ساحلوں اور صحرائے اعظم افریقہ کی سرحدوں پر ہر جگہ جنگ و جدل میں بدل گیا۔

یہ سیاسی جماعتیں قیس عیلان اور قحطان تھیں۔ فلسطین اور لبنان میں یہ جھگڑا موجودہ زمانے تک چلا آتا ہے۔ اٹھارویں صدی تک بھی ان دو جماعتوں میں بڑی بڑی معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ پاکستان میں انگریز کے تسلط کے بعد خود فراموشی کی صورت پیدا ہوئی۔ اور اللہ عزوجل نے قائداعظم محمد علی جناح کے روپ میں ایسی نیک بخت روح اُجاگر کی کہ تاریخ میں عثمان ذوالنورین کی شہادت کے بعد پہلی مرتبہ مسلمان

ایک صف میں کھڑے ہوئے اور ایک قائد کی راہنمائی میں جمع ہو کر تحریک پاکستان کی جنگ لڑ کر کامیاب و کامران ہوئے ہیں۔ خدا کا شکر ہے ہم نے نہ کسی مندر کو یا گردوارہ یا گرجا ہمیں جلایا اور ڈھایا۔

عمر فاروق رض کو جانشین مقرر کرنے پر پروانۂ نیابت کی عبارت:

"یہ عہد نامہ ابوبکر عبداللہ خلیفۂ رسول اللہ صلعم اسوقت لکھا رہا ہے جبکہ دنیا کے ساتھ اس کے تعلق کی آخری گھڑی اور آخرت کے ساتھ تعلق کی پہلی گھڑی شروع ہو رہی ہے۔ اور یہ تحریر ایسے عالم میں لکھائی جا رہی ہے۔ جبکہ کافر بھی مومن ہو جاتا ہے۔ اور گنہگار فاجر بھی ڈرنے لگتا ہے۔ میں نے عمر رض کو تم پر عامل بنایا ہے۔ اگر اس نے نیکی کی راہ اختیار کی اور عدل کیا تو یہ وہی بات ہو گی۔ جو میں اس کے متعلق جانتا ہوں اور جو رائے میں نے اسکے بارے میں قائم کر رکھی ہے۔ لیکن اگر اس نے ظلم کیا اور وہ بدل گیا تو مجھ کو غیب کا علم تو ہے نہیں اور میں نے تو خیر کا ہی ارادہ کیا ہے۔ بہر حال ہر انسان جیسا کرے گا ویسا ہی پائے گا۔ اور جو لوگ کہ ظالم ہیں انکو جلد پتہ چل جائے گا کہ وہ کیسی پلٹی کھاتے ہیں۔"

تاریخ کے مطالعہ سے انسان کی سماجی زندگی پر غور کریں تو ہمیں روئے زمین پر آباد ہر قوم اور ہر قبیلے کے مختلف رسوم و رواج کی آگاہی ہوتی ہے۔ جو اس قوم کے تشخص کا اظہار ہوتے ہیں۔ ہر قوم میں ان کی حیثیت جدا گانہ ہے مگر ان کی موجودگی معاشرت انسانی کے ساتھ لازم ملزوم ہے جس میں تہواروں کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ ان میں قومی شعار واضح صورت میں سامنے آتا ہے۔ ایسی تقریبات اعلےٰ مقاصد اور بنیادی اصولوں سے اخذ شدہ ہوتے ہیں جن سے انکی بقائے و قیام وابستہ ہے۔ ہر قوم اپنے ماضی پر زندہ ہے جسکے پاس ماضی نہیں تو اسکی حیثیت قوم کی کبھی نہیں ہوتی۔

اب ہم صاف دیکھ رہے ہیں کہ مقامی لوگوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد بھی مختلف تہواروں کو اسلامی نام دیکر جاری رکھا ہے۔ مگر آرائیں جمعہ اور عیدین کے علاوہ کوئی تہوار نہیں مناتے۔ ان کے لباس میں نیل دیئے گئے سفید کرتہ اچھا در اور پگڑی ہر جگہ دکھائی دیتے ہیں۔ آنحضور نے اپنے علم کے لئے سورج کا جلالی رنگ اختیار فرمایا۔ جس کی مطابقت میں صوفیا گیروی لباس پہنتے ہیں۔

امویوں نے دن کا سفید جمالی رنگ اختیار کیا تھا۔ اس لئے انکی افواج میں شامل مجاہدین اسلام نے آج تک اسی رنگ کو اپنایا ہوا ہے۔ عباسیوں نے اپنی تحریک کو خفیہ رکھنے اور ماتمی رنگ

دینے کیلئے ۔ رات کا سیاہ رنگ پسند کیا جو اہلِ رفض کا مرغوب رنگ ہے ۔ علویوں نے زرخیزی کا سبز رنگ پسند کیا جو جنت کے پرندوں کا ہے ۔ عثمانی ترکوں نے جہاد کے مدِ نظر خون کا سرخ رنگ اپنایا ۔

آرائیوں اور ان کے عرب بھائیوں میں کچھ لوگ ملک بعض مہر اور اکثر میاں کہلاتے ہیں ۔ جن کی وجہ تسمیہ یہ ہے ۔

مُلک :- شام پر رومی حکمران تھے جن کا دار السلطنت قسطنطنیہ تھا ۔ یمنی لوگوں کے شمال کی طرف ہجرت کرنے کی ابتداء بنو قضاعہ نے کی ۔ رومیوں نے انکو زیرِ تسلط علاقہ میں آباد ہونے کی اجازت دے دی ۔ اور انہی میں سے اُن کا ایک سردار مقرر کر دیا عرب حملہ آوروں کو روکنے کیلئے اُسے سرکاری سرپرستی حاصل ہو گئی ۔ اور رومیوں کی پشت پناہی سے ایران اور روم کے درمیان ایک بفر سٹیٹ وجود میں آ گئی ۔ ان سرداروں کو ملوک کا خطاب دیا گیا ۔ جب بنی ماٗ السماء عمرو مزیقیا کی آل جفنہ (جسے بنو غسان کہا جانے لگا) نے سدِ مآرب ٹوٹنے سے قبل دوسری صدی عیسوی میں شام کا رُخ کیا اور قلیل عرصہ میں اسدرجہ قوت حاصل کر لی کہ بنو قضاعہ دب گئے ۔ اور بنو غسان غالب آ گئے تو رومیوں نے ان کو ملوک تسلیم کر لیا ۔ بنو غسان چار سو برس تک شام پر حکومت کرتے رہے پھر جو بھی قبیلہ عرب سے نکل کر شام کی سرحد پر جا کر بس گیا ۔ رومیوں نے ان کو ملوک میں شامل کر لیا ۔

بنو قیس عیلان جو وسطِ عرب کے مالک تھے ۔ ان کے کئی گروہ دریائے اُردن کی وادی میں جا کر بس گئے جسکی وجہ سے بعض تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں نے آرائیوں کو شامی عرب شمار کر لیا ۔ اور بستی اریحا سے تعلق جوڑ دیا ۔ جو غور اُردن (رہیٹ) میں عمان سے قدس کی راہ پر دریائے اُردن کے بحیرۂ مُردار میں داخل ہونے کی جگہ سے قریب ہے اور قدس سے شرقی جانب ۱۷ میل پر ہے ۔ چشموں کے پانی سے زمین کی سیرابی کی بنا پر یہ علاقہ کیلئے گنا کھجور کا مرکز ہے ۔ اور پھولوں سے سدا الدار رہتا ہے

اریحا بن ملک بن ارفخشد بن سام بن نوح ؑ سے موسوم ہے ۔ قرآن میں اسے قوم جبارین کا مسکن بتایا گیا ہے ۔ جب قوم یہود مصر سے نکل کر تیہ کے صحرا میں چالیس سال صحرا نوردی کے بعد فلسطین میں یوشع ؑ کی سربراہی میں داخل ہوئے تو دریا کو پار کر کے اسی بستی پر قابض ہوئے ۔ اور مستقلاً آباد ہو گئے ۔ عبرانی میں یریحو کہتے ہیں ۔ عربی میں حرف "ی" حذف ہو کر اریحا بن گیا ۔ مسلمانوں نے وادی قدس میں سے کسی قوم کو بھی بیدخل نہیں کیا اور نہ کسی آبادی کو اُجاڑ کر خود بسے ۔ یہ یہودیوں کا فخر ہے کہ وہ

مسلمانوں کو اُجاڑ کر خدا کے غضب کو للکارتے ہیں ۔

بنی قیس عیلان خصوصاً اُن کی شاخ بنو سعد بن بکر جو علاقہ شام میں آباد ہوئے انہوں نے بیٹ کی بجائے صحرائی علاقہ میں رہائش رکھی جو اُن کے اونٹوں اور ریوڑوں کی چراگاہ تھی ۔ بحیرۂ روم کی فضائے اور پھلوں کی کثرت نے اُن کی چہروں پر خوشگوار اثر ڈالا ۔ اُن کی رنگتیں نکھر کر گلاب کے پھول کی طرح چمک اٹھیں ۔ جالندھر کے ملوک اور بھالی گیٹ کے ملک انہی کی نسل سے ہیں جو اموی دور میں شاہی افواج میں شامل ہو کر واردِ سندھ ہوئے ۔ انہوں نے اعلیٰ خدمات کے عوض بڑی عزت و شہرت پائی اور نامور جرنیل عالم و محدث پیدا کئے ۔

ان کے علاوہ کسرٰے ایران کیطرف سے ملوک شمار کئے جانیوالے بنو تمیم کے دارمی اور منقری ، بنو فزارہ (جوئیہ قوم) کے آلِ حذیفہ ، بنو شیبان کے آلِ ذی الجدین میں سے جو لوگ واردِ سندھ ہوئے وہ بھی ملک کہلاتے ہیں ۔ اعوانوں کے ملک کہلوانے کی وجہ ان کا ملوکِ یمن سے تعلق ہے بنو خثعم بنو حمیر ہی کی شاخ ہے جو شاہی خاندان تھا ۔

مہر :-

مہر پراکرت زبان کا لفظ ہے ۔ اوستا میں دو فرشتوں کو بہت اہمیت دی گئی ہے جو سروش اور مہر ہیں ۔

مہر اعلیٰ صفات کا مالک ہے اسکا مجسمہ پاپائے روم کے محل میں موجود ہے ۔ وسیع جنگل کا مالک ، قومی نگہبان ، رحمدل ، ہمدرد ، سواری دینے والا ، بزرگ خاندان ، سردارِ علاقہ ، تاریکی میں روشنی (جیسے آگ کا فرشتہ آذر جو بیٹوں کو لائق بنانے والا اور راستہ بتانے والا) ایک پارسی بادشاہ کا نام بھی مہر تھا ۔ جو بڑا ظالم اور قاتل تھا ۔ مہر کا نام موت اور گان شاہِ ظالم کو کہتے ہیں ۔ مہرگان کا دِن اُس ظالم بادشاہ کی موت کے دن کہا جانے لگا جسکا جشن منایا جانے لگا ۔ بعد میں نوروز اور مہرگان (آغازِ خزاں) کو ہمرتبہ قرار دیدیا گیا ۔ جیسا کہ مؤرخ عمر بن بحر جاحظ بصری نے لکھا ہے ۔

ارسطو نے سکندر کے استفسار پر کہا کہ بہار کی ابتدا مچھروں کی افزائش اور پائیز (خزاں) کا آغاز انکو نیست و نابود کر دیتا ہے ۔ اس لئے مہرگان کو فضیلت دی گئی ۔ اور یہ دن زیادہ جوش و خروش سے منایا جانے لگا ۔ سلمان فارسی رضی نے ان دو ایام کی یہ تعریف کی ہے کہ نوروز میں یاقوت اور مہرگان میں زبرجد کی تخلیق ہوتی ہے ۔ ایرانیوں میں مہر کی اہمیت کے پیشِ نظر یہ لفظ عربوں

یں بھی محترم ہو گیا۔ اس کے استعمال کی وجہ بھی مستحسن ہے۔

بنو قضاعہ کی ایک شاخ بنو مہرہ ہے۔ جنوبی یمن میں مہرہ نام کا شہر بھی ہے۔ جس میں مختلف قبائل کے لوگ آباد ہیں۔ وہاں کے مہرے اونٹ مشہور ہیں۔ صحرائے عرب میں جو شام سے جا ملتا ہے بعض جگہ چشمے ہیں جسکی بنا پر کچھ سبزہ و گھاس کے علاوہ کھجور کے جھنڈ بھی ہیں۔ جو کسی نہ کسی قبیلہ کی مستقل آبادی کا باعث ہیں۔ جب کوئی مسافر ان تک پہنچتا تو بھوکا پیاسا درماندہ ہوتا۔ اس لئے وہ لوگ اس کا استقبال کرنے کیلئے پانی کی چھاگلیں لے کر دوڑ پڑتے۔ یہ قاعدہ آج بھی چولستان میں آباد بنو اسد کے صحرائی گھرانوں میں پایا جاتا ہے۔ اسی بنا پر یہ مہر مشہور ہیں۔

آرائیوں (بنو قیس کے بعض کنبے) کے علاوہ بنو تمیم کے ملک اور بنو اسد کے سردار مہر کہلواتے ہیں۔ سیال بھی مہر کہلواتے ہیں۔ جو قیسی ہیں مگر عدمِ واقفیت اور خود فراموشی کے تحت راجپوتوں سے ناطہ جوڑتے ہیں۔ حالانکہ سیال عربی لفظ ہے۔ جسکے معنی بہنے والا مادہ ہے۔ اسی خوبصورت قوم کے نقوش، تہذیب و عادات و رسوم عربوں سے مماثلت اور ہندوؤں سے مختلف ہیں۔ خصوصاً راجپوتوں سے تو قطعی میل نہیں کھاتے۔

۱۹۳۱ء کی مردم شماری کیوقت بعض سیاستدانوں کی تحریک پر بیشمار قوموں نے خود کو راجپوت لکھوا لیا تھا۔ حتےٰ کہ خالص عرب نسل کے خاندان بھی اسطرف مائل ہو گئے۔ حالانکہ ان کے قبیلوں کے نام بھی عربی ہیں جیسے سخیرے بمعنی بانکی چال والا، موحل کیچڑ والی زمین، خر... خراٹے لینے والا یا چھاپہ مار، خورج حصار میں کھوڑ اور سندھ میں کھوڑو ہو گیا۔ ساہو وغیرہ کئی گھرانے دوآبہ باری میں آباد ہیں۔ جو عرب ہیں۔ خور بنو قیس کا گھرانہ ہے اس نام کی بستی سعودی عرب کی اُردنی سرحد پر موجود ہے۔

میاں ۴۔

یمن پر عیسائیوں کا قبضہ ۳۴۰ء تا ۳۷۸ء رہا۔

راہب فیمیون کی تبلیغ اور کرامات کے اثر سے اہلِ نجران (حمیری تبع اسعد ابو کرب کے وقت یہودی مذہب اختیار کر چکے تھے) عیسائیت میں داخل ہو گئے۔ اس لئے بنو حمیر اور اہلِ نجران میں مذہبی تعصب پیدا ہو گیا۔ رومیوں سے روابط کی بنا پر نجران تجارت و صنعت میں بہت ترقی کر گیا۔ حلۂ یمانی و چمڑے اور اسلحہ کی صنعت نے اسے مرکزی حیثیت دیدی۔ اسکا نظام تین اشخاص کے ذمہ تھا۔

۱۔ سیّد :۔ بڑا سردار جو خارجی معاملات و معاہدات کے علاوہ فوج کا کمانڈر بھی تھا۔
۲۔ عاقب :۔ جس کے ذمے داخلی معاملات تھے۔
۳۔ اُسقف :۔ مذہبی پیشوا (لبشپ)

جب اکتوبر ۵۲۳ء میں سعد ابوکرب کے بیٹے ذونواس نے حملہ کیا تو مذہبی تعصب کے ساتھ اُن کی معاشی ترقی اور سیاسی برتری بڑا سبب بنا۔ اُس نے سیّد حارثہ کو قتل کر کے اُسکی بیوی رُومہ کو اپنے دو بیٹوں کا خون پینے پر مجبور کیا پھر اُسے بھی قتل کر ڈالا اور اہلِ شہر کو آگ کی بھٹیوں میں پھینکوا دیا۔ اسقف پال کی ہڈیاں نکال کر جلائیں۔

۵۲۵ء شاہِ روم کے ایما پر حبشہ نے ذونواس کی سرکوبی کی۔ رُومی تجارتی قافلوں کو لوٹا کرتے تھے۔ جب انہوں نے بحری راستے پیدا کر لئے تو سبا کے بازار سرد ہو گئے۔ ان کا شجرۂ نسب نجران بن زید بن یشجب بن یعرب بن قحطان ہے۔ اُن کے دو گروہ تھے۔ متنفرہ جنہوں نے اسلام قبول کر لیا اور نصاریٰ جنکا ۶۰ آدمیوں پر مشتمل وفد سیّد ایہم، عاقب عبدالمسیح اور پادری اُسقف ابوحارثہ بن علقمہ بجری کی سرکردگی میں مدینہ حاضر ہوا۔ اُن کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا گیا۔ تو مسلمانوں کو نماز میں خشوع و خضوع سے گڑگڑاتے دیکھ کر حیران ہو گئے۔ ابوبکر صدیق رض (مثیل ابراہیمؑ) عمر فاروق رض (مثیل نوحؑ و موسیٰؑ) ابوموسیٰ اشعریؓ، عبداللہ بن مسعود رازدار نبیؐ، معاذ بن جبلؓ صہیبؓ بلالؓ، عبداللہ بن عمرو (مثیل داؤدؑ) امین الملت ابوعبیدہ بن الجراح، تمیم داریؓ سلمان فارسیؓ، ابو درداءؓ، عثمان ذوالنورین رض، علی المرتضیٰ (مثیل ہارون و یحییٰؑ)، زبیرؓ حواریٔ نبیؐ امین الارض والسماء عبدالرحمٰن بن عوفؓ، ابوذر غفاری رض، علاء الحضرمی رض، سعد بن معاذؓ، ابوایوب انصاریؓ سے اور ایسے ہی اعلیٰ علیتیین پر فائز صحابۂ رسولؐ پر اُن کی نگاہیں پڑیں تو دم بخود رہ گئے۔ انہوں نے بھی نماز پڑھی مگر اپنے منہ مشرق کی طرف کر کے جسکا مسلمانوں نے بُرا منایا۔ مگر آنحضورؐ کے فرمان پر خاموش رہے۔

انہوں نے آنحضورؐ کے ساتھ مناظرہ کیا۔ عاقب عبدالمسیح نے سوالات کئے۔ جن کے جوابات آنحضورؐ نے دیئے جو یہ ہیں :۔

س:۔ اگر مسیحؑ خدا کے بیٹے نہیں تو اُن کا باپ کون ہے؟
فرمایاؐ : تم کو خوب معلوم ہے کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے نتیجتہً اگر عیسیٰؑ خدا کے فرزند ہیں تو خدا

کے مماثل اور مشابہ ہونے چاہئیں ۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ خدائے تعالیٰ بے مثل و بے چون و بے چگون ہے ۔ لیس کمثلہ شیٔ و لم یکن لہٗ کفوا احد ۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارا پروردگار حیّ لا یموت ہے اور عیسےؑ یاتی علیہ الفناء ۔

نصاریٰ بولے ۔ بیشک یہ درست بات ہے ۔ فرمایاؐ ۔ تمکو معلوم ہے ہمارا پروردگار ہر چیز کا قائم رکھنے والا تمام عالم کا محافظ و نگہبان اور سب کا رزاق ہے ۔ کیا عیسےٰ میں ایسی کوئی صفت بتا سکتے ہو ؟

نصاریٰ : نہیں ۔

فرمایاؐ : تمکو یہ خوب معلوم ہے کہ اللہ نے عیسےٰؑ کو رحمِ مادر میں جیسا چاہا بنایا اور تم جانتے ہو کہ اللہ تعالےٰ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے ۔ اور نہ اسکو بول و براز کی حاجت لاحق ہوتی ہے ۔ تم کو خوب معلوم ہے کہ مریمؑ اور عورتوں کی مانند عیسےٰؑ سے حاملہ ہوئیں ۔ اور انہے اسیطرح جنا جسطرح عورتیں بچے جنتی ہیں ۔ پھر اور بچوں کی مانند انکو بھی دودھ پلایا ۔ غذا دی ۔ وہ کھاتے بھی تھے ، پیتے بھی اور بول و براز بھی کرتے تھے ۔ پھر خدا جیسے کیونکر ہوئے ؟ اس پر سورہ بقرہ کی آیات ۹ ــ ۶۹ نازل ہوئیں ۔

فرمایاؐ : اسلام میں داخل ہو جاؤ ۔

بولے ۔ ہم تو پہلے ہی مسلمان ہیں ۔

فرمایاؐ : اسلام کیسے صحیح ہو سکتا ہے جب تم خدا کیلئے بیٹا تجویز کرتے ہو ۔ صلیب کی پرستش کرتے ہو اور خنزیر کھاتے ہو ۔ کہنے لگے آپ مسیح کو اللہ کا بندہ بتلاتے ہیں ۔ کیا آپؐ نے مسیح جیسا کسی کو دیکھا یا سنا بھی ہے ۔

اس پر سورۂ آلِ عمران کی آیات ۶۰ ۔ ۶۱ نازل ہوئیں ۔

انّ مثلِ عیسیٰ عند اللّٰہ کمثل آدم خلقہٗ من تراب ثم قال لہٗ کن فیکون ۔ ۔ ۔ ۔ اور آپؐ نے وفد کو مباہلہ کی دعوت دیدی ۔ تو سیّد ایہم نے عاقب عبدالمسیح کو کہا واللہ تم کو خوب معلوم ہے کہ یہ نبیؐ مرسل ہے ۔ مباہلہ سے ہماری قوم ہلاک و برباد ہو جائے گی ۔(+) میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر پہاڑ کو ٹلنے کو کہیں تو اپنی جگہ سے پہاڑ ٹل جائے ۔ بہتر یہی ہے کہ جذیہ پر صلح کر لو ۔ اس طرح اپنے دین پر قائم رہ سکو گے ۔ (وفد میں کوئی عورت نہ تھی مگر معاذاللہ صحابہؓ کے منکر کہتے ہیں کہ اسوقت سیّدۃ النساء کھلے منہ حسنینؑ سمیت وہاں آ گئی تھیں)

فرمایاؐ ۔ اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو بندر اور سور بنا دیئے جاتے اور تمام وادی آگ بن کر

(+) مسٹر سیل : جب انہوں نے اس پاکیزہ جماعت کو خدا کے حضور جھکتے دیکھا تو انہیں جرأت نہ ہوئی کہ انکو کوسیں سو انہوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا۔

ان پر برستی جس سے تمام اہلِ نجران ہلاک ہو جاتے حتٰے کہ کوئی پرندہ نہ رہتا ۔

عہد نامہ جو اُن کے ساتھ ہوُا اُس پر سرداران ذیل نے دستخط کئے ۔ مالک بن عوف نصری رضؓ ، اقرع بن حابس رضؓ تمیمی ، مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضؓ ، ابو سفیان صخر بن حرب رضؓ ۔ غیلان بن عمرو رضؓ ۔

اُسقف ابو حارثہ کا بھائی کرز راستے سے ہی لوٹ کر واپس آیا اور مسلمان ہو گیا ۔ پھر عاقب عبدالمسیح اور سید ایہم بھی اسلام لائے ۔

جب وفد عامر نے آپ کو ہمارے سید کہا تو فرمایا سید اللہ تعالےٰ کی ذاتِ اقدس ہے میں عبداللہ و رسول اللہ ہوں ۔

خلفائے راشدین المہدیین کے دور میں کسی کو سید کہلوانے کی جرأت نہ ہوئی مگر جب بنو اُمیہ کو اقتدار مِلا تو قریش کو سادات کہا جانے لگا ۔ انکے بعد بنو عباس غالب آئے تو بنو ہاشم سادات کہلوائے ۔ فاطمیوں نے غلبہ پایا تو یہ فضیلت انکے حصے میں آئی ۔ پھر بادشاہوں نے خود سادات بننے کی بجائے اپنے عمال اور کمانڈروں کو سید کا خطاب دینا شروع کر دیا ۔ عام عرب اسکو رُوحِ اسلامی اور مساوات کے خلاف سمجھتے تھے ۔

سندھ اور ہند میں سید کے مقابل میاں کا لفظ تھا ۔ جس میں شرافت کے ساتھ عقیدت و محبت کی جھلک تھی ۔ اس علاقہ میں آلِ منصور غالب و حاکم تھے ۔ مگر انہوں نے راجگان اور اُن کے کارندوں کی طرح خود کو عام رعایا پر مسلط نہیں کیا ۔ زراعت کی مشقت سے روزی کماتے اور عدل و احسان سے علاقہ کا انتظام رکھتے ۔ اسی بنا پر مقامی لوگوں نے انکو میاں کہنا شروع کیا پھر سب کیلئے رواج پا گیا ۔

میاں جی :-

پیش امام اعلیٰ عہدیدار یا قاضی ہوُا کرتا تھا ۔ جب عہدوں پر غیر مسلم تعینات ہونے لگے تو صرف قاضی فقیہہ کی حیثیت سے زیادہ محترم سمجھے جاتے ۔ امامت کے حقدار بنے ۔ جب قضاۃ ختم ہو گئی اور قاضی صرف پیش نماز رہ گئے ۔ فقہ اسلامی کی جگہ قانونِ انگریزی نے لے لی اور فقیہوں کی بجائے وکلاء اور جج عادل بن گئے ۔ تو مشہور فلسفی اور عالم دین عین القضاۃ ابوالمعالی عبداللہ بن محمد الہمدانی المعروف میانجی جو فقہ میں یکتا تھے ۔ اُن کی اقتداء میں احتراماً ہر پیش نماز کو میاں جی کہا جانے لگا ۔ (میاں بمعنی صاحب اور جی تعظیم کیلئے)

گاؤں کے لوگ میانجی سے اپنے مسائل بیان کرتے ان سے اخلاقی امداد کی توقع کرتے اور

بیماریوں کیلئے دوا اور دُعا کے طالب ہوتے۔ ان سے اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلاتے اور بڑا ادب واحترام کرتے۔

"میاں جی" انتہائی ادب و محبت کے ساتھ کہتے۔ آج کل بھی اسکے نمونے دیہات میں ملتے ہیں میانج آذر بائیجان کا ایک بڑا شہر صوبائی صدر مقام تھا۔ جسکے باسی میانجی کہلاتے تھے۔

مُلّاں:۔ آرائیوں کی ایک محترم و معزز شاخ مُلّاں کہلاتی ہے۔ ان میں تعلیم و تعلّم کا سلسلہ عرصہ دراز سے جاری رہا ہے جن میں نامور اساتذہ ہوئے ہیں۔ مائی حلیمہ سعدیہؓ کی سسرال بنو ملال تھی۔ حلیمہؓ زوجہ حارثؓ بن عبدالعزیٰ بن رفاع بن مُلّاں بن ناصرہ بن خصیتہ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن بن منصور۔

چونکہ آنحضورؐ نے اس گھرانہ میں تعلیم و تربیت پائی اس لئے ہر اُستاد اور معلم کو بھی مُلّاں کہا جانے لگا۔ ان کے چچیرے بھائیوں یعنی مائی حلیمہؓ کا اپنا کنبہ بنو جابر تھا۔ حلیمہ بنت عبداللہ الذویب بن حارث بن سجہ بن جابر بن ازارم بن ناصرہ بن خصیہ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن بن منصور۔ بنو جابر کو پنجاب میں ڈاہڈے کہا جانے لگا۔ کیونکہ یہ گمان کیا جاتا تھا کہ یہ مقبولِ دُعا ہیں۔

بخش:۔ بخش بمعنی حصّہ۔ یہ مقربانِ بارگاہِ الٰہی کے صدہا مقامات میں سے ایک مقام بھی ہے۔ جسے عارف باللہ پہچانتے ہیں۔ اولیاء اللہ کی تقلید میں لوگوں نے ناموں کے ساتھ بخش بڑھانا شروع کر دیا۔ سندھ اور پنجاب میں اسکا بڑا رواج پایا۔ جیسے اللہ بخش، خدا بخش، الٰہی بخش، قادر بخش، نور بخش، پیر بخش وغیرہ۔

لک:۔ قُرَّةُ عَينٍ لِي وَ لَكَ (۲۸ : ۹) اور اکثر محاورے عربوں کے زبانِ زدِ عام ہیں۔ جن میں لک استعمال ہوتا ہے۔ خُذْ ما طف لكَ۔ نصفٌ لی و نصفٌ لكَ سلامٌ لكَ۔ هُوَ لكَ طلقاً۔ جَعلتهٗ عَرَضتہٗ لِدُّ لكَ۔ هو عرضتہٖ لِدَّ لكَ وغیرہ:۔ مگر پنجاب کی ایک قوم جو لک کہلاتی ہے۔ اس سے یہ خاص واقعہ جو فقہی مسئلہ بنا اور اُن کی شہرت کا باعث ہوا یہ ہے کہ عامل بصرہ ابن عباسؓ نے عصر کی نماز کے بعد وعظ شروع کیا

کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ ستارے روشن ہو گئے۔ تو اس پر ایک تمیمی نے چلا چلا کر کہنا شروع کیا۔ صلوٰۃ صلوٰۃ۔

ابن عباسؓ نے اُسے جھڑکا کہا لَا اُمَّ لَکَ (تیری ماں نہ رہے) تو مجھے سنت کی تعلیم دیتا ہے۔ میں نے آنحضورؐ کو دیکھا ہے کہ آپؐ ظہرین (ظہر و عصر) اور مغربین (مغرب و عشاء) ایک ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

عبداللہ بن شقیق نے مدینہ جا کر ابو ہریرہؓ سے اسکی تصدیق کرائی۔ اس وقت سے صرف لک کہہ دینے سے عرب بنو تمیم کے اُس خاندان کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو پنجاب میں قوم بن گئی ہے لک کے معنی (لفظی) پر گوشت اور ایک پودا ہے جس سے کیکر کی چھال کی مانند چمڑا رنگنے کا کام لیتے ہیں۔

سلیمی:- (Salimi)

مدینہ منورہ سے ریاض جانے والی شاہراہ پر ابو غا یک سے بئر الحسو کو ایک سڑک مڑتی ہے۔ ہٹھاڑ (نجد) شروع ہوتے ہی چوک آتا ہے جو سڑک واپس شاہراہ کو ملانے کیلئے نقرہ جاتی ہے۔ اس پر تھوڑے فاصلے پر برکت ابو سلیم اور آگے جا کر مشرق کیطرف بلغا کی بستی ہے۔ جسکے نام پر نکودر ضلع جالندھر کے قریب آرائیوں کا گاؤں تھا۔

غزوۂ احزاب (خندق) میں مشہور بہادر سالار سلیم بن اسلم کی ماتحتی میں دو سو مجاہدین دے کر آنحضورؐ نے مستورات اور بچوں کی حفاظت پر مقرر فرمایا تھا۔ جنکے ساتھ نسبت نسبی کی بنا پر آرائیوں کے کئی کنبے سلیمی کہلاتے ہیں۔ ان کے خاندانی شجرۂ نسب میں اسلم، افضل، سلیم، سعید وغیرہ نام تواتر سے آتے ہیں۔

حارث:-

(حارث بمعنی کاشتکار مصدر حرث۔ حرافۃ) بنی عمرو بن حارثہ کی طرف آنحضورؐ نے عبداللہ بن عوسجہ کو خط دیکر بھیجا۔ وہ لوگ کھیتی باڑی میں اسقدر منہمک تھے کہ کسی نے توجہ نہ کی کہ کون آیا کیوں آیا معلوم کر لیں۔ عبداللہ نے آپؐ کا نامہ مبارک ایک بوڑھے کیطرف بڑھایا۔ تو اُسنے پکڑ کر اُسکے حروف کی سیاہی کو پانی سے دھویا پھر اپنے ڈھول کی مرمت کے لئے

تلی پر سی دیا اور اپنے کام سے کام رکھا۔

عبداللہ حیرانی کے ساتھ واپس ہوئے۔ اور آنحضور ؐ کو رپورٹ کی فرمایا نادان لوگ ہیں۔ ہمارے گاؤں میں اسی خصلت کا ایک گھرانہ تھا اسکے لڑکے احمد (احمی) کو سکول میں داخل کرایا گیا۔ چھ ماہ تک اُستاد نے اُس سے الف کہلوانے کی سعی کی مگر وہ ہمیشہ "اپھل" ہی کہتا۔ البتہ کاشتکاری میں اپنے والد اور چچا کے برابر کام کرتا رہتا۔ اُن کے چہروں پر کبھی خوشی یا غمی کے آثار نہ دیکھے گئے۔ نہ کبھی مسکراتے نہ خفا ہوتے۔ اُنکو جیو بنو کہتے تھے۔ بعض جگہ جُھنگے کہلاتے ہیں۔

میرپوری آرائیں :-

میرپور آزاد کشمیر منگلا اور قلعہ رہتاس کے گرد آباد آرائیوں کی اصل بنی اعلاف / احلاف ہے جنکی تاریخ یہ ہے۔

احلاف :- عراق اور ممالکِ شرقیہ کے والئی حجاج ثقفی نے سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی عامری کو مکران کے ساحل اور سندھ کا عامل بنا کر بھیجا تو اُس نے وہاں کے سردار سفہوی بن لام الحامی ازدی کو طلب کیا اور اُسے حکم دیا کہ جہاں کہیں میرا قیام ہو تمہارا فرض ہے کہ میرے شریک اور مددگار رہو۔ جواباً سفہوی نے فوج نہ ہونے کا بہانہ بنایا اور بڑا روکھا سا جواب دیا کہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔

سعید نے کہا تم استدر سرکش ہو کر میں نے خلیفۃ المسلمین کے حکم اور نام سے نصرتِ دین کیلئے تمہاری امداد طلب کی مگر تم نے اسکی ذرا پرواہ نہیں کی۔ اور بہانے بنانے لگے۔ سفہوی نے نہایت متکبرانہ کہا کہ واللہ میں تمہارے حکم کو ہیچ سمجھتا ہوں اور اسکی تعمیل میرے کسرِ شان ہے۔ سعید نے اُسے قید کر دیا۔ جب اُس کے غرور اور تمکنت میں کوئی فرق نہ آیا تو فتنے کے ڈر سے اُسے قتل کر کے سر حجاج کو بھیج دیا اور کھال اُتروا کر عبرت کیلئے رکھ دی۔

بنو ثقیف کی شاخ بنی اُسامہ کے احلافیوں کا ایک گھرانہ طائف سے نکل کر عمان میں اُزد کے پڑوس آباد ہو گئے تھے۔ جن کا ایک دستہ فوج مکران میں تعینات تھا۔ حارث احلافی کے بیٹے محمد اور معاویہ اسکے سالار تھے۔ انہوں نے سعید کے فعل کا بُرا منایا۔ احلافی جمع ہو کر ایک دوسرے کو کہنے لگے۔ سفہوی ہمارے علاقے کا تھا اور ازدیوں سے ہماری رشتہ داری بھی قائم ہے سعید کو جرأت کیسے ہوئی کہ ہمارے قریبی کو قتل کر دے۔ ایک روز سعید خراج کی وصولی کر کے واپس

لوٹ رہا تھا کہ احلافیوں نے یکبارگی حملہ کرکے قتل کر دیا اور بغاوت کا جھنڈا گاڑ دیا۔

رفتی بہ بزم غیر نکو نامی تو رفت ـــ
ناموس صد قبیلہ ز یک خامی تو رفت

حجاج کو خبر پہنچی تو اس نے حجاز سے احلافیوں کے سردار سلیمان کو بلوا کر اسکا سر اتار دیا اور سعید کے گھر والوں کے پاس تعزیت کیا تھ۔ بھیج دیا اور کافی مال بھیج کر تالیف قلوب کر دی۔

۸۵ھ ، ۷۰۴ء حجاج نے مجاع بن سعر تمیمی کو سخت تاکید کیا تھ مکران روانہ کیا۔ کہ احلافیوں کو روند ڈالے مگر احلافی پہلے ہی بھاگ کر راجہ داہر کے پاس ارور میں پناہ گزیں ہو گئے۔ ان دنوں راجہ رمل نے بڑی قوت کیساتھ راجہ داہر کے علاقوں پہ یلغار کر دی۔ اس ناگہانی مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے راجہ داہر نے مجلس مشاورت کی۔ اسکے وزیر بدھمن نے ناصحانہ رائے دی کہ اگر راجہ خود کو قوی اور مضبوط سمجھتا ہے تو دشمن کا فوراً قلع قمع کرنے کیلئے پورا زور لگا دینا چاہیئے اور اگر اتنی سکت نہیں تو پھر مال دیکر صلح کر لینی چاہیئے۔

راجہ نے کہا ذلت کی صلح پر موت کو ترجیح دوں گا۔ بدھمن نے مشورہ دیا کہ جو عرب پناہ گزیں ہمارے پاس آئے ہیں یہ بڑے ماہر جنگجو ہیں۔ ان سے بھی مشورہ طلب کر لیں۔ راجہ کو یہ رائے پسند آئی۔ ان کو بلوا کر اپنا حسن سلوک جتلایا پھر اپنی مشکل بیان کی۔

احلافیوں کے سردار محمد احلافی نے کہا۔ راجہ صاحب آپ ذرا بھی فکر نہ کریں مجھے صرف ایک دستہ فوج دے دیں آپکے دشمن کو ایسا سبق سکھاؤں گا کہ پھر کوئی بھی ادھر کا رخ نہ کرے گا۔ اور میرا ایک مشورہ قبول کریں کہ خود فوج کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر ۲ میل پہ اپنا پڑاؤ کریں اور کیمپ کے گرد خندق کھدوا کر ڈیرہ جالیں۔ اتنے عرصہ میں میں بھی حالات اور دشمن کی حرکات کی ٹوہ لگاؤں گا۔

محمد علافی اپنے ساتھیوں اور راجہ کی فوج کے ۵۰۰ چیدہ سواروں کو لیکر رات کی تاریکی میں دشمن کی لشکرگاہ پر جا پڑا، جو بے خبر سو رہے تھے۔ دشمن اس اچانک حملہ سے اتنا ہراساں ہوا کہ سب مال و متاع چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ ۵۰ ہاتھی راجہ داہر کے ہاتھ لگے۔ ہزاروں قتل اور قیدی ہوئے اور بے شمار سامان ہاتھ آیا۔

راجہ داہر نے غیر معمولی مسرت کا اظہار کیا مگر ان کی اسقدر دلیری سے دل میں خوفزدہ ہوا۔ حفظ ما تقدم سرحد مکران کی حفاظتی گارڈ کے طور پر انہیں بھیج دیا۔ جب محمد بن قاسم حملہ آور ہوا تو یہ سرحد

چھوڑ کر راجہ کے پاس آگئے ۔ محمد بن قاسم جب دریائے سندھ پر پہنچا تو اس نے ایک سفارت بطور حجت راجہ کے پاس بھیجی اور یہ بھی پوچھا کہ تم دریا پار کر کے اِدھر آؤ گے یا ہم تمہاری طرف آئیں ۔ راجہ کے مشیروں نے کہا کہ انہیں ہی اِدھر آنے دیا جائے تاکہ ہمارے مقابل ہوتے وقت دریا اُن کی پشت پر رہے اور اُن کی رسد کا راستہ مسدود ہو جائے ۔ اسطرح ہم باسانی فتح پالیں گے ۔

راجہ داہر نے علافیوں کو متوجہ کیا کہ یہ مصیبت تم لوگوں کی وجہ سے ہم پر آئی ہے میں نے آج کے دن کیلئے تمہاری اسقدر تواضع اور خاطر داری کی ہے ۔ تمہیں پناہ اور ہر طرح کی سہولت دے رکھی ہے ۔ تم اپنے عرب بھائیوں کے فوجی طور طریقوں اور جنگی صلاحیتوں سے بھی واقف ہو ۔ میں تمہیں فوج کے ایک دستہ کی کمان دیتا ہوں ۔ ہمارے ہراول کا کام دو ۔

محمد علافی نے کہا راجہ صاحب ! اگرچہ آپ نے ہم پر بڑا احسان کیا ۔ ہمیں پناہ دیکر ہر طرح کی سہولت بہم پہنچائی ۔ جس کے لئے ہم آپ کے بہت شکر گذار ہیں ۔ مگر یہ نہ بھولئے کہ ہم ان کے دینی بھائی ہیں ۔ اور دینی احکام کے مطابق اگر ان سے لڑینگے تو یہ کفر ہوگا اگر ہم انکو قتل کر دیں تو دوزخ ہمارا ٹھکانہ ہوگا ۔ اگر ان کے ہاتھ سے ہم خود قتل ہو گئے تو حرام موت مرینگے ۔ راجہ نے کہا اس صورت میں تمہیں ہمارا ملک چھوڑنا ہوگا ۔ علافی اٹھ کھڑے ہوئے اور بیلمان جانے کو تیار ہو گئے ۔

راجہ نے لجاجت سے کہا ۔ اچھا اگر تمہیں اپنا دھرم اتنا ہی عزیز ہے تو ہمارا اتنا حق تو مانو کہ ہمیں ایسی حالت میں چھوڑ کر جانے کی بجائے اپنے مشوروں سے ہی ہماری مدد کرو کہ اس جنگ میں کیا تدابیر اختیار کریں کہ تباہی سے بچ جائیں ۔ علافیوں نے منظور کر لیا اور راجہ کو کہا کہ آپ کے وزیر کا مشورہ صائب نہیں ۔ کیونکہ وہ عرب طبائع و عادات سے بے بہرہ ہے ۔ اوّل تو محمد بڑی فوج کے ساتھ حملہ آور ہوا ہے ۔ جس میں عرب کے سورما اور بڑے بڑے سردار بھی ہیں ۔ دوسرے مسلمان جہاد کے لئے سر ہتھیلی پہ رکھ کر نکلتے ہیں اور خدا پر بھروسہ رکھتے ہیں ۔ اور ہر وقت دعا میں مشغول رہتے ہیں اور تمنا کرتے ہیں کہ جب اپنے سے کئی گنا دشمن کا صفایا کر دیں تو شہادت نصیب ہو ۔ لڑائی کے وقت مسلمان بہت خوفناک ہو جاتے ہیں ۔

میری رائے ہے کہ انکو دریا کے اُس پار ہی رہنے دیں ۔ ملاحوں ، جاٹوں اور علاقہ کے تمام لوگوں کو ہر طرح کی اعانت سے منع کر دیں اور حکم جاری کر دیں کہ لکڑی ، غلہ اور ہر قسم کے اجناس اُن کے

پڑاو سک جانے نہ پائیں ۔ اس طرح ان پر معیشت تنگ کر دیں کہ شائد گلو خلاصی کی صورت نکل آئے اور خود جاسوسی کیلئے اپنے عرب ساتھیوں کے ساتھ اسلامی لشکر میں چلا گیا مگر پہچان لیا گیا ۔ جب لعن طعن ہونے لگی تو جہاد میں شمولیت کا بہانہ بنا کر بچ گیا ۔ اور موقع پا کر واپس راجہ کے پاس پہنچ گیا ۔

راجہ داہر کی موت کے بعد اسکے بیٹے راجہ جیسیہ کا بھی مشیر رہا ۔ جو جنگوں میں مسلسل شکست کا سامنا کر کے قلعہ برہمن آباد سے بھاگ کر چترور میں پناہ گزیں ہوا ۔ اور جب اپنے مستقبل سے قطعی مایوس ہوا تو اعلافیوں کو ساتھ لیکر اپنے رشتہ دار راجہ کشمیر کے پاس قلعہ منگلا چلا گیا ۔ راجہ کشمیر نے سب کا سواگت کیا اور اپنے علاقے میں مستقل رہائش کی اجازت دے دی ۔ میر پور کے آرائیں انہی اعلافیوں کی اولاد ہیں ۔

جب شیر شاہ سوری نے گکھڑ قوم کے خلاف زبردست کاروائی کی اور ان کو پکڑ کر قلعہ رہتاس تعمیر کرا لیا ۔ تو اسکے وزیر میاں محمد عبداللہ کے ایما پر کچھ اعلافی قلعہ کے پاس آکر آباد ہو گئے اور فوج کی رسد، خوراک، سبزیات، گوشت، غلہ، پھل وغیرہ کی فراہمی اور راستوں کی نگرانی کا کام دینے لگے ۔

راجہ کشمیر نے جیسیہ کو جاگیر عطا کی تاکہ وہاں ٹھاٹھ سے رہ سکے مگر جیسیہ میں انقلاب آ چکا تھا ۔ اعلافیوں کے ساتھ کشمیر آتے وقت سادات قریش میں سے بنو سامہ بن لوئی بن غالب بن فہر کا ایک خوبصورت نوجوان جحیم بن سامہ بھی تھا ۔ جسے جیسیہ نے متبنٰی اور مختار کل بنا کر جاگیر پر متعین کر دیا ۔ خود لاولد فوت ہوا ۔

سابقہ راجدھانی دیول کے نام پر جاگیر کا نام دیول رکھا گیا جو راولپنڈی کے پاس مشہور پیر عبدالمجید انصاری آف دیول کے نام نامی سے بہت مشہور ہوا ہے ۔ (ب اور و قریب المخرج ہیں ہنود تلفظ اور تحریر میں فرق نہیں کرتے ۔ " ۂ " ب اور و کے درمیان آواز نکالتے ہیں ۔ اسی طرح بعض عرب 'ح' کو 'ع' بولتے ہیں ۔ اعلاف کی بجائے اعلاف کہتے ہیں جیسا کہ عبداللہ بن مسعودؓ جو بنی سعد ہذیل کے تھے حتٰی کو عتٰی تلفظ کرتے تھے ۔ عمر فاروقؓ نے سن لیا تو ڈانٹ پلائی کہ

" قرآن کو قریش کی زبان میں تلاوت کیا کرو "

دیول یا دیبل جسے کراچی کے پاس بتایا جاتا ہے ۲۸۰ھ میں المعتضد باللہ

احمدؒ کی خلافت کے دور میں زلزلے کی بنا پر زمین میں دھنس گیا تھا۔ قریباً ڈیڑھ لاکھ آدمی مکانوں کے ملبہ کے نیچے سے نکالے گئے۔ ماہِ شوال میں سورج گرہن ہوا۔ عصر کے وقت تک بالکل اندھیرا رہا۔ پھر سیاہ آندھی آئی جو تہائی رات تک طوفان کی صورت رہی پھر زبردست زلزلہ آیا اور شہر ہمیشہ کیلئے نابود ہو گیا۔

ریلطے:۔

عرب کے کئی قبیلے اور شخصیتیں اپنی ماؤں کے نام پر مشہور ہوئے جیسے بنی قیلہ (اوس و خزرج) ابنِ حنفیہ محمدؒ بن علی کرم، شرجیل بن حسنہؓ، زیاد بن سمیعہ وغیرہم اس بنا پر اُن روایتوں کے ایک قبیلے کے "ریلطے" کہلوانے پر بھی "ریطہ" نام کی متعدد تاریخی خواتین کی طرف دھیان جاتا ہے۔ جیسے ریطہ بنت حارث مہاجرہ حبش، ریطہ والدہ عبداللہ بن عمرو بن العاص، ریطہ بنت عبد مناف بن قصی، ریطہ زوجہ حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب اور وہ ریطہ جو حنین کے قیدیوں میں سے علی المرتضیٰ کے حصّہ میں آئی وغیرہم۔

مگر اس قبیلہ کی اصل یہ ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے سومنات پر حملہ کیا اور فتحیابی کے لئے سیّدنا و مولانا ابوالحسن خرقانیؒ سے دعا کی درخواست گذاری تو آپؒ نے بصرہ سے آمدہ ۱۸ سالہ نوجوان منصور اور اپنے مجاہد مریدین کو ساتھ کر دیا۔ منصور شیخ حسام الدین رفاعیؒ کا مرید اور تربیت یافتہ تھا۔ آپؒ نے اُسے رخصت کرتے وقت فرمایا۔

"تم بلادِ ہند کو اپنے اندازوں سے بہت مختلف پاؤ گے۔ وہاں کے لوگ تم کو بیک وقت اجنبی اور مانوس لگیں گے۔ کسی سے نفرت نہ کرنا تمہارا دین سب سے محبت کرنا سکھاتا ہے۔ اِن لوگوں کے دل تم سچائی، محبت اور اُس روشنی سے جیت سکو گے جو تمہارے دین نے عطا کی ہے۔

نوٹ:- جب کسی قوم یا فرد میں قبولِ خیر کی نورانی شعاعیں بجھ جاتی ہیں اور اُن کے قلوب پر ظلمت چھا جاتی ہے۔ اور وہ اپنے قوائے شر و فساد کو خیر کی قوتوں کے خلاف استعمال کرتے ہیں بیباک ہو جاتے ہیں تو قدرت کا زبردست ہاتھ ان سے انتقام لینے کیلئے آمادہ ہو جاتا ہے اور جب کسی کے خلاف آسمانی عذاب کا فیصلہ ہو چکتا ہے تو سوائے توبہ و استغفار، انابت و رجوع الی اللہ کے کوئی طاقت اُسے ٹال نہیں سکتی۔

ہمیشہ اللہ کی خوشنودی مدِنظر رکھنا۔"

اُس دَور میں خانقاہوں میں تزکیۂ نفس، طہارتِ قلب اور علم دین کے ساتھ ہتھیاروں کے استعمال کی عملی تربیت کے علاوہ تبلیغِ دین کیلئے مختلف زبانیں اور روزی کمانے کیلئے ہنر بھی سکھائے جاتے تھے۔

۲۹۶ھ منصور نے منتشر عرب قبائل خصوصاً قیس عیلان کی شاخ آلِ منصور کو غزنوی جھنڈے کے نیچے جمع کیا اور لشکر ترتیب دیکر ملتان کے قرامطہ سے ٹکر لی۔ جہانیاں اور مخدوم رشید کے قبرستانوں میں اُن شہداء کی قبریں موجود ہیں۔ یہ لوگ سروں پر کفن باندھ کر نکلے تھے جو ایک پاٹ کی پتلی چپا در کا ہوتا تھا۔ جسے عرب "ریطہ" کہتے ہیں۔ اِن مجاہدین کی اولاد ریطے کہلاتی ہے۔ اِن کے بڑے بوڑھوں کی پگڑیاں اسکی یاد دلاتی ہیں۔ ان کے سفید لباس کو نیل رنگ اور حنائی داڑھیاں انکے عرب ہونے کا نشان ہیں۔

منصور نام کو ہمارے قبیلے میں زندہ رکھا گیا ہے۔

قرامطہ

قرامطہ کا فرقہ ۲۷۸ھ میں پیدا ہوا۔ عرب چونکہ علویوں میں محمدؒ بن علیؓ بن ابی طالب یعنی ابن حنیفہؒ کو ترجیح دیتے تھے۔ بنو حنیفہ طاقتور قبیلہ تھا۔ اس لئے انہوں نے "محمد بن حنیفہ رسول اللہ" کا نعرہ اپنایا۔ بعد میں پارسی مذہب کی تلقین شروع کر دی۔ اور دو خداؤں یزداں اور اَہرمن کو ماننے لگے۔ نماز معاف، نوروز اور مہرجان کے دو روزے، خمر حلال، دانت اور پنجلی والے جانور خنزیر، کتے حلال، جمعہ کی بجائے اتوار یوم السبت اور بیت المقدس کو قبلہ جان کر اسکا حج کرتے۔ غسل جنابت کو غیر ضروری قرار دیدیا۔

۸ ذوالحجہ ۳۱۸ھ انکے سرغنہ ابو طاہر نے مکہ پر چڑھائی کی۔ حاجیوں کو قتل کرکے لاشیں چاہِ زمزم میں پھینک دیں۔ حجرِ اسود کو نکال کر جھڑے گیا۔ فاطمی خلیفہ نے بدنامی کے خوف سے انکو حجرِ اسود واپس کرنے کا حکم دیا تو ۲۰ سال بعد واپس کیا۔ ابو طاہر کے چیچک نکلی اس کا جسم پھٹ گیا۔ بڑی طرح مرا۔

۳۱۱ھ بصرہ و کوفہ لوٹا۔ ۳۷۳ھ۔ ۳۷۶ھ خارجیوں نے ان کو عرب سے ملک بدر کیا تو ملتان پر چڑھ آئے اور قبضہ جما لیا۔ ان کا سردار جلم بن شیبان تھا۔ اس کے جانشین شیخ حمید نے

سبکتگین کے مقابلہ میں راجہ جے پال کا ساتھ دیا۔ ۳۸۲ھ سلطان سے صلح کرلی مگر اندرونِ خانہ راجگان کو اُکساتا رہا۔ پھر کھلم کھلا سلطان محمود سے دشمنی کی راہ پر چل پڑا۔ جب سلطانی افواج نے ملتان کی طرف رُخ کیا اُسوقت شیخ داؤد بن نصر قرمطی حاکم تھا۔ مجاہدین آلِ منصور نے قرامطیوں کی اسقدر بیخ کنی کی کہ دوبارہ سر نہ نکال سکے۔ البتہ اہل تشیع کے عقائد قبول کرکے مسلمانوں میں گھس گئے۔ اس فرقہ نے شام پر ۲۹۰ھ میں حملہ کرکے مسلمانوں کا بہت نقصان کیا تھا یہ فاطمی خلیفہ کی اطاعت کا دم بھرتے تھے اس لئے لوگ فاطمیوں سے بیزار ہونے لگے تو خلیفہ کو ہوش آیا اور ان کو دھمکیاں دے کر ظلم وستم سے باز رکھا۔

بنو عامر:-

بنو عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور۔ سردیاں نجد میں گذارتے اور گرمیوں میں واپس طائف چلے آتے۔

حربِ فجار ۴:- عروۃ الرحال کلابی عامری تاجر ملوکِ عرب کے پاس تحائف لیجایا کرتا تھا۔ نعمان بن منذر والیٔ حیرہ نے اپنا کچھ مال بازار عکاظ میں فروخت کیلئے اسکے حوالے کیا۔ بنو کنانہ نے براض نامی بدمعاش کو قبیلہ بدر کیا ہوا تھا۔ اُسنے عروہ کا پیچھا کیا۔ راستے میں اُسے سویا ہوا غافل پا کر قتل کرکے مال ہتھیا لیا۔ اور فخریہ اشعار کہے۔

یہ حرمت کا مہینہ تھا۔ بنو قیس کے بعض نے براض کا پیچھا کیا۔ جو اُسے پہچانتے نہ تھے اُسی سے براض کا پوچھنے لگے۔ تو وہ سمجھ گیا۔ اور دو آدمیوں کو دھوکے سے ٹھکانے لگا کر مکہ بھاگ آیا۔ اور عکاظ کے میلہ پہ گئے ہوئے سردار اُمیہ بن حرب کو اطلاع کردی۔ جسنے دیت دے کر مصالحت کرنیکے لئے قریش کے اکابرین کا وفد تشکیل دیا اور بنو قیس کے سردار عامر بن مالک کی طرف رجوع کیا مگر راستے میں یہ سُنکر کہ بنو قیس حملہ کی تیاری کررہے ہیں واپس لوٹ آتے۔

سردار عامر کو گمان ہوا کہ قریش دھوکہ دینے آئے تھے اس لئے ان کا پیچھا کیا۔ اور مکہ کے قریب آلیا۔ قریش حرم کعبہ میں پناہ گزیں ہوگئے تو سردار عامر اگلے سال عکاظ کے میلہ پر لڑائی کا الٹی میٹم دے کر واپس ہوگیا۔ اگلے سال عکاظ میں قریش کا جدی قبیلہ بنو کنانہ اور اُن کے حلیف نے جمع ہو کر بنو قیس کا خوب مقابلہ کیا۔ آنحضورؐ اسوقت ۲۵ سالہ نوجوان تھے۔ آپؐ نے شمشیرزنی یا تیراندازی میں حصّہ نہ لیا البتہ تیر نکال نکال کر اپنے چچا کو پکڑاتے رہے۔ نتیجۃً اس بات پر

صلح ہوگئی کہ جس فریق کے مقتول زیادہ ہوں اُنکی دیت دی جائے ۔

یوم فجار اوّل کا واقعہ یہ ہے کہ بنو عامر کے چچا زاد بنو نصر بن معاویہ بن بکر کے ایک شخص سے بنو کنانہ کے کسی فرد نے قرض لے رکھا تھا ۔ مگر ادا نہ کرتا تھا ۔ نصری نے کنانی کو شرمندہ کرنے کے لئے ایک بندر لیکر عکاظ کے میلہ میں اسکی نیلامی مقروض کے نام سے کی ۔ کہ کون اس قرض کے عوض یہ بندر خریدتا ہے ۔ کنانی کو غصہ آیا اُسنے بندر مار ڈالا ۔ جسپر بنو قیس اور بنو کنانہ و قریش کی تلواریں نکل آئیں ۔

عرب کا یہ دستور تھا کہ جب چھوٹی شاخیں ایک ہی قبیلہ کی آپس میں لڑتیں تو دخل نہ دیتے مگر جب کسی دوسرے قبیلہ سے مڈبھیڑ ہوتی تو باہمی اختلافات بھلا کر اکٹھے ہو کر مقابلہ کرتے اور کسی بات کا لحاظ نہ کرتے ۔ قریش اور قیس میں باہمی رشتہ داریاں تھیں مگر قریش کو اپنے قبیلے بنو کنانہ کے ساتھ شامل ہونا پڑا ۔ مگر جنگ کی نوبت نہ آئی ۔ اور رشتہ داریاں سدِ راہ ہوگئیں ۔

(ابنِ اسحاق)

اسی قبیلہ کے ابو اُسامہ معاویہ بن زُہیر کا واقعہ ہے وہ قریش کے کنبہ بنو مخزوم کا حلیف تھا ۔ یوم بدر اُدھر سے گذر رہا تھا کہ ہبیرہ بن ابی وہب کو جنگ بدر سے بھاگتے اور چند مسلمانوں کو اُسکا پیچھا کرتے دیکھا ۔ اُسنے پیچھا کرنے والوں کو زخمی کر کے گرا دیا ۔ اور ہبیرہ کو کندھے پر اٹھا کر مکہ لے گیا ۔ اور طویل لامیہ قصیدہ کہا جسکے چند اشعار درج ذیل ہیں ۔

وَكُنتُ إِذَا دَعَانِي يَوْمَ كَرِبٍ	مِنَ الأَصحَابِ دَاعٍ مُستَضِيفُ
فَأَسمَعَنِي وَلَوْ أَجبَبتُ نَفْسِي	أَرُغُ فِي مِثلِ ذَالِكَ أَوْ حَلِيفُ
لَذُودٌ فَاكشِفُ الغُمَّى وَأَدفَعُ	إِذَا كَلَحَ المَشَاجِرُ وَالأُنُوفُ

میں نے ہبیرہ کا پیچھا کرنیوالوں کو زخمی کر کے گرا دیا میرا حال یہ تھا کہ جب سختی کے وقت میرے مجبور دوستوں میں سے مجھے کوئی پکارتا ایسے میں کوئی جانی یا حلیف مجھ تک اپنی آواز پہنچا دیتا حالانکہ جان ہر ذی روح کی طرح مجھے بھی پیاری ہے لیکن میں اسکی پکار کا جواب اسطرح دیتا تھا کہ اُس کی مصیبت دُور کرنے کو دَوڑ پڑتا ۔ جبکہ اور لوگوں کے ہونٹ اور ناک سکڑ جاتی ہیں ۔

سیافِ رسولؐ ابو سعد ضحاک عامری مدینہ کے نواح بادیہ میں رہتے تھے ۔ فتح مکہ کے وقت نو مسلم مجاہدین کی تعداد ۹۰۰ کے امیر تھے ۔ آنحضورؐ نے ان کو اپنے قبیلہ کو دعوتِ اسلام

کیلئے بھیجا تو قبیلہ کے لوگوں نے انکو اور اسلام کو گالیاں دیں ۔ضحاک رضؓ نے انکو خوب مارا پیٹا اور مال ومتاع قابو کر کے مدینہ لے آئے ۔ بعد میں ان کے کارناموں سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں ۔

بنو عامر کی شاخ بنو کعب بن ربیعہ بن عامر ذوالمجاز میں رہتے تھے ۔

قریش نے آنحضورؐ سے کسی طور مصالحت کر لینے کی غرض سے سب سے پہلے اپنا نمائندہ مکرز بن عوض عامری بھیجا تھا ۔

جب آنحضورؐ کو کھلے بندوں تبلیغ کا حکم ہوا تو آپؐ نے حج اور میلوں پر قبائل کو دعوت دینی شروع کی ۔ بنی عامر بن صعصعہ کے سردار بحیرہ بن فراس نے کہا اگر میں قریش کے اس جوان مرد کو ساتھ ملا لوں تو سارے عرب کو ہڑپ کر لوں گا ۔ پھر آنحضورؐ سے سوال کیا اگر ہم آپ کی دعوت قبول کر لیں اور آپ کے مخالفین پر غالب آجائیں تو کیا آپ کے بعد ہم قائم مقام ہوں گے ؟

آپؐ نے جواب دیا ۔" یہ معاملہ تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے "

اس پر وہ بولا ۔ واہ جی یہ کیا بات ہوئی کہ آپؐ کی حمایت میں ہم اپنے سینوں کو عربوں کا نشانہ بنائیں اور جب اقتدار کا وقت آئے تو دوسرے لطف اٹھائیں ہمیں یہ کیسے منظور ہو سکتا ہے ۔ بنو عامر کا ایک بزرگ شیخ تھا جو بہت عمر رسیدہ ہونے کی بنا پر حج پر نہ جا سکتا تھا ۔ مگر حاجیوں سے وہاں کے حالات معلوم کرتا رہتا تھا ۔ جب بحیرہ نے اسکو اپنی گفتگو کا حال بتایا تو اس بزرگ نے کہا ۔ اے بنی عامر ! کیا کوئی صورت اب بھی ایسی ممکن ہے کہ تمہارے اس انکار اور تردید کی کچھ تلافی ہو سکے اور اس امر (نبوت کی تائید) میں شریک ہو سکو ۔ اس ذات کی قسم ! جسکے ہاتھ میں میری زندگی کی ڈور ہے کسی اسماعیلی نے کبھی غیر حق کا دعوےٰ نہیں کیا اور نہ نبوت کا مدعی ہوا ۔ تم کو کیا ہوا کہ تم نے اسکی تردید کر دی ۔

بنی عامر کا یہ بزرگ سردار بانداز خاص عصائے پیری کا سہارا لئے حلقہ حضورؐ تک پہنچ کر مخاطب ہوا ۔ اِنَّ لِکُلِّ قَوْلٍ حَقِیْقَۃً وَمَا حَقِیْقَۃُ قَوْلِکَ ؟

ہر بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے آپ کے قول کی کیا حقیقت ہے ۔ فرمایا ۔ میں اپنے جد امجد سیدنا ابراہیمؑ اور بھائی عیسےٰؑ کی ذمہ داریوں ، بشارتوں اور عظمت و اقتدار کا حامل ہوں ۔ عامری بولا ۔ بجا فرمایا ۔ پھر پوچھا ۔ کیا برائیوں کی موجودگی میں نیکی کا فائدہ مرتب ہوتا ہے ؟ ارشاد فرمایا کیوں نہیں ۔ توبہ برائیوں کے داغ دھو دیتی ہے ۔ خوبیاں برائیوں کو بہالے جاتی ہیں ۔ پھر عامری نے

اپنے فرائض و واجبات کے متعلق استفسار کیا۔ آپؐ نے دینی فرائض بتفصیل بیان کئے۔ کہنے لگا اگر انکو پورا کردوں تو کیا فائدہ ہوگا۔ فرمایا "جنت" کہا یہ تو بعد کی بات ہے میں اس دُنیا کے مفادات کی بات کرتا ہوں۔ فرمایا۔ نعم النصر والتمکین فی البلاد۔ (خوش آئند فتوحات اور مُلکوں کی حکمرانی) بولا اب عرب کیلئے اس سے بڑھ کر کیا ہوگا۔

اشہدُ اَن لا الٰہ الا اللہ و اشہدُ ان محمد الرسول اللہ۔

شعب ابی طالب میں بنوہاشم کی مدد کرنیوالوں میں آنحضورؐ کے داماد ابی العاصؓ اور کعبہ کے تہ خانے میں پیدا ہونے والا واحد شخص حکیم بن حزام جس نے ۶۰ سال کفر اور ۶۰ سال اسلام میں بسر کئے۔ ان دو کے علاوہ تیسرا جوان مرد نضلہ بن ہاشم بن عبد مناف کے ماں جایا بھائی عمرو العامری کا بیٹا ہشام تھا جو اونٹ پر غلہ لاد کر لاتا اور اُسے گھاٹی کی طرف ہانک دیتا۔

ابو جہل نے واویلا مچایا تو ہشام نے بھی اس بائیکاٹ کو ختم کرنے کی تحریک کی پہلے سردار بنی مخزوم زہیر کو جو آنحضورؐ کی پھوپھی عاتکہ کا بیٹا تھا۔ ملامت کی کہ بڑے شرم و غیرت کی بات ہے کہ تم عیش میں ہو اور تمہاری ننھیال دشمنوں کے نرغے میں مصائب جھیل رہی ہے۔ اُس نے کہا میں اکیلا کیا کر سکتا ہوں اَوروں کو بھی کہو پھر ہشام نے ابوالبختری کو غیرت دلائی اور ایسا ہی جواب پایا۔ تو عقبہ اور شیبہ پسران ربیعہ سے جا کر بولا اگر ابن خنتمہ ابوجہل کا کنبہ ہوتا تو ایسا کبھی نہ ہونے دیتا تمہارے خون کی سفیدی قابلِ افسوس ہے وہ سب اُٹھ کھڑے ہوئے تو ابوجہل بولا یہ سب راتوں رات کی خفیہ سازش ہے اس بنا پر آنحضورؐ بنو عامر کے حق میں دُعا کرتے تھے۔

ایک عامری کو آپؐ نے دعوت دی تو بولا شہادت؟ فرمایا اس درخت کو بلا لاؤ۔ جب درخت ساتھ چل پڑا تو ایمان لے آیا۔ بولا اپنی قوم کو جا کر بتاتا ہوں اگر نہ مانی تو انہیں چھوڑ کر آپ کے پاس چلا آؤں گا۔

شادی بیاہ کیلئے اہلِ فارس مال و دولت کو ترجیح دیتے، رُومی حسن و جمال طلب کرتے، عرب حسب و نسب کو فوقیت دیتے مگر آنحضورؐ نے تقوےٰ سیرت و اخلاق کو معیار ٹھہرایا آپؐ کے پھوپھی زاد عبداللہؓ بن جحش جنہوں نے سب سے پہلے غنیمت میں سے خمس نکال کر اسلامی قانونِ تقسیم غنیمت کی بنیاد رکھی۔ جب جنگِ اُحد میں شہید ہو گئے تو اُن کی بیوہ زینبؓ بنت خزیمہ بن الحارث ہلالیہ عامریہ بعوض مہر ایک تولہ سونا اور دس تولہ چاندی (۴۰۰ درہم) نکاح کر لیا۔

ام المؤمنین زینب رض طبعاً رحیم اور بڑی خدا ترس تھی ۔ ان کی کشادہ دستی، فیاضی اور سخاوت کی بنا پر ام المساکین کا خطاب بارگاہِ رسالت سے ملا مگر ۶ ماہ بعد ہی بعمر ۳۰ سال وفات پا گئیں ۔ جب زید رض کے طلاق دے دینے پر برۃ بنت جحش (ہمشیرہ عبداللہ) سے آپ نے بحکم الٰہی نکاح کیا تو ان کا نام زینب رض رکھا جو ام المساکین رض کی یاد دلاتا رہتا اور اُن کے حق میں آپ کلمات دعائے خیر و دعائے بخشش کرتے رہتے ۔

سلیط بن عمرو عامری رض

سلیط بن عمرو عامری رض کو آپ نے ہوذہ بن علی رئیس یمامہ کو دعوت کیلئے نامہ مبارک کیساتھ بھیجا ۔ سلیط رض نے خطاب کیا ۔

" اے ہوذہ ! تجھے پرانی اور بوسیدہ ہڈیوں نے سردار بنایا ہے ۔ اور حقیقت میں سردار وہ ہے جو ایمان سے متمتع ہوا اور تقوے کا توشہ لیا ۔ میں تجھے ایک بہترین شے کا حکم کرتا ہوں اور ایک بدترین شے سے منع کرتا ہوں ۔ اگر تو اسکو قبول کرلے تو تیری تمام امیدیں بر آئیں گی اور خوف سے مامون ہوگا ۔ اور اگر انکار کرتا ہے تو قیامت کا ہولناک منظر ہمارے اور تیرے درمیان اس پردہ کو اٹھا دے گا ۔"

آنحضور صلعم نے خط میں لکھوایا تھا ۔

" میرا دین وہاں تک پہنچے گا جہاں تک اونٹ اور گھوڑے پہنچ سکتے ہیں اسلام لے آؤ تو سلامت رہوگے ۔ اور تمہارے مقبوضات کو بدستور رکھیں گے ۔"

ہوذہ نے تحائف کے ساتھ جواب بھجوایا ۔

" آپ جس شے کی طرف دعوت دیتے ہیں وہ کیا ہی بہتر اور خوب چیز ہے ۔ عرب میرے دبدبہ اور مرتبہ سے ڈرتے ہیں ۔ آپ صلعم بھی مجھے کچھ اختیار دیں تاکہ اتباع کروں "

فرمایا ۔ " واللہ ! اگر ایک بالشت بھر زمین مانگے گا تو نہ دوں گا ۔ وہ خود ہلاک بھی ہوا اور اسکا ملک بھی برباد ہوا " مکہ سے واپسی پر اطلاع پہنچی کہ ہوذہ مر گیا فرمایا ۔ " عنقریب یمامہ سے کذاب ظاہر ہوگا جو نبوت کا دعوےٰ کرے گا ۔ میرے بعد قتل ہوگا ۔"

قرۃ بن جبیرہ :- قرۃ بن جبیرہ بنو عامر کا سردار تھا ۔ عمرو بن العاص بنو قضاعہ کی مہم سے واپس

پر اسکے پاس ٹھہرے ۔ تو اُس نے بڑی تواضع کی ۔ وداع کرتے وقت کہنے لگا عمرو! عرب نے
تمہارا دین ڈنڈ دینے کیلئے اختیار نہیں کیا ۔ بہتر ہوگا مال کی ہوس چھوڑ دو ۔ سارا عرب مطیع ہو
جائے گا ۔ عمرو رضؓ بہت سیاستدان تھے ۔ فوراً کہا ۔ قرۃ کیا تم مرتد ہو گئے ہو؟ اور اب عرب کی
دھمکی دیتے ہو ۔ ہم تمہیں گھوڑوں تلے روند دیں گے ۔ جب قرۃ کی ابوبکر صدیق رضؓ سے مصالحانہ گفتگو
ہونے لگی تو عمرو رضؓ نے اسکا قول بتانا چاہا تو بولا ۔ یار چھوڑو بھی پرانی بھول چوک ۔ اور عمرو رضؓ
کو چپ کرا دیا ۔

سردار علقمہ بن علاثہ :۔ ہوذہ بن خالد بن ربیعہ اور اُنکے لڑکے پر مشتمل وفد بنو عامر
کیطرف سے آپؐ کی خدمت میں آیا اُس وقت عمرؓ فاروق رضؓ آپؐ کے پہلو میں بیٹھے تھے ۔ فرمایا اے عمر!
علقمہ کے لئے جگہ خالی کردو ۔

بنو عامر کا ایک وفد مقام السلح میں حاضر ہوا جس میں جحیفۃ السوائی بھی تھا ۔ آپؐ نے
مرحبا کہا اور فرمایا ۔ انتم منی و انا منکم یعنی تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں (منی بمعنی
محبوب جیسے شاہ حسین والئ اُردن نے اپنی انگریز بیوی کا نام منا الحسین رکھا یعنی محبوبہ حسین)

زیاد بن عبداللہ :۔ زیاد بن عبداللہ ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضؓ بنت حارث کلابیہ کی بہن
عزہ کا بیٹا تھا ۔ بنو عامر بن صعصعہ کی شاخ بنو ہلال بن عامر کا وفد مدینہ آیا تو یہ بھی ساتھ تھے ۔ سیدھے حرم
نبوی میں اپنی خالہ کے پاس چلے آتے ۔ آنحضورؐ اُسے اندر بیٹھا دیکھ کر حیران ہوئے تو اُم المؤمنین
میمونہ رضؓ نے بتایا یہ میرا بھانجا زیاد ہے ۔

آنحضورؐ نے بڑی شفقت فرمائی اسکے چہرے پر ناک تک دستِ مبارک پھیرا تو چہرہ
دمک اُٹھا ۔ اسکی نورانگی اور تروتازگی کو دیکھ کر لوگ حیران رہ جاتے ۔ ان کی اولاد ارائیوں میں
دمکڑے مشہور ہیں جس طرح شامی علاقہ کے بنو سعد بن بکر ملوک کی بجائے پنجابی میں اسم تصغیر ملوکڑے
کہلاتے ہیں ۔ وفد میں عبد عوف بھی تھا جسکا نام بدل کر آپؐ نے عبداللہ رکھا ۔ اُس نے عرض کیا
حضورؐ! میرے دادا کو بنو ہوازن نے آپکی خدمت میں نمائندہ بنا کر بھیجا تھا ۔ محمد بن قاسم کی
فوج میں بنو کلاب کے دستہ کا سالار نباتہ بن حنظلہ کلابی فوجی چالوں اور جنگی مہارت میں کامل مجاہد تھا ۔

قیس سا کوئی نہ اٹھا پھر بنی عامر میں
مفتخر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ایک ہی شخص

قیس عامری (مجنون) اور لیلیٰ کے قصے سے بنو عامر بن صعصعہ کو بڑی عار ہے ان کا دعویٰ ہے کہ قیس بن ملوح عامری کا قصہ شاعروں نے گھڑا ہے۔ کیونکہ ان کے قلوب استقدر ٹھوس ہیں کہ ان میں جنون والی محبت ہو ہی نہیں سکتی۔ البتہ بے عقل اہلِ یمن (بنو عامر بن عوف) سے یہ بعید نہیں۔ مگر بنی نہد اس سے کوسوں دور ہیں۔ لبنےؔ کے عاشق قیس بن ذریح کے علاوہ جمیل بن معمر اور عروہ بن حزام کے عشقیہ قصے بنی اُمیہ کے دور میں وضع ہوئے البتہ قیس عامری میں ابو حیۃ نمیری کیطرح تھوڑی سی سنک تھی

؏ کہتے ہیں جسکو عشق خلل ہے دماغ کا

؎ قضاھا لغیری وابتلانی بحبہا
فہلا بشئ غیر لیلیٰ ابتلانیا

(قضا نے اُسے تو دوسروں کے لئے کر دیا اور مجھے اسکی محبت میں مبتلا کر دیا۔ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ لیلےٰ کے علاوہ مجھے کسی اور مصیبت میں گرفتار کر دیا جاتا)

اس کائنات کے مدبرت اگر ایک شخص کے طالع میں زہرہ ناظر مریخ کا اثر پیدا کیا ہے تو اس کے برابر میں مریخ ناظر زہرہ کا اثر رکھا ہے۔ تاکہ دونوں میں کشش عشق پیدا ہو جائے اسی طرح اگر کسی میں شمس کی قوت تسخیر رکھی ہے تو بالمقابل میں مسخر ہونے کی استعداد بھی ودیعت کی ہے اگر ایک چیز جاذب بنائی ہے تو اسکے مقابل منجذب بھی ضرور پیدا کی ہے۔ اس کائنات میں جذب و انجذاب کا لامتناہی سلسلہ قائم ہے۔ جس سے ہمارے قلب و ذہن کو تحریک ہوتی ہے جس نے قوت عشق کو انسانی فلاح و بہبود کیلئے صرف کیا وہی کامران ہوا اور جسنے خدا کی طرف لگایا۔ وہ عارف کامل بن گیا اور گناہگاروں کی شفاعت کا سبب بن گیا۔ عشق حصولِ مقصد کیلئے اندھا دھند دوڑاتا ہے جسکے آگے مشکلات کے بند دروازے خود بخود کھلتے جاتے ہیں۔

انسان کے اندر قوی ترین جبلت جنسی جذبہ ہے۔ جسکی وجہ نسل انسانی کی بقا کا تحفظ ہے اور اسکا مقصد انسان کو جذبۂ محبت سے آشنا کرنا ہے۔ جب انسان اس پر کنٹرول کر لیتا ہے تو پھر اسکے اندر اخلاقِ حمیدہ جیسے جرأت و ایثار اور شائستگی وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں اور جب اسے

کھلا چھوڑ دیتا ہے تو یہی جذبہ اسکی شخصیت کے اندر بھی فساد کا موجب بنتا ہے اور باہر معاشرہ میں بھی۔

لبیدؓ عامری زمانہ جاہلیت کے فحول شعرا سے تھا۔ اسکی سحر بیانی شاعروں کو گرماتی اور ارباب ذوق کو تڑپاتی تھی۔ یہ بہت سلیم الفطرت تھا۔ اسکی شاعری میں معارف و حقائق کے جذبات ہیں جیسے ؎

وکل امرئ یوماً سیعلم سعیہ　　　اذا کشفت عند الاله المحاصل

اور ہر انسان کو اپنی کوششوں کا نتیجہ اُس وقت معلوم ہوگا جب اس کے نتائج خدا کے سامنے معلوم ہوں گے۔

؎ ما عاتب المرء الکریم کنفسہ　　　والمرء یصلحہ القرین الصالح

شریف آدمی کو خود اُس کی ذات کیطرح دوسرا عتاب نہیں کر سکتا اور انسان کی اصلاح اسکا صالح ہم جلیس کرتا ہے۔

؎ کل شیءٍ ما خلا اللّٰہ باطلٌ　　　وکلّ نعیم لا محالۃ زائل

عمر فاروقؓ نے شاعری کے بارے پوچھ کچھ کی یہ کہا۔ خدا نے مجھے سورۃ البقرہ و آلِ عمران سکھا دی ہیں۔ آپ نے خوش ہو کر وظیفہ دو ہزار درہم کر دیا۔ امیر معاویہؓ نے اپنے دور میں وظیفہ گھٹانا چاہا کہ یہ رقم اسکے اپنے برابر ہے۔ تو لبیدؓ نے کہا چند روز اور صبر کرو پھر میرا بھی تم ہی لے لیا کرنا ۴۱ھ بعمر ۱۴۵ سال کوفہ میں وفات پائی۔ ان کا ایک شعر ؎

وجلا السیول عن الطلول کانہا　　　زبر تجد متونہا اقلامہا

فرزدق نے سنا تو سجدہ کیا بولا جسطرح تم قرآن کے مقاماتِ سجدہ کو پہچانتے ہو اسیطرح میں شاعری کے مقاماتِ سجود کو پہچانتا ہوں۔ بنو عامر میں ایک اور شاعر تمیم بن اُبی بن مقبل بھی مشہور ہوا اور نابغہ جعدی یعنی قیس بن عبد اللّٰہ۔ بنی جعدہ کعب بن ربیعہ بن عامر بن منصر۔ ان کے علاوہ حبیب بن مذرۃ بنو ہلال بن عامر کا جو خارجی تھا۔ اسکا شعر ہے ؎

یا طیب انا فی معشر ذہبت　　　مسعاتہم فی التبار والعثت

اے پاکیزہ! ہم ایسے گروہ میں ہیں جنکی کوششیں رائیگاں گئیں۔

وفد بنو جعفر بن کلاب کیساتھ لبیدؓ نے مدینہ آکر اسلام قبول کیا تھا۔ یہ فیاضی، شاعری، بہادری و صداقت کے اوصافِ جمیلہ سے آراستہ تھا۔ جب بادِ صبا چلتی تو جانور ذبح کر کے ضیافت

کرتا۔ اسکی شاعری میں مبالغہ اور جھوٹ شامل نہ تھا۔ اسکا والد الربیعہ فیاض سیر چشم غربا پرور تھا۔

۳۹۹ھ حلب پر بنی کلاب کے بنی صالح بن مرداس کا سکہ رواں تھا۔ ۵۸۸ھ بصرہ پر طغرل کا مقرر کردہ عامل محمد بن اسماعیل تھا۔ بنی عامر نے عمیرہ کی سرکردگی میں بصرہ پر دھاوا بول دیا اور خوب لوٹ مار کی۔ خفاجہ اور منتفق کی نفری مدافعت کیلئے آئی تو اُن کو بھی مار بھگایا اور اُن کا ساز و سامان قابو کیا۔ اہلِ بصرہ نے اہلِ سواد کو ان سے نپٹنے کیلئے اکٹھا کیا۔ مگر ان کے مقابل کوئی نہ ٹھہر سکا انہوں نے بڑے اطمینان سے بصرہ کا صفایا کیا اور بڑے آرام سے لوٹ گئے (بعض نے بنی عامر بن عوف لکھا ہے)

بنو سُلیم (Solaim) اوّل آرائیں مسلم

یہ قبیلہ بالائی نجد وادی القریٰ اور تیما تک پھیلا ہوا تھا۔ کانوں کے مالک تھے۔ تین ہزار جنگجو تھے ایک ہزار گھوڑ سوار تھے۔

ابو نجیح عمرو بن عبسہ سُلیمی رضؓ ۔

فرماتے ہیں میں بُت پرستی سے متنفر تھا اور پتھروں کو بے حقیقت سمجھا۔ اہلِ کتاب کے ایک عالم نے مجھے بتایا تھا کہ تم جس اعلےٰ و افضل دین کے طالب ہو وہ ایک قریشی نوجوان مکہ میں پیش کرے گا۔ اگر تم اُسکو پاؤ تو اتباع کرنا اسلئے میں ہمیشہ مکہ کی خبروں پر دھیان رکھتا تھا۔

بعثت کے چوتھے سال آنحضورؐ بہمراہی ابوبکرؓ و زیدؓ عکاظ تبلیغ کے لئے گئے۔ آپ کے پیچھے ابولہب سخت توہین آمیز الفاظ کہتا جاتا۔ مگر آپ نہائت صبر و سکون اور انتہائی بردباری سے وعظ فرماتے۔

اسقدر بلندیٔ اخلاق کا منظر دیکھ کر میں نے پوچھا۔ "آپ کون ہیں؟"

فرمایا۔ "اللہ کا نبی۔"

پوچھا۔ "نبی کیا ہوتا ہے؟"

فرمایاؐ۔ "خدا کا پیامبر اور فرستادہ۔"

پوچھا "آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں ؟"
فرمایا۔ "اللہ کو ایک ماننا۔ کسی کو اسکا شریک نہ ٹھہرانا۔ بتوں کی پرستش نہ کرنا۔ اقربا سے نیک سلوک اور صلہ رحمی کرنا۔ ان سے محبت پیار کرنا۔ اللہ کے حضور دل سے جھک جانا۔ زبان اور ہاتھ سے کسی کو آزار نہ پہنچانا۔ دوسروں سے خوش خلقی سے پیش آنا۔ مساکین کو کھانا کھلانا۔ یہ اسلام ہے اور اسلام کا سب سے بہتر جزو ایمان ہے یعنی اللہ، اسکے ملائکہ، اسکے رسولوں اور ان پر نازل کردہ کتب کو دل سے ماننے اور مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے پر یقین رکھے۔ اللہ کی راہ میں صبر و رضا سے کام لے۔ کیونکہ حسن کردار سے ایمان میں رفعت پیدا ہوتی ہے۔ ایمان میں بہتر چیز ہجرت ہے یعنی برٖوں اور برائیوں سے دوری اور کفار و مشرکین سے جہاد کرنا" میں نے عرض کیا یہ تو بہت اچھی دعوت ہے کسی نے اسے قبول بھی کیا ؟

فرمایا۔ "ایک آزاد (ابوبکرؓ) اور ایک غلام (زیدؓ) ہے۔"
میں نے عرض کیا۔ "آپؐ مجھے بھی شامل کرلیں۔"
فرمایا۔ "آج اسلام چوگوشہ ہوگیا۔" (طبری)
نیز فرمایا۔ "تم اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ جب اسلام کا غلغلہ ہو تو چلے آنا"۔

جب آپ مدینہ تشریف لے گئے تو یہ بھی پہنچ گئے۔ آنحضورؐ نے پہچان لیا تو بولے علمنی ما علمک اللہ۔ فتح مکہ میں شریک ہوئے۔

کعبؓ کا غلام ان کے پاس گیا تو یہ دیکھ کر حیران ہو اکر وہ لیٹے ہوئے ہیں اور ایک بادل کا ٹکڑا اُن پر سایہ کئے تھا۔ یہ نماز پڑھتے تو بادل اُن کے سر پر ہوتا۔ ان کے جانور چرتے پھرتے اور شیر ان کے گرد دم ہلاتے ہوئے پہرہ دیتے (اصابہ ج ۳۔ اکمال)

ان کا قول: "رب اپنے بندے سے سب سے قریب رات کے آخری حصّہ میں ہوتا ہے۔ اگر اُس وقت اللہ کو یاد کرنے والوں میں شامل ہو سکو تو یہ ضرور کرو۔" (ترمذی)

ابوذرؓ غفاری کے ماں جائے بھائی تھے ان کی والدہ رملہ بنت و قیع قبیلہ بنو حرام سے تھی۔ عمرو بن عبسہ بن عامر بن خالد بن غاضرہ بن عتاب بن امرأ القیس بن بجثہ بن سلیم بن منصور۔

ابو محمد حجاج بن علاط بن خالد سلیمیؓ :۔

آپ بڑے تاجر اور کانوں کے مالک تھے۔ دورِ صدیقی

ہیں سونے کی کان آپ ؐ ہی کے علاقہ میں دریافت ہوئی۔ مکہ کیطرف سفر کرتے اپنے آدمیوں کے ہمراہ ایک اندھیری رات کسی گھاٹی میں ٹھہرے۔ وحشت کی بنا پر اس گھاٹی کے جن کی پناہ مانگی کہ صحیح و سالم گذر جائیں۔

(اُعیذہ نفسی واعیذ صحبی من کل جنی بھذا النقب حتیٰ اعود سالما (رکبی)

اُسوقت کسی کو سورۂ رحمٰن کی یہ آیۃ پڑھتے سُنا۔ یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان، اے گروہ جنات و انسانوں کیا تم میں یہ قابلیت ہے کہ زمین و آسمانوں میں نفوذ کر سکو۔ کر کے دیکھو نہیں کر سکو گے۔ مگر سلطان کے ساتھ (ہی ممکن ہے)

سُلطان کی قوت والا خود نفوذ کرتا ہے۔ اگر سُلطان مبین ہو تو وہ دُوسروں کو بھی ساتھ لے کر نفوذ کرتا ہے۔ مفسرین نے بڑی ٹامک ٹوئیوں سے کام لیا ہے۔ مشاہدہ کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ حجاج کا گروہ یہ کلام سُن کر حیران ہوُا۔

جب مکہ پہنچے تو قریش سے یہ واقعہ بیان کیا وہ بولے یہ کلام تو بقول محمد ؐ خُدا کا نازل کردہ ہے۔ حجاج نے پوُچھا محمد کہاں ہیں۔ بولے وہ تو یثرب چلے گئے۔ حجاج نے اُسی وقت مدینہ کا رُخ کیا۔ اور حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ (الخصائص الکبریٰ)

بروز فتح خیبر حجاج رضؓ نے آنحضور ؐ سے مکہ آنیکی اجازت طلب کی کہ اہل مکہ کے بہت سے لوگوں پر میرا اُدھار ہے۔ اُسکی وصوُلی کیلئے مجھے آپ ؐ کی شان میں بھی اوُل فول بکنا پڑے گا۔ اجازت ملنے پر سیدھے تیز رفتار اونٹنی پر مکہ روانہ ہوُئے۔ مدینہ کی خبریں لینے والے کچھ مکی

المنذری بحوالہ طبرانی۔ عمرو بن عبسہ رضؓ سلیمی راوی ہیں۔ آپ ؐ نے فرمایا۔ قیامت کے روز خدائے رحمٰن کی داہنی جانب کچھ ایسے لوگ ہوں گے۔ جو نہ نبی نہ شہید مگر ان کے چہروں کا نور دیکھنے والوں کو خیرہ کرتا ہوگا ان کے مقام و مرتبہ کو دیکھ کر انبیاء و شہداء رشک کر رہے ہوں گے۔ پوچھا یا نبی اللہ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا۔ یہ مختلف قبائل کے لوگ اور بستیوں کے ہوں گے۔ جو اللہ کے ذکر کیلئے دُنیا میں جمع ہوتے پاکیزہ و بہترین کلام چُنتے ہیں۔ جسطرح کھجوریں کھانے والا بہترین اور لذیذ کھجوروں کا انتخاب کرتا ہے۔

(البدایہ والنہایہ)

جوان راہ میں ملے۔ جنہیں دیکھتے ہی حجاج پکارا۔ سب سے بڑا موذی دشمن مارا گیا۔ اسکے ساتھی قتل ہو گئے۔ اُن کی عورتیں قیدی بنالی گئیں۔ اُن کے بچے بوڑھے گرفتار کر لئے گئے۔ اب ان کی نیلامی ہو گی۔ اُن کے مال و متاع ہاتھ آئے۔ اب بازار لگے گا وغیرہ وغیرہ۔

قریشی جوان ساتھ ساتھ بھاگتے۔ اور تفصیل طلب کرتے مگر حجاج کسی کی اَن سُنی کرتا۔ اور اپنی ہی ہانکتا چلا گیا۔ اور ان نوجوانوں سے کہا مجھے اپنا اُدھار وصول کر کے جلد واپس جانا ہے تاکہ نیلامی کا فائدہ اُٹھاؤں میری مدد کرو گے تو سارا قصہ سناؤں گا۔

مکہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ حجاج کو رقمیں لوٹانے لگے جسکے پاس دینے کو نہ تھی دوسروں نے اپنی طرف سے دیدی۔ اپنی مشرکہ بیوی کا زیور بھی لے لیا۔ کہ نیلامی میں سب کچھ خرید لاؤں گا اگر دیر ہو گئی تو اور لوگ خرید کر لے جائیں گے۔ میں ہاتھ ملتا رہ جاؤں گا۔

عباس نے یہ غوغا سُنا تو پریشان ہو گیا اور حجاج کے پاس آیا۔ تو اُس نے مشرکوں کو چکمہ دینے کیلئے دوسری سے کہا۔ بعد میں تجھ سے بات ہو گی ابھی فرصت نہیں۔ عباس افسردہ واپس چلے گئے۔ لوگوں کو اگلے روز کا کہہ کر گھروں کو بھیجدیا۔ اور خود واپسی کی تیاری مکمل کر لی پھر عباس کے پاس جا کر سارے واقعات بتائے۔ اور وعدہ لیا کہ میرے مکہ والوں کی دسترس سے باہر جانے کے بعد بیان کرنا۔ اور تین دن تک خاموش رہنا۔

جب عباس نے وعدہ کر لیا تو بتایا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ آنحضورﷺ نے خیبر والوں کو زبردست شکست دی ان کا رئیس حیی بن اخطب مارا گیا۔ بنو ابی عقیق کی گردنیں اڑا دی گئیں حیی کی بیٹی سے محمد صلعم شب عروسی منا رہے ہیں۔ یہ بتا کر مدینہ کو چل دیا۔

عباس حسب وعدہ تین روز خاموش رہے۔ چوتھے روز اعلیٰ لباس زیب تن کر کے خوشبو لگا کر حرم کعبہ میں جا کر طواف کرنے لگے۔ جہاں مشرک سردار بیٹھے خوش ہو کر مسلمانوں کی تباہی کا واقعہ دُہرا رہے تھے۔ عباس کو اس حالت میں دیکھ کر تمسخر کیا کہ شاید بہت اچھی خبر سُن کر آ رہے ہیں۔

عباس نے کہا بالکل خوشخبری ہے۔ کہ محمد نے اہل خیبر کو زیر کر لیا۔

وہ پوچھنے لگے تمہیں کس نے خبر دی۔ عباس بولے جس نے تمہیں بے وقوف بنایا اسکی بات کو الٹا کیا اور وہ تم سے اپنا مال نکال کر چلتا بنا۔ اس پر قریشی دانت پیستے رہ گئے۔

حجاج نے مدینہ جاکر اپنا مکان اور ایک مسجد تعمیر کرائی ۔ حجاج کا ایک لڑکا محمد جنگ جمل میں کام آ گیا تھا ۔ دوسرا نصر بہت حسین و جمیل تھا ۔ عورتیں اس سے اظہارِ عشق کرتیں اسکے حسن کے قصیدے گاتی تھیں ۔

عمرؓ فاروقؓ نے بلوا کر اسکی زلفیں کٹوا دیں اور قمیض پنڈلیوں سے اوپر کرا دی جس سے وہ اور بھی حسین دکھائی دینے لگا ۔ تب اسے بصرہ بھیج دیا وہاں اور بھی فتنہ کھڑا ہو گیا ۔ انہی کے کنبہ کے مجاہد مجاشع بن مسعودؓ کی بیوی بڑی آزاد منش اور دل پھینک تھی ۔ اسکے مکان کے پردے ضرب المثل بن گئے ۔ تو عمرؓ فاروقؓ نے ان کو پھڑوا دینے کا حکم بھیجا ۔ نصر وہاں پہنچا تو علی الاعلان اظہارِ عشق کرنے لگی ۔

ابو موسےٰ اشعریؓ نے نصر کو فارس کے محاذ پہ بھیجدیا وہاں ایک بڑے زمیندار کی لڑکی عاشق ہو گئی ۔ اس پر عثمان ثقفیؓ نے اُسے فارس سے بھگا دینے کا ارادہ کیا تو نصر بولا کہ میں دار الحرب چلا جاتا ہوں ۔ اسکی اطلاع عمرؓ فاروقؓ کو ہوئی تو فرمان آیا کہ نصر کو مسجد میں محدود کر دو ۔

(مجاشعؓ بڑے سرفروش مجاہد تھے ۔ ہمیشہ جہاد میں رہتے ہرم بن حیان کے ساتھ ۳۰ھ ابنِ عامر کے حکم سے یزدجرد کے تعاقب میں دور تک چلے گئے ۔ سارا لشکر برفباری سے ختم ہو گیا)

عُزّےٰ کے مجاور غاوی بن عبد العزےٰ سُلَیمی نے ایک دن لومڑیوں کے جوڑے کو بت پر پیشاب کرتے دیکھ لیا ۔ تو بولا کتنی ذلیل شئے ہے ۔ جسپر لومڑیاں موتیں رسید ھا آنحضورؐ کی خدمت میں آ کر اسلام لایا ۔ آپؐ نے اُسکا نام راشد بن عبد رب رکھ دیا ۔ فرمایا ۔ جیسے عرب کے دیہات میں سے خیبر زرخیزی کے لحاظ سے بہتر ہے ۔ اُسی طرح سُلیم میں راشد ہے ۔ راشد کو اُسکی قوم کیلئے علم باندھ کر دیا ۔ اور چشمہ والی زمین مقام رھاط عطا فرمائی ۔

بنو سلیم کی شاخ بنی شیبان (عُزّےٰ کے مجاور) ابی طالب اور بنی ہاشم کے حلیف تھے ۔ بنو اسد کے ساتھ بھی ان کے دوستانہ مراسم تھے ۔ اسی بنا پر ابو جعفر منصور عباسی نے اپنے بیٹے مہدی کو وصیت کی تھی ۔ " خبردار اگر تو بنی سلیم میں سے کسی کو ذمہ داری سونپے ۔ مگر تو کرے گا ۔"

آنحضورؐ نے عزّےٰ کے انہدام کیلئے خالد بن ولید کو بھیجا ۔ تو پجاری بت کے گلے میں تلوار لٹکا کر پہاڑ پر چڑھ گیا ۔ اور شعر کہا ۔

اپنے دشمن سے حفاظت کیلئے خود ہی مقابلہ کر ۔

خالدؓ نے بُت کے ٹکڑے کئے اور واپس ہو گئے۔ آنحضورؐ نے دریافت کیا کچھ دیکھا۔ عرض کیا کچھ بھی نہیں۔ فرمایا پھر جاؤ اور ساری عمارت منہدم کردو۔ خالدؓ نے واپس جاکر جب ایک کوٹھڑی کو گرانا چاہا تو پجاری پکارا۔

"اے دیوی! اپنا جلال دکھا" ایک سیاہ فام بدصورت حبشی عورت عجیب سی ہیئت کی باہر نکل آئی جسے خالدؓ نے ڈھیر کردیا تو پجاری نے اسی وقت کلمہ شہادت پڑھا۔

جنگِ حُنین میں آنحضورؐ کے مقدمہ الجیش کے سالار حکم بن حارث سُلیمیؓ اور ابنِ ابی العوجاؓ تھے۔ حکمؓ دو ہزار درہم سالانہ وظیفہ پاتے فوراً خرچ یا تقسیم کردیتے کبھی جمع نہ کیا۔ انہوں نے آنحضورؐ سے سُن رکھا تھا "جس نے ایک دینار چھوڑا اسکے ایک داغ جسنے دو دینار چھوڑے اسکے دو داغ ہو لگے" آخری عمر میں بصرہ آباد ہو گئے۔

آپؓ نے وصیت کی میری قبر پہ مٹی ڈالنے کے بعد پانی چھڑکنا پھر قبلہ رُو ہو کر دُعائے مغفرت کرنا۔ اہلسنت اسکی اقتدا کرتے ہیں۔ الاصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھدیتم (میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جسنے ان میں سے کسی کی اقتدا کی تو وہ ہدائت پا گیا)

صفوان بن معطل سُلیمیؓ:-

صفوان بن معطل سُلیمیؓ ۵ھ میں اسلام لائے۔ ساقہ پہ ڈیوٹی تھی۔ یعنی قافلہ و لشکر کی گری پڑی اشیا یا پیچھے رہ جانے والوں اور بھولے بھٹکے کی حفاظت کرنا۔ غزوہ بنی مصطلق میں اُم المؤمنین عائشہ صدیقہؓ پیچھے رہ گئیں۔ تو صفوانؓ نے اِنّا لِلّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر صدیقہؓ کو متوجہ کیا اور اپنی ناقہ اُن کے قریب بٹھا کر خود پرے ہٹ کر مُنہ پھیر لیا۔ تاکہ آپؓ بسہولت سوار ہوں۔

جب اُم المؤمنین نے تنا پڑھی تو مہار پکڑ کر قافلہ تک لے آئے۔ منافقین نے چہ میگوئیاں شروع کردیں۔ اللہ تبارک و تعالےٰ نے سبھی اُمہات المؤمنین (اہلِ بیت اطہار) کی پاکی بیان فرماکر دشمنوں کے مُنہ بند کر دیئے۔

آنحضورؐ نے اہلِ بیت میں اپنے دیگر اعزا و اقربا نیز اسامہؓ و سلمانؓ کو بھی شامل کرلیا تاکہ ان میں سے کسی کی شان میں بھی کوئی زبان نہ کھولے۔ صفوانؓ نے حسانؓ کا بدگوئیوں میں سُن کر جوشِ حمیت و غیرت سے سر پہ تلوار سے زخم کردیا۔ جسکے معاوضہ میں آنحضورؐ نے حسانؓ کو کھجور کا

ایک باغ دلوایا۔

دورِ فاروقی میں ۲۱ھ آرمینیہ کے محاذ پر انکی ہڈی ٹوٹ گئی۔ مگر شوقِ جہاد کم نہ ہوا۔ اُسی طرح جہاد کرتے رہے۔ دورِ معاویہؓ میں رومیوں سے جنگ کرتے ۵۸ھ شہید ہوئے۔ انہیں دین کے بارے معلومات حاصل کرنے کا ازحد شوق تھا۔ آنحضورؐ سے براہِ راست پوچھتے نماز کے تینوں مکروہ اوقات انہی کے پوچھنے پر بتائے گئے۔ فاضل و شاعر بھی تھے۔ شجاعت و بہادری میں بہت ممتاز تھے۔

قدر بن عمارؓ:-

قدر بن عمار سردار سلیم نے مکہ پر چڑھائی کیلئے ایک ہزار گھوڑسوار دینے کا وعدہ کیا تھا۔ پھر ۹۰۰ بھیجے اور ایک سو بنو کنانہ کے خوف سے چھوڑنے پڑے۔ آپ نے فرمایا اندیشہ نہ کرو انکو بھی بلوا لو۔ وہ لوگ مکہ و طائف کے درمیان مقام صداق پر آملے۔ انکی آمد پر گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سے صحابہ رضؓ کو تشویش ہوئی تو فرمایا یہ تمہارے دشمن نہیں بلکہ تمہارے خیرخواہ بنی سُلیم کے شاہسوار ہیں۔ جن پر منقع بن مالک سالار تھے۔

ابوالفضل عباس بن مرداس سُلیمیؓ:-

ابتدا ہی سے فطرتِ سلیم پائی کبھی شراب کو منہ نہ لگایا۔ کہتے میرے پیٹ میں کبھی کوئی ایسی چیز نہیں جاسکتی جو عقل و خرد سے بیگانہ بنادے۔ والدنے ایک بت ضمار کی پوجا کیلئے کہا تو ایک روز اُسے آگ میں جھونک کر آنحضورؐ کی منادی کی آواز پر چل پڑے۔ مدینہ آکر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ پھر فتح مکہ کیلئے ۹۰۰ جوانوں پر مشتمل اپنے قبیلہ کا دستہ لیکر شامل ہوئے۔

حنین کی غنیمت میں ۵۰ اونٹ ملے تو بُرا مان گئے۔ کہ مجھے دوسرے سرداروں عینیہ اقرع وغیرہم سے کم سمجھا کر ان کو سو سو اونٹ دئیے۔

- اتجعل نہبی و نہب العبید بین عیینہ والاقرع

آپ نے سُنا تو عمارؓ سے فرمایا اسکے بھی سو پورے کرکے منہ بند کردو۔

اُن کے بیٹے کنانہؓ نے روایت کی ہے کہ ان کی شاعری میں جوشِ شجاعت اور نورِ ہدایت ہے۔

يَا خاتم النبآء انك مرسل | بالحق كل هدى السبيل هداك
ان الاله بنى عليك محبة | فى خلقه ومحمداً اسماكا

اے خاتم المجزین ۔ آپ حق کے ساتھ بھیجے گئے ہیں اور خدا نے آپ کو ہدایت کے سبھی راستوں سے آگاہی فرمادی ہے ۔ خدا نے آپکو اپنی مخلوق کی محبت کی بنیاد قرار دیا ہے اور آپ کا نام محمد رکھا ہے ۔

سنہ ۴ھ بنو سلیم اور بنو عامر کا سردار ابو براء مدینہ آیا تو آپؐ نے فرمایا مجھے ان نجدیوں سے خوف آتا ہے پھر یہ ہوا کہ رعل اور ذکوان نے ۷۰ قاری شہید کر دیئے ۔ ذوالحجہ سنہ ۷ھ مکہ اور عسفان کے درمیان بئر معونہ جہاں سریہ قراءُ واقع ہوا اسکے قرب و جوار میں بنو سلیم آباد تھے بنی عامر اور بنی ہذیل بھی ان کے ہمسایہ تھے ۔ آنحضورؐ نے احزمؓ بن ابی العوجا کو پچاس مسلمانوں کے ساتھ انہیں تبلیغ کیلئے بھیجا انہوں نے کہا ہمیں اسلام کی ضرورت نہیں اور تیر مار کر سب کو شہید کر دیا صرف احزمؓ زخمی حالت میں بچ کر آتے (صفر سنہ ۸ھ) بنی سلیم کا جو گھرانہ مدینہ سے ۴۰ میل پر جموم کی جانب آباد تھا زیدؓ بن حارثہ نے اس پر حملہ کیا ۔

معمر بن عباد السلمی نے مامون عباسی کے دور میں "اخوان الصفا" قائم کیا ۔

عبداللہ بن حازم کی پھوپھی دجانہؓ بنت اسماء بن الصلت السلیمہ عبداللہ بن عامرؓ کی والدہ تھی ۔ ابن عامر کے بیٹے عبدالعزیز نے جنگ کابل میں ہاتھی کی سونڈ کاٹ کر بہادری کے ایسے جوہر دکھائے اور ہرات کو زیر کیا کہ باپ کیطرح تاریخ میں نام پیدا کر لیا ۔ بنی سلیم کے اولین مسلمین جنہوں نے بدر واحد میں شرکت کی ۔ مالکؓ، مدلاجؓ و ثقفؓ پسران عمرو تھے ان کے علاوہ سعد بن حاجزؓ جنہیں بنو سلیم اور ان کے شریک حال بنو ہوازن کے مرتدین کے خلاف بھیجا گیا تھا ۔

حکیم بن امیہ بن حارثہ بن الاوقس ؓ ۔ قریش میں بنی امیہ کا حلیف تھا اور مسلمان ہو گیا ۔ تو اپنی قوم کو آنحضورؐ کی دشمنی سے روکتے ہوئے کہا ۔ "کیا کسی حق بات کو کہنے والا اسکو چھوڑ کر بیٹھا بھی رہ سکتا ہے ۔ اور کیا کوئی غصیلا سیدھی بات سن بھی سکتا ہے ۔ اور کیا کوئی ایسا سردار ہے جس سے خاندان نفع رسانی کی امید کر سکے اور وہ دور والے دوستوں اور نزدیک کے رشتہ داروں

کو ایک جگہ جمع کر دے ۔ بجز اُس شخص کی رضا جوئی کے جو جذبات پر قابو رکھتا ہے ، میں نے ہر شخص سے علیحدگی اختیار کر لی ہے ۔ اور جب تک تم میں کھینچا تانی اور کشمکش رہے گی میں تم سے الگ تھلگ رہوں گا اور میں اپنی ذات کو اور اپنی بول چال کو معبودِ حقیقی کے حوالے کرتا ہوں ۔ اگرچہ دوست کی جانب سے مجھے دھمکیاں دی جاتی رہیں ۔

قیس بن نیبہ :۔

قیس بن نیبہ نے آنحضورؐ کا کلام سنا اور کچھ گفتگو کی پھر اپنی قوم میں جا کر خطاب کیا ۔ بیشک میں نے رُوم کا ترجمہ ، فارس کا زمزمہ ، عرب کے اشعار ، کاہنوں کی کہانت ، اور ملوک حمیرؔ کا بلیغ کلام سنا ہے ۔ مگر محمدؐ کا کلام ان سب میں اعلیٰ و ارفع ہے ۔ میرا کہا مانو اور اس سے بہرہ ور ہو جاؤ ۔ پھر وفد لیکر اپنے بھائی اقعس کے ساتھ حاضر دربار نبویؐ ہوئے ۔ آپ نے اُن کو ارکان اسلام سمجھا کر فرمایا کہ اپنی قوم میں اشاعتِ دین کریں ۔ انہیں پانی کا مشکیزہ دیا جس میں اپنا لعاب دہن بھی شامل کر دیا کہ اُسے بنو سُلیمؔ کے پاس لے جاؤ اور اپنی مسجد میں بھی اس میں سے چھڑک دو اور اُس وقت اپنے سروں کو اُونچا رکھنا چاہیئے اسلئے کہ اللہ تعالےٰ نے اُنکو اُونچا کیا ہے ۔ بنو سُلیمؔ کے جن گروہوں نے مسیلمہ کا ساتھ دیا تھا ۔ یہ اُن سے الگ تھلگ ہو گئے ۔ اور نہ ہی خوارج میں شامل ہوئے ۔ ان کی آل بلند سرو الے آرائیں قوم میں فوراً پہچان لئے جاتے ہیں جس سے فرمانِ نبویؐ کی صداقت عیاں ہوتی ہے ۔

ان کے سروں سے اور چالوں سے ناز ظاہر ہوتا ہے جو اُن لوگوں کی ہیئت کذائی سے قطعی طور پر مختلف صورت ہے ۔ جن کے حق میں سورہ یٰسٓ کی آیہ ۸ (۳۶) وارد ہوئی ۔

اِنا جعلنا فی اعنا قھم اغلالاً فھی الی الاذقان فھم مقمحون

ترجمہ :۔ اور نخوت و غرور کی بنا پر گردنوں میں اکڑی ہینسی اور چہروں کی خونخواری سے خدا کی گرفت کا پتہ چلتا ہے ۔

ہمارے قریب ان کے گاؤں کا نام ہی بلندہ پڑ گیا تھا ۔ انکے دیگر اقرباؐ دانے والی تھے جنہیں اونچے سروں کی بنا پر ٹوپی کہا جاتا تھا ۔ چوہدری محمد علی مرحوم وزیر اعظم کے ننہیال تھے وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْر ۔ غلہ منڈی و مارٹی میں زمیندارہ کھیتی شاپ کے مالک شریف الغنی چوہدری رحمت علی بلندہ والے اس خانوادے کے چشم و چراغ ہیں ۔

خنسا بنو سُلیم کی شاعرہ تھی ۔ اُسکا بیٹا ابو شجرہ بن عبدالعزیٰ بھی شاعر تھا ۔ جسنے اپنے بھائی صخر کی یاد میں بڑے دلدوز مرثیے کہے ۔ اُس نے اپنے قبیلہ کو ارتداد پہ بڑا اُکسایا مگر ناکام رہا ۔ اسکا شعر ہے ۔

؎ میں نے اپنا نیزہ خالد کے لشکر کے خون سے سیراب کر دیا ہے اور مجھے اُمید ہے آئندہ بھی اسی طرح کرتا رہوں گا ۔ جب دورِ فاروقی رضؓ میں ایرانی غنیمت آئی تو بولا میں بھی حاجت مند ہوں ۔ عمر فاروق رضؓ نے دُرّہ اٹھایا ۔ اے دشمنِ خدا تو وہی ہے جس نے یہ شعر کہا ۔ اس پر بھاگ کر اپنے قبیلہ میں چلا گیا ۔ آرائیں اسی لئے دوسروں کا بُرا سوچنے والے کو خُنسی کہتے ہیں ۔

عُتبہ بن فرقہ سُلمی :-

جب آذربائیجان والوں نے نقضِ عہد کیا تو عمر فاروق رضؓ نے عتبہ کو بھیجا ۔ جنہوں نے لوگوں کے دماغ درُست کر دیئے ۔ اور علاقے باغیوں سے چھین لئے ۔ غنیمت کے خمس کیسا تھ امیرالمومنین کیلئے کچھ مٹھائی بھیجی ۔ انہوں نے پوچھا کیا اس پوٹلی میں درہم ہیں ۔ بتایا گیا یہ آپ کیلئے سوغات ہے ۔ فرمایا میں ایسی چیز نہیں کھاتا ۔ جو عامتہ المسلمین کے گھروں میں وافر نہ ہو ۔ مٹھائی واپس کر کے لکھا ۔ اے عُتبہ تو مٹھائیاں کھاتا ہے جو نہ تیری ماں کی محنت کا پھل ہے ۔ نہ باپ کے پسینے کا ۔ عُتبہ بولا میں نے تو عمرؓ کے سامنے اونٹ کے بوٹ پڑے دیکھے تھے ۔

عتبہ نے آذربائیجان کے انتظام سے فارغ ہو کر موصل اور اُسکے نواح فتح کئے ان پر ہرثمہ بن عرفجہ البلاقی عامل بنایا جسنے وہاں عربوں کو آباد کیا ۔

عثمان غنی رضؓ کے عاملِ بصرہ ابنِ عامر رضؓ کو جب امیر معاویہ رضؓ نے دوبارہ تعینات کیا ۔ تو انہوں نے عبدالرحمٰن بن سمرہ رضؓ کو سجستان کا حاکم بنا کر بھیجا ۔ اور انکے ہمراہ زوردار لوگوں میں اپنے ماموں زاد ابنِ حازم سُلیمی کو بھی بھیجا ۔ ابنِ سمرہ رضؓ کو آنحضورؐ نے نصیحت فرمائی تھی ۔ کہ کبھی امارت کی درخواست نہ کرنا ۔ اگر بے مانگے تجھے دی جائے تو جب چاہے تو چھوڑ سکتا ہے کوئی تجھے مجبور نہیں کر سکتا اور اگر تو نے خود طلب کی تو پھر اسکے رکھنے پر تو مجبور ہو گا ۔ اگر تو کسی نیک بابرکت کام کی قسم کھائے پھر اس سے زیادہ بہتر نیک اور بابرکت کام تیرے سامنے آئے تو اُس کو لازم کر اور قسم کا کفارہ دے ۔

امیر معاویہؓ نے قیس بن الہیثم سُلیمی کو خراسان پہ بھیجا ۔ اُسنے شورش کرنے والوں سے تعرض نہ کیا ۔ صرف امن پسندوں سے خراج وصول کر کے اُن کے غربا میں تقسیم کر دیا ۔ تب امیر معاویہ رضؓ نے

خراسان کو بھی ابنِ عامرؓ کی ماتحتی میں دیدیا ۔ ابنِ عامرؓ نے قیس کو نیشاپور پر مقرر کیا وہ اہل بلخ سے صلح کر کے واپس آ گئے ۔ تو ابنِ عامر نے سو کوڑے لگوائے اور قید کر دیا ۔ کہا مجھے اپنی جان پر سختی منظور ہے کہ خود مخلوقِ خدا پر کروں ۔ ابنِ عامر نے اسکی جگہ ابنِ حازم کو بھیجدیا ۔

امیر معاویہ کے بعد یزید نے سلم بن زیاد ابن سعیہ کو خراسان کا والی بنایا تو وہ ناکام لوٹ آیا ۔ وہاں سے چلا تو ابنِ حازم کو نیشاپور میں ملا اور اسے ولایت خراسان کا پروانہ لکھ دیا ۔ اور ایک لاکھ درہم خرچ کیلئے بھی دیا ۔ بنی بکر بن وائل نے جمع ہو کر خزانہ لوٹنے کی ٹھانی ۔ کہ یہ لوگ اکیلے اکیلے خراسان کی آمدنی کھا رہے ہیں ۔ مگر ابنِ حازم نے اُن کو مار پیٹ کر بھگا دیا ۔

بنی سعد بن مالک کے سلیمان نے ابن حازم کو پیغام بھیجا کہ تیرے پاس جو پروانہ ہے اس کے لکھنے والے میں دم خم ہوتا تو خود قیام کرتا بھاگ نہ جاتا ۔ اس پر دونوں نے عبداللہ بن زبیرؓ سے رجوع کیا تو انہوں نے ابنِ حازم کے حق میں پروانہ بھیج دیا ۔ جب عبدالملک خلیفہ بنا تو اس نے بھی پروانہ بھیج دیا ۔ مگر ابنِ حازم نے اسکے لانے والے کو کھلا دیا اور کہا ۔ ۔ ابنِ حواری رسول اللہ صلعم کی بیعت توڑ کر انکے راندہ زادے کی بیعت کر کے خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا ۔

عبدالملک نے بکیر بن وشاح کو پروانہ بھیج دیا ۔ جسے وکیع بن دورقیہ العریجی کو بلوا بھیجا ۔ بجیر بن وقاء اور وکیع نے اچانک نیزوں سے حملہ کر کے ابنِ حازم اور اسکے دو بیٹوں عنبر اور یحییٰ کو قتل کر ڈالا ۔ ابنِ حازم کا تیسرا بیٹا موسیٰ مرو میں تھا ۔ اس نے ترمذ کا رخ کیا ۔ حاکم ترمذ نے اسکو پناہ دیدی مگر موسیٰ نے اسی کو شہر سے نکال باہر کیا اور خود متصرف ہو گیا ۔

جب قتیبہ نے خراسان پر قبضہ جما لیا تو موسیٰ سمرقند کے حاکم طرخون کے پاس چلا گیا اس نے بڑی مدارات کیں اتفاق سے موسیٰ کے ساتھیوں میں سے کسی نے ایک سغدی کو قتل کر ڈالا تو ترخون نے اسکو شہر سے نکال دیا ۔ موسیٰ ترمذ کے قلعہ میں دہقان کے پاس اپنے گروہ کو لے گیا ۔ اس نے ضیافت کی ۔ موسیٰ کھانیکے بعد لیٹ گیا ۔ تو دہقان نے کہا بھئی اپنی راہ لو ۔ موسیٰ بولا کونسی راہ ؟ اور اہل ترمذ کو نکال کر باہر کیا ۔

وہ لوگ ترکوں سے مدد لینے گئے ۔ تو انہوں نے کہا تم پر لعنت ہو ہم تم جیسے کم ہمتوں کی مدد نہیں کر سکتے کہ ایک شخص صرف ایک سو آدمیوں کیساتھ آتا ہے اور تمہیں شہر بدر کر دیتا ہے ۔ مگر اہلِ شہر کی بے لبی اور آہ وزاری دیکھ کر آ گئے ۔ موسیٰ نے ایسا شبخون مارا کہ ان کی لشکرگاہ

پر قبضہ جما لیا ۔ موسےٰ کی امداد کو ترخون کے آدمی بھی پہنچ گئے ۔ تو اہلِ ترمذ، ہیاطلہ اور اُن کے امدادی ترکوں سے زبردست لڑائی ہوئی ۔ موسےٰ نے مقتولوں کے سروں کو جمع کر کے دو مینار بنا دیئے ترکوں کے دِلوں پر اسکی بہادری کی دھاک بیٹھ گئی ۔ حجاج کو خبر ملی تو بولا سب تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جس نے مشرکوں کے مقابلہ میں منافقوں کی مدد کی ۔

عرب سخت دِل خود دار، بلند ہمت اور حکومت کے شوقین مگر وحشت پسند ہوتے ہیں ۔ ان میں بمشکل اتفاقِ رائے ہوتا ہے ۔ صرف دینی تحریک ان میں اتحاد پیدا کر کے ایک مقصد پر جمع کرتی ہے ۔ جسکی برکت سے غلبہ و اقتدار تو حاصل کر لیتے ہیں مگر ایک دوسرے کے زیرِ حکومت رہنے کو عار سمجھتے ہیں ۔ خواہ ان کا اپنا عزیز ہی کیوں نہ ہو ۔ بنو ہلال اور بنو سُلیم کے پاس شمالی افریقہ کی حکومت چار صدیاں رہی ۔ یک جدی ہونے کے باوجود آپس میں جنگ آزما رہے ۔ جسکی بنا پر علاقے برباد اور شہر اُجڑ گئے ۔ پانچویں صدی ہجری اور گیارھویں صدی میلادی کے وسط میں بنو ہلال، بنو سُلیم اور بنو معقل نے الجزائر پر حملے کئے ۔ جسکے اثر سے بربروں میں عربی زبان رائج ہوئی ۔

بنو ہلال کے زغبہ بن عامر اور بنو معقل کے عبید اللہ کا سمندر اور تلمسان کے درمیانی علاقہ میں آباد بدوؤں سے تعلق کی بنا پر دینِ اسلام پھیل گیا ۔ اُن کی ذرّیت آجکل فرانس میں سیاسی قوت بن چکی ہے ۔ فرانسیسی مفکر اور سائنسدان بوکائیے جیسے نابغہ روزگار نے انہی کے احوال سے متاثر ہو کر دینِ اسلام اور قرآن کا مطالعہ کیا ۔ اور نتائج سے ساری دُنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ۔ کیا عجب کہ یہی تحقیقات یورپ کو دائرہ اسلام میں لے آئے اور مشرقی منافقین دیکھتے رہ جائیں کیونکہ فطرت کھوٹ نہیں رہنے دیتی ۔ احتساب ہر آن جاری رہتا ہے ۔

(عرب سلم کو سُلیم یا سلامان اور سلیمی کی بجائے سلمی کہتے ہیں ۔ بنی سلمہ والوں کو سلمی اسعدی کہتے ہیں سلمی آزاد کردہ غلام کو بھی کہا جاتا ہے)

بھٹے :-

بُھتہ بمعنی چھوٹا شیر ۔ اکثر عرب اسکا تلفظ بُھتہ کرتے ہیں ۔ یہ دو گروہ ہیں ۔ مضری اور ربیعی ۔ بھتہ اور خور حصار میں جا کر بُھٹہ اور خوڑ بن گئے ۔ سندھ واپس آ کر بھٹو اور کھوڑو کہلائے جانے لگے ۔ یہ علاقائی زبان کا فرق ہے ۔ ربیعہ کے مشہور قبیلہ عبد القیس کی شاخ بنو الدیل کا خاندان جو بنو جدیلہ کے بھائی بند (دادا پوترے) ہیں ۔ بنو جدیلہ کو عرب وطول الہوے (اہل الہوا والطول)

کہتے ہیں۔ کیونکہ ہمیشہ مار دھاڑ کرنا انکا شیوہ رہا۔ اس طرح والاول کو دوڈو کہنے لگے۔ ان کا شجرہ بنی بہتہ بن الدیل بن قین بن افصیٰ بن عبدالقیس بن دومی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن معد بن عدنان۔

دوسرا گروہ قیس عیلان کی شاخ بنی بجتہ بن سلیم بن منصور یعنی آل منصور آرائیں ہیں۔ یہ زیادہ تر صادق آباد سے لیکر مغرب کی طرف غربی بلوچستان کی طرف پھیلے ہوئے ہیں لاڑکانہ کا مشہور بھٹو خاندان بھی انہی میں سے ہے۔ دہلی پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہوجانیکے بعد یہ دریائے گھاگھرا پر آباد ہو گئے۔

آرائیوں کے ۵۲ بڑے بڑے گاؤں تھے۔ دریائے گھاگرا کی گذرگاہ میں پہاڑ ابھر آیا تو اسکا پانی جمنا میں شامل ہوگیا۔ اسکی گذرگاہ پہ آبادیاں اجڑ گئیں۔ علاقہ برباد ہوگیا۔ اور ریگستان میں تبدیل ہوگیا۔ ان میں سے کچھ لوگ پنجاب کو اور کچھ سندھ کو واپس اپنے قبیلوں کیطرف لوٹ آئے۔ یہ پہلے نہر شریں پر لسبیلہ میں آباد ہوتے جسکے خشک ہونے پر سلطنت دہلی نے ان کو دارالسلطنت کے پاس آباد کیا۔

بودلے :-

بنی بہدلہ بن عوف بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم۔

ماہِ نجد حسین زبرقان بن بدر ابن امراۃ القیس بن خلف بن بہدلہ نے اپنے کنبے کو ارتداد سے بچائے رکھا اور صدقات جمع کر کے خلیفۃ الرسول اللہ صلعم کے پاس لائے تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بہت مسرور ہوئے۔ اور حسین رضی کی بڑی عزت و توقیر کی۔

شاعر حطیہ جو عراق جا رہا تھا۔ آپ رضی نے اسے واپس کردیا کہ عرب کی سادگی میں رہو۔ اس پر اس نے ہجو لکھ ماری۔ عمر فاروق رضی کو اطلاع ہوئی تو حطیہ کو قید کر دیا کہ تو نے آنحضور کے صحابی کی گستاخی کی جرأت کی ہے۔ اس نے اس فسق سے توبہ کی اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اور زبیر بن العوام رضی سے سفارش کرائی۔ تب رہائی ہوئی۔ فتح انبار پر خالد بن ولید رضی نے ان کو حاکم مقرر کیا۔ اس قبیلے نے جہاد میں حصہ لیا اس سے تاریخ کی کئی کتب مدون ہو چکی ہیں۔

مغرب و خراساں کی طرح پاکستان پر بھی اُن کی حکومتیں رہیں۔ مگر یہ چھوٹا سا گروہ اپنی اصل سے اسوجہ سے کٹ گیا کہ بنی سخبر، بنی جوتیہ، بنی موحل وغیرہم کی طرح نزاری وقحطانی گروہوں کی جنگ اور بنو عباس کے حکمرانوں کی دوغلی پالیسیوں سے مایوس ہوکر ٹھٹھہ کے راجہ کی پناہ میں چلے گئے۔

بنو تمیم (آرائیں)

اُولٰئِکَ آبائی فَجِئنی بِمِثلِھِم اِذا جَمَعَتنا یا جَریرُ المَجامِعُ

ایسے ایسے باپ دادا ہیں ہمارے اے جریر کر بیاں مجلس میں تو بھی اپنے آبا کی صفت

بنو تمیم کی بستیاں نجد سے یمامہ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اُنکے قبیلے کُنبے سرحد شام سے یمن تک اور مدینہ سے مشرق میں خلیج فارس تک چلے گئے تھے۔ شمال مشرق کی جانب دریائے فرات کے دہانے سے ملے ہوئے تھے۔ ان کا صدر مقام سقیا (جحفہ سے ۱۷ میل) تھا۔ بنو تمیم اور بنو بکر بن وائل کا حدِ مقام داہنا تھا۔ آپس کی سخت دشمنی کے باوجود سرحد کا احترام کرتے تھے۔ اُن کے ایک لاکھ سے زائد جنگی جوان تھے۔ عرب کا کوئی قبیلہ اُن کی ٹکر کا نہ تھا۔ تمیم کی زمین بڑی زرخیز اور آب وہوا نہایت ہی خوشگوار تھی۔ اُن میں عالی نسبی کا بڑا غرور اور دولت وثروت کا بہت نشہ تھا۔ ان میں فخر و تعلی کی مجلسیں ہوتیں۔ انہی کی شاخ بنی صوفہ کی اجازت سے عرب حج کے ارکان بجالاتے تھے۔ عراق کے قریب کنبوں میں مجوسیت اثر کر گئی تھی۔ ان کے سردار حاجب بن زرارہ نے کسریٰ کے پاس اپنی کمان رہن رکھ چھوڑی تھی۔

نوٹ : قرآن نے ان قومی ونسلی امتیازات پر ضرب لگائی ہے۔ جو دنیا میں عالمگیر فساد کے موجب ہوتے ہیں۔ قوموں اور قبیلوں اور خاندانوں کا اپنے ثروت پر فخر وغرور اور دوسروں کو اپنے سے کمتر سمجھنا اور اپنی بڑائی قائم کرنے کے لئے دوسروں کو گرانا، ان اہم اسباب میں سے ہے جنکی بدولت دُنیا ظلم سے بھر گئی ہے اللہ تعالیٰ نے آیۃ ۴۹: ۱۳ (یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ) میں یہ فرما کر اس بُرائی کی جڑ کاٹ دی ہے کہ تمام انسان ایک ہی اصل سے پیدا ہوئے ہیں اور قوموں اور قبیلوں میں تقسیم ہونا تعارف کیلئے ہے نہ کہ تفاخر کیلئے اور ایک انسان پر دُوسرے انسان کی فوقیت کیلئے اخلاقی فضیلت کے سوا اور کوئی جائز بنیاد نہیں ہے۔ (تفہیم ج ۵)

آگے ص ۲۰۶ پر

نوٹ ص ۲۰۳ = عرب کے سب سے بڑے اور طاقتور ترین قبیلے بنو تمیم کی شاخ بنی بھدلہ کے بھائی بند بنی صوفہ کی اجازت سے (فتح مکہ تک) عرب ارکان حج ادا کرتے تھے۔ جعفرؓ بن زبرقانؓ محدث تھے جنکی برکت سے اس کنبہ کو علمی فضیلت میں ترقی ہوئی۔ پنجاب کے بدنام وڈیروں کے برعکس بھدلے زمیندار اپنے ایثار، شرافت، نفس، تواضع اور اخلاص کی بنا پر نیکنام ہیں۔ میرے خالہ زاد بھائی صوفی محمد علی چشتی رح (مزار ہنجروال نزد منصورہ) سے میاں غلام حسین بھدلہ (پاکپتن) اور میاں محمد احمد، کوٹ بھدلہ (ڈیرہ غازی خان) کی والہانہ عقیدت و

پُر خلوص محبت سے متاثر ہو کر مجھے ان کی اصل معلوم کرنے کا شوق ہوا۔ صُوفی بھائی کی نسبت رُوحانی مولینا مودودی کے خالہ زاد بھائی مرزا عبید اللہ بیگ کے شاہی خاندان کی بہت بزرگ ہستی نواب مرزا محبوب بیگ چشتی (قطب دکن) جن کی نظامِ دکن سے قرابتداری اور خاندانِ خلافت عثمانیہ سے رشتہ داریاں ہیں انہوں نے نعمت مرزا محمد بیگ رح سے اور انہوں نے مرزا سردار بیگ رح سے، انہوں نے سید محمد علی رح خلیفہ خواجہ محمد سلیمان تونسوی سے پائی۔ محبوب مرزا رح نے صوفی بھائی کو خلافت کا تاج پہنایا اور اپنی دُختر نیک اختر انکے بڑے بیٹے محمد امین چشتی کے نکاح میں دی جو بہت بڑا اعزاز و اکرام ہے۔ اُن کے طفیل بھائی صاحب کو مولانا عبد السلام نیازی سے بھی نیاز مندانہ لگاؤ تھا۔ جو سید ابوالاعلیٰ اور سید ابو الخیر مودودی کے استاد پیشوا، نابغۂ روزگار ہفتاد زبان اور نامور ولی کامل تھے ۱۹۶۶ء اُن کے جنازہ میں آل انڈیا ریڈیو کے مطابق ۱۳ لاکھ مسلمان اور آخری دیدار کیلئے دہلی اور قرب وجوار کے ہندو سکھ عیسائی پارسی مرد عورتیں اُمڈ آئے تھے۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اگر کوئی مرکز ہدایت سے مُنہ موڑ لیتا ہے اور اپنے ہادی کی تحقیر کو دل میں جگہ دیدیتا ہے تو اُسکے اندر سے روشنی بجھ جاتی ہے اور اُسکا دل کفر وعصیان کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ کور باطن جُہلا نے مولانا مودودی کے قطع نسبت کی بلا وجہ بدگمانی کی (اِنَّ بعض الظن اثمٌ) مولانا نیازی پر جذب و سُکر غالب آگیا تو سید ابو الخیر کے برعکس سید ابوالاعلیٰ کی توجہ ہٹ گئی۔ ابنِ حزم اور ابن تیمیہ کے مطالعہ کی بنا پہ اُن کے قلم نے لغزش کھائی مگر اس مسکین کے توجہ دلانے پہ شکر گذاری کیساتھ رجوع فرما لیا۔ مولانا مودودی کو چوہدری محمد علی (EX - P.M) کا رفاقت بہت راس آئی۔ جو مقبول و مقرب بارگاہِ الٰہی تھے۔ ان کا اللہ صاحب قرآن سے تھا۔ اللہ عزوجل نے دونوں کو اعلےٰ علیین پر اُٹھایا اور جنت نعیم میں داخل فرمایا۔ سیدنا عیسےٰ کا فرمان "نبی اپنے وطن، اپنے رشتہ داروں اور اپنے گھر کے سوا کہیں اور بے عزت نہیں ہوتا۔" (مرقس ۶ : ۵) یہی بات اُن کے نائبین کے حق میں جاتی ہے۔ چوہدری صاحب کو مزار قائد کے سایہ میں اور مولنٰا کو مرکز جماعت میں نہ رکھنے دینے کا افسوسناک امر اولاد کی ضد اور کج دماغی کا نتیجہ ہے جس پر ہمیشہ نفرین ہوتی رہے گی۔

نوٹ :- ملک کی بہترین ترقیاتی سکیمیں جو ایوبی دور میں پایۂ تکمیل کو پہنچیں زیادہ تر چوہدری صاحب کی ذہنی کاوشوں کا نتیجہ تھیں جو مقتدرہ میں اہل ہوس کی کارستانیوں سے خوب واقف تھے۔ میری درخواست پہ مادرِ ملت کی آشیرواد اور اکثر مخلصین کی تائید سے P.D.O.C کو خیر باد کہہ کر اصلاح احوال کیلئے میدانِ سیاست میں آئے تھے۔ مگر سیاست بازوں کی ذہنیت سے مایوس ہو کر گوشہ گیر ہو گئے۔ اللہ اُن کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین!

○

بھیجے آنحضورؐ کے زمانہ میں نمک کرا کر بطور ہدیہ بھیجی جس سے خلوص و وفاداری کا اظہار مطلوب تھا۔
عرب قبائل کے باہمی تنازعات میں بنو تمیم ہی ثالث ہوتے۔ فراس جو گنجا پن کیوجہ سے الاقرع مشہور ہوئے۔ عالم عرب کا مشہور حکم تھا۔ تمام قومی مقدمات کا مرافعہ اسکے پاس جاتا تھا۔ اسکے فیصلوں پر عرب گردن جھکا دیتے تھے۔ عامر بن اضبط اشجعی غلط فہمی کی بنا پر صحابہؓ سے قتل ہو گیا تو بنو غطفان نے قصاص پر ضد کی مگر اقرع بن حابس کے کہنے پر دیت پر راضی ہو گئے۔ بنو تمیم شجاعت و سخاوت، شعروادب، فصاحت و بلاغت میں ممتاز تھے۔ اسکی شاخوں بنی حنظلہ، بنی دارم، بنی یربوع، بنی سعد کے کارناموں سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ انکے اعراب بہت سخت دل تھے۔
بنی تمیم بھی صدقات (زکوٰۃ و عشر) کو شروع میں ڈنڈ سمجھتے تھے جب آنحضورؐ کا عامل زکوٰۃ بشر بن سفیان عدوی انکے علاقہ میں گیا۔ اور لوگ زکوٰۃ جمع کرنے لگے۔ تو بنی عمرو بن جندب تمیمی نے تلواریں سونت لیں۔ کہ اونٹ کا ایک بچہ بھی نہ جانے دیں گے۔ آپ نے عینیہ بن حصین فزاری سے مدد لی اُسے ۵۰ سواروں کیساتھ بھیجا وہ اُنکے ۱۱ مرد ۲۱ عورتیں اور ۳۰ بچے اٹھالایا جسکی بنا پر بنو تمیم کے سرداروں کا وفد بڑے کروفر اور شان و شوکت سے مدینہ آیا۔ جسکا ذکر سورۃ الحجرات میں آیا ہے۔

انما لذین ینادو نک من ورآ الحجرات اکثر ھم لا یعقلون

(اے نبی تجھے حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔ ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ اگر وہ تمہارے برآمد ہونے کا انتظار کر لیتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا اللہ درگزر کرنیوالا اور رحیم ہے)

وفد میں شامل سرداران اقرع بن حابس، زبرقان بن بدر، عمرو بن الاہتم، عطارد بن حاجب، قیس بن الحارث، ریاح بن الحارث، نعیم بن یزید اور قیس بن عاصم تھے۔ عیتبہ فزاری بھی ساتھ چلا آیا۔ جو اقرع تمیمی کا دوست تھا۔ یہ بڑے متکبر اور مغرور لوگ تھے۔ اور اپنے بالمقابل کسی کی کچھ ہستی نہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے صدی قبل اپنے بچوں کے نام محمدؐ رکھے۔ اور گمان کرتے تھے کہ ہم چونکہ عرب میں سب سے اعلیٰ حیثیت کے مالک ہیں۔ اس لئے نبی ہمارے قبیلے میں ہی پیدا ہوگا۔
اقرع کے پردادا کا نام محمد تھا۔ یعنی اقرع بن حابس بن عقال بن محمد بن سفیان المجاشعی اور ان کے علاوہ محمدؐ بن اسامہ بن مالک خندف، محمد بن یزید بن عمر بن ربیعہ اور محمد بن عدی بن ربیعہ تھے۔

اقرع نے حضور کو مخاطب کر کے کہا۔ ان حمدی لذین وان ذمی لشین۔
(میں جسکی تعریف کردوں وہ نامور ہوجاتا ہے۔ اور جسے برا کہہ دوں اسکو داغ لگ جاتا ہے)

ان میں ابوعیاش تمیمی حصین بن بدر جو زبرقان کے لقب سے مشہور تھا غیر معمولی حسن کی بنا پر ماہ نجد کہلایا اس لئے نقاب پہنے رہتا تھا۔ زبرقان نے مفاخرہ میں قصیدہ کہا جسکا شعر

نحن الکرام فلا حی یعادلنا   منا الملوک وفینا تنصب البیع

(ہم شرفا قوم ہیں۔ کوئی قبیلہ ہمارا ہمسر نہیں ہو سکتا۔ ہم میں بادشاہ ہیں اور ہم کلیسان کے بانی ہیں)

اسکی خوبی تقریر نے تمام حاضرین کو مبہوت کر دیا۔ آنحضور نے فرمایا۔ ان من البیان السحرا (بعض تقاریر جادو اثر رکھتی ہیں)

زبرقان کے چند اشعار کا اردو ترجمہ:

ہم شرفا ہیں، بزرگی میں کوئی ہمسر نہیں ہمارا   شاہی ہے ہماری، مانتے ہیں سبھی حکم ہمارا
زیر کیا ہے ہم نے قوت بازو سے قبائل کو   فضیلت ہماری پر کیونکر نہ ہوا تباع ہمارا
قحط کے عالم میں جب چولہے ہوجائیں سرد   بھرا رہتا ہے کبابوں سے سدا دسترخوان ہمارا
تمام قبائل کے ادنیٰ ہوں یا سردار   مثالی ہے سبھی سے یکساں حسن سلوک ہمارا
ضیافت کیلئے ہم ذبح کرتے ہیں اعلیٰ اوفر اونٹ   پیٹوں بھرے مہمان رہیں اصل مقصد ہمارا
اظہار فضیلت کیلئے آتے ہیں مقابل جو ہمارے   جھک جاتے ہیں احتراماً سر یہی فخر ہمارا
ہے کون ہم سے برتر ہم سب سے بڑھ کر ہیں   شامت ہو آئی جسکی تو آکر دیکھے مطالبہ ہمارا
ذرا سامنے آئے تو کرے بیان بڑائی اپنی   عز و شرف میں دیکھیں پھر کون حاسد ہے ہمارا

اسکے جواب میں نعت گو شاعر حسان بن ثابتؓ نے برجستہ کہا۔

ان الذوائب من فہر واخوانہم   قد بینوا سنۃ للناس یتبع

(قریشی شرفا اور انکے بھائیوں (انصار) نے لوگوں کو وہ راستہ بتا دیا ہے۔ جسکی وہ پیروی کرتے ہیں)

بنو تمیم کے مشہور خطیب عطارد بن حاجب نے نوشیرواں کے دربار سے حسن تقریر کے صلہ میں کمخواب کی خلعت پائی تھی۔ اسکے چند فقرے۔

خدا کا شکر ہے جسکے الطاف کی بدولت ہم صاحب تاج و تخت، عز انہائے گرانبہا کے مالک اور مشرق میں تمام قوموں سے معزز ترین ہیں۔ ہماری برابری آج کون کر سکتا ہے۔ ہماری

ہم رتبگی کا جسکو دعویٰ ہو وہ یہ خصائص اور اوصاف گنائے جو ہم نے بیان کئے ہیں ۔۔۔،،

اسکا جواب دینے کیلئے آنحضورؐ نے ثابت بن قیسؓ کو کھڑا کر دیا ۔ جنے پہلے کبھی کوئی تقریر نہ کی تھی ۔ مگر آنحضورؐ کے تصرف سے ایسی دلپذیر تقریر کی کہ وفد بہت متاثر ہُوا ۔ اقرعؓ نے فیصلہ دیا۔ تمہارا شاعر اور مقرر افضل ہیں ۔ اور تمہاری آوازیں بلند ہیں ۔ (یعنی خیالات اعلیٰ و ارفع ہیں) اس سے قبل جو کچھ ہُوا سو ہُوا وہ آپ کو کوئی مضرر رساں نہیں ۔

اقرع کی بہن لیلےٰ کا بیٹا اور چچازاد بھائی صعصعہ بن ناجیہ بن عقال بن محمد کا پوتا فرزدق بن غالب مشہور شاعر تھا ۔ اُسنے امام علی زین العابدینؓ اور علویوں کی منقبت میں بہت قصیدے کہے ہیں اور اپنی محبت و خلوص کے لاجواب نقوش چھوڑے ہیں ۔

رُومتہ الکبریٰ کے صُوبجات اٹلی وغیرہ میں بچوں کو افلاس کی بنا پر قتل یا پھینک دیا کرتے تھے (گبن) عربوں میں بنو تمیم کی شاخ بنو منقر غیرت کی بنا پر اپنی نوزائیدہ بیٹیوں کو دفنا دیتے کہ دشمنوں کی اولاد نہ جلنے پائیں ۔ صعصعہ بچپن سے سلیم الفطرت تھا اُسنے آنحضورؐ کو بتایا کہ میں نے ۳۶۰ لڑکیوں کو دفن ہونے سے بچایا ۔ ایک بچی کے عوض تو مجھے دو حاملہ اُونٹنیاں اور اپنی سواری کا اونٹ دینا پڑا ۔ تب بچی کا باپ اُسے چھوڑنے پر راضی ہُوا ۔ صعصعہ اپنی آمدنی سے جو کچھ ضرورت سے زیادہ بچتا پرورش میں دے دیتے ان کی شان میں فرزدق نے کہا ہے ۔ ؎

وجدی الذی منع الوائدات

فاحیا الوئید فلم توأد

ابو علی قیس بن عاصم منقریؓ ۔ نے آنحضورؐ کو بتایا کہ میں نے بارہ بیٹیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیا ۔ میری بیوی نے ایک بچی چھُپا کر پرورش کر لی ۔ کسی اور کی بیٹی بتاتی رہی وہ بڑی ہو گئی تو مجھے اسکے ساتھ بڑا پیار ہوتا ۔ تو بیوی نے راز فاش کر دیا کہ آخر تمہارا اپنا خون ہے اور جگر کا ٹکڑا ۔ میں نے اُسی وقت لڑکی کو گھسیٹا اور گڑھا کھود کر اُس میں دبا دی وہ ابّا ابّا پکارتی رہی لیکن میرے جنون و وحشت میں کمی نہ آئی کہ یہ آخر دشمنوں کی اولاد ہی جنے گی ۔

فرمایاؐ ۔ تم لوگ بڑے سنگدل ہو ۔ قیس نے عرض کیا ۔ " اب ایمان سینے میں داخل ہوا ہے تو گناہ کا احساس شدید پیدا ہو گیا ہے ۔ بتایئے کیا چارہ کروں "۔

آپ ؐ کے فرمان کے مطابق اُس نے کفارہ ادا کر دیا۔ حالانکہ یہ بڑا فرزانہ، عاقل، حلیم الطبع اور فیاض مشہور رہتا۔ یہ سردار قبیلہ تھا۔ اور بڑے وقار و تمکنت سے رہتا تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی کبھی کسی تہمت سے متہم نہ ہوا۔ نہ کوئی بُرا کام کیا۔ ہمیشہ فوجی سواروں اور پنچایتوں کی مجالس میں وقت گزارتا۔ البتہ شراب کا بہت رسیا تھا۔ ایک مرتبہ زیادہ پی کر مدہوش ہو گیا۔ والدین سے فحش کلامی کی۔ بادہ فروشی کو خطیر رقم دے دی۔ جب نشہ اُترا تو لوگوں نے ان حرکات سے آگاہ کیا۔ سخت نادم ہوا۔ اور شراب سے توبہ کر لی۔ پھر ہاتھ نہ لگایا۔

آنحضور ؐ نے انکو بادیہ نشینوں کا سردار فرمایا۔ انکو صدقات کی امارت تفویض ہوئی جنگ ہوازن میں آنحضور ؐ کے ساتھ تھے ان کے دستے نے دشمنوں کو پسپا کر دیا مگر غنیمت کے لالچ میں پڑ کر سخت نقصان اٹھایا۔ ان کے بیٹے کو ان کے بھتیجے نے قتل کر دیا۔ تو اسکو نصیحت کی کہ تم نے کتنا بُرا کیا ہے۔ خدا اور رسول کے گناہگار ہوئے۔ قطع رحم کیا اور اپنا جتھا کمزور کیا پھر بیٹے کی دیت اسکی ماں کو اپنے پاس سے دیدی۔ (اصابہ۔ تہذیب الکمال) بصرہ میں آباد ہو گئے۔ اُن کی وصیت۔

"اے بیٹو! سب سے بڑے کو سردار بنانا۔ اور اپنے چھوٹے کو نہ بنانا۔ ورنہ تمہارے ہم چشم نکتہ چینی کریں گے۔ بزرگوں کا صحیح جانشین اور نمونہ بنو۔ مجھ پر نوحہ نہ کرنا۔ نبی صلعم نے اسکی ممانعت فرمائی ہے۔ مال کی اصلاح اور حفاظت مدِ نظر رکھنا اس سے شرفاء کی شان بڑھتی ہے اور کمینوں سے استغناء رہتا ہے۔ اپنے اونٹوں کو بے محل صرف نہ کرنا۔ اور ضرورت کے وقت صرف کرنے میں بخل نہ کرنا۔ کم اصلوں سے شادی نہ کرنا۔ ممکن ہے اس سے وقتی مسرت حاصل ہو لیکن اس سے جو خرابی پیدا ہو گی۔ وہ اس مسرت سے کہیں زیادہ نقصان رساں ہو گی۔ اپنے دشمن کی اولاد سے بچتے رہنا۔ وہ اپنے بزرگوں کی طرح تمہاری دشمن ہو گی۔ مجھے ایسے مقام پر دفن نہ کرنا جہاں بکر بن وائل کا گزر ہو سکے کہیں وہ دورِ جاہلیت کے جھگڑوں کی بنا پر میری قبر نہ کھود ڈالیں۔ اور تم اسکے انتقام میں اپنی آخرت اور انکی دُنیا برباد کر ڈالو۔"

پھر قیس نے ایک تیر نکال کر بیٹے کو دیا۔ کہ توڑ دو۔ اُسنے توڑ دیا۔ پھر دو نکال کر دیئے۔ اُسنے کوشش کی مگر نہ توڑ سکا۔ پھر کہا اگر اسی طرح متحد و متفق رہو گے تو کسی کے زیر نہ ہو گے۔ (مستدرک حاکم)

عیاضؓ بن حماد:-

عیاضؓ بن حماد بن عقال بن محمد ۔ الاقرع بن حابس کا چچا زاد بھائی آنحضورؐ کا قبل بعثت دوست تھا ۔ آپؐ کا لباس پہنکر کعبہ کا طواف کرتا ۔ آپؐ کے لئے تحائف لاتا مگر بعد بعثت آپؐ نے تحفہ قبول نہ کیا ۔ اور اسلام کی شرط لگائی تو مسلمان ہوگیا ۔ دورِ فاروقی میں بصرہ میں آباد ہوگئے اسکے بعد دورِ فتن میں بادیہ نشینی اختیار کرلی ۔

زبیرؓ جب جنگِ جمل میں لڑائی سے کنارہ کش ہوئے تو عیاضؓ کی طرف صحرا کو نکل گئے ۔ اور وادی سباع میں جا کر اُن سے ملاقات کی ۔ عمرو بن جرموز تمیمی نے زبیرؓ کو نماز پڑھتے شہید کردیا تو سردار احنف بن قیس نے اسکو اپنے قبیلے سے دُور کردیا ۔ وہ علی المرتضےؓ کے پاس جا کر انعام کا طالب ہوا ۔ تو آپؓ نے فرمایا تجھے جہنم کی وعید ہے ۔ بولا تو بھی عجب امام ہے ہم تیرے دشمنوں کو قتل کرتے ہیں تو آگ کا استاتا ہے ۔"

اقرع نے شرجیل کے ساتھ دومتہ الجندل میں بھی حصہ لیا ۔ انبار میں مقدمتہ الجیش پہ تھے ۔ جنگِ یمامہ میں خالد بن ولید کیساتھ تھے ۔ خراسان کے محاذ پہ سالارِ اعلیٰ تھے ۔ ان کے بھائی مرشد کی وفات فتح جوزجان میں ہوئی ۔ جسے اقرع نے بزور فتح کیا تھا ۔

ایسی شخصیت ہے جس پر کتی کتب تحریر ہوسکتی ہیں ۔ مگر ان کے اسلام قبول کرنے کے بارے عینیہ بن حصن فزاری کیطرح کوئی تاریخی شہادت موجود نہیں ۔ دونوں خود سر تھے[۸]

رافع بن عمیر تمیمی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ صحرائی سفر شب گذاری کیلئے ایک وادی میں ڈیرہ ڈالا اور دستور کے مطابق اُس وادی کے جن کی پناہ طلب کی تو ایک بوڑھا جن نمودار ہوا ۔ اس نے مجھے بتایا کہ آئندہ ایسی پناہ نہ مانگنا بلکہ یہ کہا کرو ۔" اعوذ باللہِ ربِّ محمدؐ من ھول ہذا الوادی"

---

(۸) آنحضورؐ اور صدیق اکبرؓ نے اقرع تمیمی اور عینیہ فزاری کو مؤلفتہ القلوب میں جاگیریں عطا کیں عمر فاروقؓ نے انکو منسوخ کردیا فرمایا اُن دنوں اسلام کمزور تھا اب طاقتور ہے جو دل چاہے کر دیکھو ۔

میں نے پوچھا کہ محمدؐ کون ہے۔ تو اُس نے آپؐ کے مدینہ میں قیام کی اطلاع دیدی۔ میں سیدھا مدینہ کو ہو لیا۔ اور آپ کے پاس گیا۔ تو آنحضورؐ نے میرے بیان کرنے سے پہلے ہی سارا واقعہ بیان کر دیا پھر مجھے اسلام کی دعوت دی۔

اسودؓ بن سریع تمیمی :۔

جنگِ حنین کے علاوہ چار غزوات میں شریک ہوئے شہادت عثمانؓ کے بعد بصرہ میں بسیرا کر لیا۔ وہاں کے قاضی بھی رہے۔ آنحضورؐ ان سے ان کا کلام سُنتے ایک دفعہ عمرؓ فاروقؓ آئے تو آپؐ نے انکو چُپ کرا دیا۔ جب عمرؓ واپس چلے گئے تو فرمایا اب اور سُناؤ۔ اسودؓ نے حمد و نعت بھی کہی ہے۔ بصرہ کی پہلی مسجد کا نشان بھی انہی نے دیا تھا۔

اسماءؓ بنت سلامیہؓ تمیمیہ سابقاتِ الی الاسلام میں سے تھیں

حنظلہ بن ربیع الاُسیدی تمیمی :۔

آنحضورؐ کے کاتب کی خدمات بجالانے پر حنظلۃ الکاتب شہرت پائی۔

ابُومطرف وکیع تمیمی :۔

جفاکش بدوؤں کا سرغنہ، قبیلے کا مُطاع، بدتمیز، بیہودہ، مشٹنڈا اور اپنے قبیلے کے فوجی دستہ کا خراسان کی مہم میں سالار تھا۔

لوگوں کے سامنے طشت منگوا کر پیشاب کرتا، شراب پینے پر ملامت کی تو بولا اس سے تو میرا پیشاب جیسا ندی جیسا شفاف ہو جاتا ہے۔ ایک روز نماز پڑھاتے وقت ترکاری سامنے رکھ کر کھاتا جاتا۔ لوگوں نے اعتراض کیا تو کہنے لگا۔ اللہ نے کوئی روئیدگی حرام نہیں کی جو آسمان کے پانی اور زمین کی مٹی سے پیدا ہو۔

قتیبہ بن مسلم نے اسے برطرف کر دیا اور بنی الاہتم کو قتل کیا۔ اسپر وکیع نے قتیبہ کو قتل کرنے کی قسم کھائی۔ اور نماز چھوڑ دی کہ اُس خدا کی عبادت کروں کہ اُسکے سامنے ہمارے کنبے کے لوگ قتل کر دیئے گئے۔ جن میں بچے بھی تھے۔ مگر اسکو غصہ نہ آیا۔ آخر اُس نے فاتح ترکستان و چین کو قتل کر ڈالا۔

سنہ ۹ھ وفد تمیم نے آنحضورؐ سے امیر مقرر کرنے کی درخواست کی تو صدیق اکبرؓ نے

ایمان کی استقامت پر قعقاع رضؓ بن معبد کی سفارش کی۔ عمر فاروق رضؓ نے رعب و دبدبہ دیکھ کر اقرع بن حابس کی حمایت کی۔ اس پر دونوں اصحاب میں تو تکار بھی ہوئی مگر بعد میں عمر فاروق رضؓ نے تسلیم کیا کہ صدیق رضؓ مجھ سے زیادہ مردم شناس تھے۔ یہ قعقاع تھے جنہوں نے ایران کے ہاتھیوں کے مقابل اونٹوں پر سیاہ جھولیں ڈلوا کر لے آئے تو ہاتھی ڈر کر بھاگے اور اپنی ہی فوج کو کچل دیا۔

⊙ ابوالحفاد (ابوحیدہ) اکثم بن صیفی بن ریاح بن الحارث بن مخاشن (لقمان ثانی)

آپ رضؓ بہت معمر اور زمانہ جاہلیت کے حکام میں سے تھے۔ بعثت نبوی کیوقت ان کی عمر ۱۹۰ رسال تھی۔ آپ کے ظہور کی خبر دیتے تھے۔ پھر آنحضورؐ کو خط لکھا جسکا جواب پا تو آب پا کر بہت خوش ہوئے۔ اور قبیلہ کو جمع کر کے ایمان لانے کی تلقین کی۔ لیکن مالک بن نویرہ نے شور مچا کر سب کو منتشر کر دیا۔

اکثم رضؓ نے اپنے لڑکے کیساتھ اور لوگوں کو بھی خدمتِ اقدس میں بھیجا۔ مگر سوئے اتفاق کوئی رسائی حاصل نہ کر سکا۔ ان کے بھتیجے ابو ربعی حنظلہ بن ربیع بن صیفی انہی دنوں اسلام لاتے اور انکو مراسلت نبوی کی کتابت سپرد ہوئی۔ حنظلہ رضؓ کو غزوہ طائف سے قبل ثقیف کے پاس سفیر بنا کر بھیجا گیا۔ جنگِ قادسیہ میں شریک ہوئے۔

آنحضورؐ کے خطبہ میں جنت و دوزخ کے احوال کا ذکر سن کر بہت متاثر ہوئے۔ پھر گھر گئے۔ تو بچوں میں اسقدر مشغول ہوئے کہ سب کچھ بھول گئے۔ جب یاد آیا تو دوڑے اور صدیق اکبر رضؓ سے کہا حنظلہ منافق ہو گیا ہے اور اپنی حالت بتائی۔ اسپر وہ بھی پریشان ہو گئے۔ کہ مجھ سے ایسا ہوتا ہے چلیں آنحضورؐ سے عرض کریں۔ اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اسی حالت پر ہمیشہ قائم رہتے جیسے میرے پاس سے اٹھ کر گئے تھے۔ تو ملائکہ آسمانی تمہارے جلسہ گاہوں، راستوں اور بستروں پر تم سے مصافحہ کرتے لیکن ان چیزوں کا اثر گھڑی دو گھڑی ہی رہتا ہے۔

آنحضورؐ کی رحلت پر عربوں کے دل سے وحی کا خوف جاتا رہا اور ایسے قبائل جو محض سیاسی قوت کے اثر سے اسلام میں داخل ہوئے تھے ایرانی و رومی مقتدرہ کے اکسانے پر مدینہ سے باغی ہو گئے۔ اُن میں بنو تمیم کی شاخ بنو یربوع کی کاہنہ سجاح بنت الحارث تھی۔ جو اپنی ننہال بنو تغلب میں مقیم تھی۔ نبوت کے دوسرے دعویداروں کی طرح میدان میں آ گئی۔ ساسانی حکومت کے

زیر اثر قبائل نے اسکا ساتھ دیا

بنی یربوع کے سردار مالک بن نویرہ کو آنحضورؐ نے عامل صدقات مقرر فرمایا تھا اس کے بارے میں سجاح کی حمایت کی خبر ملی تو خالدؓ بن ولید نے ادھر کا رُخ کیا۔ دونوں میں تلخ کلامی ہو گئی مالک نے آنحضورؐ کے بارے میں **قد کان صاحبک** کہہ دیا تو خالدؓ نے تلوار کا وار کر کے گردن اُڑا دی۔ اور اُس کی بیوہ سے نکاح کر لیا۔ اسکی شکایت صدیق اکبرؓ سے ہوئی تو انہوں نے **فاوّل ماخطا** کہہ کر معاملہ ختم کر دیا۔ اور مالک کے بھائی متمم کو خونبہا ادا کر دیا۔ جس نے دردناک مرثیہ کہا جو آج بھی دلوں کو پانی کر نیوالا ہے۔ اسکے تین اشعار۔

لقد لامنی عندا لقبور علی البکاء	رفیقی لتذراف الدموع الوافک
فقال اَ تبکی کل قبر رائیتہ	لقبر ثوی بین اللوی خالد کا لک
فقلت لہٗ ان الشجا یبعث الشجا	فدعنی فھذا کلہٗ قبر مالک

میرے ساتھی نے جب دیکھا کہ قبروں کو دیکھ کر میری دھاڑیں نکل جاتی ہیں تو مجھے ملامت کی کہنے لگا یہ کیا بات ہوئی۔ اُس ایک قبر کی وجہ سے جو ایک خاص مقام پر ہے تو ہر قبر کو دیکھ کر رونے لگ جاتا ہے۔ میں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ ایک غم کا منظر دوسرے غم کو تازہ کر دیتا ہے۔ لہذا مجھے رونے دے میرے لئے تو تمام قبریں مالک کی قبریں ہیں۔

اس قبیلہ میں نامور شعراء، بہادر سورما اور فیاض طبع سخی لوگ پیدا ہوئے جن کے کارناموں سے عربی ادب و تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ایران اور رُوم کے شاہی درباروں میں اُن کی رسائی تھی۔ بنو قیس اور قریش سے انکی قرابت و رشتہ داریاں تھیں مگر بنو بکر بن وائل سے سخت مخاصمت رہی۔ شیخینؓ نے عربوں کو دو بڑی قوتوں کے مقابل کھڑا کر دیا۔ عرب باہمی رنجشیں بھول گئے اور اسماعیلی بن گئے۔ ایک مضبوط جماعت کی صورت میں ایران و روم پر پل پڑے اور ایک دوسرے سے بڑھ کر شجاعت کے جوہر دکھانے لگے۔ مگر ان سب واقعات میں بنو تمیم جیسی کارگذاریوں کی مثال تاریخ عالم میں موجود نہیں۔

بنو تمیم اور بنو حمیر کے وفود ایک ہی وقت پر حاضر ہوئے۔ دونوں ایک دُوسرے سے بڑھ کر شاہانہ ٹھاٹھ دکھاتے تھے۔ آپؐ پہلے بنو تمیم سے مخاطب ہوئے فرمایا بشارت قبول کرو۔ کہنے لگے **قد بشرتنا فاعطنا** خوشخبری ہے تو کچھ دو بھی۔ پھر آپؐ نے بنو حمیر کی طرف رُخ پھیر لیا

کر بشارت سے بڑھ کر اور کیا چیز ہو سکتی ہے ۔ اے اہلِ یمن تم قبول کر لو۔ بنو تمیم نے تو رد کر دی وہ بولے ہم نے قبول کی۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ ایمان اور دانائی اہلِ یمن کی ہے ۔

گہلن

: (جہلاً) جریر بن عطیہ تمیمی سے

فما الأم التی ولدت قریشاً　　بمقرفة النجار ولا عقیم

وما قدم باٴنجب من ابیکم　　وما خالٌ باکرم من تمیم

جس ماں نے قریش کو جنا ہے وہ نسب کے لحاظ سے عیب دار ہے نہ بانجھ ہے ۔ اے بنو قریش! نہ تو کوئی بزرگ خاندان تمہارے باپ سے زیادہ شریف ہے اور نہ کسی کا ماموں تمیم سے زیادہ عزت والا ہے ۔

مکہ سے ریاض جانیوالی شاہراہ پر علاقہ نجد میں عفیف اور الدوادمی کے درمیان جنوبی شاداب وادی میں گہلن نام کی بنو تمیم کی بستی ہے ۔ جو ۴۲ درجہ طول بلد اور ۴۴ درجہ عرض بلد پر واقع ہے ۔ اس گاؤں سے تمیم جہاں گئے وہاں اس نام کی بستی بسائی ۔ اس نام کی وجہ تسمیہ سورۃ الحجرات میں بجہالۃً وارد ہونے پر جہلاً شناخت بن گیا ۔ ج کو گ بولتے ہیں گہلن بن گیا ۔

فتح مکہ اور جنگِ حنین میں اقرع بن حابس کیساتھ ذوالخویصرہ حرقوص بن زہیر سعدی التمیمی بھی تھا ۔ یہ لوگ ابھی حالتِ کفر میں تھے ۔ حنین کی غنیمت کی تقسیم میں آنحضورؐ نے قریش اور دیگر سرداران قبائل کو مؤلفۃ القلوب میں شامل کیا ۔ تاکہ ان کے دل اسلام کیطرف مائل ہو جائیں حرقوص کھڑا دیکھتا رہا پھر بول پڑا ۔ محمدؐ ! میں نے تیری تقسیم دیکھی جو ناانصافی پر مبنی ہے ۔ آنحضورؐ نے فرمایا ۔ اے بندۂ خدا اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا ۔

عمر فاروقؓ کو اسکی گستاخی سے غیرت آئی اور گردن مار دینے کی اجازت چاہی مگر آپؐ نے منع فرما دیا ۔ کہ لوگ کہیں گے اب محمدؐ نے اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کرنا شروع کر دیا ۔ اسکے اور بھی ساتھی ہیں جن میں ایک سیاہ رُو شخص ہے ۔ (ذو الثدیہ) اس کے بائیں کندھے کا گوشت عورت کے پستان کی طرح لٹکتا ہے ۔ جس پر چند بال ہیں ۔ یہ بہترین اُمت پر خروج کریں گے ۔ اس شخص کی اصل سے ایسی قوم نکلے گی اور اسکے ساتھی ایسے ہوں گے کہ تم میں سے ہر کوئی اپنی نماز کو ان کی نماز سے اور اپنے روزے کو ان کے روزے سے حقیر جانے گا ۔ یہ لوگ قرآن کی

تلاوت بھی کریں گے مگر ان کے حلقوم سے نیچے نہ اُترے گا۔ وہ دینِ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے۔

آنحضورؐ کا فرمان پورا ہوا۔ ان لوگوں نے حکیم بن جبلہ عبدی کے ساتھ مل کر امیرالمؤمنین عثمان غنی ذوالنورینؓ کو شہید کر دیا۔ جنگِ جمل میں حکیم عبدی سے علیحدہ ہو کر اپنے قبیلے کے ساتھ غیر جانبدار ہو گئے۔ پھر جنگِ صفین میں علی المرتضیٰؓ کے ساتھ ہو گئے۔ مگر تعمیلِ حکم کی بجائے اپنی منواتے رہے۔ پھر کہنے لگے حق کے معاملے میں حکم کیوں قبول کیا۔ یہ سراسر کفر ہے۔ اس سے توبہ کرو اور معاویہؓ سے جنگ کرو۔

جب آپؓ نے عہد کی پابندی کو لازم قرار دیا تو الگ ہو گئے اور اپنی الگ جتھہ بندی کر کے علی المرتضیٰؓ اور امیر معاویہ دونوں کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ علی المرتضیٰؓ نے شام پر حملہ آور ہونے سے پہلے ان کی بیخ کنی ضروری سمجھی۔ ۳۸ھ میں جنگِ نہروان میں یہ سب خوارج قتل کر دیئے گئے۔ آپ نے حکم دیا کہ مقتولوں میں ذوالثدیہ کو تلاش کرو۔ دو دفعہ لوگوں نے دیکھا مگر لاش نہ ملی آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ میری بات غلط نہیں وہ ضرور ان میں ہوگا۔ تیسری دفعہ لاشوں میں سے اسکا لاش بھی مل گئی تو آپ کو اطمینان اور خوشی ہوئی۔ کہ ان سے یہ توقع تھی کہ پیچھے سے حملہ آور ہوگا اور عراق واپسی میں سدِراہ ہوگا۔

کندھے والا نشان اس خاندان میں چلا آرہا ہے۔ میری والدہ کے چچا زاد بھائی چوہدری برکت اللہ کے موجود تھا۔ جو طبیعت کے بہت سخت تھے۔ اور بنو تمیم کی سختی سارے عرب میں ضرب المثل ہے۔ اُن کے والد حافظ نور بخش علیہ الرحمتہ نے ساری عمر درس و تدریس میں گزاری آخری عمر میں سکر طاری تھا۔ اولیاء اللہ انکو ابدال کا درجہ دیتے ہیں۔

اس خاندان کی علمی خدمات بے شمار ہیں۔ میرے ماموں چوہدری عصمت اللہ انور نے بڑے رفاعی کام کئے۔ نینگل انبیاءؑ اسلامیہ ہائی سکول کے نام پر دو تعلیمی ادارے ان کی ذاتی محنت و لگن کا نتیجہ ہیں۔ ہم شبیہ و مثیل ہونا بدنی نشانات کا نسل میں قائم رہنا نفسِ منتقی سے متعلق ہے۔ اخلاق و عادات اور مزاج کا تعلق ماحول اور تربیت سے ہے۔ جیسے ابوسفیان مغیرہ بن حارث آپ کا چچا زاد و ہمشیر بھی تھا مگر سب سے دشمنی میں تیز۔ آپؐ کا مخالف رہا۔ ایک سید زادہ موجود ہے جو آنحضورؐ کا بالکل مثنےٰ ہے اور اتنا ہم شبیہ و مثیل کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔

وہی قد کاٹھ، چہرہ بشرہ، پشت پر ویسا ہی مُہر کا نشان، سپاٹ ماتھے پر پدم کا نشان، کان کی لَو پر موتی کی مانند مسّہ جو عبدالمطلب اور ہاشم کے بھی تھا۔ (تاریخ الخلفاء)

مگر چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔ (دَعْ نفسَکَ و تعال۔ اپنے نفس کو چھوڑ اور چلا آ)

بعض اولیاء اللہ کے کئی کئی نفس منتقل ہوتے ہیں۔ تین تین ہم شبیہ تو مشاہدہ میں آتے ہیں جنہیں بار بار دیکھنے کے باوجود پہچان میں غلطی ہو جاتی ہے۔ اللہ ہی کو یہ بھید معلوم ہے۔ یورپ میں اس پر کافی تحقیق ہوئی ہے۔ محلات اور قلعوں پر کندہ تصویروں اور بتوں بلکہ بعض جگہ پتھروں پر کندہ شکلوں امور نمونا دورِ حاضر کے معروف لوگوں کے فوٹو کے ساتھ موازنہ کر کے نتائج ظاہر کئے ہیں۔ جیسے مسز تھیچر کو وکٹوریہ لباس میں وکٹوریہ کی ہم شبیہ دکھایا گیا۔ اور جمال عبدالناصر کو رعمیس دوم کا مثیل اور اب عرب کے صدام حسین کو بخت نصر سے ملا رہے ہیں۔ پیرا سائیکالوجی کی طرح بعض امور کو بہت مخفی رکھتے ہیں۔

تاریخ اسلام میں کعب الاحبار کا حضرت عمر فاروق رضؓ کو پیش آنیوالے واقعات سے متنبہ کرنا اسی علم سے متعلق ہے۔ جسے علمائے ظاہر محض سازش کہہ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ مگر حقیقت انہوں نے خود بیان کی کہ عمرؓ کی مانند دو ہزار سال قبل ایک بادشاہ ہوا تھا۔ جسکے کوائف ان سے ملتے جلتے ہیں۔ جو کچھ اسکے ساتھ پیش آیا وہی عمر رضؓ کے ساتھ ہوتا رہا ہے اور آئندہ بھی ایسے حالات متوقع ہیں۔ تاریخ الخلفاء میں علامہ سیوطی رحؒ نے ذکر کیا ہے۔ جب عموریہ فتح ہوا تو کنیسہ پر سنہری حروف سے عبارت تحریر دیکھی گئی۔ راہب نے بتایا بعثتِ نبویؐ سے دو ہزار سال پرانی ہے جسکے معنی " وہ صاحبِ غار ہے اور یہ اخیار میں سے ایک اور وہ شہروں کا فریادرس ہے۔ اور یہ ابرار کا امام ہے۔ جو کوئی ان چاروں میں سے کسی کی تنقیص کرے اس پر جبار کی لعنت ہو"

اس سے عیاں ہے کہ اسوقت بھی ایسے چار مقربانِ الٰہی حکمران تھے جنکے مثیل خلفائے راشدین ہوئے۔ اسمیں ایک خاص بات یہ ہے کہ پہلے کے مثیل سیّدنا ابابکر صدیق اکبرؓ اور دوسرے علی المرتضیٰ ہوئے۔ آپ کا یہ مقام اگر صدیقہ رضؓ نہ بتاتیں تو قیامت تک اوجھل رہتا۔ قرآن میں مصطفین الاخیار آیا ہے۔ مخلوق جو برائیاں اور نافرمانیاں کرتی ہے۔ وہ بلاؤں اور وباؤں کی صورت میں ان پر پلٹتی ہیں یہ اخیار کا گروہ ہے جو اپنی ہمتِ باطنی سے انسانوں کا حصن بنتا ہے۔ جیسا کہ آیہ شریف۔ کُلَّ شَیءٍ احصینٰہ فی امامٍ مبین۔ امام صرف اپنی ذات تک کیلئے اور امام مبین دوسروں کیلئے ہوتا ہے۔

عثمان ذوالنورین رض کے خلاف محمد بن ابی بکر کی ہمدردی میں بنو تمیم سے جو لوگ آئے تھے۔ ان کا سرغنہ حرقوص بن زہیر سعدی تمیمی تھا۔ دوسرے لوگوں میں عبدالقیس کے حکیم بن جبلہ کا گروہ بشیر بن شریح قیسی اور ذریح بن عباد تھے۔ آپ نے خطبۂ جمعہ میں حاضرین کو بتایا کہ آنحضور ؐ نے اسکی خبر دی تھی کہ یہ بہترین اُمت پر خروج کریں گے۔ اور انکو ملعون فرمایا تھا۔ اسکی تائید محمد بن مسلمہ رض اور اُسامہ بن زید رض نے کردی تو نمازیوں نے بلوائیوں کو باہر نکال دیا انہوں نے باہر سے سنگباری شروع کردی۔ اور عثمان غنی رض کو زخمی کردیا۔ علی المرتضےٰ اور زبیر رض وطلحہ رض عیادت کیلئے گئے تو وہاں موجود امویوں نے علی المرتضےٰ پر الزام لگایا کہ یہ سب کچھ ان کا کیا دھرا ہے۔ علی المرتضےٰ نے عثمان رض کی حفاظت کیلئے حسنین رض کو مقرر کردیا۔ مغیرہ بن الاخنس بن شریق ثقفی رض عثمان رض کی مدافعت میں شہید ہوگئے اور ابوہریرہ زخمی ہوئے۔

لبنان میں امل ملیشیا نے فلسطینی پناہ گزینوں کیساتھ جس طرح کا شرمناک سلوک کیا ہے۔ اور درندگی کا جو مظاہرہ اقوامِ عالم نے دیکھا ہے اس سے عثمان رض اور حسین ؑ کی شہادت کے واقعات کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رض مکہ میں تھیں جب امام الائمہ کی شہادت اور اہل مدینہ کی بے بسی کی خبریں مکہ پہنچیں۔ تو مسلمان اُم المؤمنین کے گرد جمع ہونے لگے۔ آپ رض نے فرمایا قرآن حکیم گواہ ہے[1] کہ آنحضور ؐ نے عثمان مظلوم کے قصاص کی بیعت لے لی تھی۔ جسکے مسلمان پابند ہیں۔ اور اللہ اس قبل از وقوع بیعت پر راضی ہوگیا۔ خود عثمان رض بھی اپنے قاتلین کو معاف نہیں کر سکتے تھے کیونکہ ان کی طرف سے بھی آنحضور ؐ نے اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ میں دیکر بیعت کی تھی۔ اور آپ ؐ کا کوئی کام منشائے ایزدی کے بغیر نہ ہوتا تھا۔ اس لئے خدائے قدوس کی خوشنودی کی خاطر مسلمانوں کو قصاص لئے بغیر بیٹھنا نہ چاہیئے۔

طلحہ رض اور زبیر رض بھی مکہ پہنچ گئے اور سارے واقعات کی تصدیق ہوگئی کہ باغی مدینہ پر قبضہ جمائے بیٹھے ہیں۔ چونکہ عراق کے فسادیوں کی اصل بصرہ و کوفہ تھی اس لئے عبداللہ بن عامر رض نے فوجی نکتۂ نگاہ سے صحیح مشورہ دیا کہ بصرہ پہنچکر اہل یمن اور بنو تمیم کے بقیہ کو ہمنوا بنا کر فسادیوں کے

---

[1] لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ (۴۸ : ۱۸)

خلاف جنگی اقدام کرنا چاہیئے۔ علوی عامل بصرہ عثمان بن حنیف مزاحم ہوا تو اسودؓ بن سریع سعدی التیمی نے اُسکو ڈانٹا۔ کہ یہ لوگ خونِ عثمان رضؓ کے قصاص کیلئے ہم سے مدد کے طلبگار ہوئے ہیں۔ جو دین کا اولین فریضہ ہے۔ اس پر لوگوں نے عثمان رضؓ اور اُسکے خطیب سعد کوفی کے کنکریاں ماریں۔ جاریہ بن قدامہ سعدی تیمی علی المرتضےٰ کا طرفدار تھا۔ حرقوص بن زہیر بھی حکیم بن جبلہ عبدی سے علیحدہ ہو کر قبیلہ میں آگیا۔ اس طرح قبیلہ دو فریقوں میں تقسیم ہو گیا۔

جاریہ نے صدیقہ رضؓ سے گستاخانہ لہجہ میں واپسی کا مطالبہ کیا۔ صدیقہ رضؓ کے ساتھیوں نے قاتلینِ عثمان رضؓ کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ جب حرقوص کو پکڑنا چاہا تو تمیمیوں کی چھ ہزار تلواریں نیام سے باہر آگئیں۔ علی المرتضےٰ بھی لشکر لے کر آگئے۔ قعقاع تیمی نے جنگ جمل رکوانے کی انتہائی کوشش کی اور فریقین میں مصالحت اور کسی نتیجہ کے قریب پہنچنے پر معاملہ پہنچ گیا۔ تو فسادی خوفزدہ ہوئے کہ اسکے نتیجے میں ان کی خیر نہیں۔ اس لئے انہوں نے حکیم بن جبلہ عبدی کی قیادت میں صدیقہ رضؓ کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا۔ جسکا ذمہ دار انہوں نے علی المرتضےٰ کو سمجھا اور اسے بدعہدی پر محمول کیا۔ جنگ کے شعلے بھڑک اُٹھے۔

احنف بن قیس سعدی التیمی اپنی قوم کو لیکر بصرہ سے ۳ میل مقام جنجا پر خیمہ زن ہو گیا۔ عمرو بن حصین بھی غیر جانبدار رہا۔ (خالد بن ولید کے کمک طلب کرنے پر صدیق اکبر رضؓ نے صرف قعقاع کو بھیجا تو اصحاب نے حیرت سے وجہ پوچھی۔ فرمایا جس لشکر کے ساتھ قعقاع ہو گا اُسے کبھی شکست نہ ہو گی)

عبد اللہ بن عامر رضؓ حرقوص کے خاندان کی پناہ میں تھے۔ اُم المؤمنین کے ہمرکاب رہے پھر شام چلے گئے۔ جنگِ صفین میں حکم تسلیم کرنے پر علی المرتضےٰ سے علیحدہ ہو کر ۱۲ ہزار کے لشکر کو بھی لے گیا۔ اور اعلان کیا کہ یہ دونوں (علی و معاویہ) اپنے نفسوں کیلئے اُمت کو باہم لڑا کر تباہ کر رہے ہیں۔ یہ خوارج کہلائے ان کا سیاسی نظریہ یہ تھا کہ تمام انسان برابر ہیں ان پر کوئی حاکم نہیں ہو سکتا۔ حاکمیت صرف اللہ تعالےٰ کی ہے۔ لا حکم الا للّٰہ ان کا نعرہ تھا۔ کسی خلیفہ و امام کی ضرورت نہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیلئے ایک شخص کی بجائے چند برگزیدہ اصحاب علم و تقویٰ کی مجلسِ شوریٰ فرائض سرانجام دے۔ جسے عامۃ المسلمین کی تائید و حمایت حاصل ہو۔ کسی قریشی وغیرہ کو کوئی فضیلت حاصل نہیں اور نہ ہی کسی کا کوئی خاص حق ہے۔

اہلِ قریش نے من گھڑت دلیلوں سے اسلام کی بنیاد اخوتِ اسلامی پر کلہاڑا چلایا ہے۔ عجمیوں کا سا استبدادی نظام لانا چاہتے ہیں اور نبی کے نام سے فائدہ ناجائز حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ جو کہتے تھے کر کے بھی دکھا دیا۔ اور ایک مثالی معاشرہ قائم کیا مگر عامۃ المسلین پر سختی بپا اور قتلِ عام نے انکی تحریک کو نقصان پہنچایا۔ قریش نے مال وزر سے کام لیکر نظریات کو شکست دیدی۔

علی المرتضٰی نے یمن پر عبید اللہ بن عباسؓ کو مقرر کیا تو اہلِ یمن عثمان کی طرفداری میں ہمیشہ اسے کوستے رہتے۔ ابن عباس سختی کرتے تو وہ مذمت شروع کر دیتے۔ علی المرتضٰی نے ان کی اصلاح کیلئے آدمی بھیجا اور فوج بھیجنے کی دھمکی دی۔ تو انہوں نے معاویہؓ سے مدد مانگ لی۔ امیر معاویہ نے ایک کٹر، سنگدل اور سخت گیر قریشی بسر بن ارطاۃ کو منتخب کیا۔ اور اسے اس امر کی اجازت دی کہ اپنی فوج کیلئے اپنی مرضی کے آدمی منتخب کرلے۔ پھر اسکو ہدائت کی کہ علیؓ کے حامی دیہاتیوں پر اسقدر سختی کرنا کہ ان کے دل خوف و دہشت سے بھر جائیں۔ اہلِ مدینہ کو اسطرح لرزہ بر اندام کرنا کہ انکو موت نظر آنے لگے پھر مکہ جا کر نرمی کا سلوک کرنا۔ انکو قطعاً خوفزدہ نہ کرنا بلکہ حسنِ سلوک سے خوش کر دینا۔ پھر یمن پہنچکر علی کے عامل کو بھگا دینا اور عثمانیوں کی دلجوئی کرنا۔

بسر نے ان ہدایات کے مطابق نہ صرف پوری طرح عمل کیا بلکہ اپنی طرف سے بھی ایزادی کی۔ سنگدلی، لوٹ مار، سخت بے حرمتی میں بہت کچھ اضافہ کیا۔ دیہاتیوں پر بڑی طرح جھپٹ پڑا اور بڑی زیادتیاں کیں۔ مدینہ والوں کو اتنا تنگ کیا کہ مصائب کی تصویریں ان کی آنکھوں میں پھر گئیں۔ پھر مکہ جا کر پُر سکون رہا مگر طائف والوں پر حملہ کا ارادہ کیا۔ تو مغیرہ بن شعبہؓ نے سمجھا بجھا لیا اور حملہ سے باز رکھا۔ پھر یمن میں داخل ہو کر بڑی خونریزی کی۔ امیر معاویہ کے لئے بیعت لی۔

جب علی المرتضٰی کو اطلاع ہوئی تو جاریہ بن قدامہ کو دو ہزار لشکر کے ساتھ بھیجا۔ بسر بھاگ نکلا مگر واپسی کے وقت بہت قتلِ عام کیا۔ ابن عباس کے دو معصوم بچوں کو ذبح کر دیا۔ بڑی لوٹ مار کی۔ جاریہ نے یمن جا کر خونریزی میں اور اضافہ کیا عثمانیوں کو تہہ تیغ کر دیا۔ جب مکہ پہنچا تو علی المرتضٰی کی شہادت کی خبر ملی تو وہ سیدھا کوفہ کو ہو لیا۔ بسر دیوانہ ہو گیا۔ ہر وقت تلوار تلوار کی رٹ لگائے رکھتا اُسکے گھر والوں

نے بکرمٹی کی تلوار بنوا کر تھما دی ۔ اور آگے سرہانے رکھ دیئے جن پہ ہر وقت مشق آزمائی کرتا ۔ اس طرح اسکی موت آئی ۔

یہی وجہ ہے کہ اہلِ یمن نے دونوں قریشی امیروں کے خلاف ہمیشہ خوارج کا ساتھ دیا عمان میں آج بھی دونوں کے بارے میں بڑی رائے پائی جاتی ہے ۔ جسکا علی الاعلان اظہار کرتے ہیں ۔ اہلِ تشیع کو اسلام کا دشمن نمبر ایک جانتے ہیں ۔

عمرؓ فاروق رضؓ کی نانی اور عکرمہ بن عمرو بن ہشام کی دادی اسمآ بنت مخزبہ بنو تمیم سے تھی ۔

شکستِ عمرؓ و رضؓ پشتِ ہُزبر ان اجم را ۔ برباد و فنا داد رگ و ریشۂ جم را
این عربدہ بر غصبِ خلافت زعلیؓ نیست ۔ با آلِ عمرؓ کینہ قدیم است عجم را

احنفؓ بن قیس تمیمی :-

هَلَكَ كِسْرٰى وَلَا كِسْرٰى بَعْدِي هَلَكَ قَيْصَر وَلَا قَيْصَر بَعْدِي ۔

بادشاہوں کے استبدادی نظام کو ختم کرنے کی سعادت عمرؓ فاروق رضؓ کو نصیب ہوئی ۔ شاہ ایران رضا شاہ پہلوی نے کسرٰی بننے کی طمع کی تو زمین نے اُسکو رد کر دیا ۔ اور جس حکمران نے اُسکو پناہ دی وہ بھی مغضوب قوم یہود کا دوست بن کر ہلاک ہوا ۔

ایوب خان نے آپ ﷺ کے فرمان " بکریوں میں برکت ہے " کا مذاق اڑایا اور حکم جاری کیا " بکریاں مار دو " خود ذلت اٹھائی ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ۔ یورپی مؤرخین فتح ایران میں عرب کے مدبر احنف بن قیس سعدی التیمی کی مشاورت و رفاقت اور عملی اقدامات کو عمرؓ فاروق رضؓ کی خوش قسمتی سمجھتے ہیں ۔

عمرؓ فاروق رضؓ سے انکے تعارف کا واقعہ یہ ہے کہ اہلِ بصرہ کا وفد ان کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ جنکے ہمراہی احنف کی شخصیت نے عمرؓ فاروق رضؓ کو اپنی طرف متوجہ کیا جو جسم پر معمولی لباس پہنے ایک طرف خاموش بیٹھے رہے ۔ دوسرے ارکانِ وفد باتیں کرتے رہے ۔ عمرؓ فاروق رضؓ نے احنف رضؓ سے پوچھا تمہاری کچھ حاجت نہیں ؟ تو بولے ۔ اے امیرالمؤمنین ! بھلائی کی کنجیاں تو اللہ عزوجل کے دستِ قدرت میں ہیں ۔ ہمارے بھائی ایسی بستی بسا کر بیٹھ گئے جو گذشتہ قوموں کا مسکن ہے ۔ ان کے ایک طرف میٹھا پانی اور دوسری جانب سبز باغات ہیں (کوفہ) اور ہمارے

قبیلے کا حال یہ ہے کہ ایسی جگہ رہتے ہیں (بصرہ) جسکی زمین شور ملی ہے سیم زدہ ہے کثرت سے جھاڑیاں ہیں۔ نہ وہاں نمی خشک ہوتی ہے نہ چارہ پیدا ہوتا ہے۔ اسکے ایک طرف سمندر ہے دوسری جانب بے آب وگیاہ بیابان۔ ہم نہ مویشی رکھ سکتے ہیں نہ کھیتی کر سکتے ہیں۔ ہماری روزی شتر مرغ کی روزی کی مانند اتفاقی امر ہے۔ ہماری عورتوں کو پینے کا پانی لانے کیلئے دو فرسخ جانا پڑتا ہے۔ جو اپنے شیر خوار بچوں کو اس ڈر سے گلے سے باندھے رکھتی ہیں کہ کہیں کوئی دشمن یا درندہ نہ اٹھا کر لیجائے۔ ضعیف لوگوں کیلئے یہ کیسی مصیبت ہے۔ اگر آپ نے ہمارے لئے کوئی آسانی پیدا نہ کی تو ہم بھی ہلاک شدہ قوموں میں جلد ہی گنے جائیں گے۔

عمرؓ بہت متاثر ہوئے۔ ان کے بال بچوں سمیت سب کے وظیفے مقرر کر دیئے اور عامل بصرہ ابوموسےٰ اشعری رضؓ کو حکم بھیجا کہ ان کے لئے نہر کھدوائی جائے۔ احنف کو اپنا مشیر بنا لیا اور ایران کی جنگ کے بارے میں اسکی رائے پوچھی۔ احنف نے کہا اصل فساد تنا ہنشائیت کا ہے جب تک یزدجرد زندہ ہے اسکے گرد ایرانیوں کی بھیڑ رہے گی۔ اور جنگ کا خاتمہ نہ ہو گا۔

جب یزدجرد ایران سے بھاگ کر خاقان کے پاس چلا گیا اور اسے بھی عربوں کے مقابل لے آیا۔ تو عمرؓ فاروق رضؓ نے احنف کے مشورہ سے عربوں کو دریائے جیحون کے پار اتر کر ترکوں سے جنگ آزما ہونیکی ممانعت کر دی۔ دورِ عثمانی میں عبداللہ بن عامر عامل عراق کو مشرقی محاذ سپرد ہوا تو اُسنے احنف کو طخارستان پر بھیجدیا۔ وہاں کے والی نے گرد و پیش کے لوگوں جوزجان طالقان فاریاب وغیرہ سے ۳۰ ہزار کی جمعیت فراہم کر لی۔ احنف کے ساتھ صرف ۴ ہزار عرب اور ایک ہزار بلوچ و جاٹ تھے۔

احنف نے ایک رات دو لشکریوں کو گفتگو کرتے سُنا جو کھانے پینے کے سامان میں لگے تھے۔ آٹا گوندھنے والے نے کہا۔ امیر کو پیش قدمی کرنی چاہیئے۔ جہاں دشمن ملے وہیں گتھ جائے۔ دوسرا جو ہنڈیا کے نیچے آگ دہکا رہا تھا۔ بولا یہ تو کوئی رائے نہ ہوئی۔ امیر کے لئے مناسب ہے کہ گھاٹی میں داخل ہو کر مرغاب ندی کو دائیں جانب اور پہاڑ کو بائیں جانب رکھ کر دشمن کا سامنا کرے اسطرح مقابلہ برابر ہو گا اور دشمن کی کثرت بیکار ہو گی۔

یہ رائے احنف کو بہت پسند آئی۔ صبح لشکر کو تیار کیا اور تقریر کی "اے بنی تمیم! باہم محبت رکھو۔ فراخ حوصلہ اور کشادہ دست رہو۔ تمہارے معاملات درست رہیں گے ہمیشہ اپنے

شکموں اور شرمگاہوں کے مقابلہ میں جہاد کرتے رہو۔ تمہارا دین درست رہے گا۔ غنیمت میں خیانت نہ کرو۔ تمہارے لئے تمہارا جہاد موجب سلامتی ہے۔"

مقابلہ کے وقت والی صغانیہ نے احنف پر نیزے سے حملہ کیا۔ احنف نے نیزہ چھین کر اُسے اور اسکے تین ساتھیوں کو وہیں ڈھیر کر دیا۔ دشمن بھاگ نکلا۔ مجاہدوں نے بہتوں کو قتل کیا باقی جوزجان بھاگ گئے تو احنف نے اقرع بن حابس کو پیچھے لگا دیا۔ جس نے جوزجان بزور فتح کر لیا۔ احنف نے طالقان فاریاب وغیرہ صلح سے قابو کر لئے پھر بلخ آئے ابنِ عامر نے احنف کو خراسان کے ایک بڑے حصے کا والی بنا دیا وہ ترکوں کے حملوں کا مقابلہ کرتے رہے جو مار کھا کر بھاگ جاتے۔ ہیا طلہ ایران سے فیروز کے نکالے ہوئے تھے۔ جو آپسمیں اپنی خواہش پوری کر لیتے تھے۔ یہ ہرات سے نکل کر قہستان میں آکر ترکوں سے گھل مل گئے تھے۔ احنف نے ان کی سرکوبی کی۔ انکو زیر کیا بعد میں عبد اللہ بن حازم سُلیمی نے انکو ترمذ سے بھی نکال دیا۔ ان کی باقیات صُوبہ سرحد میں موجود ہیں۔

احنف رض شہادتِ عثمان رض سے قبل بصرہ واپس آگئے۔ اور فتنہ سے بچے رہے۔ جنگِ جمل کے بعد علی المرتضیٰ کے پاس آتے تو آپ رض نے کہا۔ تم انتظار کر چکے؟ جواب دیا میں نے اسی میں بھلائی دیکھی۔ جو کچھ ہُوا آپ کے ہی حکم سے ہُوا۔ اب نرمی اختیار کیجئے۔ آپ نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ بعید اور دراز ہے اور آپ کو بہ نسبت کل کے آج ہماری زیادہ ضرورت ہے۔ آپ مجھ ایسے آدمی سے ایسی گفتگو نہ کریں۔ کیونکہ میں آپ کا ہمیشہ ناصح اور ہمدرد رہوں گا۔ جنگِ صفین میں علی المرتضیٰ کے ساتھ رہے۔ جب ابو موسیٰ اشعری کو حَکَم بنایا گیا تو احنف رض نے کہا۔

"ان کے ہمراہ مجھے بھی کر دیں اور اپنی طرف سے اختیار دے دیں۔"

معاہدہ میں سے امیر المؤمنین کا لفظ کاٹنے پر بھی منع کیا۔ کہ اس سے بدفالی ہوتی ہے مگر اشعث بن قیس کندی، یزید بن حصین اور مسعر بن فدک نہ مانے۔

جب ابنِ عباس رض ناراض ہو کر بصرہ سے مکہ روانہ ہونے لگے تو بصریوں نے ان کا مال لُوٹنا چاہا۔ تو احنف نے اُنکو بھگا دیا اور بڑی عزت سے الوداع کہا۔

احنف کو عمر فاروق رضؓ نے مشرق کا سردار کہا تھا۔ امیر معاویہ بھی ان کا احترام کرتا اور مشورے طلب کرنے لگا۔ ایک مجلس میں پوچھا۔ اے ابو بحر! زمانہ کیسا آگیا؟ احنف بولا زمانہ تو ہی ہے اگر تو درست رہے گا۔ تو زمانہ بھی درست رہے گا۔ اور اگر تو فاسد ہو گیا تو زمانہ بھی فاسد ہو جائے گا۔ کیونکہ دُنیا عدل سے معمور اور جور سے برباد ہوتی ہے۔

ایک بار معاویہ نے جتلایا اور جنگِ صفین میں احنف کی مخالفت کے حوالہ سے کہا میرے دل میں صفین کی یاد شاید آخر وقت تک تکلیف دہ رہے گی۔ احنف نے جواب دیا۔ اے معاویہ! ہمارے دل جو تجھ سے نفرت کرتے تھے۔ اب بھی ہمارے سینوں میں دھڑکتے ہیں اور وہ تلواریں جو تیرے مقابل کھینچی گئی تھیں ہنوز نیاموں میں ہیں۔ اور ابھی زنگ آلود نہیں ہوئیں۔ اگر تو جنگ کیلئے ایک قدم بڑھے گا تو ہم دس قدم بڑھیں گے۔

معاویہ کی بہن پردے کے پیچھے گفتگو سُن رہی تھی اُس نے پوچھا یہ کون تھا۔ جو دھمکیوں پر اُتر آیا؟ معاویہ نے کہا یہ ایک ایسا شخص ہے جسکا غصہ ایک لاکھ تمیمی تلواروں کو بغیر سبب دریافت کئے میانوں سے باہر لا سکتا ہے۔

امیر معاویہؓ کے بعد عبد الملک بن مروان نے جہاد کو جاری رکھا۔ اُس نے اپنے بھائی مُسلمہ کو ایلون رُومی کے خلاف ۸۰ ہزار کی جمعیت کیساتھ بھیجا اور اُسکو تاکید کی کہ مقدمہ پر محمد بن احنف بن قیس تمیمی کو رکھے اگر وہ شہید ہو جائے تو اُس کی جگہ محمد بن خالد بن ولید رضؓ کو مقرر کرے۔

امیر معاویہؓ یزید سے ناراض تھے اُس نے احنف بن قیس کو بلوانے بھیجا جب وہ آگئے تو کہا۔ "اے ابو بحر! اولاد کے بارے میں کیا رائے ہے؟ احنف نے کہا اے امیر! یہ ہمارے دِلوں کے پھل اور پُشت کے ستون ہیں۔ ہم انکے لئے خوار زمین اور سایہ دار آسمان ہیں ہم انہی کے سبب ہر بلند چیز تک پہنچتے ہیں۔ اگر یہ کچھ مانگیں تو انہیں دیجئے۔ اور اگر یہ ناراض ہوں تو ان کو راضی کیجئے۔ اس پر اتنے ثقیل نہ ہوں کہ یہ آپ کی زندگی کو ناپسند کرنے لگیں اور آپ کی موت کی آرزو کرنے لگیں۔ آپ کے قرب کو بُرا سمجھنے لگیں۔

امیر معاویہؓ نے کہا۔ "بخدا اے احنف جب تم آئے ہو یزید پر میں بھرا بیٹھا تھا" جب احنف اُٹھ کر چلے گئے تو امیر معاویہؓ نے یزید کو راضی کرنے کیلئے دو ہزار درہم اور دو سو کپڑے

بھیجے یزید نے ان میں سے ایک ہزار درہم اور ایک سو کپڑے احنف کے ہاں بھیج دیتے گویا اُس نے انصاف کیا یعنی نصف نصف کر لیا۔

احنف بن قیس کے اقوال:۔

تنگ دل کا کوئی دوست نہیں۔ جھوٹے کو وفا نہیں۔ حاسد کو آرام نہیں۔ کمینے کو مروّت نہیں۔ بدخلق کو سرداری نہیں۔

شبث بن ربعی تمیمی رضؓ:۔

یکم ذوالحجہ ۳۶ھ۔ علی المرتضےٰ کیطرف سے امیر معاویہ رضؓ کے پاس جو پہلا وفد بھیجا گیا۔ اُس میں شبث رضؓ کے علاوہ سعید بن قیس ہمدانی، بشیر بن عمرو رضؓ انصاری تھے۔ اوّل بشیر رضؓ نے نصیحت کی جس پر معاویہ رضؓ نے خونِ عثمان رضؓ سے دستبرداری کو محال کہا (ابنِ عباس رضؓ نے کہا اگر خونِ عثمان رضؓ کا قصاص نہ طلب کیا جاتا تو آسمان سے پتھر برستے) اس پر شبث رضؓ بولے۔ اے معاویہ رضؓ! تم خونِ عثمان کو چیندا وباشوں کمینوں اور فتنہ گروں کے ذریعے طلب کرتے ہو۔ ہم تمہارے مطلب کو خوب سمجھتے ہیں۔ آخر تم نے عثمان رضؓ کی امداد کرنے میں تاخیر اسی لیے کی تھی۔؟ اللہ کا خوف کرو۔ جو بات تیرے دل میں سماتی ہے اُسے نکال دو اور جو امارت کا مستحق ہے اُس سے جھگڑا نہ کرو۔

معاویہ رضؓ نے کہا مجھے تیری شرافت کا علم ہے تو یہاں سے چلتا بن تیرے اور ہمارے درمیان تلوار ہے۔ شبث رضؓ بولے تو کیا ہمیں تلوار سے ڈرائے گا۔ واللہ ہم بہت جلد تمہارے بدبخت سروں پہ چمکتی تلواریں برسائیں گے۔

دوسری مرتبہ شبث رضؓ کے ساتھ عدی رضؓ بن حاتم طائی، یزید رضؓ بن قیس الارحبی، زیاد رضؓ بن حفصہ بھیجے گئے۔ عدی تقریر کرنے لگے تو معاویہ رضؓ نے ٹوکا کہ تو قاتلین عثمان رضؓ میں سے ہے اللہ تعالیٰ اسکے بدلے تجھے بھی قتل کرائے گا۔ پھر یزید نے تقریر کی اور جماعت میں تفرقہ سے ڈرایا تو معاویہ بولا جماعت کی بابت تم کیا کہتے ہو اور تم ہمیں جماعت کیطرف کیا بلاتے ہو۔ جماعت تو ہمارے ساتھ بھی ہے۔ ہم تمہارے صاحب کو اس امر کا مستحق نہیں سمجھتے کیونکہ اُس نے ہمارے خلیفہ کو قتل کرایا۔ اور قاتلوں کو پناہ دی۔ صُلح تو اس وقت ہو سکتی ہے جب عثمان رضؓ کے قاتلوں کو ہمارے حوالہ کر دے۔

شبث رضؓ نے کہا۔ اللہ تجھے ہدایت دے کیا تو عمار رضؓ کو قتل کرے گا۔؟ معاویہ رضؓ نے کہا مجھ کو کیا چیز اسکے قتل سے مانع ہے؟ واللہ اگر مجھے موقع مل گیا تو عثمان رضؓ کے غلاموں کے بدلے اسکو مار ڈالوں گا۔ ہم عثمان رضؓ کے قاتلوں کو شرق و غرب میں زمین کے گوشوں اور سمندر کی تہوں سے ڈھونڈ کر جہنم رسید کریں گے۔ شبث نے کہا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تو اس امر (خلافت) پر اسوقت تک قادر نہ ہوگا جب تک زمین تجھ پر تنگ نہ ہوگی۔ معاویہ رضؓ نے جواب دیا اگر ایسا موقع آیا تو اللہ تعالیٰ تجھ کو اس میں ضرور مبتلا کرے گا۔ معاویہ رضؓ نے زیاد کو اپنا ہمنوا بنانے کا چارہ کیا امارت کی پیش کش بھی کی۔

پھر ایک وفد معن بن یزید بن الاخنس، حبیب بن مسلمہ، شرجیل بن السمط، پر مشتمل علی المرتضیٰ کے پاس جواباً بھیجا۔ حبیب نے وہی باتیں دہرائیں جو معاویہ کہتا تھا کہ تو عثمانؓ کا قاتل ہے اور اگر تو اس سے بری الذمہ ہے تو قاتلوں کو ہمارے حوالے کرو اور امارت سے دستبردار ہو جاؤ۔ مسلمان جسکو چاہیں گے اپنا امیر منتخب کر لیں گے اور تم اسکی شہادت دو کہ عثمان رضؓ مظلوم شہید ہوئے۔ علی المرتضیٰ نے جواب دیا۔ میں نہ عثمانؓ کو ظالم کہتا ہوں نہ مظلوم۔ (لَا تَظلِمُونَ وَ لَا تُظلَمُونَ کے حکم کے تحت ظلم کرنا اور ظلم سہنا دونوں برابر ہیں)

تمام انسان چار گروہوں میں تقسیم ہیں۔ ظالم۔ مظلوم۔ غیر جانبدار اور وہ مجاہد جو ظلم کے تدارک کیلئے مظلوم کے حق میں ظالم کے خلاف جد و جہد میں اپنی جان و مال اور آبرو کو بھی خطرہ میں ڈالنے سے بے خوف ہوتے ہیں۔ جو شخص مظلوم کو ظالم کے پنجے سے چھڑانے کے فرض سے غافل ہے اُسکا دل و دماغ شرافتِ نفس اور شجاعت کے ان اعلیٰ تصورات سے یکسر خالی ہے جس نے انسان کو اشرف المخلوقات کا اعزاز بخشا وہ امن پسند نہیں بلکہ قابلِ نفرت بزدلی اور شرمناک نامردی کا مترادف ہے۔ دراصل مظلوم وہ ہے جو صداقت کو ہاتھ میں لئے ہوئے ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرے۔

حجرؓ بن عدی کندی کو ذاتی اختلاف کی بنا پر قتل کرا دینے پر امیر معاویہ پر زبردست حرف آیا۔ اُم المؤمنین صدیقہ رضؓ نے فرمایا معاویہ! تیرے حلم کو کیا ہوا؟ کہ حجرؓ جیسے محترم بزرگ کو قتل کرا دیا۔ عائشہ بنت سعد بن ابی وقاصؓ نے کہا، کاش یزدجرد کے مقابل جنگِ جلولا

میں حجرؓ کی بہادری کے کارناموں کو معاویہ رضؓ نے دیکھا ہوتا ، کہ وہ کس قدر اسلام کے لئے مفید ہستی تھی ۔

علی المرتضےٰ کے سامنے کسی نے معاویہ کی ذم کی تو آپ نے اُسے جھڑک دیا کہ او کمینے ! یہ میرے اور میرے بھائی کے درمیان معاملہ ہے ۔ اس بارے میں یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ اپنے والدین کی طرح یہ دونوں اصحاب آپس میں گہرے دوست تھے ۔ اکٹھے بیٹھے تھے کہ عباسؓ نے آکر کہا علی ! محمدؐ پہ وہی وقت آ گیا اور وہی علامات ظاہر ہو گئی ہیں جو بنو ہاشم کے آخری وقت ہوا کرتی ہیں ، تو اپنے لئے کہلوا لے ۔ علی بولے چچا آپ نے جب امارت طلب کی تھی تو صاف جواب مل گیا تھا ۔ اب اگر مجھے بھی ویسا ہی جواب ملا تو مسلمان قیامت تک ہمیں آگے نہ کریں گے ۔

عباسؓ کے جانے کے بعد علی المرتضےٰ نے معاویہؓ کو بھیجا کہ ذرا معلوم کرو آپؐ کا جانشین کون ہوگا ۔ معاویہؓ کو جواب ملا صدیق (النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین) علی بولے ۔ صدیق بھی اتنی ہی عمر لیں گے جتنی آنحضورؐ کی ہوگی ۔ جاؤ پوچھو اُن کے بعد کون ہوگا ۔ جواب ملا فاروق رضؓ ۔ علی نے کہا وہ تو شہید ہوں گے جیسا کہ اُحد پہاڑ کو آپؐ نے فرمایا ٹھہر ارہ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں ۔ اسوقت آپ کے ساتھ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمان رضؓ تھے ۔ معاویہ نے پھر پوچھا تو فرمایا ذوالنورینؓ ۔ معاویہ نے پوچھا ۔ عثمان رضؓ کے بعد کون ہوگا ۔ آپؐ نے فرمایا سائل ۔ معاویہ نے خوش خوش واپس آکر علی المرتضےٰ سے کہا "ملا عثمان رضؓ کے بعد تم ہو گے ۔" علی نے پوچھا کیا الفاظ تھے ۔ کہا ، سائل فرمایا تھا ، علی نے کہا معاویہ تجھے تو میں نے سوال دے کر بھیجا تھا ۔ سائل تو میں ہوں ۔

(اگر اس بات میں کوئی حقیقت ہے تو اسقدر خونریزی کیوں ہوئی ؟)

یہ بھی بیان ہوا ہے کہ کسی نے علی المرتضےٰ سے بعد جنگ صفین یہ واقع بیان کیا کہ ایک اعرابی نے آنحضورؐ سے کشتی لڑنے کی شرط پر اسلام قبول کرنے کا عہد کیا ۔ معاویہؓ پاس بیٹھا تھا ۔ کہا آنحضورؐ سے پھر لڑ لینا پہلے میرے ساتھ لڑ لے ۔ معاویہ قدکاٹھ کے مضبوط جسم کے تھے ۔ اعرابی کو اسقدر دبایا کہ وہ فوراً ہار مان گیا ، تو آنحضورؐ نے فرمایا کہ معاویہ کو کوئی شکست نہیں دے سکتا ۔

علی المرتضےٰ رضؓ نے اس راوی کو کہا ۔

"کمبخت تو نے آنحضورؐ کا فرمان پہلے کیوں نہ بتایا ۔"

دراصل بیدار مغز اور ذہین انسانوں کی طبائع میں سختی ہوتی ہے جیسا کہ علی المرتضےٰ کا معاملہ ہے ۔ نرمی کا جذبہ سیدھے سادے بھولے بھالے انسانوں میں ہوتا ہے ۔ ہوشیار لوگ تیز فہم اور ذہنی دُور رس نگاہوں سے کاموں کے انجام کو قبل از وقت بھانپ لیتے ہیں ۔ جہاں عام انسانوں کے ذہنوں کی رسائی نہیں ہوتی ۔ اسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا ۔ سیروا علیٰ سیر اضعفکم ۔ کمزور نحیف لوگوں کی چال چلو ۔ حاکم بہت زیادہ ذہین و بیدار مغز نہ ہوتا کہ ابنِ سمعیہ اور اُسکے بیٹے کی مانند ملت کیلئے مصائب کا سبب نہ بنے ۔ جنہوں نے دنیوی مفادات کے حصول کیلئے اور نقصانات سے بچنے کی خاطر غلط روش کا شوق بنام سیاست پیدا کر کے اخروی فلاح سے بیگانہ کر دیا ۔ اغراض و شہوات کو اُبھار کر نظامِ عدل کو برباد کر کے رکھ دیا ۔ اُسکے مثیل نے یہی کچھ یہاں کیا ۔ لوگ خُدا کے خوف سے بے نیاز اور شرعی تقاضوں کو بُھلا کر اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو گئے ۔ ایثار جو مساوات سے افضل ہے چھوڑ بیٹھے ۔ حقائق کو نظر انداز کر کے حقوق کے نعرے لگانے شروع ہو گئے ۔

علی المرتضےٰ نے بصرہ کا عامل عبداللہؓ بن عباس کو مقرر کیا اُس نے وہاں کچھ سختیاں شروع کیں ۔ تو افراتفری مچ گئی ۔ امیرالمومنین علی رضؓ نے بنو سعد بن بکر کے عتبہ بن اخفس کے ہاتھ خط بھیجا ۔ دیکھو بصرہ شیطان کے اُترنے اور فتنے پھوٹنے کی جگہ ہے لہٰذا تم اہلِ بصرہ سے حُسنِ سلوک سے پیش آؤ ۔ اور ان کے دِلوں سے خوف کی گرہیں نکال دو ۔ مجھے بنی تمیم پر تمہارے غصّے اور سختی کی اطلاع ملی ہے ۔ دیکھو بنی تمیم وہ لوگ ہیں کہ ان کا کوئی ستارہ اسوقت تک غروب نہیں ہوتا جبتک دُوسرا طلوع نہ ہو گیا ہو ۔ انہوں نے نہ کبھی دورِ جاہلیت میں لڑائی میں پہل کی نہ اسلام میں ۔ اُن کا ہم سے قریبی تعلق اور رشتہ بھی ہے ۔ ہمیں ان کے ساتھ صلۂ رحم پر اجر ملے گا ۔ اور قطع رحمی پر گناہ ہوگا ۔ لہٰذا اے ابنِ عباس ! خُدا تم پر رحم فرمائے تم اپنی زبان اور ہاتھوں کے اچھے بُرے اعمال میں توقف و احتیاط برتو کیونکہ اس میں میری اور تمہاری ذمہ داری مشترک ہے ۔ تم میرے گمان کے مطابق بنو ۔ اور میری رائے اپنے بارے میں غلط نہ ثابت ہونے دو ۔ والسّلام

ابنِ عباس بصرہ سے مکہ آئے تو اپنی جگہ زیاد ابنِ سمعیہ کو مقرر کر آئے ۔ اُس نے بھی سخت وطیرہ اختیار کیا تو بغاوت پھوٹ پڑی ۔ علی المرتضےٰ سے کمک طلب کی ۔ آپ رضؓ نے اعین بن ضبیعہ

کو کمک دیکر بھیجا ۔ مگر زعین کو بصرہ پہنچتے ہی قتل کردیا گیا ۔ پھر جاریہ بن قدامہ کو مزید کمک کے ساتھ بھیجا جسکا تعلق بنی سعد تمیم کی شاخ بنو عقیم سے تھا ۔ یہی قبیلہ باغی ہو گیا تھا ۔ جاریہ نے سمجھا بجھا کر ان کو رام کرلیا ۔ مگر بنو تمیم باہمی اختلافات میں اُلجھ کر لڑ پڑے ۔ ابن الحضرمی مارا گیا ۔ اور اسکے ساتھی شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے ۔

علی المرتضٰی اپنے پیشرو کے قصاص کا فیصلہ کرنیکا حق منوانا چاہتے تھے ۔ بحیثیت امیر المؤمنین کے انکے ہر حکم کی تعمیل مسلمانوں کا اوّلین فرض تھا ۔ پہلے سب لوگ بیعت کریں تو جماعت قائم ہو جائے ۔ پھر جماعت کی قوت سے قاتلین سے نمٹا جائے ۔ مگر دُوسرا گروہ بضد تھا کہ قاتل تو آپ کے ساتھ ہیں ۔ پہلے قاتلین کو ہمارے حوالے کرو پھر بیعت کریں گے ۔

ہنود کی ہمسائیگی نے مسلمانانِ ہند کو بھی مُشرکوں جیسا بنا دیا ہے ۔ کہ تاریخ کو قرآن وسُنت پر ترجیح دیتے ہیں اور تاریخی شخصیات کو دیوتاؤں کا درجہ دیکر ان سے دیو مالائی قصے منسوب کردیتے ہیں ۔ فطرت اللہ ہے اور اللہ کی میزان ہماری رُوحوں میں موجود ہے ۔ جو شخص دُوسروں کے ساتھ جو معاملہ کرتا ہے اُسکا نتیجہ ضرور پاتا ہے ۔ خواہ نبی ہو یا وَلی یا عام آدمی ہو ۔ سَب کے لئے قانونِ قدرت ایک ہی ہے جو اعتراضات علی المرتضٰی نے اپنے پیش رَوؤں پر کئے وُہی اُن پر لوٹ آئے جیسا کہ ہمارے صدر محترم غلام اسحاق خان صاحب بحثیت سیکرٹری حکومت پاکستان بڑے نقاد تھے ۔ اب ساری قوم وہی اُن پر لوٹا رہی ہے ۔

علی المرتضٰی کو اللہ جل شانہٗ نے نبی صلعم کا وزیر بنایا پھر وہ آنحضورؐ کے جانشینوں کے بھی وزیر رہے ۔ جب آپ پہ خلافت کا بوجھ ڈالنے لگے تو یہی بات آپ نے بار بار فرمائی ۔ کہ لوگو ! مجھے وزیر ہی رہنے دو مگر لوگ جذباتی ہو چکے تھے ان کی بات پر غور نہ کیا ۔ عقیل و فہیم انسانوں کی خِلقت میں اللہ عزوجل نے چاندی رکھی ہے ۔ اور حکمرانی کیلئے مقررہ شخصیات کی خِلقت میں سونا رکھا ہے ۔ صنعتکار، دستکار اور کسانوں مزدوروں وغیرہ کی خِلقت میں تانبہ یا فولاد رکھا ہے جو جس مقصد کیلئے پیدا کیا گیا وُہ بحُسن وخوبی بجا لاتا ہے ۔ اگر اسکے خلاف ہو گا تو نتیجہ بھی خلاف ہو گا ۔ جس خطے میں اہلِ علم و دانش مقتدرہ میں ہیں وہ قومی قیادت کیلئے ایسے ہی لوگوں کا چناؤ کرتے ہیں پھر عوام الناس میں اسکی مقبولیت کیلئے راستہ نکال لیتے ہیں ۔ مگر ہمارے ہاں مقتدرہ کا یہ وطیرہ ہے کہ صرف کھلونوں کا انتخاب کرتے ہیں اور عوام کو بیوقوف بنانے کیلئے ذرائع ابلاغ کو استعمال کرتے ہیں

ان کا طریقہ واردات یہ ہے کہ پاکستان کو بھارت کا باجگذار بنانے کے ابلیسی گروہ کے فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کا چارہ کرتے ہیں۔ تو اسکے ردِ عمل سے حیران ہو جاتے ہیں جیسا کہ جنرل ضیاء الحق کے کیے کرائے پر پانی پھیرنے کیلئے پاکستان پیپلز پارٹی کو لانے کا چارہ کیا گیا۔

(نوٹ: بعض کی رائے ہے کہ آرمی چیف مرزا اسلم بیگ اور ڈیفنس سیکرٹری اجلال حیدر زیدی وغیرہم نے یہ سکیم مرتب کی۔ اخبارات اور ذرائع ابلاغ استعمال ہونے لگے۔ انگریز یہود و ہنود کی ایجنسیاں حرکت میں آگئیں۔ روس اور امریکہ کے ایجنٹ اپنی قوت کا مظاہرہ کرنے لگے۔ انتخابات ۱۹۸۸ء کے دوران فوجی افسران کو سندھ میں بہت سختی کرنے کی ہدایات دی گئیں تاکہ اُن کے خلاف نفرت پھیلے اور پیپلز پارٹی کے قائدین سے بیانات دلوائے گئے کہ ہم سندھ سے فوج نکال دیں گے۔ پنوں عاقل کی چھاؤنی اُٹھا دیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس سے سندھی عوام میں یہ تاثر پھیلا کہ فوج سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے پاکستان پیپلز پارٹی کو لانا ہی واحد حل ہے۔ پنجاب میں پولیس اور انتظامیہ کو اعلیٰ فوجی کمان کی طرف سے اپنا پورا اثر استعمال کرنے کی ہدایت ملی۔ افغانستان کے مسئلہ کا حل بھی یہی سوچا گیا۔ ذوالفقار علی بھٹو نے اپنی پارٹی کا نام جھنڈا منشور وغیرہ افغانستان کے وزیراعظم ہاشم میوندوال سے مستعار لیا تھا۔ ابتک اُسی کی پارٹی برسر اقتدار ہے اس لئے انہیں فیصلہ کرنے کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں مگر اسلامی ذہن حائل ہو گیا۔ جو سخت جان ہے۔ کشمیر کا مسئلہ ہضم کرنے کیلئے راجیو گاندھی کے آگے سے سب پردے اُٹھا دیئے گئے مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ راجیو ہی نہ رہا اور کشمیر میں جذبہ جہاد اُبھر آیا۔ اب ہمارے لئے معلوم کرنے والی بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا منشاء کیا ہے اور شیطان کا عمل کیا ہے)

علی المرتضٰے فرماتے ہیں زمین کبھی محبت اللہ سے خالی نہیں رہتی۔ ایک اُٹھتا ہے تو دوسرے کو منتقل کر کے جاتا ہے۔ اگر اسکے ساتھ ظاہری قوت لگ جاتی ہے۔ تو ظاہر و مشہور ہوتا ہے وگرنہ خائف و مغمور رہتا ہے۔ کہ اُس کے مقابل بھی قوت کام کرتی ہے۔ مسلمانوں کے ہر مکتبہ فکر میں حق و باطل کی آمیزش ہے۔ اس لئے ان کی عقلیں ماؤف ہیں صرف وہ جماعت جو ہوس اور شہوتِ نفس سے بری ہو چکے اور جانوں و مالوں سے جہاد کرتے ہیں ہدایت پہ ہیں۔ ایک بڑی جماعت قبروں کی ہڈیوں کو قندیلیں شمار کرتی ہے۔ دوسری جماعت نے امام کو ہی غائب کر رکھا ہے اور غار میں تلاش کرتی ہے باقی دانستہ و نادانستہ شیاطین کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔ ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں نہ خدا سے کوئی واسطہ ہے نہ نبیؐ سے واقفیت۔ اس زمانہ علم و آگاہی میں سب سے زیادہ علم کی دشمن اسلامی

دُنیا ہے جو قرآن کی قوت سے فائدہ حاصل کرنے کی بجائے اسکی آیات کو پاؤں تلے روندتی ہے اور بغیر سمجھے تلاوت کرتی ہے۔ فرمایا[۴] جب کوئی قوم زندگی کی آسائشوں کی متلاشی اور جسم و جان کی راحتوں کی متجسس ہو تو سمجھو کروہ غلام بننے والی ہے اسکا طبل جنگ تہی اور میخانہ حیات بے خروش ہے۔ جب کسی قوم کی بربادی کا وقت سُنتِ اللہ کے مطابق آجاتا ہے تو ان پر جھگڑے کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور کام سے باز رہتے ہیں یعنی جب تم دیکھو کہ ایک قوم جھگڑنے میں خوب چست ہے اور عمل میں سُست تو سمجھو کہ خدا کی بھیجی ہوئی تباہی اُس پہ آرہی ہے۔ (اوزاعی) اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ ایک قلیل جماعت جہاد میں حصّہ لیتی ہے اور اللہ کے غصّہ و قہر کو ٹال رہی ہے۔

◎

جب اشعث بن قیس کندی کی رائے اور ضد پہ جنگِ صفین میں ثالث کے تقرر اور اُسکے لئے ابو موسےٰ اشعری رض کا انتخاب ہوا۔ تو بنی تمیم کے سردار مرداس ابو بلال کے بھائی عروہ بن اُدیّہ نے غصّے سے اشعث پہ تلوار کا وار کردیا۔ مگر تلوار سواری کے پچھلے حصّے پہ پڑی جس سے یمنیوں اور بنو تمیم میں لڑائی چھڑنے کا خطرہ پیدا ہوگیا۔ بنو تمیم کے فہمیدہ لوگ دوڑ پڑے اور یمنیوں کو راضی کرلیا۔ مگر تمیم جو اشعث کی کاروائی سے سخت نالاں تھے جیتی ہوئی بازی کو تسکوک بنانے پر رنجیدہ تھے۔ اُنہوں نے لا حکم الا اللہ کے نعرے لگانے شروع کردیئے یہانتک کہ ایک تمیمی شامیوں میں گھس کر تلوار چلانے لگ گیا۔ اور قتل ہوگیا۔

ایک گروہ الگ ہوکر حروراء چلا گیا جنکا سربراہ شبث بن ربعی تمیمی تھا انکے ہاں قابلِ احترام ہستی یزید بن مالک ارحبی تھا۔ علی المرتضےٰ نے اُسکی کُٹیا میں جاکر دو رکعت نماز ادا کی پھر ان مجبوریوں پہ بحث کی کہ لڑائی کیوں اور کیسے بند کیگئی۔ اور ثالث مقرر کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ دوبارہ لڑائی شروع نہ کرنیکی کیا وجہ ہے؟

آپ کے خیال سے کچھ اتفاق کرکے وہ لوگ اس خیال سے کوفہ چلے آئے کہ یہ محض فوج کو دوبارہ منظم کرنے اور لڑائی کیلئے تیاری کا وقفہ ہے۔ سواروں کو تازہ دم اور ہتھیاروں کو درست کرلینے کی مہلت ہے اسکے بعد دشمن پر ٹوٹ پڑیں گے۔ جب بھی علی المرتضےٰ خطبہ دینے کھڑے ہوتے تو یہ لوگ لا حکم الا اللہ کے نعرے لگاتے۔ فرمایا۔ کلمۃ حق اُرید بھا الباطل

کلمہ حق کو باطل مقصد کیلئے بولا جا رہا ہے ۔ وہ کہتے :۔
لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین (اگر تو شرک کرے گا تو تیرا کیا کرایا سب گھاٹے میں جاتے گا) اسکے جواب میں آپ ؓ دوسری آیت پڑھتے ۔
فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ
پس آپ صبر کیجئے بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ بدیقین لوگ آپ کو بھی برداشت نہ کرنے پائیں گے ۔
اسکے بعد بات بگڑتی گئی ۔ یہاں تک کہ لوگ علی المرتضٰی سے الگ ہونا شروع ہو گئے ۔ اور غیض و غضب میں آکر علی و معاویہ کو کافر قرار دیکر دونوں کیخلاف جنگ آزما ہو گئے ۔ جنگِ نہروان کے بعد پانچواں گروہ خوارج ابو مریم سعدی التمیمی کا تھا جسکے ساتھ عرب اور غیر عرب غلام بھی تھے یہ بہت متقی اور عابد آدمی تھا ۔ اس نے فتوے دیا " عربی عصبیت دین اور رائے کے مقابل کوئی اہمیت نہیں رکھتی ۔ "
علی المرتضٰی نے جو فوج اُن کی سرکوبی کیلئے بھیجی اس نے شکست کھائی ابو مریم نے کوفہ تک اُن کا پیچھا کیا پھر علی المرتضٰی خود گئے اور اسقدر جنگ ہوئی کہ خوارج کا ہر فرد لڑتے ہوئے مارا گیا ۔ کسی نے پیٹھ نہ دکھائی ۔ وہ سب ختم ہو گئے ۔ لیکن اسلام کی حقیقی جمہوری روح کو زندہ کر گئے ۔ وگرنہ قریش قیامت تک لوگوں کی گردنوں پر سوار رہتے اور اسے اقتضائے اسلام قرار دیتے ۔ علی المرتضٰی کے دل پر بہت اثر ہوا وہ انتہائی غمزدہ ہو گئے ۔ اور ان کا دل زخمی ہو گیا فرماتے ہیں اے چرخ نیلی فام تو نے مجھے اتنا گرا دیا کہ معاویہ کے مقابل لا کھڑا کیا ۔
امام حسن ؑ نے اپنے والد مکرم کو مخاطب کیا ۔ یا ابت دع ھذا فان فیہ سفک دماء المسلمین ووقوع الاختلاف بینھم (البدایہ والنہایہ ج) ابا جان یہ کیا ہو گیا مسلمانوں نے ایک دوسرے کا خون بہا دیا اور اختلافات نے جنم لیا ۔
علی المرتضٰی کے پاس صرف ایک ہزار کی نفری رہ گئی باقی بکھر گئے ۔ اشعث بولا ہماری تلواریں کند ہو گئیں ۔ ہمارے نیزے ٹوٹ گئے ۔ عربوں نے عربوں کو مار ڈالا اب ہم لڑنے سے رہے ۔ جب پوچھا گیا کہ ہماری اور ہمارے مقابل کی عاقبت کیا ہوگی تو شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے اعلان فرمایا ۔ اخوا اننا لبغوا علینا لیسوا بکفرۃ ولا بفسقۃ ۔ یہ ہمارے بھائی ہیں انہوں نے ہم سے بغاوت کی نہ کفر کیا نہ فسق ۔ یعنی اسے ایک اجتہادی مسئلہ قرار دیکر دینی افتراق کا راستہ بند کر دیا (رضی اللہ عنہ و کرم اللہ وجہہ)

جاریہ بن قدامہ :- امام حسنؑ کی دستبرداری کے بعد بنو تمیم کیطرف سے معاویہ کے پاس بھیجی گئی سفارت

میں جاریہ بن قدامہ اور احنف بن قیس بھی تھے ۔ معاویہ نے جاریہ سے پوچھا تو کون ہے ؟ کہا ۔ میں جاریہ بن قدامہ ہوں ۔ معاویہ نے کہا تم کیا بننا چاہتے ہو ؟ تم تو شہد کی مکھی کی مانند ہو ۔ (فرمایا ۔ مومنوں کی رُوحیں باغات میں شہد کی مکھیوں کیطرح کی ہیں ۔ اور کفار کی روحیں دوزخ میں ٹڈیوں کی مانند ہیں)

جاریہ بولا بس زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ۔ تم نے خود ہی مجھے شہد کی مکھی کہا ہے جسکا ڈنک بڑا زہریلا ہوتا ہے اور تھوک بڑا میٹھا اور بہت لذیذ ۔ امیر معاویہ نے کہا افسوس اے جاریہ ! تو اپنے گھر والوں پر بھی بھاری تھا ۔ اسی لئے تیرا نام انہوں نے جاریہ (لونڈیہ) رکھا ۔ اسپر جاریہ بولا ۔ تو بھی اپنے خاندان پر بوجھ بنا کر تیرا نام معاویہ رکھا گیا ۔ واللہ ہمارے ہاں اُس کُتے کو کہتے ہیں جو دو مردوں پر بھونکتا ہے اور اُمیہ بھی اُمۃ (لونڈی) کی تصغیر ہے ۔

معاویہ بولا ۔ "تیری ماں مرے ۔ تیرا ستیاناس ہو" جاریہ نے لُوکار "میری ماں کو اللہ لمبی عمر دے جسنے مجھ جیسا بہادر سپوت جنا ۔ جسکا ثبوت یہ شمشیر براں ہے جسکے ساتھ ہم تمہارے مقابل صفین میں دو بدو ہو چکے ہیں ۔ معاویہ نے کہا ۔ تو مجھے دھمکی دیتا ہے ۔ تم علیؑ کا پراپیگنڈہ کرتے پھرتے ہو ۔ اور آگ کے شعلے بھڑکا رہے ہو ۔ یاد رکھو عرب کے راستے اور گلیاں خون سے بھر جائیں گی ۔ جاریہ بولا معاویہ تم علی کے مُنہ نہ آؤ اُن کا حال سنو ۔ جب سے ہم نے اُن سے محبت کا آغاز کیا ہے ۔ وہ کبھی ہم پر غصّہ نہ ہوئے اور جب سے انہوں نے ہمیں اپنے نصائح سے نوازا ہم نے بھی اُن کے اعتماد کو ٹھیس نہیں لگنے دی اور تو نے تو ہمیں ابھی سے دھمکیاں دینی شروع کر دیں کیا تو ہم پر اپنی قوّت سے غالب آیا ہے ؟ جو دھمکانا چاہتا ہے ۔ تو ہمیں بزورِ شمشیر مغلوب نہیں کر سکا بلکہ قول و قرار اور معاہدہ کے تحت امیر بن بیٹھے ہو ۔ سُن لے ! اگر تو ہماری خیر خواہی کریگا تو ہم تمہارے وفادار رہیں گے ۔ اور اگر برعکس خیال کروگے تو ہمارے ساتھ زرہ پوش اور تیز زبان موجود ہیں ۔ اگر ہم سے بے وفائی کیلئے سُست معاملہ کروگے تو ہم بھی مکاری اور بیوفائی سے کام لیں گے ۔ معاویہ بولا ۔ اللہ تجھ سا کوئی زندہ نہ رکھے ۔

(ابنِ عساکر ۔ تاریخ الخلفاء)

۹۰ھ - یہ بنو تمیم ہی تھے جنہوں نے دریائے جیحوں عبور کرکے خاقان کو شکست دی - سوائے اُن کے کسی نے دریا پار کرنے کی جرأت نہ کی - انہوں نے ہی ترکوں کے مورچوں پر قبضہ کیا - اس سے پہلے قتیبہ بن مسلم (۸۹ھ) ناکام لوٹ آیا تھا - مگر بنو تمیم کے مقابل خاقان نہ ٹھہر سکا خود بھی زخمی ہوا اور اسکا بیٹا بھی مجروح ہوا تو میدان سے بھاگ نکلے حجاج کو قتیبہ نے خبر پہنچائی -

ملتان کے مندر میں سونا بھرا پڑا تھا - کئی ہزار مجاور اور چیلے ہر وقت موجود رہتے سارے ہندوستان سے زائرین چڑھاوے لیکر آتے - سالانہ عرس ہوتا تو چیلے سر اور داڑھی منڈواتے - اس بُت کے بارے میں مشہور ہے کہ ایوب علیہ السلام نبی کی شبیہ تھا - یہ معرکہ بھی بنو تمیم کی تاریخ کا سنہری باب ہے - اس مندر کی حفاظت کیلئے بُدھوں نے اپنی پوری طاقت خرچ کردی - بنو تمیم کے بہادروں نے ملتان فتح کرکے پاکستان سے ہمیشہ کیلئے بھارتی حکومت ختم کردی -

۱۵۷ھ/۷۷۳ء منصور عباسی نے معبد بن خلیل تمیمی کو عامل سندھ بنایا تو وہ خراسان سے سندھ آگیا - اور جو علاقے ابھی تک فتح نہ ہوسکے تھے ان سب کو زیر کرلیا -

ربیعۃ الرائے

اموی دور میں بنی تمیم کی شاخ بنی جرۃ کے مولی فروخ اپنی حاملہ بیوی کو ۳۰ ہزار اشرفیاں سپرد کرکے جہاد پر چلے گئے - ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیٹا دیا جس کی تربیت اور تعلیم پر بیوی نے ساری دولت خرچ کردی - فروخ ۲۷ سال بعد گھر لوٹے تو مکان میں داخل ہونے پر نوجوان بیٹے نے ڈانٹا کہ شاید کوئی لشکری ہے - اُدھر فروخ اُلجھ پڑا کہ میرے گھر یہ کون نوجوان متصرف ہے - بیوی نے فروخ کی آواز پہچان کر بیٹے کو آواز دی - اے ربیعہ یہ تیرے والد ہیں - بیٹے نے فوراً تعظیم کی پھر اجازت لیکر اپنے مدرسہ کو چلا گیا جہاں بیشمار لوگ ان کے وعظ سننے کو حاضر رہتے -

فروخ نے بیوی سے امانت طلب کی تو بولی بالکل محفوظ ہے مگر پہلے درس میں جاکر اپنے بیٹے کی شان دیکھ آؤ - فروخ نے ربیعہ کو وعظ کہتے سُنا اور مجلس کا نظارہ کیا تو حیران رہ گیا گھر آیا تو بیوی نے پوچھا ۳۰ ہزار اشرفیاں بہتر ہیں یا بیٹے کی حیثیت - فروخ نے کہا ایسی کئی اور ۳۰ ہزار اشرفیاں قربان اُن کی بیٹے کی عظمت کے سامنے حیثیت کیا ہے - بولی تو وہ

اُسی پر خرچ ہو گئیں ۔

اس تاجدارِ اقلیم علم کو ربیعتہ الرائے پکارا گیا ۔ ان کے شاگردوں میں حسن بصریؒ اور امام مالکؒ جیسی نامور ہستیاں ہوتیں ۔ آرائیوں میں رائے کہلوانے والے انہی کی آل اولاد ہیں ابو عثمان ربیعتہ الرائے بھی معمولی سپاہی کی حیثیت میں جہاد کرتے رہے ۔ اُنکی اولاد مجاہدین کے ساتھ واردِ سندھ ہوئی ۔

⊙ آنحضورؐ کی پیشین گوئی (راوی ابن عمرؓ)

رسولِ اکرم صلعم مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے ۔ عباسؓ آپ کے دائیں طرف اور علیؓ بائیں طرف آکر بیٹھے ۔ ایک انصاری عباسؓ کے ساتھ سخت کلامی سے پیش آچکا تھا ۔ آنحضورؐ نے عباس کا بایاں ہاتھ اور علیؓ کا دایاں ہاتھ پکڑا اور فرمایا عنقریب ان کی پُشت سے ایک شخص پیدا ہوگا جو دُنیا کو ظلم و جور سے بھر دے گا ۔ اور اس (انصاری) کی پُشت سے ایک شخص پیدا ہوگا جو دُنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا ۔ جب تم اُس زمانہ کو پاؤ تو تمیمی جوان کا ساتھ دینا وہ مشرق کی طرف سے اُٹھے گا اور صاحب الرایت مہدی ہوگا ۔ (معجم اوسط ۔ طبرانی ۔ مجمع الزوائد ۔ البدایہ ۷۱)

⊙⊙⊙ بنو صوفہ (صوفیا)

—— الغوث بن مُر بن اود بن طابخہ بن الیاس بن مُضر

غوث کی ماں جرہمی تھی اسکے اولاد نہ ہوتی تھی اس لئے اُس نے نذر مانی کہ اگر اُس کے لڑکا پیدا ہوا تو اُسے کعبہ کی خدمت کیلئے وقف کر دے گی ۔ جب غوث پیدا ہوا تو اپنے جرہمی ماموں کے ساتھ خدمتِ کعبہ میں لگا رہا ۔ اور یہ کام اُس کے سُپرد ہو گیا ۔ اسکو کعبتہ اللہ کی قربت کے سبب ایک خاص قدر و منزلت حاصل ہو گئی ۔ اسکے بعد اُسکی اولاد کی بھی یہی حالت رہی ۔ غوث کے اشعار اپنی ماں کی نذر پورا کرنے کے متعلق ۔

اِنی جَعلتُ رَبِّ مِن بَنِیَّہ	رَبِیطَۃً بِمَکَّۃَ العُلیَّۃ
فَبارِکَنّ لی بِھا اِلیَّۃ	وَاجعَلہُ لی مِن صَالِحِ البَرِیَّہ
لاھُمَّ اِنی تابِعٌ تَباعَہ	اِن کانَ اِثمٌ فَعَلیٰ قُضَاعَہ

ترجمہ :- اے پروردگار میں نے اپنے بچے کو مکہ مشرفہ کیلئے وقف کردیا ہے - پروردگار میرے لئے اسکو وہاں برکت دے اور اسے تمام مخلوقات میں سے بہتر بنا - یا اللہ میں تو پوری طرح پیروی کرنیوالا ہوں اگر کوئی گناہ ہے تو اسکا وبال بنی قضاعہ پر ہے -
(سیرۃ ابنِ ہشام)

غوث اور اسکی اولاد عرفہ کے بعد حاجیوں کو وہاں سے نکلنے دینے کی اجازت پر مامور اور اسکی متولی تھی - اس لئے انکو صوفہ یعنی آگے آگے چلنے والا کہا جاتا تھا جب یہ لوگ چل بسے تو جلدی کا رشتہ کی قربت کے سبب انکے بعد انکے وارث بنو سعد بن زید مناۃ بن تمیم ہوئے پھر ان کی شاخ آلِ صفوان بن شجنہ بن عطارد بن عوف بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم ہوئے - صفوان ہی لوگوں کو حج کیوقت عرفہ سے نکلنے کی اجازت دیا کرتا تھا - اسکے بعد اسکی اولاد یہانتک کہ ان کا آخری آدمی ظہورِ اسلام کیوقت کرب بن صفوان تھا - اوس بن تمیم بن معرا سعدی نے کہاہے :-

لا یبرح الناس حجوا معرفتھم حتی یقال اجیزوا آلِ صفوانا

جبتک لوگ حج کرتے رہیں گے اپنے مقام عرفہ سے نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ " اے بنی صفوان ہمیں اجازت دو" نہ کہا جائے - خرثان (ذوالاصبع) بن عمرو العدوانی کے اشعار سے معلوم ہوتاہے کہ مزدلفہ سے نکلنے کی اجازت بنی عدوان دیتے تھے اور یہ امر ان کے باپ دادا سے چلا آرہا تھا - ان کا آخری شخص ظہورِ اسلام کیوقت ابو سیارہ بن الاعزل تھا - طبری نے لکھاہے کہ ان کا قاعدہ یہ تھا کہ حاجیوں کو عرفہ سے بڑھاتے تھے اور نفر کے دن جب لوگ منیٰ کا سفر کرتے صوفی اور لوگوں سے پہلے کنکریاں مارنے کو پہنچ جاتے - اور ان میں سے ایک حاجیوں کے لئے رمی کرتا اور جبتک وہ رمی نہ کرتا - دوسروں کو رمی کی اجازت نہ تھی -

جن لوگوں کو جلدی ہوتی وہ صوفیا کو جلدی رمی کرنے پر مجبور کرتے اور بعض اوقات خفا ہو کر ان پر کنکریاں برسانا شروع کردیتے - مگر صوفی اسقدر پختہ عادت کے تھے کہ سورج ڈھلنے کا انتظار کرتے پھر خود رمی کرکے دوسروں کو رمی کی اجازت دیکر خود گھاٹی کے سروں پر آجاتے - اور لوگوں کو گزرنے سے روک دیتے کہ جبتک سارے صوفی نہ گزر جائیں دوسرے لوگ رکے رہیں -

یہ طریقہ ان میں بنو جرہم اور خزاعہ کی تولیت کے عہد تک چلا آتا تھا اور تمام عرب اس سے واقف تھے۔ آگے آگے چلنے والے کو اہلِ عرب صوفی کہتے ہیں۔ آنحضورؐ نے اسکو منع فرمایا۔ فقر کی تعلیم دی جس میں تواضع، انکساری اور مسکینی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ مگر جعلساز باز نہیں آتے۔ بھلا قربِ الٰہی میں خدا کے خوف کی بجائے اکڑفوں کے طور پر دوسروں کو کمتر جگہ دینے والا آنحضورؐ کا اُمتی ہو سکتا ہے؟ جسم کو جسم، عقل کو عقل، نفس کو نفس، علم کو علم کھاتے جا رہا ہے۔ وحشی درندے چوپاؤں کو چٹ کر جاتے ہیں۔ خدا نے قوموں کی امامت امریکیوں کو اسی لئے عطا کی ہے کہ وہ بالکل سیدھے اور اُونچ نیچ کے دشمن ہیں اور ایثار کرتے ہیں۔

آنحضورؐ کے صحابہؓ میں اہلِ صُفہ فقیر تھے مگر ابو برزہ نضلہ بن عبداللہ اسلمیؓ صوفی کہلاتے تھے وہ مسکین طبع اور فقرا نواز تھے۔ گیروے رنگ کے کپڑے پہنتے گھوڑ سواری نہ کرتے جنگِ صفین اور نہروان میں علی المرتضیٰؓ کے ساتھ رہے۔ عشرہ مبشرہ میں حضرات زبیرؓ اور طلحہؓ دونوں آنحضورؐ کے ہم زلف یعنی صدیق اکبرؓ کے داماد تھے۔ غنیمت کے بیش بہا مال کے باوجود فقیر منش تھے۔ زبیرؓ سادہ لباس پہنتے مگر جہاد کیلئے دشمن کے مقابل ریشمی لباس زیب تن کر لیتے۔ سر کے بالوں کی لٹیں کندھوں تک تھیں۔ طلحہؓ رنگین خصوصاً گیروے رنگ کے کپڑے پہنتے اور حالتِ احرام میں بھی پہن لیتے اُن کی دوسری بیوی اُمِ ابان بنت عتبہ بن ربیعہ سے پوچھا گیا کہ تم نے اپنے خواستگاروں میں سے طلحہؓ ہی کو کیوں ترجیح دی تو جواب دیا۔ میں ان کے اوصاف حمیدہ سے واقف ہوں وہ گھر آتے ہیں تو ہنستے ہوتے، باہر جاتے ہیں تو مُسکراتے ہوتے کچھ مانگو تو بخل نہیں کرتے اور خاموش رہو تو مانگنے کا انتظار نہیں کرتے۔ اگر ان کا کوئی کام کر دو تو شکر گذار ہوتے ہیں۔ اور خطا ہو جائے تو معاف کر دیتے ہیں۔

مصطفےٰ ماہ و صحابہؓ انجم ... رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ بعد حمدِ خدا نعتِ رسولؐ۔ کہ از ویم مقبل و مقبول

ابو نجیدہ عمران بن حصین الکعبیؓ

آنحضورؐ جب مدینہ ہجرت فرما ہوئے تو یہ بھی اپنے باپ اور بہن کے ساتھ حاضرِ خدمت ہو کر اسلام لائے پھر وطن لوٹ گئے غزوات میں حصہ لینے کیلئے مدینہ چلے آتے۔ فتح مکہ میں قبیلہ کے علمبردار تھے۔ آنحضورؐ کی وفات کے بعد گوشہ نشین ہو گئے۔ بصرہ آباد ہوا تو یہ بھی کنبہ کے ساتھ وہاں مستقل آباد ہو گئے۔

عمرؓ فاروق رضؓ فقراً اُسے کام لیتے تھے۔ ان کو فقہ کی تعلیم دینے پر مقرر کر دیا۔ زیاد نے
خراسان کا والی بنانا چاہا۔ تو انکار کر دیا۔ ابن زیاد نے محصل خراج کیلئے مجبور کیا تو خالی ہاتھ واپس
آ گئے۔ پوچھا مال کیا کیا؟ فرمایا جسطرح آنحضورؐ کے زمانے میں وصول کرتے تھے ویسے ہی کیا جس
طرح تقسیم کیا کرتے تھے ویسے ہی تقسیم کر دیا۔

اُن کی بجائے حکم بن غفاری کو خراسان کا والی بنایا گیا تو اُسکو نصیحت کی کہ آنحضورؐ
نے تاکیداً فرمایا تھا۔ خدا کی معصیت میں کسی بندہ کی فرمانبرداری نہ کرنی چاہیئے" تحدیثِ نعمت
اور اظہارِ تشکر کیلئے بیش قیمت کپڑا زیب تن کر لیتے۔ ایک دفعہ خز کی چادر اوڑھ کر نکلے اور کہا
حضورؐ نے فرمایا تھا۔ "جب خدا کسی پر احسان و اکرام کرتا ہے تو اُسکا ظاہری اثر بھی اُس پر
ہونا چاہیئے۔"

قریب المرگ نصیحت کی۔" جنازہ جلدی جلدی لیجانا۔ یہود کی طرح آہستہ آہستہ نہ
چلنا۔ جنازہ کے پیچھے آگ نہ جلانا۔ نالہ و شیون نہ کرنا۔ قبر مربع شکل چار بالشت اونچی رکھنا۔
دفن کرکے واپس ہو کر کھانا کھا لینا۔ جو عورت نالہ کرے گی اُسکو میرے ترکہ میں سے کچھ نہ دیا جائے۔"
عمران عبادت میں بہت محنتِ شاقہ کرتے۔ کسی نے پوچھا۔ ایک شخص نے ایک ہی مجلس میں
اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی۔ فرمایا طلاق دینے والا گنہگار ہوا۔ اور عورت مطلقہ ہو گئی۔
ان کا لڑکا محمد خلف الصدق بصرہ کی مسندِ قضا پر مامور ہوا۔ ابنِ عبد البر کے نزدیک عمران رضؓ
ممتاز ترین اصحابِؓ بنا میں سے تھے۔ محمد بن المنکدر نے کہا ہے بصری صحابہ میں سے کوئی ان سے بلند نہ تھا
حسن بصریؒ نے فرمایا۔ عمران رضؓ سے بہتر آدمی ہمارے یہاں نہیں آیا۔

آنحضورؐ کے اختیاری فقر اور کثرتِ قیام و سجود اور اس فرمان "تم نماز میں خدا
کی حاضری خیال میں رکھو۔ جیسا کہ تم اللہ جل شانہٗ کو دیکھ رہے ہو۔ وگرنہ یہ ضرور یقین ہو کر وہ تمہیں دیکھ
رہا ہے۔" کے مطابق صحابہ کرام کا رویہ مشیت ایزدی اور اُن کی پارسائی دنیا کو حقیر سمجھنا کے
اثر نے تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کو اُن کے نقشِ قدم پر ڈالدیا۔ فتوحات کی کثرت اور دولت کی
ریل پیل نے عام مسلمانوں کے اعمال و اخلاق کو کافی حد تک متاثر کر دیا تھا۔ مگر اہلِ اتقاء و
اصفیاء کا ایک طبقہ وجود میں آیا جنہ دنیاوی شر و فساد سے دامن بچا کر خوفِ خدا کو شعار
بنایا۔ اور زُہد کو اپنا لیا۔ ان میں حسن بصریؒ جنکی تربیت حرمِ نبوتؐ میں ہوئی تھی صفِ اوّل میں

شمار ہوتے ہیں جنہوں نے اعضاء و جوارح اور نفس و رُوح کی نیکیوں میں امتیاز کا نیا فکر دیا جو انقلابی تحریک بن گیا۔ انہوں نے بکمالِ جرأت اعلان کیا کہ ذکرِ لسانی اور ظاہری عبادت حضورِ قلبی کے بغیر بے فائدہ ہے۔ (ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولا اعمالکم ولاکن ینظر فی قلوبکم و نیتکم) مگر اس سے عالمِ ظاہر اور علمِ باطن کی دُوئی نے جنم لیا۔

دُوسری ہستی بنی عدی کی رابعہؒ تھی جس نے محبتِ الہیٰ کا سبق دیا جس سے ماسوا سے استغنا پیدا ہوتی ہے۔ انسان زُہد و فقر کی راہ پر چل پڑتا ہے۔ اور خوف سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔ خدا کی مخلوق سے نفرت کی بجائے حقائق الاشیاء اور حکمتِ خالق اُس پر عیاں ہو جاتی ہے۔ (جس شئے کا بار بار ذکر کیا جائے وہ ذہن میں راسخ ہو جاتی ہے۔ اور اس سے محبت ہو جاتی ہے۔ یہی محبتِ الہیٰ کا طریقہ ہے کہ ذہن ہر وقت اللہ کی طرف رہے اور اُسی کا ذکر زبان پر ہو) ابراہیم ادہمؒ اور جلال الدین رُومیؒ بلخ کے تھے۔ جو بدھ مت کا مرکز تھا۔ اسی لئے وہ بدھوں کی رہبانیت سے متاثر تھے"

جسکی زندگی نفس سے ہے اسکی موت جان نکلنے سے ہے۔ مگر جسکی زندگی خدائے تعالےٰ کیلئے ہے وہ طبعی زندگی سے حقیقی زندگی کیطرف انتقال کرتا ہے۔ من عاش باللہِ لَا یَمُوتُ ابداً۔ جنیدؒ نے کہا ہمارا اصول اور نظریہ دراصل یہ ہے کہ ازلی غیر فانی کو حادث سے الگ کیا جائے۔ جسکی تخلیق کا وقت اور زمانے سے تعلق ہے۔ یہی توحید ہے کہ صرف ذاتِ حق یاد رہے۔ خدا سے محبت یعنی دُوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دی جائے۔

جُنید نے نو افلاطونی فلسفیانہ عقائد کا رد کیا جو خدا کو قدیم اور عالم کو حادث کہہ کر نکتہ آفرینی کرتے تھے۔ کہ قدیم حادث کی علت نہیں ہو سکتا کیونکہ علت و معلول کا وجود ایک ساتھ ہوتا ہے۔ اسلئے اگر علت قدیم ہو تو معلول بھی قدیم ہوگا۔ دینِ اسلام نے اللہ عزوجل کو حیی لا یموت اور قادرِ مطلق منوایا اور مخلوق کی پیدائش واضح مقصد کیلئے بتلائی ہے۔

انسان کی رُوح چونکہ پیدائش سے پہلے بھی موجود تھی اور موت کے بعد بھی موجود رہتی ہے اسلئے یہ اپنے ماخذ و منبع کیطرف واپس پلٹنے کی متمنی رہتی ہے اُسے دنیا کی رغبت میں پھنسا کر بوجھل نہیں کرنا چاہیئے۔ حظِ نفس سے دستبردار ہو جانا چاہیئے۔

نوٹ: صوفیاء کے ابُو الاآبا الغوث بن مُرّ کعب کی فضیلت کیوجہ سے لعض اپیار کو

غوث، غوثِ الاعظم، غوث الثقلین کہا جانے لگا۔ (یونانی اُسے Demon دیوتا کہتے تھے) و گرنہ غوث یا قطب کوئی درجہ نہیں۔ جو انعمت علیہم میں شمار ہو جیسے اخیار ابرار او تاد سلطان امام وغیرہ جنکی تعریف کلامِ الہٰی میں ہے۔ اور ان قدوسیوں کا اصل مرتبہ تو محبوبیت ہے)

جنید نے اِس فکر کی تبلیغ کیلئے با قاعدہ مدرسہ قائم کیا اور طبقۂ صوفیا کو جنم دیا۔ صوفیا میں دلچسپ شخصیت حسین بن منصور حلاج کی ہے۔ یہ قرمطی تھا۔ پہلے سہیل بن عبد اللہ تستری کی مجلس میں شامل ہوا۔ پھر اُن سے منحرف ہو کر عمرو بن عثمان مکی رح کے عقیدت مندوں میں شامل ہوا جہاں اسکے ہاتھ اعداد کے طلسم پر مخصوص مخفی تحریروں کی کتابیں (گنجنامہ) لگ گئی۔ مثلاً محمد کے عدد (۹۲) علی کے عدد (۱۱۰) میں جمع ہو کر رب کے عدد (۲۰۲) بن گئے۔ انا کا عدد (۷) حق کے انہاۃ العدد (۹) میں جمع ہوا تو (۷) ہی رہا اس سے ثابت ہوا کہ دجہ اللہ ہم ہی ہیں (۹) کے عدد سے ٹکرانے والا عدد معدوم ہو جاتا ہے ۹ ہی باقی رہتا ہے اس لئے اُس نے انا الحق کی گردان شروع کر دی ایک قلندر نے اسکو ٹوکا کہ انا انا بھی کہتے ہو اور حق حق بھی؟ تو خالق کا انکار کرتا ہے۔ جو خود کو دیکھتا ہے وہ حق کو کیسے دیکھ سکتا ہے۔ اور جس نے حق کو دیکھا انا سے فارغ ہوا ایسا تو قادرِ مطلق کو اپنی گنتی میں قید کرتا ہے۔ یہ اعداد کا حساب کتنا حقیر ہے کہ آگے کو بھی گِن سکتے ہیں اور اُلٹ کر بھی اور ہر سمت میں نقطۂ آغاز صفر ہی ہے۔

عمرو بن عثمان مکی رح نے تلاوت کی۔ طٰسٓ تِلۡكَ اٰیٰتُ الۡقُرۡاٰنِ وَ كِتَابٍ مُّبِیۡنٍ (۲۷/۱) حلاج بولا ایسا کلام میں بھی کہہ سکتا ہوں۔ اُنہوں نے قتل کا ارادہ کیا تو بھاگ کر جنید کے پاس گیا۔ اُنہوں نے منہ نہ لگایا۔ کہ جب ایک مرغی کسی انڈے کو گندا کر دیتی ہے تو پھر کوئی اور مرغی اسکو سیہ نہیں سکتی کہ بچہ نکل آئے۔

منحرفانہ جذبات کی شدت سے کتاب طواسین لکھ ماری۔ جسکے باب طٰس مشیت میں قدوسیوں کے معرفت میں کلام پر ابلیسانہ تنقید کی اور آنحضور ص کے فرمان "عرفت ربی بربی" پر حرف زنی کی۔ "جو شخص ذات کے ذریعے ذات کو پہچاننے کا کہے وہ دو معروف ملا دظلم کرنیکا اشارہ کرے گا"۔ اسپر علمائے نے قتلِ مرتد کا فتویٰ دیتے؟

اسی طائفے کا دوسرا نامور حسن بن صباح ہوا ہے۔ اُسنے کہا " دنیا کے تمام مذاہب ایک بوڑھی ہوتی ہوئی عورت کی مانند ہیں اُن کا حسن اور افادیت زائل ہو چکے ہیں۔ ان کا وجود سکڑ کر

ہ البتہ یہ فرائض ہے جو ترقی تفویض کرتا ہے جو صلحۃ الناس کی تبلیغ اور حدود یافت اور زوال ہے۔

توہم پرستی کی خشک ہڈیوں کی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے۔ وہ وقت دور نہیں جب تمام مذاہب کا وجود ختم ہو جائے گا۔ اور صرف چند سوکھی ہوئی کھالیں اور ہڈیاں باقی رہ جائیں گی۔ جنہیں پرانے قیمتی پتھروں کی طرح آثارِ قدیمہ کے شیدائی خانقاہوں میں حفاظت سے رکھ لیں گے۔ آخر مکہ کا حجرِ اسود کیا ہے؟ ایک عجیب قسم کا پتھر جو فولاد سے ملتا جلتا ہے۔

اگر میری آواز دنیا کے سننے والوں کے کانوں تک پہنچ سکے تو میں پکار پکار کر یہ پیغام پہنچاؤں گا کہ تمام مذہبی قربان گاہوں اور شاہی مسندوں کو الٹ کر پھینک دو۔ وہ تمام افراد جو شاہی مسندوں پہ براجمان اور قربان گاہوں پر قابض ہیں اُن کی حیثیت عام انسانوں سے مختلف نہیں ہے۔ وہ جھوٹ اور فریب کی آڑ لیکر اپنے مفادات کی حفاظت کرتے رہتے ہیں یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ آج کے مسلمان جو خدا کی عبادت کرتے ہیں اُن کافروں سے زیادہ عقلمند نہیں جو عہدِ عتیق میں سورج کی پرستش کیا کرتے تھے۔"

آج کل کے اکثر صوفیا کا مسلک و مشرب یہ ہے کہ مخلوق کے حال سے تعرض نہ کیا جائے اور کسی سے بڑے نہ بنیں۔ اسی وجہ سے (صوفیوں اور رافضیوں میں بہت سے اُن کے مداح ہیں) اخلاق میں بگاڑ پیدا ہو گیا ہے اور ہر بیہودہ گو کو عارف سمجھا جانے لگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ہر شخص اپنے نفس کو پہچانتا اور اس پر بصیر ہے" اسی لئے علمائے حدیث "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" کو قولِ باطل گردانتے ہیں۔ دراصل یہ فیثا غورث کا قول ہے۔ (جسے کشف المحجوب میں حدیثِ نبوی اور فیہ ما فیہ میں رومیؒ نے قولِ علیؓ لکھ دیا ہے) فلاسفہ کہتے تھے۔ اجرامِ فلکیہ ہوں یا گل و گلزار یا قلزم و کہسار ان کی صورتیں صرف شعور و حسی ادراک نے متعین کی ہیں۔ گویا کہ نفسِ انسانی انکا آفریدگار ہے (ایک لحاظ سے) مسلمان فلسفی بھی کہتے رہے کہ یہ جہان نفسِ انسانی کی ایک تجلی ہے رنگ و بو سارے محسوسات ہیں جدید سائنس نے ایسا کمال کر دکھایا کہ ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کا منظر پیدا ہو گیا ہے۔

مسلمان جنہیں اللہ و رسولؐ کے فرمان کی روشنی میں علم کے امام ہونا تھا اس لئے پیچھے رہ گئے کہ کرۂ ارض میں پھیلی ہوئی اُمتوں کے علوم و فنون کا اکتساب کرنے کے لئے عجیب و غریب صنعتوں کے ملک چین تک جانے کی بجائے طوطوں کی مانند قال قال کرتے رہے۔

ایک مثال: آنحضورؐ نے پاس بیٹھی صدیقہؓ کی محویت (Mind changes the mind) [illegible]

دیکھ کر اظہارِ مسرت کیلئے دونوں ابروؤں کے درمیان بوسہ لیا۔ ہمارا پرائمری ٹیچر اسے ثواب بتاتا رہا مگر "ملحد" سائنسدان نے اس پر تحقیق کی اور غیب بینی کرنے والا پیٹھ معلوم کر لیا۔

ہومر کے قول "علم شہر کی مانند ہے جسکے دروازے بلند ہیں۔"
(العلم مدینۃ وعلی ابوابھا) اسکی حدیث بنا کر دیگر علوم کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا دیکھئے ابی داؤد مع حاشیہ)
اور علی (بلند) کو علی المرتضٰے بنا دیا۔ جن کا اپنا قول ہے "فہم قرآن کے علاوہ مجھ میں کوئی خصوصیت نہیں۔

علم خدا کی صفت ہے جسے محدود سمجھنا کفر ہے۔ انسانوں کو تو علم الٰہی میں سے قلیل ساحصہ عطا ہوا ہے (۱۷/۸۵) انہی وجوہ کی بنا پر محدثین خصوصاً امام مسلمؒ نے اہلِ خیر (صوفیاء) کی سخت گرفت کی۔

ملفوظے : صداقت و فراست ایسا مال نہیں کہ اس کی اجارہ داری حاصل ہو جائے۔ علم کوئی فروختنی شے نہیں کہ اسکی خرید و فروخت کیلئے پر مٹ جاری کریں۔ جب جسم میں خون تازہ اور روح پاک ہو تو یہ حالت بقائے حیات کیلئے ہی نہیں بلکہ وہ ذہنی صلاحیتوں کیلئے بھی مفید ہوتی ہے۔ جب لوگوں کا جذبہ لیتا شتے اپنے پورے جوبن پر ہو تو صرف یہی نہیں کہ وہ آزادی کے تحفظ سے لئے شاندار کام کر سکتے ہیں۔ بلکہ وہ علم کے دقیق و نازک مسائل طے کر سکتے ہیں اور نئے نئے ایجادات وجود میں لا سکتے ہیں۔"

جیفرسن :۔

آزادی علم و نیکی کی ماں ہے اور یہ کہ ایک قوم جتنی زیادہ آزاد ہو گی وہ علم اور نیکی کے اعتبار سے اتنی ہی زیادہ عظیم ہو گی۔

جنجوعے

جب جنگِ جمل کی نوبت آئی تو بصرہ میں مقیم بنو سعد تمیم متحد نہ رہ سکے۔ سردار احنف بن قیس غیر جانبدار رہا اور اپنے گروہ کو لیکر تین میل دور مقامِ جنجاعہ (جنجوعہ) پر خیمہ زن ہو گیا۔ (جسے بعض نے جلجاء لکھا ہے کیونکہ ل اور ن قریب المخرج ہیں) اسی بنا پر اس خاندان کو جنجوعے کہا جانے لگا۔

کابل فتح ہونے پر اسکے مرکزی شہر ہزارہ سے ۱۵ میل پر مشہور جرنل محمد بن احنف بن قیس کے گھرانے نے بستی جنجوعہ کی بنیاد رکھی اور اسکے ساتھی جرنل محمد بن خالد بن ولید کا کنبہ کاکا خیل میں آباد ہوا۔ جنجوعہ سے نکل کر پاکستان میں دریائے جہلم اور چناب پر کچھ لوگ آ بسے۔ اس خاندان کے جو مجاہد محمد بن قاسم کی فوج میں شامل ہوئے وہ پہلے ٹھٹھہ سندھ میں آباد ہوئے وہاں سے ملتان اور ملتان سے جالندھر کی طرف آئے والوں میں سلطانپوری علماء کا مشہور خاندان ہے جن میں سے عبداللہ نامی تین مشہور بزرگ ہستیوں نے دورِ مغلیہ میں بہت نام پایا۔

- پہلے شیخ الفاضل عبداللہ بن یعقوب بن نصیرالدین وفات آگرہ ۹۱۰ھ۔
- دوسرے الشیخ العالم الکبیر عبداللہ بن شمس الدین۔

آپ سلطانپور میں پیدا ہوئے۔ اوائل عمری میں تعلیم شروع کی پھر سرہند جا کر شیخ عبداللہ سرہندی سے درسیات پڑھیں۔ وہاں سے دہلی گئے۔ شیخ ابراہیم بن المعین ایرجا سے حدیث میں اکتساب کیا۔ پھر وطن واپس لوٹ کر شغلہ تدریس و تصنیف شروع کر دیا۔ ان کی تصانیف ہیں ۱۔ کشف الغمہ ۲۔ منہاج الدین ۳۔ عصمت الانبیاءؑ ۴۔ شرح عقیدۃ الحافظیہ ۵۔ رسالہ فی تفضیل العمل علی العلم اور ردِ شیعہ میں دلائل نے بڑی شہرت پائی۔ ملا بدایونی آپ کو فقہ حدیث تاریخ فلسفہ و کلام بلکہ جملہ علومِ نقلیہ میں متبحر لکھتا ہے۔

بادشاہ ہمایوں نے آپ کی قابلیت اور شہرت سے متاثر ہو کر قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا۔ جب دوبارہ برسرِ اقتدار آیا تو آپ کو شیخ الاسلام کے مرتبہ پر فائز کیا۔ شیر شاہ نے صدر الاسلام کا خطاب دیا۔ اور وزارت کے عہدہ پر تعینات کیا تو آپ نے لودھیوں کی

لامرکزیت ختم کرکے ملکی و مالی انتظامات سے پنجاب اور شمالی ہند کو یکساں قوانین کے بندوبست میں ایسا کسا کہ جسکی پہلے کوئی مثال نہیں ملتی۔

پانچ سال کے اندر اصلاحات سے ایک باقاعدہ سلطنت کی بساط بچھادی جس کا رعب و دبدبہ عالمگیر تک رہا۔ جب شیر شاہ پر مشکل وقت آیا۔ مالوے کے رؤسا نے جگہ جگہ سر اٹھایا۔ گوالیار کے مغل سردار قلعہ بند ہو کر لڑنے لگے۔ وسطِ ہند میں رائے سین کا راجہ ہلڑی چندیری تک بڑھ آیا۔ مغربی راجپوتانہ میں مارواڑ کے راجہ مالدیو نے بڑی طاقت جمع کرکے خروج کی تیاری کرلی۔ شمالی ہند کے برہمنوں نے اپنے لاکھوں دیوتاؤں کی جنم بھومیاں مساجد کی جگہوں میں معلوم کرلیں اور مسجدیں شہید کرنی شروع کردیں تو شیر شاہ نے آپ کو شمالی ہند کا گورنر بنادیا۔ انہوں نے اپنی جنگی صلاحیت اور فنونِ حرب میں مہارت کا ایسا سکہ بٹھایا کہ علمائے دہلی نے آپکو غازی کا خطاب دے دیا۔

اسلامیانِ ہند کے دینی افکار میں اُن دنوں تلاطم کے محرکات شیعت، تصوف، تحریک مہدویت اور معقولات تھے۔ قرامطہ جب سیاسی قوت کھو بیٹھے تو صوفیاً اور اہلِ تشیع میں گھس کر اپنا رنگ دکھانے لگے۔

رفض کو اس طرح عام کیا کہ عوام اُسے برداشت کرنے کے عادی ہوگئے۔ وحدت الوجود اور ہمہ اوست قسم کے نظریات پھیلائے جو اسلامی عقائد کو کمزور کرنے اور فرائض و عبادات کی پابندی کو کم وزن دکھانے کا مادہ رکھتے ہیں۔

اسکے ردِ عمل میں مہدویت کی تحریک اُٹھی جسنے سیاسی رنگ اختیار کرلیا۔ مشرقِ وُسطیٰ سے نکالے ہوئے خانہ برباد سوفسطائی کلامی فلسفیوں نے بھی اِدھر کا رُخ کیا۔ ان سب کے ساتھ مخدوم الملک نے تدبیر و تعزیر کا عمدہ سلوک کیا جس سے کوئی فتنہ سر نہ اٹھا سکا۔ شیر شاہ کے بعد اُسکے بیٹے سلیم شاہ نے بھی آپ کی بڑی تعظیم کی اپنے ساتھ تخت پر بٹھاتا اور گرانبہا نذرانے پیش کرتا۔

مخدوم الملک مذہبی معاملات میں بادشاہوں کو اپنی رائے پر چلانے کے عادی تھے۔ مطلق العنانی ایسی دست اندازی کو برداشت نہیں کرتی۔ سلیم شاہ نے امرا کی ایک خاص مجلس میں کہا ہم نے ہمایوں کے چار بیٹوں کو کابل سے بھگا دیا مگر یہ پانچواں ہمارے سر پہ سوار

ہی رہا۔ ایک مصاحب نے کہا۔ پھر کیوں رکھ چھوڑا ہے۔ تو بولا ملک تلوار سے فتح ہوتے ہیں، مگر حکومت تدبیر سے محفوظ ہوتی ہے۔ ہم صرف شمشیر زن ہیں۔ اتنی بڑی مملکت کا اسقدر حسن انتظام کسی اور کے بس کا نہیں۔ ایسی منتظم و مدبر ہستی کبھی دیکھی سنی ہے؟

شیر شاہ نے نزاع کے وقت اپنی دو خواہشوں کی عدم تکمیل کا ذکر کیا۔ اول یہ کہ میں شاہراہ کو مکّہ تک مکمل نہ کر سکا۔ تاکہ لوگ بسہولت حج کیا کریں۔ دوسرے پنجابیوں کو ذبح کرنا چاہتا تھا کہ ہر نووارد کا تالیوں سے استقبال کرتے ہیں اور ساتھ ہو کر لوٹ مچاتے ہیں اور جانے والوں پر آوازے کستے اور نقصان پہنچاتے ہیں۔

سلیم شاہ بولا یہ دوسرا کام میرے لئے آسان ہے۔ مخدوم الملک نے جھڑک پلائی۔ رعایا کو ختم کر کے حکومت حیوانوں اور درختوں پر کرو گے؟ سلیم شاہ کی فرمائش پر آپ نے سرکاری ضوابط کی کتاب مرتب کی۔ جو ہر جگہ جمعہ میں پڑھ کر سنائی جاتی۔ اکبر اعظم نے بھی آپکو برقرار رکھا اور مخدوم الملک کا خطاب دیا۔ ایک لاکھ سالانہ وظیفہ مقرر کیا۔ آپ کی بیحد تعظیم کرتا۔ مگر کب تلک؟

اکبر نے اپنے اتالیق محسن بیرم خان سے جان خلاصی کرائی تھی۔ وہ مخدوم الملک کا عمل دخل کیسے گوارہ کرتا۔ اسے شیخ مبارک مل گیا۔ جسے مخدوم الملک نے احتساب کے شکنجے میں کسا تھا۔ شیخ مبارک کے بیٹوں ابوالفضل اور فیضی نے درباری علماء کو بے وقعت کیا اور ایک محضر نامہ تیار کر کے مخدوم الملک اور صدرالصدور عبدالنبی سے زبردستی دستخط حاصل کر لئے کہ "بادشاہ عادل خود مجتہد کا رتبہ رکھتا ہے۔ اور اسکی رائے (بشرطیکہ نص صریح قرآن کے خلاف نہ ہو) قولِ فیصل مانی جائے گی۔ مسلمانوں کا فرض ہو گا کہ اسی کے مطابق عمل کریں۔"

اسکے بعد مخدوم الملک نے دربار آنا چھوڑ دیا۔ شیخ مبارک اینڈ سنز نے فتح پور سیکری میں ایک میٹنگ ہال بنوایا جس میں سب مذاہب کے علماء جمع ہو کر اپنے اپنے ادیان کی برتری بیان کرتے اور بقول مؤرخ سید ہاشمی علمائے اسلام کو ذلیل کرنے کے لئے اختلافی فروعی ایسے مسائل چھیڑے جاتے جن میں پرانے فقہا نے بال کی کھال نکالی اور مختلف و متضاد آرا کا ایک طومار جمع کر گئے (جس طرح آج کل کے ملا کرتے ہیں)

مولویوں کی کم عقلی ملاحظہ ہو کہ ان معمولی چیزوں پر ایسا اُلجھتے کہ گویا دین و ایمان کا انحصار انہی جزئیات پر ہے۔ حتےٰ کہ مخدوم اور شیخ آپس میں اُلجھ پڑے۔ بقول بدایونی "اذا انعارضنا تساقطنا" (آپس میں کٹ مرے) ~~شے~~

مخدوم الملک حج کے راستوں کو محفوظ بنانے کی بہت فکر کرتے۔ مگر کسی شاہنشاہ معظم نے بھی دھیان نہ دیا۔ سمندری راستوں پر یورپ کے ڈکیت قابض تھے جن سے ویزا لینا پڑتا تھا۔ خشکی کی راہ میں شاہ اسمٰعیل صفوی جیسے سفاک کی عملداری تھی۔ گجرات کے خود مختار حاکم محمود شاہ بیگڑہ (بیل جیسا) نے دولتِ عثمانیہ کی مدد سے فرنگیوں کو بھگایا تھا۔

(بیگڑہ کی روزانہ خوراک ۱۲ سیر پختہ تھی۔ رات کو بھی پہلو بدلتا۔ تو دونوں طرف رکھوائے ہوئے بڑے بڑے سموسوں کا لقمہ بنا لیتا۔ نمازِ فجر ادا کرنے کے بعد ایک قدح شہد اور برابر وزن گھی ملا کر پیتا۔ اڑھائی سو کیلے نوشِ جان کر لیتا)

محمود کے پوتے جانشین بہادر شاہ (فاتح چتوڑگڑھ) نے پرتگیزوں کو دیو میں قلعہ بنانے کی اجازت دے دی۔ مگر جب ہمایوں سے شکست کھا کر واپس گیا تو پرتگیزوں نے دغا دے کر مار دیا (۹۴۳ھ) پرتگیزوں نے دو مرتبہ سورت کی بندرگاہ میں گھس کر لوٹ مچائی۔ آگ لگائی اور رفوچکر ہو گئے۔

مخدوم الملک اُن کی حرکات پر نگاہ رکھے تھا۔ آخر کار ۹۸۰ھ میں اس علاقہ کو سلطنتِ دہلی میں شامل کر لیا۔ اور جدید ترین اسلحہ توپیں، بندوقیں قابو کر لیں۔ اگر مسلمان فرمانروا بحری قوت کی اہمیت سمجھتے اور مخدوم الملک کی سی بصیرت رکھتے، تو ممالک مشرق انگریزوں کی دستبرد سے محفوظ ہو جاتے۔

نوٹ~~شے~~: ان مجالس میں زیرِ بحث مسائل اس طرح کے تھے کہ داڑھی مونچھ قطروں کا پانی پیتے ہیں جب خصیے نکال دیئے جاتے ہیں تو داڑھی مونچھ کے بال گر جاتے ہیں۔ حائضہ عورت سے ہمبستری کے وقت عضو پر کپڑا لپیٹنے کا معاملہ زیرِ بحث آتا (صحیح بخاری دیکھئے) اس صورتِ حال سے اکبر پریشان ہو گیا تو ابوالفضل نے کہا ایسا دین بنا دیتا ہوں کہ جس میں سب مذاہب کی صرف اچھی اچھی باتیں ہوں۔ دینِ اسلام ہزار سال کی عمر گزار کر اب موزوں نہیں رہا)

اکبر نے مخدوم الملک معہ صدر الصدور کو حج کے بہانے چلتا کیا۔ وہ جب مکہ کی راہ سے میں داخل ہوئے تو علمائے حرم نے آپ کا والہانہ استقبال کیا۔ شیخ شہاب الدین احمد نے آگے بڑھ کر تعظیم کی۔ اور آپ کو سید کہہ کر خطاب کیا۔ اس طرح آپ وہاں سید ہی شہرت پا گئے۔ چار سال گذرے تو ملا شیری سیا لکوٹی نے ایک قطعہ لکھ کر بھیجا۔

شورش مغز است اگر در خاطر آرد جاہلے
کز خلائق مہر پیغمبر جدا خواہد شدن
پادشاہ امسال دعوائے نبوت کردہ است
گر خدا خواہد پس از سالے خدا خواہد شدن

اس سے متاثر ہو کر مخدوم کی غیرتِ ایمانی نے واپسی کا فیصلہ کیا۔ ساحل کے ساتھ ساتھ کشتی میں سفر کر کے (پنجاب آنے کیلئے) کراچی میں اتر پڑے۔ مخلوق زیارت کے لئے حاضر ہونے لگی تو بادشاہ کو اسکی اطلاع ہو گئی۔ اسنے عامل کو وہیں روکے رکھنے کا حکم بھیجا۔ ضعیف العمری کی بنا پر آپ کا وصال ہو گیا۔ اللہ کے دین کی نصرت کیلئے آسمان جیسی شخصیت رفیع خواجہ باقی باللہ کے روپ میں دہلی پہنچ گئی۔

کلفٹن والا مقبرہ جو زیارت گاہ عوام ہے۔ انہی مخدوم الملک کی قبر ہے۔ جسے اب سازش کے تحت عبداللہ الاشتر سے منسوب کرکے مخدوم کا بورڈ ہٹا دیا گیا ہے۔

؎ مانند بتاں پجتے ہیں کعبے کے برہمن۔ علویوں کو یہ گوارہ ہی نہیں کہ ان کی مندپجا اجارہ داری میں کوئی اور دخیل ہو۔

نوٹ: محمد نفس ذکیہ کی ہلاکت کے بعد اسکے بیٹے عبداللہ الاشتر کو خفیہ طور پر سندھ لایا گیا۔ یہاں کے عامل ہزارمرد عمر بن حفص نے اسے کسی راجہ کی پناہ میں دیدیا مگر ابو جعفر منصور عباسی کو اسکی بھنک مل گئی اسنے ہزار مرد کو افریقیہ تبدیل کرکے ہشام بن عمرو تغلبی کو بھیجا۔ جسکے بھائی سفنج نے عبداللہ الاشتر کو مع اسکے دس ساتھیوں کے شکار کھیلتے پکڑ لیا۔ اور سب کو ٹھکانے لگا کر لاشیں دریا برد کر دیں۔ بھلا اسکی لاش کو دشمن عباسیوں کے گروہ کراچی لیجانے کی کیا تک بنتی ہے؟ (تاریخ الکامل ابن اثیر)

○ تیسرے مخدوم الملک کے حقیقی وارث اور صحیح جانشین سلطان العارفین حاجی محمد عبداللہ نقشبندی سلطانپوری تھے جو مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رح کے خلیفہ اول سید

آدم بنوری رح کے مرشید تھے۔

شاہِ ایران عباس صفوی نے شاہجہان کے لقب پر اعتراض کیا کہ شاہِ ہند ہو کر شاہ جہاں کیوں کہلواتے ہو تو جواب کسی درباری عالم سے بن نہ آیا۔ آخر حاجی صاحب سے رجوع کیا گیا۔ تو آپ نے لکھوایا "ہند اور جہاں کے اعداد برابر ہیں۔ اسکے لئے شاہ جہان کہلواتا ہوں"

بادشاہ کی خواہش پر وزیراعظم نواب سعد اللہ خاں تحائف لیکر حاضر ہوا کہ شاہزادوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری قبول فرمائیں

حاجی صاحب نے تلوار اور گھوڑا ہمسایہ مجاہد کے گھر بھیجدیئے اشرفیاں درویشوں میں تقسیم کر دیں پھر متوجہ ہوئے کہ کیسے آنا ہوا۔ بادشاہ کا عندیہ معلوم کر کے فرمایا کیا یہ بادشاہ کے بچے نہیں ہیں۔ نواب نے کہا انکو بھی شہزادوں کے ساتھ رکھا جائے گا۔ اور ویسا ہی انتظام کر دیا جائے گا۔ اس پر دہلی جانے کو رضا مند ہو گئے۔

ایک روز اورنگ زیب کو درس کے دوران غافل دیکھ کر تھپڑ جڑ دیا۔ پرچہ نویس نے مرچ مصالحہ لگا کر رپورٹ کی تو بادشاہ نے اورنگ زیب سے استفسار کیا اُس نے بتایا کہ اُستاد نے میری غفلت پر تعزیر کی جس سے نکسیر پھوٹ گئی میں ادب سے بیٹھا رہا۔ خون کپڑوں پر گرا اور کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ بادشاہ نے خوش ہو کر پانچ گاؤں (کپور تھلہ) والی جاگیر عطا کر دی۔

اُن کی آل اولاد میں پروفیسر مختار احمد (ولاڑی)، ہیڈ ماسٹر ظہور احمد مخدوم رشید) اور اُن کے بھانجے جاوید احمد سٹیٹ آفیسر کیڈٹ کالج حسن ابدال، شعبہ تعلیم میں اپنے آبا و اجداد کی تقلید کر رہے ہیں۔ فوج میں کرنل ذوالفقار احمد کمانڈر (M.E.S) اوکاڑہ چھاؤنی ہے۔ پروفیسر عبدالستار انجینئرنگ یونیورسٹی میں ڈین ہے۔

اُن کے کاغذاتِ مال میں "بعوض طمانچہ زدن" کی تحریر موجود ہے۔ اُن کے اقربا میں میاں عبدالمجید پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ تعلقات کے سربراہ ہیں۔

پونچھ ڑیال

کسریٰ ایران یزدجرد کے دربار میں سعد بن ابی وقاص رضی سپہ سالار نے جو سفرا بھیجے اُنہیں عمروؓ بن معدیکرب بھی تھے۔ جب کسریٰ نے سفراؑ کو دربار سے نکالا تو حکم دیا کہ اسکے سر پر مٹی کی ٹوکری رکھ کر واپس کیا جائے۔ عمروؓ نے فوراً اپنی چادر بچھائی۔ مٹی اس پر اُٹھا کر خندہ پیشانی سے اٹھا کر فاخرانہ طریقہ سے واپس ہوئے۔ یزدجرد بہت حیران ہوا تو اسکے مشیروں نے کہا وہ اسے نیک شگون سمجھ کر لے گئے ہیں آپ نے خود ہی اپنے ملک کی مٹی انکے حوالے کی۔

عمروؓ نے مٹی سعد کے آگے ڈھیر کر کے فتح کی مبارکباد دی۔ جنگ قادسیہ میں عمروؓ بن معدیکرب نے اپنی فقیدالمثال جرأت و بہادری کی بہت شہرت پائی۔ پہلا شخص جو مبارزت کیلئے ایرانی افواج کیطرف سے نکلا وہ شہزادہ ہرمز تھا۔ جسے غالبؓ بن عبداللہ اسدی نے پکڑ کر سعدؓ کے حوالے کر دیا۔ دوسرا شہسوار میدان میں آیا تو عمروؓ نے صف سے نکل کر اسے گھوڑے سے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا اور ذبح کر کے اسکے آلاتِ حرب قابو کئے۔ عاصمؓ ایرانیوں کے باورچی خانہ میں جا گھسا اور اسکے مہتمم کو گرفتار کر لایا۔ عربوں کی اسقدر دلیری دیکھ کر ایک ایرانی بہادر چاندی کا گرز لئے جڑاؤ تاج پہنے گھوڑے کو کداتا ہوا نکلا۔ عمروؓ اسکے مقابلے کو نکلے تو اس نے گرز سے حملہ کیا جو عمروؓ نے خالی دیا اور اسے گھوڑے پر سے اٹھا کر اپنے آگے ڈال لیا۔ اور لا کر سعدؓ کے پیش کر دیا۔ یہ دیکھ کر رستم نے ہاتھیوں کو آگے بڑھایا اور جنگ مغلوبہ شروع ہو گئی۔

طلیحہ اسدیؓ بھیس بدل کر ایرانی فرودگاہ میں چلے گئے اور انکے گھوڑے بھگا لائے۔ ساتھ ایک شخص کو بھی پکڑ لائے۔ جو انکی بہادری کا معتقد ہو کر ہمیشہ ساتھ رہا۔ عکاظ کی مرثیہ گو شاعرہ خنساؓ سلیمیہ نے اشعار کہے۔

"عزیز بیٹو! تم اپنے ملک پر بھاری بوجھ نہ تھے۔ اور نہ تم پر قحط پڑا تھا۔ باوجود اسکے تم نے اپنی بوڑھی ماں کو یہاں لا کر فارس کے آگے ڈال دیا۔ اللہ کی قسم تم ایک باپ کی اولاد ہو۔ جسطرح ایک ماں کی اولاد ہو۔ میں نے تمہارے باپ سے بد دیانتی نہیں کی اور نہ تمہارے ماموں کو فضیحت کیا۔ جاؤ اخیر تک لڑو"۔ بیٹے شہید ہو گئے تو کہا وہ الحمدللہ الذی اکرمنی بشہادتہم

ابو محجن ثقفی شاعر کو شراب پینے کے اشعار پر سعدؓ نے قید کر رکھا تھا۔ اسنے سعدؓ کی بیوی سلمیٰ سے درخواست کی کہ میں عالم عرب کے اس معرکہ میں حصہ لینا چاہتا ہوں۔ شہادت نہ پائی تو واپس آکر بیڑیاں پہن لوں گا۔ واقعہ یہ ہے کہ میں دورِ جاہلیت میں دائم الخمر تھا۔ یہ کم بخت عادت نہیں چھوٹتی۔ اگر پینے کو نہیں ملتی تو شعر کہہ کر زبان کے چٹخارے لے لیتا ہوں۔ سلمیٰ نے اسکی بیڑیاں کاٹ دیں۔ اور اسے سعدؓ کا گھوڑا اور تلوار وغیرہ بھی دے دی۔ کیونکہ سعدؓ پھوڑے پھنسیوں میں مبتلا تھے۔

اور اونچی جگہ بیٹھ کر فوجوں کو ہدایات دے رہے تھے۔ ابو محجنؓ کے حملوں اور اپنے گھوڑے کو دیکھ کر حیران ہوئے
جنگ کے بعد ابو محجنؓ نے اسی طرح بیڑیاں پہن لیں۔ تب سلمٰیؓ نے سعدؓ کو بتا کر اسکی قید معاف کرائی۔

سعدؓ نے لیلۃ الہریرہ میں طلیحہ اسدیؓ اور عمروؓ بن معدیکرب کو نشیبی سکر کی حفاظت کیلئے متعین کیا تھا۔ تاکہ ادھر سے ایرانی حملہ نہ کر سکیں۔ مگر دُہ رہ نہ سکے اور ایرانی لشکر میں گھس کر قتل و غارت کرنے لگے۔ عمروؓ باوجودیکہ برچھیوں کے زخموں سے چور چور تھے۔ تاہم تلوار تھامے مستعد تھے۔ اور برابر وار کر رہے تھے۔ اسی اثنا میں ایک ایرانی سوار نے پاس سے گزرتے ہوئے عمروؓ پر وار کیا۔ عمروؓ نے مڑ کر گھوڑے کی دُم پکڑ لی۔ ایرانی نے ہر چند گھوڑے کو مہمیز لگائی۔ لیکن گھوڑا اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکا۔ آخر سوار ہراساں ہو کر بھاگ نکلا۔ عمروؓ گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ اور ذرا دم لینے کو میدانِ جنگ سے باہر آئے مگر غیرت اور جوشِ مردانگی سے پھر حریف کی صفوں میں گھس گئے۔ ایرانیوں نے مجبور ہو کر ہاتھیوں کو بڑھایا اور انکے دائیں بائیں پیدل فوجیں رکھیں عمروؓ نے گھوڑا چھوڑ دیا۔ اور پیدل قدم بڑھایا اور اپنے ساتھیوں کو للکارا کہ میں مقابل ہاتھی پر حملہ کرتا ہوں میرے پیچھے چلے آؤ ورنہ اگر عمروؓ بن معدیکرب مارا گیا تو پھر عمروؓ بن معدیکرب نہ ملے گا۔ نعرہ مار کر ساتھیوں کے ساتھ ہاتھیوں پر پل پڑے۔ گرد و غبار اُٹھا اور عمروؓ مع ساتھی اس میں غائب ہو گئے۔ دشمن کو کچھ سجھائی نہ دیا تو اسکے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور اُسکے میمنہ میں بھگدڑ مچ گئی۔

پونچھ والی قبیلہ کے افراد عام طور پر اپنے آباؤ اجداد کے قصہ میں گھوڑے یا ہاتھی کی پونچھ پکڑ کر روک لینے کا ذکر کرتے ہیں۔ چونکہ یہ آرائیں ہیں۔ انکا تعلق یمنیوں کی نسل سے نہیں بلکہ نزاریوں سے ہے گو واقعہ کا تعلق اسی جنگ سے ہے۔ سعدؓ نے حکم دے رکھا تھا کہ تیسری تکبیر پر حملہ ہوگا۔ پہلی دو تکبیروں پر تمام قبائل خود کو تیار کر لیں مگر۔۔۔۔ بنی اسد دشمن کو مقابل دیکھ کر صبر نہ کر سکے اور پہلی تکبیر پر ہی جھپٹ پڑے۔ ایرانیوں نے انکو گھیرے میں لے لیا اور ہاتھیوں کے غول کو انکے چاروں طرف لا کھڑا کیا اس پر بنو تمیم کے سردار قعقاعؓ نے اپنے حلیف قبیلہ بنو اسد کی مدد کیلئے حکم دیا۔ بنی تمیم کے جوان آنِ واحد میں لپکے۔ ہاتھیوں کی پونچھیں پکڑ پکڑ کر اوپر کودے ہودوں اور عماریوں کو گرایا۔ انکے سواروں کو تہہ تیغ کیا۔ ہاتھیوں کی آنکھوں اور سونڈوں کو نشانہ بنایا۔ تیروں کی بارش کر دی۔ جس پر ہاتھی واپس پلٹے اور اپنی ہی فوج کو روندنا شروع کر دیا۔ جسکی بنا پر ایرانی لشکر تتر بتر ہو گیا اور میدانِ جنگ سے بھاگ نکلا۔

۱؎ عمرو بن معدیکرب بنی زبیدہ کے دس معززین کا وفد لیکر مدینہ آئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آنحضورؐ کی وفات پر ارتداد کے فتنہ میں ملوث ہو گئے۔ مگر جلد تائب ہو کر رجوع الی الاسلام ہوئے۔ یہ یمن کے شاہی خاندان کے چشم و چراغ تھے اور بادشاہ کی حیثیت کے مالک تھے۔

بنی تمیم کے میدان میں کودنے کے وقت اشعثؓ بن قیس نے بھی اپنی قوم بنی کندہ کو مخاطب کیا۔ کیا ناموری اور مردانگی کا سہرا بنی اسد کے سر باندھا جائیگا۔ اللہ ان کو اجر دے کیسی مردانگی دکھا رہے ہیں۔ دیکھو عرب کی ہر قوم اپنے مورچے سے حرکت کر چکی ہے مگر افسوس تم نے ابھی تک اپنی جگہ سے جنبش ہی نہیں کی۔

پوٹھوہڑیال بنو تمیم ہیں۔ انکے بھائی بند ساندہ کہلاتے ہیں جو سب سے پہلے ایرانی افواج کا بنی اسد کے خلاف گھیرا توڑنے میں کامیاب ہوئے۔ انکو روکے رکھا۔ یہاں تک کہ باقیماندہ ہاتھیوں پر پل پڑے۔ ساندہ کے معنی مدد اور سہارے کے ہیں۔ اس قبیلہ کے نام پر کئی گاؤں ہیں۔ آل ذورعین کے مصنف مولوی محمد ابراہیم محشر انبالوی نے اسی بنا پر آرائیوں کو قحطانی عرب شمار کیا۔ کہ اس جنگ کے واقعات ہمارے اجداد سے سینہ بسینہ آ رہے ہیں مگر آرائیوں اور راعیوں میں کوئی قحطانی کہلانی شامل نہیں۔ یہ آل منصور ہیں یا بنی تمیم۔ تسکرے بھی بنو تمیم کی شاخ بنو شقرہ ہیں۔ اسی طرح "دیہند" اپنی سیاہ رنگت کی وجہ سے اندھیری راتیں میں دھوکہ کے باعث شہرت پا گیا اور آل اولاد کو بھی دیہند ہی کہا جانے لگا اور اس نام کے کئی گاؤں بھی آباد ہوئے۔* کاہلی کیوجہ کسی مشن میں ناکامی پر ناعِیَن کہلائے۔ یہ سب عربی نام ہیں جن کی اصل حجاز و نجد میں ہے۔ ذوعین بن حوث بن عمرو بن حمیر کی نسل (آل ذورعین) سیاہ رنگت والی اور لمبے قد کی تاریخی پہچان ہے۔ حمیر ۱۱۵ ق م تا ۳۰۰ء برسر اقتدار رہے ان کا پایۂ تخت زیدان بعد میں ظفار مشہور ہوا۔ آجکل شہر یریم کے قریب مدو پہاڑی پر اسکے کھنڈرات ہیں۔ اس جگہ ایک بستی حمیر ابھی موجود ہے جو اُن کی باقیات ہیں۔ طائف کے قرب و جوار میں آل منصور کے متروک علاقوں میں بنو قحطان، بنو غامد، بنو ہمیان اور بنو عسعی بسے ہوتے ہیں۔ جب بنو قیس عیلان اور تمیم مشرق و مغرب کے ممالک میں حکمران ہو گئے۔ دورِ جاہلیت کی عصبیت کو خلافتِ ناب نے ہوا دینی شروع کر دی تو قحطانیوں نے جنوب کا رخ کیا اور بڑی زبردست حکومت قائم کی۔ جسکا پایۂ تخت مسقط و عمان اور صوبہ جات میں سارا مشرقی افریقہ زنجبار میں مقیم قائمقام کے ماتحت تھا۔ حمیر کی ترقی کے ایام میں حجاز سے کئی قبیلے یمن چلے گئے اور انہی میں گھل مل گئے کچھ واپس بھی آ گئے۔ جیسے بنو اشعر۔

جتالے

جتالے (جت والے۔ جیسے جیالے۔ جی والے) عرب جتالة کو جتالہ بولتے ہیں۔ درخت کے گرے ہوئے پتوں کے علاوہ اُن بڑی چیونٹیوں کو بھی کہتے ہیں جو بھڑوں کے دو ٹکڑے کر دیتی ہیں اور درختوں پر رہتی ہیں۔ اشعر جب پیدا ہوا تو اسکے جسم پر بکثرت بال تھے۔ اشعریوں کی رقتِ قلبی اور نرم دلی کا یہ ثمرہ ہے کہ

*دیہند خاندان (داینوال) کے سربراہ آنجہانی چوہدری غلام حیدر مرحوم کی جگہ رکن بلدیہ شور کوٹ ... مزاج حاجی محمد علی انور زود محقق و مؤرخ ہے۔

انکے قلوب ایمان و عرفان کے معدن اور علم و حکمت کے سرچشمہ ہیں۔ توحید، اصولِ دین اور حدوث عالم میں کلام کرنا مسائل کلامیہ کی تحقیق و تدقیق خاندانِ اشعریین میں نسلاً بعد نسلاً جاری ہے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ اور امام ابوالحسن اشعریؒ بہت مشہور ہستیاں ہیں۔ آیۃ: فسوف یاتی اللّٰہ بقومٍ یحبھم ویحبونہ۔ جب نازل ہوئی تو صحابہ کو آنحضورؐ نے فرمایا۔ تمہارے پاس ایسے لوگ آ رہے ہیں جو تم سے زیادہ نرم مزاج ہیں۔ ایک روز صحابہ میں بیٹھے فرمایا۔ اے اللّٰہ! کشتی والوں کو نجات دے۔ پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا اب کشتی گرداب سے نکل گئی۔ جب اشعری مدینہ کے قریب پہنچے۔ فرمایا۔ وہ لوگ قریب آ گئے۔ ان کو ایک مردِ صالح لا رہا ہے۔ جو ابو موسیٰ اشعری تھے۔ وہ لوگ نعت خوانی کرتے مدینہ میں داخل ہوئے۔ ان میں ابو موسیٰؓ بھی تھے۔ پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ بولے زبید سے۔ دعا کی اے اللّٰہ! زبید میں برکت دے۔ انہوں نے کہا رمع میں بھی برکت ہو۔ پھر دعا کی۔ اے اللّٰہ! رمع میں بھی برکت دے۔ یہ وفد پچاس افراد پر مشتمل تھا۔ ان کے ہمراہ بنی عک کے دو آدمی بھی{[1]} تھے

[1] رافضی مورخین نے شرارت سے ابو موسیٰؓ کی جگہ عمرو بن الحمق خزاعی (قتل پیدائش) لکھ دیا ہے۔ عثمان غنیؓ کے سینہ پر چڑھنے والے اس قاتل کو عبدالرحمٰن بن عثمان ثقفی عامل موصل نے گرفتار کر کے مار کر جہنم داخل کیا۔

اشعریین نے کشتیوں پر سوار ہو کر آئے اور جدہ اُترے تھے۔ جب مدینہ کے نواح میں آ گئے تو پکارنے لگے۔ کل ہم احباب سے ملیں گے محمدؐ اور اُن کے اصحاب سے" آنحضورؐ خیبر کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ یہ راستہ میں جا ملے۔ ان کی آمد کی بذریعہ وحی اطلاع ہو چکی تھی۔ فرمایا۔ ان میں سے ایسے بھی ہیں جیسے تھیلی میں مشک۔ انہوں نے شکایت کی کہ ہمارے درمیان مشرک حائل ہیں۔ اس لئے ہمیں ترکِ وطن کر کے مدینہ کے قرب و جوار میں آباد ہونے کی اجازت ہو۔ آپؐ اور انصارؓ نے بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ اور یہ سب حجاز چلے آئے۔ تاریخ اسلام میں بڑا نام پیدا کیا۔

ابو موسیٰ اشعری کو دانیال نبیؑ کی انگوٹھی ملی تھی۔ یہ قرآن لحنِ داودی میں تلاوت کرتے تھے آنحضورؐ نے فرمایا۔ اللّٰہ نے ابو موسیٰ کو داؤدؑ کے مزامیر میں سے عطا کی ہے۔ ان کے داڑھی مونچھ نہ تھی۔ گو اسلام میں ہیئت و لباس حجتِ شرعی نہیں تاہم آنحضورؐ کے فرمان الاصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم داڑھی مونچھ صاف کرانے والے ان کی ہیئت کا حوالہ دیتے ہیں۔ جٹ قوم میں سائیں کرم الٰہی گجرات میں نامور بزرگ ولی ہوتے ہیں۔ اور سیا ستدانوں میں سردار عبدالعلیم صاحب المحترم (سابق مرکزی وزیر) مثالی کردار کے مالک ہیں۔ جنہوں نے اقتدار کو امانت سمجھ کر پوری دیانت سے فرض انجام دیا۔ جزاک اللّٰہ فی الدارین

نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز

موصل

اَوس و خزرج کے عمزاد بنی عدی کی شاخ شاہِ یمن عمرو مزیقیا بن عامر ماء السماء کی آل مشہور قبیلہ ازد کے چشم و چراغ ہیں۔ بعض نے عمر فاروق رضؓ کے قبیلہ بنی عدی کی شاخ بنی موصل خیال کی ہے جو ناموں کی یکسانیت کی وجہ سے ہے۔ موصل کے لغوی معنی کیچڑ والی زمین ہیں۔ ہجرت کے وقت کچھ یمن میں رہ گئے۔ کچھ عمان چلے گئے۔ ایک کنبہ مکہ کے پاس بطن مرّ میں مقیم ہو گیا۔ جو شمال کی طرف نکلے۔ ان میں اوس و خزرج مدینہ میں، جو شام سدھارے غسانی کہلائے، یمن میں بنو غامد، طائف کے پاس بنو غامد، مکہ کے پاس یشکری اور مدینہ کے جوار میں بنی عدی جنکی نسل میں بنو موصل اور انکے عمزاد جدیدی پنجاب میں کافی ہیں۔ ازد کا تیرہ رکنی وفد صرد بن عبداللہ کی قیادت میں حاضر ہوا تھا۔ آپؐ نے ان کی وضع قطع بہت پسند فرمائی۔ پوچھا آپ لوگ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا مومن۔ آپ نے کہا ہر ایک قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ تمہارے قول و ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ انہوں نے کہا۔ ہمارے اندر پندرہ خصلتیں ہیں۔ پانچ اعتقاد کے بارے میں اور پانچ عمل پیرا ہونے کے لئے جنکا حکم آپؐ کے مبلغین نے دیا اور پانچ ایسی ہیں جن پر ہم پہلے ہی سے پابند ہیں۔ پہلی پانچ خدا، فرشتوں، رسولوں اور آسمانی کتابوں پر اور موت کے بعد جی اٹھنے پر ایمان رکھنا۔ دوسری پانچ جن پر عمل کرتے ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ کا اعلان، پانچ وقتی نماز ادا کرنا۔ زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، بیت اللہ کا حج کرنا (بشرطِ استطاعت فرد)۔ پانچ باتیں جو پہلے سے ہمیں معلوم ہیں۔ آسودگی کے وقت شکر کرنا، مصیبت کے وقت صبر کرنا۔ قضائے الٰہی پر رضامند ہونا، امتحانات کے مقام پر ثابت قدمی اور راست بازی سے قائم رہنا۔ اعداء کو شماتت نہ دینا۔

آپؐ نے فرمایا جن لوگوں نے ان باتوں کی تعلیم دی وہ حکیم و عالم تھے اور ان کی دانشمندی سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا انبیاء تھے۔ اچھا پانچ باتیں تمہیں اور بتا دیتا ہوں تاکہ پوری بیس خصلتیں ہو جائیں۔

۱۔ وہ اشیاء جمع نہ کرو جنہیں کھانا نہ ہو۔ ۲۔ وہ مکان نہ بناؤ جس میں رہنا نہ ہو۔ ۳۔ ایسی باتوں میں مقابلہ نہ کرو جنہیں کل چھوڑ دینا ہو۔ ۴۔ خدا کا تقویٰ رکھو جسکی طرف لوٹنا اور اسکے حضور پیش ہونا ہے۔ ۵۔ ان چیزوں کیطرف رغبت رکھو جو آخرت میں کام آئیں گی جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔

جنگِ جمل میں بنی ازد اور بنی ضبہ نے اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضؓ کی ناقہ کو اپنے حصار میں لے لیا شمع حرم نبوتؐ کی حفاظت میں ۲۷۰۰ ازدی اور دو ہزار ضبہ کے بہادروں نے دیوانہ وار اپنی جانیں فدا کر دیں۔ بصرہ کا شاہسوار عمرو بن یحرہ اس جوش سے لڑ رہا تھا کہ جو علوی لشکری سامنے آتا۔ مارا جاتا۔ علی المرتضےٰ یہ دیکھ

کر بہت غمزدہ ہوتے کہا اے کاش ش ۲۰ سال قبل مر گیا ہوتا۔

بنو موحل بنو تمیم کے حلیف بن کر بصرہ میں آباد ہو گئے تھے۔ محمد بن قاسم کے لشکر میں ازدیوں کی صف پانچویں تھی۔ جنکے سالار لشکر زیاد بن جلیدی حواری، ہذیل بن سلیمان، مجاشع بن توبہ، صابر یشکری اور ابن شیبہ جدیدی تھے۔ آجکل میاں منظور احمد موحل انکے قائد صوبائی اسمبلی پنجاب کے بہاولنگر حلقہ سے منتخب ممبر ہیں۔

جوئیہ

جوئیہ بن لوذان بن ثعلبہ بن عدی بن فزارہ بن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان بن عمرو بن قیس بن عیلان بن الیاس بن مضر۔

عمرؓ فاروق رضؓ نے تقسیم وظائف کیلئے سات گروپ بنائے۔ ۱۔ بنو کنانہ و حلفاء ۲۔ قضاعہ، غسان بجیلہ۔ خثعم کندہ ازد ۳۔ اسد۔ تغلب۔ ضبیعہ۔ نمر ۴۔ بنو عمرو بن قیس عیلان (بنو غطفان) ۵۔ تمیم و ہوازن و مازن و سلیم (۶) مذحج حمیر۔ ہمدان و حلفاء ۷۔ ایاد۔ عک۔ عبدالقیس۔ اہل ہجر و ہجراد۔

حجاج نے قبائل کو انساب کی بجائے علاقہ وار رجسٹر کیا اور چار گروپ بنا دیئے۔ ۱۔ یمنی۔ ۲۔ عراقی ۳۔ شامی ۴۔ حجازی۔ نجدی۔ تہامی۔ بنو غطفان جنگجو قبیلہ تھا جو قیس عیلان میں سے تھا۔ ہمسائیگی کی بنا پر بنو تمیم سے زیادہ قرابت رکھتے تھے۔ ان کے آپس کے تنازعات میں بنو تمیم ہی ثالثی کرتے۔ اسکے چار بڑے گروہ تھے۔ بنو اشجع بنو ذبیان بنو فزارہ بنو عبس جنکی باہمی خانہ جنگی مشہور ہے۔ بنو ذبیان میں بنی فزارہ نے بڑی شہرت پائی جسکی شاخ بنی جوئیہ پاکستان میں بھی کافی تعداد میں موجود ہے۔

بنو عبس کے حرث، مالک و قیس پسران زہیر گھوڑ دوڑ میں شریک ہوئے۔ مالک کے گھوڑے کا نام داحس تھا۔ بنی ذبیان کے حمل اور حذیفہ پسران بدر اور حذیفہ کا بیٹا عوف شامل ہوئے۔ حذیفہ کے گھوڑے کا نام الغبرا تھا مالک نے الغبرا کو چھانٹا مار دیا تو حمل نے مالک کے تھپڑ رسید کر دیا۔ جب دوڑ شروع ہوئی تو حذیفہ کے آدمیوں نے داحس کے منہ پر چھانٹا مارا جس سے وہ پیچھے رہ گیا۔ جھگڑا بڑھ گیا۔ ابو الجنید ب بن العبسی نے عوف بن حذیفہ کو قتل کر ڈالا۔ جس پر ایک فزاری نے مالک کو مار ڈالا۔ حمل پکارا کہ ہم نے عوف کے بدلے مالک کی جان لی ہے۔ اسطرح بنی فزارہ اور بنی عبس میں جنگ چھڑ گئی۔ فزارہ نجد شمال مغرب سے وادی القریٰ تک آباد تھے اور بنو عبس نجد میں تھے۔ چالیس سال سے آپس میں لڑ رہے تھے کہ اسلام نے آکر صلح کرائی۔

قیس بن زہیر کے اشعار کا ترجمہ ملاحظہ کریں۔

کتنے لوگ ایسے ہیں جنہیں شاہسوار کہا جاتا ہے حالانکہ حقیقتاً وہ نہیں ہوتے۔ مگر ہاں مقام الہباۃ میں ایک بڑا شہسوار ہے پس حذیفہ پر روؤ کہ مرثیہ کہنے کیلئے اسکا سا اور نہ ہوگا۔ یہانتک کہ وہ لوگ بھی مر جائیں جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے۔ باوجود اسکے کہ جوانمرد حمل بن بدر نے زیادتی کی اور ظلم تو بدہضمی پیدا کرنے والی چراگاہ ہے۔
ربیع بن زید العبسی۔

ے کیا مالک بن زہیر کے قتل کے بعد بھی عورتیں طہروں کے نتیجے (اولاد) کی بقا کی امید رکھیں گی۔ (طبری)
(سیرۃ ابن ہشام)

بنو فزارہ پہاڑی لوگ تھے۔ مدینہ اور گردو نواح میں ڈاکے ڈالا کرتے اور پہاڑی دروں میں چھپ جاتے۔ انکے سردار عُیینہ بن حصن کا بیٹا عبدالرحمن آنحضور ؐ کے اونٹ چرا کر بھاگا۔ صحابہ رضؓ میں سلمہ بن اکوع ؓ بہت تیز رفتار تھے۔ انہوں نے پیچھا کیا۔ اخرم رضؓ اور ابو قتادہ سلمی رضؓ بھی پہنچ گئے۔ عبدالرحمن نے اخرم رضؓ کو تیر مار کر شہید کر دیا اور خود ابو قتادہ رضؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔

۵ھ عیینہ بن حصن آنحضور ؐ کے پاس آیا اور بتایا کہ ہمارے دیہات میں بارش نہ ہونے سے خشک سالی ہے۔ اس لئے ہمیں ریوڑ چرانے کیلئے مدینہ کا رُخ کرنا پڑے گا۔ آپؐ نے اس شرط پر مصالحت کر لی کہ وہ اپنا ریوڑ تغلین اور اسکے نواح میں ہی چرائیگا۔ اسکے بعد فزاریوں نے مدینہ کی طرف ترکتازی بند کر دی۔ ام المؤمنین صدیقہ رضؓ پاس بیٹھی تھیں۔ آنحضور سے پوچھا یہ کون ہے؟ فرمایا میری بیوی۔ کہنے لگا محمدؐ اسے چھوڑ دو میں اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہوں۔ اسے گھر ڈال لو۔ بڑی ہٹی کٹی ہے۔ بڑے بہادر سپوت جنے گی۔ ام المؤمنین اٹھ کر اندر چلی گئیں اور آنحضور ؐ سے شکوہ کیا تو فرمایا کیا کیا جائے یہ بیہودہ گو ہے مگر اپنی قوم کا سربراہ ہے اس لئے دید کرنی پڑتی ہے۔

بنو غطفان کے سردار دعثور نے آنحضور ؐ کو درخت کے نیچے قیلولہ کرتے دیکھ کر تلوار کھینچ کر پکارا اب بتاؤ میرے وار سے کون بچائے گا؟ فرمایا اللہ! عرب باوجود بت پرستی کے اللہ کی عظمت کے اقراری تھے۔ اللہ کا نام آیا تو دعثور کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ آپؐ نے اٹھالی۔ اس سے پوچھا اب تو بتا کیسے بچ سکتا ہے؟ دعثور بہت نادم ہوا تو آپؐ نے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے بخوشی قبول کر لی۔ اس نے اپنے قبیلے میں جا کر یہ بیان کیا کہ محمدؐ کے ساتھ جبرئیل ؑ ہے۔ جسنے میرے سینے پر ایسا دوہتڑ مارا کہ میں بے بس ہو گیا۔ یہ سن کر اسکا قبیلہ بھی ایمان لے آیا۔

رجب ۶ھ وادی القریٰ میں فزاریوں کا ایک اجتماع ہوا۔ جن کی سردار فاطمہ بنت ربیعہ تھی۔ زید رضؓ بن ثابت انکو بھگانے گئے۔ تو فزاریوں نے جوابی حملہ کر دیا۔ مسلمان مشکل سے جانیں چھڑا کر زخمی حالت میں مدینہ واپس پہنچے۔ رمضان کے مہینے میں دوبارہ زید رضؓ تیاری کر کے حملہ آور ہوئے اور فاطمہ کو بھگا آئے۔

ماہ ذوالحجہ ۶ھ مدینہ سے ۳۶ میل دور "طرف" حیشہ" کے پاس بنی ثعلبہ پر بھی زیدؓ نے یلغار کی ۔ جنگِ خندق میں یہود کے اکسانے پر بنو غطفان بھی قریش کی حمایت میں مدینہ پر چڑھ دوڑے ۔ حارث بن عوف اپنی قوم بنو مرہ کے ساتھ اور مسعود بن رخیلہ بنو اشجع کو لیکر آیا ۔ نعیم بن مسعود اشجعی چھپ کر آنحضورؐ سے ملا اور اپنے اسلام کا اظہار کرکے کچھ حیلہ کرنے کا بتا گیا ۔ نعیمؓ پہلے بنو قریظہ یہود کے پاس گیا ۔ انکو سمجھایا کہ غطفان اور قریش دُور کے علاقہ کے لوگ ہیں اگر بھاگ نکلے تو تم اکیلے رہ کر مصیبت میں پھنس جاؤ گے ۔ قریش کے اشراف کو بطور ضمانت اپنے پاس رکھو تاکہ لڑائی میں پیٹھ نہ دکھائیں ۔ یہود کو یہ رائے بہت پسند آئی ۔ پھر قریش کے پاس گیا اور ابو سفیان کے گوش گذار کیا کہ یہود تمہارے اکابرین کو حیلہ سے بلوا کر محمدؐ کے حوالے کرنا چاہتے ہیں ۔ پھر اپنی قوم غطفان کو سمجھا بجھا کر واپس لے گیا ۔ نعیم کی اس تدبیر سے قبائل اور یہود میں افتراق پیدا ہو گیا اور یکے بعد دیگرے میدان سے ہٹ گئے ۔ چڑھائی کیوقت قبائل کا جوش قابل دید تھا ۔ متحد ہو کر مدینہ کو لوٹنے اور اسلام کے خاتمہ کیلئے جمع ہوئے تھے ۔ ان میں ۹۰ سالہ عمرو بن عبدود جو بنو عامر بن لوی کا رستم ہوتا تھا بڑھاپے میں چلا آیا اور علی المرتضیٰ کے ہاتھوں جہنم واصل ہوا ۔ قبائل کی واپسی کے بعد آنحضورؐ بنو قریظہ کے قلعہ کے پاس گئے اور انکو پکارا "اے بندروں کے ساتھیو ! (بولے ہاں آپ بخوبی واقف ہیں) کیا ابتک اللہ نے تم کو رسوا نہیں کیا اور سزا نہیں دی ہے ۔"

فتح مکہ اور حنین میں عیینہ بن حصن فزاری اپنے قبیلہ کے چند آدمیوں کے ساتھ اعزج پر شامل ہوا تھا ۔ طائف سے واپسی پر اسلام سے لاتعلقی کا اظہار بھی کر دیا تھا ۔ جب ۹ھ بنو فزارہ کا وفد ۱۹ آدمیوں پر مشتمل مدینہ آیا ۔ تو اس میں عیینہ کی بجائے اسکا بھائی خارجہ بن حصن اور بھتیجا حر بن قیس بن حصن آئے ۔ وفد نے قحط سالی کی مشکلات کا ذکر کرکے دعا کی درخواست کی ۔ تو آپؐ نے دعا کی ۔ جب وفد واپس گیا تو معلوم ہوا کہ وہاں بارش دعا کے دن اور اسی وقت ہوئی جس سے زندگی عود کر آئی ۔ کل شیء حی من الماء ۔

حرؓ حضرت عمر فاروقؓ کا مقرب بنا ۔ انکے دور میں عیینہ مدینہ آیا تو حرؓ امیر المومنینؓ کی حاضر کیلیں تھا ۔ عیینہ آپؓ سے مخاطب ہو کر بولا ۔ آپ تقسیم میں انصاف نہیں کرتے ہمیں کوئی بڑا عطیہ نہیں دیتے ، نہ ولاتے ہیں ۔ آپؓ نے کوڑا اٹھایا تو حرؓ نے عرض کیا آپ جانتے ہیں یہ میرا چچا بہت گنوار اور منہ پھٹ ہے ۔ اسے نظر انداز کر دیجئے ۔

بنی تمیم بنی اسد اور بنی غطفان حلیف تھے ۔ جب طلیحہ اسدی نے نبوت کا دعوٰے کیا تو عیینہ نے اپنی قوم کو کہا ہمیں طلیحہ کا اقرار فائدہ مند ہے ۔ محمدؐ تو فوت ہو چکے اور طلیحہ زندہ موجود ہے اور پھر یہ حلیف قبیلہ کا ہے ۔ قریش کے سچے نبی سے جھوٹے حلیف کی اطاعت بہتر ہے ۔ قوم اسکے پیچھے لگ گئی ۔ صدیق اکبرؓ خود گوشمالی کیلئے گئے

بنی ذبیان کو انکے علاقے ابرق سے بیدخل کر دیا۔ بنی طے انکے حلیف تھے مگر عدی بن حاتم نے انکو سمجھا لیا تو کہنے لگے ہم بنو اسد سے جنگ نہ کریں گے۔ البتہ بنو قیس سے لڑینگے۔ خالدؓ نے یہ بات منظور کر لی۔ وادی بزاخہ میں آمنا سامنا ہو گیا تو طلیحہ خود تو چادر اوڑھ کر وحی کے انتظار کا پوز بنا کر بیٹھ گیا۔ عیینہ کو لشکر کی کمان سونپ دی۔ عیینہ بار بار طلیحہ کے پاس آ کر پوچھتا کوئی وحی آئی؟ طلیحہ انتظار کرنے کو کہتا۔ آخر میں بتایا کہ وحی آگئی ہے۔ "ان لک رحاً کرحاہ وحدیثاً لا تنساہ" (تمہارے پاس بھی اسی کی طرح کی چکی ہے اور تیری بات بھی کبھی بھولنے والی نہیں) عیینہ نے کہا واقعی تجھے بھی کبھی نہ بھولیگا۔ اب فرشتے سے کہو کہ اگر لڑے ہم تو چلے۔ پھر اپنے قبیلے کو پکار کر کہا اس کذاب کو چھوڑ دو اور جانیں بچانے کی کوشش کرو۔ جو بھاگ سکتا ہے فوراً فرار ہو جائے۔

طلیحہ نے بھی اپنی بیوی نوار کو گھوڑے پر بٹھایا اور شام بھاگ گیا۔ وہاں بنو کلب میں رہا اور عمر فاروقؓ کے دور میں واپس آ کر تائب ہوا اور جہاد میں معرکہ آرائیاں کیں۔ خالد نے عیینہ کو گرفتار کر کے مدینہ بھیج دیا۔ اسکے ہاتھ گردن سے بندھے تھے۔ مدینہ کی گلیوں میں بچے اسکو کھجور کی شاخیں مار کر کہتے۔ اے اللہ کے دشمن تو ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گیا تو کہتا میرا اللہ اور رسول سے ایمان کا کیا واسطہ میں تو کبھی مسلمان نہیں ہوا۔ اصحاب رسولؐ نے بھی اسکو چھوڑ دینے کی رائے دی کہ اسکے ساتھ آنحضورؐ کا معاہدہ تھا اور مؤلفۃ القلوب میں تھا۔ بنو حنیفہ کے کذاب (مسیلمہ) کی بھی آپؐ نے خبر دی تھی۔ جب اسکا مؤذن پکارتا۔ اشھد ان مسیلمۃ یزعم انہ رسول اللہ تو مسیلمہ کہتا۔ افصح یا حجیر۔

وفد بنی عبس ۹ افراد پر مشتمل حاضر ہو کر اسلام لایا تھا۔ انہیں مہاجرین الاوّلین میسرہ بن مسروقؓ حارث بن ربیعؓ اور قنان بن دارمؓ بھی تھے۔ ان کا جھنڈا طلحہ بن عبیداللہؓ کو باندھ کر دیا اور شعار یا عشرہ مقرر فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپؐ نے فرمایا ہے لا اسلام ممن لا ھجرۃ لہ اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم بستیاں بنا کر رہتے ہیں اور خیموں کی زندگی کے عادی نہیں ہیں۔ فرمایا تم وہیں حمد و جازان میں ہی رہو۔ اور علاقہ نہ چھوڑو۔ اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہارے مالوں اور اولادوں میں کچھ بھی کم نہ کرے گا۔ پھر خالد بن سنانؓ کے بارے میں پوچھا کہ وہ تو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اور ان کا پسماندہ وارث بھی نہیں۔ یہ سنکر آپکو ملال ہوا فرمایا ایسے بھی نبی ہوئے ہیں۔ جنکو انکی قوم نے ضائع کر دیا۔

ایک مہم کے سلسلے میں بنی فزارہ بڑے کرّوفر سے آئے اور سرِ وقد کھڑے ہو کر سلامی دی۔ صدیق اکبرؓ نے خیر مقدم کیا۔ تو بولے یا خلیفۃ الرسول اللہؐ ہم بہت عمدہ گھڑسوار ہیں اپنے گھوڑے بھی ساتھ لائے ہیں۔ آپ ہمیں بڑا جھنڈا عنایت کریں۔ فرمایا خدائے ذوالجلال تمہیں اور خیر و برکت عطا فرمائے لیکن بڑا جھنڈا بنی عبس کو دیا جا چکا ہے۔ اب اُن سے واپس لیکر تم کو نہیں دیا جا سکتا۔ ایک فزاری بولا ہم بنی عبس سے بہتر ہیں۔ اس پر آپؓ نے اسکو ڈانٹا

اور بدتمیز چپ رہ تجھ سے ہر علبی بہتر ہے ۔ ایک علبی نے بولنا چاہا تو اسے بھی ڈانٹ پلائی ۔

نابغۃ ذبیانی زیاد بن عمرو بن معاویہ ۔ جو تیر ان سے مقابلہ پڑ جاتے تو ایسی حالت میں نہ لڑ کر گھر عریاں، پڑوسی محروم اور مقابلہ کا نتیجہ بربادی ہو ۔ یہ جنگجو قبیلہ بنو امیہ کا زبردست حلیف بن گیا ۔ ولید بن عبد الملک کی والدہ ولادہ بنت عباس العبسیہ تھی جسکی بنا پر انہوں نے عبد الملک اور ولید و سلیمان و یزید کے دور میں عہدے پاتے اور زبردست کارنامے دکھائے ۔ جب بنو عباس برسر اقتدار آگئے تو انکو راجہ بٹھنڈہ کی پناہ لینی پڑی ۔ اپنی اضطرابی طبع اور سیمابی فطرت سے مجبور ہو کر سیاسی غلطیاں کرتے رہے ۔

شاہ دہلی سلطان سکندر لودھی کی حکومت میں علاقہ سرسہ نواح ممدوٹ کی عملداری جوئیہ سردار کے پاس تھی ۔ جو نو پشتوں تک رہی ۔ دسویں پشت میں (رائے لونا) دلیر خاں اپنے باپ گھراج کا جانشین ہوا ۔ اور جلال الدین اکبر بادشاہ سے باغی ہو کر قیدی بنا تو اسکے عزیز و اقارب بھاگ کر بہاولپور چلے گئے ۔ پھر رائے ونا بحال ہو کر صوبیدار کے عہدے پر فائز ہو گیا ۔ جسکی تیسری پشت میں رائے محمد کو کسی جرم میں شہنشاہ شاہجہان نے بے دخل کر دیا تو یہ خانہ بدوش ہو گئے ۔ پھر ابیہ راجپوتوں کے حلیف بن کر انکی ہمسائیگی میں آباد ہو گئے ۔ اور انکے ساتھ رشتے ناطے بھی کر لئے ۔ جسکی بنا پر بھاٹوں نے انہیں جادو بنسی (چندر بنسی) بھٹی راجپوتوں کے ساتھ شمار کرنا شروع کر دیا ۔ عربوں میں یہ ملوک شمار ہوتے تھے اس لئے انکو ۳۶ شاہی خانوادوں میں شمار کیا گیا ہے ۔ یہ ان عربوں میں سے ہیں جو پاٹلی پتر کے تھانہ بھون سے پنجاب میں آتے پہلے ملتان میں ڈیرے ڈالے پھر مشرق کیطرف جہاد کیلئے نکل گئے ۔ ان کے جاٹ ساتھی مجاہد بھڑوچ (گجرات) کی نسبت سے وڑائچ کہلوتے ہیں ۔

میاں شیر محمد جوئیہ اسلام نگر (عارف والا) (جو کہ ایک سیدھا سادھا ان پڑھ کسان ہے) نے ایک دن ایک انوکھی بات کہی ۔ اور بات ہی انسان کی پہچان کراتی ہے ۔ جوئیہ لوگ فاطمی سادات کو لڑکیوں کے رشتے دے دیتے ہیں مگر لے نہیں سکتے ۔ برہ والا سادات ضلع حصار کا ایک سیدزادہ جو شیر محمد کا پھوپھی زاد بھائی ہے ۔ رعشہ کے عارضہ میں مبتلا پاس سے گذرا تو شیر محمد بولا ۔ کربلا میں ماری ہوئی ہماری جوتوں سے انکے سر ابھی تک ہل رہے ہیں ۔ ہمارے وڈیرے نے انکے وڈیرے کو مانا ہی نہ تھا ۔ ہمارے ایک بڑے نے تو مائی حلیمہ کے گھر میں نقب بھی لگائی تھی اور سینہ بہ سینہ چلتی ہوئی یہ حکایت شیر محمد کے منہ سے ان کے بنو جوئیہ بن ہوازن بن ثعلبہ بن عدی بن فزارہ ہونے کی واضح دلیل ہے ۔ اسکے علاوہ بھی بے شمار دلائل و آثار موجود ہیں جو اس کی تائید کرتے ہیں ۔ یہ اپنی عورتوں کو زہریلے حشرات کھلاتے تھے تاکہ اپنی حفاظت دانتوں سے کرنے کے علاوہ اولاد کڑوی پیدا کریں ۔ ایک بڑے بچھو نے کسی کو بری طرح کاٹا تو وہ تڑپنے لگا ۔ لوگ بچھو کو مارنے کیلئے آگے بڑھے تو شیر محمد کی ہمشیرہ نے سب کو منع کر دیا ۔ اور خود اپنا پاؤں آگے کر دیا ۔ بچھو نے پاؤں کے انگوٹھے پر ڈنک مارا

توڑ دیا اور اُلٹا ہو کر مر گیا ۔ بچے کی آنکھیں کنکرے پڑنے سے سُوج گئیں تو اسکی نانی نے کُتے مکھی کو قریب کیا جو پاؤں مارتی رہی ۔ پھر دُوسری پھر تیسری پکڑ کر پاؤں لگواتی رہی یہاں تک کہ عمدہ طریقہ کا آپریشن ہو گیا اور آنکھیں ٹھیک ہو گئیں ۔ (حشرات الارض میں بچھو عالیشن میں سے ہے جو نبی ولی کا لحاظ نہیں کرتا۔ اس لئے نماز کے اندر اسکو مار ڈالنے کا حکم ہے) خُدا کے خلیفہ کی بھی عجب شان ہے عالین کی بے بسی اور قادر کی قدرت کے شیوؤں کا عجیب منظر ہے ۔

میاں عطا محمد پولیس کانسٹیبل جوگی کی طرف پاؤں لٹکائے کہہ رہے ہیں کہ ذرا اسے زنگروٹ کا ڈنک ٹسٹ کراؤ ۔ اور سپیرا ہاتھ باندھے منت سماجت کر رہا ہے کہ اس سانپ کو بڑی مشکل و محنت سے پکڑ کر لایا ہوں ۔ معلوم ہوا کہ سانپ ڈنک مارتے ہی مر جائے گا ۔ بعض شعبدہ باز ہاتھوں پر مُولی اور پیاز کا پانی لگا کر بچھو ہتھیلی پر رکھ لیتے ہیں ۔

میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمتہ کے مُریدین میں جالندھری سَر سیّد ، فرید پور لڈے کے میر مولوی پیر محمد صاحب ؒ (جن کے فیصلوں کی دُھوم پڑ گئی تھی) اور رئیس کندوالا ضلع فیروز پور، چوہدری محمد علی جوئیہ فاضلکا میونسپل کمیٹی کے نامزد ممبران تھے انہوں نے فاضلکا میں اسلامیہ ہائی سکول جاری کرنے میں ہندوؤں کی زبردست مخالفت کے باوجود عملیات منظور کرائے اور اُسے کامیاب بنایا ۔ جو آجکل پاکپتن میں جاری ہے ۔ مولوی صاحب نے اپنے گاؤں ننگل انبیا میں بھی اسلامیہ ہائی سکول جاری کیا اس نام کے دو ہائی سکول انکے صاحبزادے میاں عبدالرب (ممبر پنجاب اسمبلی) کے ایما سے میرے ماموں چوہدری عصمت اللہ انور نے ساہیوال میں جاری کئے ۔ اُس دور میں یہ بہت بڑے کارنامے تھے ۔

چوہدری محمد علی جوئیہ مجلس احرار ضلع فیروز پور کے امیر بھی رہے جو انگریزی حکومت کی دشمن جماعت تھی بلکہ واحد جماعت تھی ۔ جو انگریز کو ملک سے نکل جانے کی دھمکیاں دیتی رہتی جس سے ان کا مقصد لوگوں کے دلوں سے انگریز کا خوف نکالنا اور انکے رعب و دبدبہ کا تمسخر اُڑانا تھا ۔ اللہ تعالےٰ ان مجاہدوں کی ارواح کو ابرار کے ساتھ جنت الفردوس میں جگہ دے ۔ بڑے جیالے لوگ تھے ۔ میونسپلٹی کی ممبری اور احرار کی قیادت بظاہر ناممکن العمل تھے ۔ مگر چوہدری صاحب جیسے شیر دل نے کبھی پرواہ نہ کی ۔ یہ میاں شیر محمد علیہ الرحمتہ کی توجہ کا اثر تھا کہ ہر آن انکے نفس کی پاکیزگی کا مظاہرہ ہوتا رہتا تھا ۔

ایک جوئیہ تحصیلدار کے بارے میں چوہدری محمد علی جوئیہ کو بتایا گیا کہ زمین کی رجسٹری کرتے وقت دس ہزار روپے رشوت لے لی ہے ۔ یہ ان کی زندگی کا پہلا موقع تھا کہ وُہ خوفزدہ ہو گئے اور کہنے لگے بس زمینداروں اور جوئیوں کا زوال شروع ہو گیا ۔

پہلے زمیندار طبقہ اپنے زیر اثر نوجوانوں کی سفارش کر کے تحصیلدار اور تھانیدار بنواتے تھے۔ تاکہ انکی کمزوریاں طشت از بام نہ ہوں اور کوتاہیاں چھپی رہیں مگر اب خود زمینداروں نے رشوتیں لینے کی غرض سے اپنی اولادوں کو تحصیلدار (محصّل) اور تھانیدار (کوتوال) لگوانا شروع کر دیا ہے یعنی خود کو اتنا گرا لیا ہے کہ ان پر ملوک اور امرأ کا خطاب حرام ہو گیا۔ اور رشوت یعنی حرام خوری کی ذلّت انکی بربادی کی دلیل ہے پہلے پنشن یافتہ فوجی افسروں کو رجسٹری کا شعبہ دیا جاتا تھا جنکے وہم و گمان میں بھی رشوت کیلئے ہاتھ پھیلانا نہ آ سکتا تھا۔ اب یہ تحصیلداروں کے ہاتھ میں دیدیا گیا ہے تاکہ ذلّت کا آخری درجہ بھی انہی کو مل جائے۔ زمانہ پلٹا کھا گیا ہر بُرائی کو اچھائی اور ہُنر کہا جانے لگا۔ مشیّتِ ایزدی میں ایسے گھرانوں کی عمریں گھٹ جاتی ہیں اور جلد ہی حوادثِ زمانہ کا شکار ہو کر ناپید ہو جاتے ہیں۔ صرف خوفِ خدا سے نیکوکاری پر عمل پیرا انسانوں کی اولادیں پھلتی پھولتی ہیں اور اُسوقت تک زوال سے آشنا نہیں ہوتیں جبتک ان میں حیا اور ایثار باقی رہتا ہے۔ (فاعتبروا یا اُولی الابصار) فمن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہٗ۔

چوہدری محمد علی جوئیہ مرحوم کی اولاد میں انکے چھوٹے صاحبزادے ریاض احمد جوئیہ اور ایک نواسہ خالد محمود جوئیہ سیاسی عمل اور سماجی خدمات میں علاقہ کی معروف شخصیات ہیں۔ ایک صاحبزادی بڑی فاضلہ عاقلہ صعیفہ جس نے سکھوں کے حملہ کے وقت دورانِ ہجرت ۱۹۴۷ء میں بڑی شجاعت کا ثبوت دیا تھا۔ اور بڑی ناموری پائی تھی۔ انکی شادی گوہانہ ضلع رُوہتک کے ایک معروف و مشہور علمی خاندان کے چشم و چراغ کنور عبدالرشید سے ہوئی۔

فتیانے

بنو فتیان بن ربیع بن بکر بن اشجع بن غطفان۔

اس خاندان کے مشہور صحابی حضرت معقل بن سنان بن مظہر بن عرکی بن فتیان بہت حسین و جمیل نوجوان تھے۔ عورتیں انکے حسن و جمال کی تعریف کرتی تھیں۔ اس لئے عمر فاروق رضؓ نے انہیں بصرہ بھیج دیا پھر کوفہ جا کر آباد ہو گئے۔ یہ یزید بن معاویہ کی مخالفت میں قبیلہ بنو قیس عیلان کیساتھ عبداللہ بن زبیرؓ کے خیر خواہ و پیروکار بنے تو مسلم بن عقبہ نے انکو شہید کر دیا۔ کانَ فاضلاً تقیاً شاباً۔ (وہ صاحبِ فضل و کمال پرہیزگار نوجوان تھے) انکی کُنبہ دیگر بنو غطفان کے ساتھ واردِ سندھ ہوا ساہیوال کی تاریخ میں انکے کارنامے سُنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ آج کل اس قوم کے سردار

میاں مسعود انور فتیانہ ممبر ضلع کونسل ساہیوال ہیں ۔ عباسی خلیفہ المعتمد علی اللہ احمد کی والدہ رومیہ اُم ولد کا نام بھی فتیان تھا مگر فتیانوں کا اس سے کوئی نسبی تعلق نہیں کیونکہ معتضد کے بیٹے محمد القاہر باللہ نے بی بی فتیان کو اتنا زدوکوب کیا کہ اسکا دم نکل گیا اور اسکی کوئی آل اولاد زندہ سلامت نہ تھی جس سے سلسلۂ نسب جاری رہتا ۔ نیز یہ لوگ دورِ عباسیہ میں اسی جنگل میں چھپے رہے ۔ (فتیان بھٹی بہادر جوڑا)

بنو سُنجَر (سکھیرے) بنو عامر بن عوف

بنو سُنجَر (سکھیرے) سنجر بمعنی بانکی چال والا ۔

سنہ ۴ھ بنو حنیفہ کے ثمامہ بن اثال کے علاقہ میں عامر بن طفیل عامری نے آنحضور کے فرستادہ مبلغین کو شہید کر دیا تھا ۔

سنہ ۹ھ ۔ ثمامہ گرفتار ہو کر مدینہ آیا تو اُس نے اسلام قبول کر لیا اور صدقِ دل سے ایمان پر قائم رہا ۔

عامر بن طفیل اپنے ساتھ اربد بن قیس ، خالد بن جعفر اور عبداللہ بن سنجر کو لیکر مدینہ آیا ۔ اُس نے اربد سے یہ عہد لے لیا کہ جب وہ آنحضور کو باتوں میں لگا لے گا تو اربد تلوار کا وار کر کے سر اڑا دے گا ۔ جب آنحضور کے سامنے پیش ہوئے تو ایک نے کہا "آپ ہمارے سید ہیں" فرمایا "سید صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہے ۔ دوسرے نے کہا " یا خیر البریہ" فرمایا " وہ تو ابراہیمؑ ہیں ۔ پھر ایک بولا " آپ ہم سے فضل و کرم میں افضل ہیں ۔

فرمایا " ہاں کہہ لو یا اس سے بھی کم کہو ۔ دیکھنا شیطان تمہیں اپنا وکیل نہ بنا لے "

حدیث : میری مدح میں مبالغہ نہ کیا کرو ۔ جیسا نصاریٰ نے ابنِ مریمؑ کے حق میں کیا ۔ مجھے عبدہٗ و رسولہٗ (اللہ کا بندہ اور اسکا رسول) کہا کرو ۔ مشکوٰۃ ۔

عامر نے گفتگو شروع کی کہ آپ مجھے اپنا دوست بنا لیں ۔ فرمایا جب تک اسلام نہیں لاتے ہو دوست نہیں بن سکتے ۔ بولا اگر اسلام لاؤں تو اپنا جانشین بنا لو گے ۔ فرمایا ہرگز نہیں ۔ تمہارے حقوق و فرائض بھی دوسرے مسلمانوں کے سے ہوں گے ۔

بولا ۔ تو اچھا شہری آبادیاں آپکی اور دیہات پہ میری حکومت تسلیم کر لو ۔ فرمایا ۔ میں تجھے گھوڑوں کی گردنیں دیتا ہوں کہ تو مردِ شہسوار ہے (یعنی رسالدار بنا دیں گے) ۔ بولا ۔ میرا مطالبہ مان لو ورنہ بنو غطفان کو چڑھا لاؤں گا اور مدینہ کی گلیاں سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا ۔ فرمایا ۔ خدائے عزوجل

تجھے اس پر قدرت نہ دے گا۔ آپؐ نے دعا کی اے بار الٰہا! مجھے عامر بن طفیل کے شر سے محفوظ رکھو۔ عامر اور اربد اٹھ کر چل دیئے۔ راہ میں عامر نے اربد سے وعدہ خلافی پر ملامت کی تو اُسنے بتایا کہ میں جب بھی قصد کرتا تھا تو کوئی نہ کوئی چیز حائل ہو جاتی تھی پہلے آہنی دیوار پھر ایک اونٹ میرے سر کو دبوچنے لگا تھا مدینہ میں بنی سلول کی ایک عورت کے گھر عامر کو طاعون نے پکڑ لیا۔ مرتے وقت گھوڑے پر سوار ہو کر فرشتہ موت کو للکارنے لگا کہ سامنے آ دیا ملک الموت ابرز لی۔ تیسرے روز اربد اپنے قبیلہ میں اونٹ فروخت کرنے نکلا تو آسمانی بجلی اُس پر گری اور اُسے خاکِ سیاہ کر دیا۔ عبداللہ بن سخبر رضؓ نے آنحضورؐ سے اسلام کی تعلیم حاصل کی پھر اپنے قبیلہ میں جا کر تبلیغ کی اور انکو دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ اسکی اولاد میں بڑی برکت ہوئی۔ اُنکے جو مجاہد وارد سندھ و ہند ہوئے انکی اولاد سخیرے کہلاتی ہے دوسرے قبیلوں کی طرح اپنا اصل کو بھول چکے ہیں۔ انکے بھائی بند مصر میں ہیں جو حجاز سے ہجرت کر گئے تھے۔

مردم شماری پنجاب ۱۸۸۳ء کے سلسلہ میں A Glossary of Tribes Vol III (P) ۴۴۳-۴۴۴ صوبہ سرحد و پنجاب کی اقوام و قبائل کی فہرست مرتبہ سر ڈینزل ایبٹ سن ڈاکٹر میکلیگن اور ایچ اے روز صاحبان نے سکھیروں کو بھادوں کی شاخ لکھا ہے (چند گھرانوں کا پورے قبیلہ پر اطلاق درست نہیں)

اوڈ (بنی اود)

یہ صحرائی بکریوں کے چرانے والے مدینہ کے قرب و جوار میں تھے۔ انہیں کعب اور بجیر پسران زہیر بن ابی سلمٰے بن ریاح بن قرط بن حارث بن مازن بن حلاوہ بن ثعلبہ بن ثور بن ہدمہ بن لاطم بن عثمان بن عمرو بن اود اوّلین المسلمین میں شمار ہوتے ہیں۔ جب آنحضورؐ کی شہرت انکے کانوں تک پہنچی تو کعب کو بکریوں کی نگہداشت پر چھوڑ کر بجیر آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اسلام لایا۔ کعب کو خبر پہنچی تو اسنے آنحضورؐ اور صدیق اکبر رضؓ کی شان میں گستاخی کے اشعار کہے۔ بجیر نے اسکی گوشمالی کی سخت لعنت و ملامت اور نفرت و کدورت کا اظہار کیا تو کعب کو بڑی ندامت ہوئی۔ اور حاضر ہو کر تائب ہو گیا اور آپ کی شان میں نعتیہ قصیدہ کہا۔ جس سے خوش ہو کر آپ نے اپنی چادر عنائت فرمائی۔

جب آذربائیجان فتح ہوا تو بنی اود شہر المیانج کے ضلع برزہ میں آباد ہو گئے۔ امیر معاویہ رضؓ کے دور میں عامل عراق و ممالک شرقیہ عبداللہ بن عامر رضؓ نے عبداللہ بن سوار عبدی الاودی کو سرحد ہند کا والی بنا کر بھیجا۔ جو اپنے کنبہ و قبیلہ کے ساتھ آئے لشکر ترتیب دیکر قیقان پر حملہ آور ہوئے۔ اور غنیمت میں کچھ مال اور گھوڑے خود لیجا کر امیر معاویہ رضؓ کے سامنے پیش کئے۔ انکی واپسی تک ترک قوم نے

مقابلہ کیلئے اجتماع کر لیا۔ اور انکو شہید کر دیا۔ انکے وصف میں شاعر نے کہا۔

ابن سوار اپنی کمزوریوں کے باوجود نہائت ہی مہمان نواز اور فاقہ گذار تھا۔ مسلمان افواج کیساتھ یہ قبیلہ بھی ریاست بٹھنڈہ کی فتح میں شامل ہو کر مستقلاً یہیں کا ہو رہا۔ یہ مجاہدین کے لشکر کے ساتھ اپنے ریوڑ بھی رکھتے جس سے گوشت کی ضرورت بھی پوری ہو جاتی اور منافع بھی کماتے۔ اپنے مال کی حیثیت سے یہ امیر ترین لوگ ہیں۔ (اود بمعنی بوجھ و مشقت)

بنو اسد (جھلستانی)

مکہ کی معدی نسل سے بنو اسد بن خزیمہ نجد میں قطن پہاڑی کے پاس رہتا تھا۔ ان کے سرداران طلحہ و سلمہ نے ۴ھ میں مدینہ پر چڑھائی کی۔ اور ہزیمت اٹھائی۔ ظہور اسلام سے قبل ان کی ایک شاخ عمان میں آباد ہو گئی تھی۔ بنی اسد کا دس افراد پر مشتمل وفد وابصہ بن معبد اور طلحہ بن خویلد کی سرکردگی میں مدینہ حاضر ہوا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلعم ہم خود آگئے ہیں۔ حالانکہ آپؐ نے ہماری طرف کوئی داعی نہیں بھیجا۔ اس پر سورۃ الحجرات کی آیۃ ۔ ۱۷ نازل ہوئی ۔

"یہ لوگ آپؐ پر احسان جتلاتے ہیں۔ کہ اسلام لے آئے ہیں۔ کہہ دیجیے کہ اسلام لانے کا مجھ پر احسان نہ جتلاؤ۔ بلکہ یہ خداوند کریم تم پر احسان جتلاتا ہے کہ اُسنے تم کو اسلام کی راہ سجھائی۔ اگر تم دعوئے اسلام میں سچے ہو۔"

اُنہوں نے استفسار کیا کہ جانوروں کی بولیوں اور شگونوں سے فال لینا کیسا ہے۔ آپؐ نے شگونوں سے منع فرمایا۔ پھر اُنہوں نے رمل (خط کشی) کے بارے میں پوچھا فرمایا یہ علم اللہ کے ایک نبی نے لوگوں کو سکھایا تھا مگر جس کو یہ صحت کے ساتھ ملا ہو۔

فن عیافہ پرندوں کے اُڑنے، چوپایوں کے بھاگنے دوڑنے اور چلنے پھرنے بولنے سے انسان کے مخفی حالات پر استدلال۔

بنی اسد اس فن کے باوا مشہور ہیں۔ مشہور ہے کہ ایک گروہ جنات بطور آزمائش انسانی صورت میں اونٹوں پر سوار ہو کر اُن کے پاس آیا۔ اور کہا کہ ہماری ایک ناقہ گم ہو گئی ہے۔ مدد کرو۔ بنی اسد نے اپنا ایک چھوٹا بچہ انکے ساتھ کر دیا۔ جسے اونٹ پر سوار کرا دیا۔ کچھ ہی دور گئے تھے کہ ایک باز اُڑتا ہوا سامنے آیا۔ جسکا ایک بازو لٹک رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی لڑکا رونے لگا۔

جنات نے وجہ پوچھی۔ تو بولا۔

کسوت جناحاً و دفعت جناحاً وحلفت اللہ صواحاً ماانتم بالنسی ولا تبغی لقاحاً

ترجمہ: یعنی باز نے ایک پر اُٹھایا اور دوسرا لٹکا دیا۔ گویا صراحتاً اللہ کی قسم کھائی کہ تم نہ ہی انسان ہو نہ تمہاری غرض ناقہ کی تلاش ہے۔

بنی اسد نے ایرانیوں کے خلاف جنگوں میں بڑا نام پیدا کیا۔ ان میں نامور سالار ہوئے ہیں عام طور پر انکی عادات بدویانہ تھیں۔ سعدؓ بن ابی وقاص کے خلاف جراح بن سنان اسدی نے عمرؓ فاروقؓ کو شکایت کی کہ وہ تو نماز بھی صحیح نہیں پڑھاتے۔ اس پر سعدؓ فرمایا کرتے کہ یہ اب پیدا ہوئے ہیں، ہمیں اسلام سکھانے کو۔ بنی اسد کی ایک شاخ بنی عمرو بن تمیم مکیؔ عراق میں آباد ہو گئے تھے۔

ے اِذھَبْ اِلَیْکَ فَاِنِّیْ مِنْ بَنِیْ اَسَدٍ اَہْلُ النَّدیٰ اَہْلُ الْجُوْدِ وَالنَّادِی

ترجمہ: اپنے جا اپنا راستہ لے میں بنی اسد کا ہوں جو سخی اور مجلسوں والے اور مشوروں سے کام لینے والے ہیں۔

۵۵۸ھ عراق میں بنی اسد حلّہ کے علاقہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ اور اپنی باغیانہ طبع کی بنا پر شورش بپا کرتے رہتے۔ سلطان محمد فاتح کے محاصرہ بغداد کے وقت اسکا ساتھ دیا تھا۔ اس لئے خلیفہ مستنجد ان سے کدورت رکھتا تھا۔ اس نے اپنے معتمد امیر یزدان بن قماج کو ان کی سرکوبی اور جلاوطنی کیلئے مامور کیا۔ امیر بغداد سے فوج لیکر حلّہ کیطرف بڑھا اسنے بصرہ سے ابن معروف کو بھی کاروائی میں شامل ہونے کی ہدایت کی جو ایک عظیم لشکر اور جنگی کشتیوں کے ساتھ آ پہنچا۔ بنو اسد کو محاصرہ میں لے لیا گیا۔ چاروں طرف سے انکی رسد اور امداد بند کردی گئی۔ کافی عرصہ لشکر محاصرہ کئے پڑا رہا۔ تو خلیفہ نے امیر یزدان کو شیعہ ہونے اور حکم عدولی پر سخت تنبیہہ کی۔ جس پہ دونوں افواج نے بنی اسد پہ زوردار حملہ کردیا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی۔ چار ہزار جوان بنو اسد کے کام آتے تو وہ جنگ جاری رکھنے کے قابل نہ رہے۔ تاہم فوج نے منادی کرادی کہ آٹھ پہر کے بعد بنی اسد کا اگر کوئی متنفس عراق میں نظر آگیا تو اسے قتل کردیا جائے گا۔ اس طرح بنی اسد عراق سے جانیں بچا کر اپنے پرانے حلفاء بنو تمیم کی عملداری میں سندھ پہنچ گئے۔ اور چولستان کو اپنا مستقر بنا لیا۔ یہ لوگ اپنی عادات، خصائل اور بود و باش کے لحاظ سے عرب سے آنیوالے مہمانوں کے ساتھ بہت مماثلت رکھتے ہیں۔ انکے شتر بانوں کے سروں پہ ٹپکا کے اوپر "عقال" کا نشان خاص ضرور ہوتا ہے۔ یہ رسی اونٹ کا گھٹنا باندھنے، اونٹنی کا دودھ دوہنے کیلئے، لوٹا گلے میں لٹکانے اور ایندھن باندھ کر لانے کیلئے استعمال ہوتی ہے۔ تیز ہوا سے سر کے ٹپکے کو محفوظ رکھنے کیلئے باندھے رکھتے ہیں عرب لوگ اسے قومی نشان کے طور پر اپنایا ہوا ہے۔

انکے علمِ عیافہ کی تصدیق و تائید کے واقعات زبان زدِ عام ہیں۔ محکمہ جنگلات کے آفیسر شیخ محمود حسن صاحب نے بتایا کہ وُہ موضع گرمعو کے پاس ایک پراجیکٹ پہ کام کر رہے تھے۔ ۱۹۶۴ء کے آغاز میں ایک روز اپنے چولستانی ملازم کے ساتھ صحرا کی طرف نکلے تو ریت کے ٹیلے پر بیٹھے ایک پہاڑی کتّے نے بولنا شروع کر دیا۔ اس پر چولستانی بولا کہ اس سال برسات اِسقدر زیادہ ہوگی کہ جس جگہ کتّا بیٹھا ہوا ہے وہاں تک سیلاب کا پانی چڑھ جائے گا۔

موصُوف نے دفتر آکر بارش کے سالانہ اعداد و شمار کا نقشہ دیکھا تو اسکے مطابق زیادہ بارشوں کا امکان تھا مگر کتّے کے بیٹھنے کی جگہ کافی بلند تھی۔ تاہم اُنہوں نے اُس جگہ پتھر رکھوا کر نشان کر دیا۔ جب برسات کا موسم آیا تو اسقدر پانی اُس طرف سے گذرا کہ پتھر کو جا لگا۔

ایک روز ایک دُوسرے مُلازم کے ساتھ ناقہ پر سوار صحرا میں سے گذر رہے تھے کہ اُس کی نظر ایک بچھڑی پر پڑی تو وُہ چلّا اُٹھا اور ناقہ سے کُود کر بچھڑی کے پیچھے ہو لیا۔ کچھ فاصلہ پر ایک کُٹیا تک گئے تو اُس نے کہا یہ بچھڑی میری گمشدہ گائے کی نسل ہے۔ اہلِ خانہ نے کہا کہ بالکل بجا ہے ایک گائے ہمارے ریوڑ میں شامل ہو گئی تھی۔ اسکی نواسیاں اور بیٹیاں وغیرہ آپکی ہیں، لے جائیے۔

ان لوگوں کی گائیں کھُلی پھرتی ہیں۔ جب بارش نہیں ہوتی تو بہت پریشان ہو جاتی ہیں۔ وُہ گائیں اُوپر مُنہ اٹھا کر سُونگھتی ہیں پھر بارش کے علاقے کو بھاگ جاتی ہیں۔ خواہ جیسلمیر بیکانیر میں چلی جائیں۔ جب اِدھر چولستان میں بارش ہو جاتی ہے تو واپس چلی آتی ہیں۔ ایک زہریلی مکھی انکی جلدوں میں ڈنک لگا کر اپنی نسل پالتی ہیں، یہ اس سے خوفزدہ رہتی ہیں۔ ان میں ایک لطیفہ بڑا مشہور ہے۔ جسے عام طور پر مہمانوں کو سُنا کر محظوظ کرتے ہیں۔

جب دریائے گھاگھرا یہاں بہتا تھا تو اُن کی ایک لڑکی دریا کے پار آبادی میں بیاہی گئی۔ وہاں کسی پرندے نے آواز لگائی کہ دریا میں ایک لاش بہتی آ رہی ہے۔ جسکی انگلی میں ایک قیمتی انگوٹھی ہے۔ یہ سُن کر وُہ دریا کیطرف بھاگی۔ اسکے خاوند نے پیچھا کیا اور کنارے کے قریب جھاڑیوں میں اس کی حرکات پر نظر رکھنے کیلئے ایک جھاڑی کے پیچھے چھُپ کر بیٹھ گیا۔ جب لاش وہاں پہنچی تو لڑکی نے کنارے کھینچ کر انگوٹھی اُتارنی چاہی۔ جسم کے ساتھ اُنگلی کا ماس بھی پھُولا ہوا تھا۔ اس لئے انگوٹھی نکالنے کیلئے اس نے دانتوں سے کام لیا۔ خاوند نے سمجھا اُسنے مُردے کو کھانا شروع کر دیا ہے۔ اُس نے واپس گھر جا کر باپ سے کہا یہ عورت مُردار خور ہے۔ اِسے اِسکے والدین کے پاس چھوڑ آؤ۔ لڑکی اپنے خُسر کے ہمراہ اپنے والدین کے پاس جا رہی تھی کہ راستے میں آرام کیلئے کسی درخت کے نیچے بیٹھے تو اُوپر درخت سے ایک

پرندے نے آواز لگائی کہ تمہارے قدموں کے نیچے خزانہ ہے۔ لڑکی بولی دفع دور۔ تمہاری پہلی بات نے مجھے خاوند سے چھڑایا اور سسرال کے گھر سے بیدخل کرایا۔ اب اور طمع کروں گی تو شاید جان سے جاؤں گی۔ اُس کے سسر نے پچکار کر سارا بھید معلوم کر لیا تو بڑا خوش ہوا۔ زمین کھود کر مال نکالا کچھ لڑکی کے سر پہ رکھا اور باقی کا گٹھڑی باندھ کر اپنے سر پر رکھ لیا اور واپس لوٹے۔ زیادہ وزن ہونے کی وجہ سے بوڑھے کی گردن ٹوٹ گئی۔ اور راستے میں ہی ڈھیر ہو گیا۔ جب لڑکی اکیلی گٹھڑی لیکر گھر پہنچی تو خاوند نے گمان کیا کہ اس نے میرے بوڑھے باپ کو مار کر کھا لیا اور باقی ماندہ حصّہ باندھ کر ساتھ لے آئی۔ اس نے پیچھے سے سر پر کلہاڑی دے ماری اور بیوی کو بھی ڈھیر کر دیا۔

چولستان ۱۳ ہزار مربع میل میں پھیلا ہوا ہے۔ بنو اسد کے کئی خاندان راجستھان میں بھی بس رہے ہیں۔ یہ مہر کہلاتے ہیں۔ ان کا سردار مہر غلام محمد صوبائی اور وفاقی حکومت میں وزیر رہا ہے انکے ناموں کے ساتھ اکثر بخش ہوتا ہے۔ پوتے کا نام دادا کے نام پر رکھنے کا قدیمی طریقہ ابھی تک بدستور جاری ہے۔ ٹڈیاں اور اونٹنی کا دودھ بہت رغبت سے استعمال کرتے ہیں۔

موج گڑھ جانو والی میں کمہار خاندان ہے۔ جو انہی کے بھائی بند ہیں۔ انہوں نے عراق سے برتن سازی کی صنعت سیکھی۔ بنو اسد کے لوگ دیگر عرب گھرانوں جوئیہ، منغریہ اور غوری (قوری) سے بیٹیاں بیاہ لاتے ہیں۔ مگر اپنی بیٹیاں کُف میں دیتے ہیں۔ چولستان میں بلوچ، سلّا، راجپوت، صمے، لاڑ، شیخ، چوہڑ چڑ ہوتے، ڈہے، متوجے، بھٹے، بھٹی، مغل، پنوار، پڑ یاڑ، مینگھوال، سنجے، کیا فقیر لنگاہ وغیرہ بھی ہیں۔ اور مرطل بھی جو میاں کہلاتے ہیں۔ یہ نسلاً آلِ منصور ہیں۔ نواب مرطل دہلی کے قریب تاریخی شخصیت کے مالک ہوئے ہیں۔ جنکا ایک معزز گھرانہ ملتان شہر کے پاس آباد ہے یہ آرائیوں کی تاریخ میں بہت نامور ہوئے ہیں۔

اہم بات ہے کہ چولستان کی جنگلی بوٹی "لانا" سے بعض لوگ سجی بناتے ہیں اور کچھ لوگ سُرخ لانا کی سجی بھی بناتے ہیں۔ جو پاکستان کے بازاروں میں اب نایاب ہے۔ اسی سُرخ سجی سے تیل نکالتے تھے جنہیں ہندو بھاری قیمت دیکر بھارت پہنچا دیتے تھے۔ دراصل یہ تیل کیمیا کا اثر رکھتا ہے جس سے یہ بھولے بھالے لوگ ناواقف تھے۔ پاکستان کی سوات والی زمرّد کی کانوں سے نوابی دور تک چار آنے فی بورا مٹی بمبئی جایا کرتی تھی۔ جس سے امریکہ میں یہودی برتن بنا کر خوب دولت کماتے رہے۔ بنیان جراب تولیے وغیرہ کی گھریلو صنعتیں قائم کرنے کی بجائے سوتی دھاگہ، قیمتی پتھروں کے بلاک، ابرق وہڑتال ورقیہ جیسی انمول اشیاء کوڑیوں کے مول وسادر بھیجی جا رہی ہیں۔

اعوان

A glossary of Tribes and castes of Punjab & N.W.F.P. Vol II (K) P-492

انگریز محققین نے "آوانوں کو کھنڈ قوم کے ادنے چاکر لکھا ہے کھنڈ انکی بیٹیاں اپنے گھروں میں ڈال لیتے مگر بہت گھٹیا جانتے" میں نے اس خوبصورت معزز قوم کی کنہہ لگانے میں تاریخ سے مدد لی ہے۔ چند گھرانوں کی حالتِ زار کو مدِّ نظر نہیں رکھا۔

مَنْ کَانَ فِیْ عَوْنِ اَخِیْہِ کَانَ اللّٰہُ فِیْ عَوْنِہٖ

اعوان عَوْن کی جمع ہے جسکے معنی پولیس کے سپاہی۔ عوانی (د ا ز ۔ ت ا) پولیس کے کھوجی اور خفیہ کارکن۔ پولیس آفیسر کو صاحب المعونہ کہتے ہیں۔

دسویں صدی قبل مسیح ملوک حمیر بن سبا میں سے مالک نامی ایک فاسق حکمران ناجو یا کرہ لڑکیوں کی آبرو ریزی کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اُس نے اپنی چچا زاد بہن بلقیس کو بھی خراب کرنا چاہا۔ جس نے اسے اپنے محل میں بُلوا کر مروا دیا۔ لوگوں نے بلقیس کو ہی حکمران بنالیا۔ جسکا واسطہ سلیمانؑ سے پڑا۔ اسکے خاندان میں حکومت رہی۔ جب سیلِ عرم کی صورت میں یمن میں تباہی آئی تو حمیریوں کی ایک جماعت بنو لخم بن عدی خراسان کی طرف چلی گئی۔ اور دریائے فرات پر حیرہ کی بنیاد ڈالی۔ ملوک لخمیہ و مناذرہ ۶۳۴ء تک الاسرہ کے تحت عراق کے حکمران رہے۔ آخری حکمران بوقت طلوعِ اسلام نعمان بن منذر کے پاس آنحضورؐ کے مامور عشرہ مبشرہ میں شامل فاتح ایران سعد بن ابی وقاص رضؓ نے سعد بن ابی عبیدہ القاری رضؓ کو سفیر بنا کر بھیجا۔ نعمان نے پُوچھا تمہارا صاحب تو ان پڑھ تھا پھر اس نے کتاب کیسے لکھ لی؟ اسکو علم کا ورثہ کہاں سے ملا؟ سعد رضؓ نے جواب دیا "حق تعالےٰ نے ہمارے نبیؐ کو بصیرت علم کی عالم ازل و قدم سے عنایت فرمائی تھی۔ اور جو کچھ ازل تا ابد قلم قدرت نے لوح محفوظ میں لکھا ہے وہ سب انکو بتلا یا اور سکھلا دیا۔ پس وہ عالم کون و مایکون تھے۔"

ان کا دوسرا گروہ جو شام کیطرف نکلے اور غسان مشہور ہوئے۔ انہیں عرب متنصرہ کہتے ہیں۔ ۲۰۰ء تا ۶۳۶ء قیصر کے نائب کی حیثیت سے شام پر حکمران رہے۔ ان کا آخری جبلہ بن ایہم تھا۔ بنو قحطان کا قبیلہ ازد بھی منتشر ہوگیا۔ ملوک کندہ نجد میں چھا گئے۔ باقی جو یمن میں رہ گئے۔ انہیں شمر بن افریقین بن ابرہہ عالی ہمت تھا۔ اُسنے عراق پر دھاوا بولا۔ پھر چینی ترکستان کی طرف نکل گیا۔ صغد پہنچ کر بہت تباہی مچائی۔ اِس لئے شمر کند مشہور ہوا۔ جسے معرّب کرکے ثمرقند کہا جانے لگا۔ آگے بڑھتا گیا۔

تو علم و واقفیت کی بنا پر سارا لشکر بھوکا پیاسا ہلاک ہو گیا۔ (معجم البلدان۔ یاقوت حموی)

تبان اسعد بن ابو کرب جسے مدینہ کے یہودی عالموں نے دینِ موسوی کی تعلیم دی تھی اور آنحضورؐ کی بعثت کی بشارت دی تھی۔ اسکے بیٹے حسان کو اسکے بھائی عمرو نے قتل کر ڈالا۔ اور خود بھی جلد ہلاک ہو گیا۔ خاندان بکھر گیا تو ایک فاسق فاجر خبیث انسان مخنیعہ نیوف ذُوشناتر حکمران بن بیٹھا۔ جو بڑے ادنے درجہ کا اور غیر خاندان تھا۔ وہ شاہی خاندان کو ذلیل کرنے کے لئے شہزادوں سے بدفعلی کرتا۔ زرعہ بن تبان اسعد بہت خوبصورت بچہ تھا۔ اسکے خوبصورت بال پیٹھ تک تھے۔ اس لئے اُسے ذو نواس کہتے تھے۔ ذُوشناتر نے اسکو بھی بُلوا بھیجا۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ ذُونواس ایک تیز دھار چاقو جوتے کے تلے میں چھپا کر لے گیا۔ اور ذُوشناتر کے دِل میں پیوست کر دیا۔ حمیر نے اُسے تخت پر بٹھا دیا۔ اور اسکا پوری طرح ساتھ دیا۔ اسی ذُو نواس نے جوان ہو کر نجران کے عیسائیوں کو زبردستی یہودی بنانا چاہا اور اُنکے انکار پر آگ کے الاؤ میں پھینک دیا۔ اور ظلم کی اِنتہا کر دی۔ قرآن حکیم کی سورۃ بروج میں اصحاب الاخدود کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ نجران سے ایک شخص دوس ذُو ثعلبان قیصرِ روم جسٹنین (ف ۵۶۵ء) کے دربار میں جا کر فریادی ہوا۔ قیصر نے حبشہ کے عیسائی حاکم نجاشی کے نام رقعہ لکھ کر اُسے دے دیا۔ نجاشی نے اپنے ایک سردار ارياط کو لشکر دے کر بھیجدیا۔ (۵۲۸ء) جسمیں ابرہہ بھی شامل تھا۔

ذُونواس شکست کھا کر بھاگا۔ اور سمندر میں ڈوب مرا۔ ارياط ۵۴۹ء تک ۲۰ سال حکمران رہا۔ وہ کمزوروں پر بہت سختی کرتا تھا۔ رعایا نے ابرہہ سے شکایت کی۔ جس پر ابرہہ نے ارياط کو چیلنج کر دیا۔ ارياط نے حربہ استعمال کیا۔ جس سے ابرہہ کے کان ناک اور ہونٹ کٹ گئے۔ اسی لئے اُسے ابرہہ اشرم کہتے ہیں۔

ابرہہ کے غلام نے ارياط کی پُشت کیطرف سے حملہ کر کے اُسے ڈھیر کر دیا۔ نجاشی بہت برافروختہ ہوا۔ ابرہہ نے معافی مانگ لی اور سندِ حکمرانی بھی حاصل کر لی۔ صنعا میں گرجا تعمیر کرایا جسمیں کلیسائی زیبول ودراز کر دیا۔ بعض کے نزدیک عبدالمطلب کے دوست نفیل خثعمی نے اس میں غلاظت پھنکوا دی تھی۔ (طبقات ابن سعد) تو طیش کھا کر ابرہہ نے عربوں کو سزا دینے کیلئے کعبہ پر چڑھائی کر دی۔ اور مارا گیا تو اسکا بیٹا یکسوم یمن کا والی بنا۔ مگر وہ بھی جلد ہلاک ہو گیا۔ پھر اسکا بھائی مسروق حکمران ہوا۔

یمنی حبشیوں سے بہت تنگ آ گئے تھے۔ اس لئے سیف بن ذی یزن قیصر کے پاس گیا۔ تو اُسنے مداخلت سے انکار کر دیا۔ سیف کسرے کے پاس چلا گیا۔ کہ حبشیوں سے نجات دلانے میں مدد کرے۔ کسرےٰ نے مرزبان کے مشورہ سے ۸۰۰ قیدی واجب القتل وہرز کی ماتحتی میں بھیج دیئے۔ انہوں

نے مسروق کو قتل کر کے یمن پر قبضہ کر لیا۔ حبشی ۶۰۱ء تک یعنی ۷۲ سال قابض رہے۔

دہرز کے بعد کسریٰ نے اُسکے بیٹے مرزبان کو گورنر یمن بنا کر بھیجا۔ اسکے بعد اس کے بیٹے تینجان کو نائب السلطنت بنایا پھر اُسے معزول کر کے باذان کو مقرر کیا۔ یہی وہ شخص تھا جسے کسریٰ خسرو پرویز نے آنحضور ؐ کی گرفتاری کا حکم بھیجا تھا۔ نیتجتہً اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں ہلاک ہوا۔ باذان اور اس کے مصاحب آنحضور ؐ کا معجزہ دیکھ کر ایمان لے آئے۔

(نوٹ: بدر میں عکاشہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو آپ ؐ نے کھجور کی ٹہنی تھما دی جو قدرتِ الٰہی سے تلوار کا کام دینے لگی۔ اسے العون کہتے تھے۔)

جب ابرہہ لشکر لیکر مکہ کے ارادہ سے چلا تو پہلے یمن کے عرب سردار ذونفر نے اسکو روکا مگر گرفتار ہو گیا۔ پھر نفیل بن حبیب خثعمی سدِ راہ ہوا۔ اُسکے دونوں قبیلے شہران اور ناہس مزاحم ہوئے مگر کچھ پیش نہ گئی۔ ابرہہ نے نفیل کو بھی ساتھ دھر لیا۔ ابرہہ نے پہلے ثقیف کے بتکدہ لات کا رُخ کیا تو بنو ثقیف نے اُسے چکمہ دے کر مکہ کی راہ پہ ڈال دیا۔ اور ایک گائڈ ابو رغال ساتھ کر دیا جو ابرہہ کو مغمس تک پہنچا کر مر گیا۔ عرب اُسکی قبر پہ پتھر مارا کرتے ہیں۔

؎ وفرت ثقیف الی لاتھا - بمنقلب الخائب الخاسر (ضرار فہری)

مقام نخلہ پہ ہذیل اور بنو کنانہ کا بت کدہ عُزّیٰ تھا۔ ابرہہ نے اسود بن مقصود کو بھیج کر اُن کے اشراف کو بلایا۔ اور اُسے چھوڑ دینے کا احسان جتلا کر آگے بڑھا۔ جب لشکر وادیٔ محسّر میں پہنچا تو سردار نفیل خثعمی نے اسکے جنگی بڑے ہاتھی محمود نامی کو جو لشکر کے آگے آگے رکھا جاتا تھا۔ کان پکڑ کر حکم دیا کہ بیٹھ جا۔ خبردار جو آگے پاؤں رکھا۔ یہ حرم کعبہ ہے اور خود پہاڑ پر چڑھ گیا۔

ہاتھی کو مارتے تو وہ آگے نہ بڑھتا۔ اور اِدھر اُدھر بھاگنے لگتا۔ اسی کشمکش کے دوران سمندر کی طرف سے گھٹا کی طرح پرندوں کا غول آیا اور لشکر پہ کنکریاں برسانی شروع کر دیں۔ لشکری اِدھر اُدھر بھاگ کر وادی سے فرار کی کوشش کرتے نفیل کو پکارتے اور اسکی طرف رُخ کرتے مگر بے بس ہو گئے۔ پھر اُن کے پھنسیاں نکلیں اور خدائے ذوالجلال نے انکو کھائے ہوئے بھوسہ کی مانند کر دیا۔ دوسری روایت ہے کہ ابرہہ کے لشکریوں نے عبد المطلب کے اونٹ پکڑ لئے تھے۔ جنہیں چھڑانے کیلئے وفد کی صورت میں ابرہہ کے پاس گئے۔ نفیل نے تعارف کرایا کہ یہ سردارانِ عرب اور کعبہ کے متولی ہیں۔ ابرہہ نے تعظیم کی پھر حیران ہو کر پوچھا۔ آپ نے صرف اونٹوں کی بات کی حالانکہ آپکے لئے قبلہ کا معاملہ زیادہ اہم تھا۔ عبد المطلب نے جواب دیا۔ اونٹ میرے ہیں اور کعبہ خدا کے ذوالجلال کا وہ اسکی حفاظت خود کرلے گا۔

اسکے بعد اپنے ساتھیوں مطعم بن عدی، عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم اور ابو مسعود ثقفی کو لیکر پہاڑ پر چڑھ گئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کعبہ کی حرمت قائم رکھنے اور ابرہہ کے شر سے محفوظ رکھنے کی دعا کی۔ اس واقعہ کے پچاس یا پچپن روز بعد آنحضور کی ولادت ہوئی۔

۹ھ میں جب آنحضورؐ نے قبائل کیطرف دعوتِ اسلام کیلئے وفود بھیجنے شروع کئے تو بنو خثعم کیطرف قطبہؓ بن عامر کو ۲۰ اصحابؓ کے ساتھ بھیجا بنو خثعم نے وفد سے زیادتی کی تو یہ ان کے کچھ قیدی اونٹ بکریاں پکڑ لائے۔ خمس نکال کر اراکینِ وفد کے چار چار اونٹ حصے میں آئے۔ ایک اونٹ دس بکریوں کا متبادل قرار پایا۔ بنو خثعم اور انکے یک جدی قبیلے دوس اور بجیلہ کا بت ذوالخلصہ مقام تبالہ میں تھا۔ آنحضورؐ نے یوسفِ ملت جریرؓ بن عبداللہ بجلی کو اسکے انہدام کے لئے بھیجا۔ اس بت کے بارے میں ایک روائت مشہور ہے کہ ایک خثعمی جوان نے اپنے مقتول باپ کا بدلہ لینے کیلئے رواج کے مطابق بت کے پاس تیروں کی فال لی۔ کہ وہ بدلہ لینے پر قادر ہوگا یا نہ؟ جواب نفی میں پاکر بولا۔ ؎

لو کنت یا ذوالخلص موتورا ۔ مثلی و کان شیخک المقبورا

لم تنه عن قتل العداة زورا

اے ذوالخلصہ اگر تو بھی میری طرح مظلوم ہوتا۔ اور تیرا بھی کوئی بزرگ دفن کر دیا گیا ہوتا تو دشمنوں کے قتل سے مصنوعی طور پر بھی تو منع نہ کرتا آخر تو ایک پتھر ہی تو ہے۔

جب عباسی اقتدار میں آگئے تو سندھ سے امویوں کو ختم کرکے عباسیوں کا سکہ و خطبہ جاری کرنے اور عباسیوں کے خیر خواہ لوگوں کو عہدے دینے کیلئے پہلے عباسی خلیفہ عبداللہ السفاح نے اپنے صاحب شرطہ (انسپکٹر جنرل پولیس) موسٰی خثعمی کو بیس ہزار کی جمعیت کیساتھ بھیجا۔ موسٰی نے اپنا قائمقام مہلب بن زبیر کو بنا کر سندھ کی راہ لی۔ سب سے پہلے اسنے نزاریوں اور قحطانیوں میں عصبیت دیرینہ کو ہوا دی اور دورِ جاہلیت کی نفرتوں کو ابھار کر باہمی لڑائی کا آغاز کر دیا۔ جسکی تپش آج بھی فلسطین و لبنان میں محسوس ہوتی ہے۔ پنجاب میں قبائل اپنی اصلوں کو حوادثِ زمانہ کے اثرات سے بھول جانے کے باوجود غیر ارادی طور پر نفرتوں کا شکار ہیں۔ موسٰی اپنے مشن سے فارغ ہوا۔ عباسی اقتدار قائم ہوگیا۔ ہر جگہ عباسی سکہ اور خطبہ جاری ہو گیا۔ جو آج تک ہر سنی مولوی جمعہ کی نماز میں پڑھتا چلا آرہا ہے۔ حالانکہ سنیوں کو خلیفہ مہدی عباسی نے یہ سرٹیفکیٹ عنائت فرمایا۔

"خوب معلوم ہے کہ جمہور اعظم اور سوادِ اکبر حتٰی کہ علماء سے لیکر ایک ادنٰی جاہل تک جن کو نہ دین میں نظر ہے نہ ان کے دلوں میں علم کی روشنی ہے نہ برہان۔ نیز معرفتِ خداوند تعالیٰ میں جو جاہل اندھے اور گمراہ ہیں اور جو دین کی حقیقت نہیں جانتے اور خداوند جل وعلاٰ کو اس کی قدر کے موافق نہیں پہچانتے

اور جنہیں نہ اسکی حقیقت کی معرفت ہے ۔ اور نہ اسکی اور اسکی مخلوق کی تفریق کی شناخت ۔ انہوں نے اللہ اور اسکی مخلوق اور جو کچھ قرآن مجید میں نازل ہوا ہے سب کو برابر سمجھ رکھا ہے ۔ یہ لوگ اپنے کو سنت کی طرف منسوب کرتے ہیں ۔ اور اہلِ سنت والجماعت نام رکھتے ہیں ۔ اور جو کچھ انکے وضعی عقیدہ کے خلاف ہے ۔ اسکو گمراہ کہتے ہیں ۔ اسی پر غلو کرکے جاہلوں کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے ۔ حتیٰ کہ جھوٹے دعویدار اور دکھاوے کے زاہد اور پرہیزگار مشائخ اور علمائے سوء انکی طرف مائل ہوگئے ہیں ۔ اور حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف چلے گئے ہیں ۔ اللہ عزّوجل کی بجائے اپنے نفسوں کی خواہشات کو اِلٰہ بنا رکھا ہے ۔ ایسے ہی عناصر بدترین خلائق اور مشرک ہیں ۔ جہالت سے بھرے ہوئے جھوٹ کی اشاعت کرنے والے شیطان اُن کی زبان سے اپنے دوستوں میں بات کرتا ہے اور اپنے دشمنوں یعنی اولیاء اللہ اور دینداروں کو اپنے ذریعے ڈراتا ہے ۔ سب سے فاسق و فاجر وہ ہے جو اللہ اور اسکی وحی پر جھوٹ باندھے اور باطل کا ساتھ دے اور اللہ تعالیٰ کو اسکے حق کے موافق نہ پہچانے "

خود اہلسنت والجماعت کی بے بسی کا بھی عجیب عالم ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی کو محبوب سبحانی غوث الاعظم اور انکے دعوے " سب اولیاء کے کندھوں پر قدم " کو بڑے خلوص سے حق بیج مانتے ہیں ۔ مگر وہ ابوحنیفہؒ کے مقلدین کو غنیۃ الطالبین میں ۷۲ گمراہ فرقوں اور دوزخیوں میں شمار کرتے ہیں ۔

درحقیقت یہ بات شیخ کی عقل و فکر کے منافی اور انکی شان سے بعید ہے ۔ غنیۃ الطالبین میں معتزلہ کے سردار ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن محمود شاگرد ابوالحسن خیاط معتزلی کی کتاب مقالات " فریق اہل قبلہ ۲۷۹ھ " کا اقتباس دہرایا گیا ہے ۔ شیخ کی زبردست مخالفت کی بنا پر ابوالمظفر جلال الدین کے وزیر عبیداللہ بن یونس بن احمد حنبلی نے رات کیوقت اپنے آدمی بھیج کر شیخ کی قبر کھدوا ڈالی ۔ ہڈیاں دریائے دجلہ میں پھنکوا دیں اور اولاد کو بدر کردیا اور کہا کہ وقف کی اس زمین میں کسی کا دفن کیا جانا حلال نہیں ۔ (النجوم الظاہرہ ج۴)

شیخ محی الدین ابن عربی کو شیخ اکبر کہتے ہیں جو فصوص الحکم میں اسحاقؑ کو ذبیح اللہ اور فرعون کو اذامات طاہراً مطہراً لکھتے ہیں ۔ (علیٰ ہٰذا القیاس) سُنی دعویداروں کو قطعاً مایوس نہیں کرتے ۔ (العواصم والقواصم میں لکھا ہے " حسینؑ اسلامی شریعت کی رو سے قتل ہوئے ")

" پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی معرفت سے عاجز ہونیکے سوا مخلوق کیلئے اپنی طرف کوئی راستہ نہیں بنایا ۔ ابابکر صدیق اکبرؓ نے اس قول کو عدمِ علم اور جہل پر محمول کیا ۔ شق اوّل کے علوم کو اپنے ساتھ مخصوص کرکے بڑا فخر محسوس کیا ۔ اور خود کو خاتم الاولیاء ظاہر کرکے کہا کہ خاتم الانبیاء ان علوم کو خاتم الاولیاء سے اخذ کرتا ہے ۔ انہی وجوہات کی بنا پر اولیاء اللہ نے انکی کتب کو پڑھنے پڑھانے سے منع کیا ہے ۔ درحقیقت شیخ کی ان لغزشوں

کیونجہ ان کا اپنے شیخِ طریقت ابوالعباس عریبیؒ سے انحراف تھا مگر جب توبہ نصیب ہوگئی تو قطب العالم شیخ ابومدین مغربیؒ کے علاوہ بے شمار اولیاؒ فیضیاب ہوئے۔

موسیٰ خشعمی اپنے بیٹے عینیہ کو سندھ کا والی بنا کر واپس لوٹ گیا۔ اسکی عدم موجودگی میں مہلب نے ہوشیار پولیس آفیسر کی طرح اپنی پوزیشن مضبوط کرلی۔ اور عباسی خاندان میں خوب اثرورسوخ پیدا کرلیا۔ موسیٰ اور سفاح موت سے ہمکنار ہوگئے۔ کیونکہ سنّت اللّٰہ کے مطابق ظالم لذّتِ دنیا سے جلد محروم کردیئے جاتے ہیں۔

منصور خلیفہ بنا تو اسنے عینیہ کو سندھ سے معزول کردیا۔ مہلب ڈرا کہ اگر عینیہ منصور کے پاس چلا آیا تو اسکے باپ کی خدمات کے عوض یہ عہدہ عینیہ کو دیدیا جائے گا۔ جبکہ عربوں کا قاعدہ تھا اسنے یہ چال چلی کہ عینیہ کو ایک گمنام خط لکھا۔ جس میں یہ شعر لکھا

فَارْضَكَ اَرْضُكَ اِنْ تَاتِنَا تَنَمْ نَوْمَةً لَيْسَ فِيْهَا حُلُمٌ

(تم جہاں ہو وہیں ٹھہرے رہو تمہارے حق میں بہتر ہے اگر یہاں آگئے تو ایسی نیند سلادیئے جاؤگے کہ پھر آنکھ نہ کھلنے پائے گی)

یہ پڑھ کر عینیہ مشتعل ہوگیا۔ اور عباسیوں سے بغاوت اور دشمنی پر اتر آیا۔ منصور کو اطلاع پہنچی تو اسکے فتنہ کو فرو کرنیکے لئے خود چل پڑا۔ بصرہ کے پل پر پڑاؤ کرکے "ہزار مرد" عمر بن حفص العتکی کو سپہ سالار بنا کر عقبہ بن مسلم کو ساتھ کرکے سندھ روانہ کیا عینیہ بےبس ہو کر اپنے قبیلے کے افراد کے ساتھ الکنگ کی طرف بھاگا۔ اور وادیٔ سون سکیسر میں اتر گیا اور وہیں مستقل پڑاؤ کرلیا۔ (نزہۃ الخواطر) وقت کے ساتھ ساتھ یہ پنجاب کی طرف پھیلتے گئے۔ بعض نے انکو عون بن علیؓ سے نسبت دی ہے۔ جنکی والدہ اسماء بنت عمیس خشعمیہ تھیں مگر عون بن علی اور عون بن جعفر طیارؓ اپنے دونوں بھائیوں عبداللہؓ و محمد کے ساتھ لاولد فوت ہوئے۔

منصور عباسی کے سالار کا نام ابوعون تھا۔ جسنے علویوں اور انکے خیرخواہوں کا استیصال کیا۔ اسکا متابل مقنع جو خود میں ابومسلم خراسانی کی روح منتقل ہونیکا مدعی تھا۔ اپنے اہل و عیال سمیت آگ میں کود گیا تھا۔ اعوان خشعم قبیلہ کے ہیں اور عینیہ بن موسیٰ کا خاندان ہے۔ انکی پولیس ملازمت کی طرف رغبت طبعی امر ہے جو نسل در نسل چلی آرہی ہے کہ لوگوں کو ڈنڈے لگاتے رہیں۔

مرّی

مورثِ اعلیٰ، جنید بن عبدالرحمٰن بن محمود بن حارث بن خارجہ بن سنان بن ابی حارثۃ المرّی بنو مرّہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر (قریش)

۱۰۵ھ / ۷۲۴ء

ہشام بن عبدالملک اموی کے دور میں جنید کا شمار تاریخ کے بہت بڑے سخیوں میں ہوتا ہے۔ جنید کو سندھ کا عامل بنایا اور محمد بن حمیرؓ کو امیرِ عراق۔ پھر محمد کی جگہ ہشام بن خالد بن عبداللہ القسری کو عراق کی حکومت ملی تو اس نے جنید کو (۱۰۵ھ) مکاتبت کیلئے لکھا۔ جس پر جنید نے دیبل کی راہ لی تو جیسیہ بن داہر جو منگلا سے واپس آگیا تھا، سدِ راہ ہوا۔ جنید نے کہا تو مسلمان ہو چکا ہے، اور اب امیر المؤمنین مردِ صالح عمر بن عبدالعزیزؒ نے مجھے عامل مقرر کیا ہے۔ مگر جیسیہ نے خراج سے انکار کیا اور کئی مسلمان بھی قید کر لئے۔

جُنید زمانۂ امن میں جس قدر حلیم و شفیق ہوتا تھا جنگ میں اتنا ہی سفاک بن جاتا۔ جیسیہ سے لڑائی لڑ کر اسے گرفتار کر لیا اور ارتداد کے جرم میں حوالہ جلاد کر دیا۔ جب جیسیہ کا بھائی چچ اسکی شکایت کرنے عراق روانہ ہوا۔ تو جنید نے اُسے بہلا پھسلا کر واپس منگوا لیا اور گردن اُڑا دی پھر کیرج کا رُخ کیا۔ (جے پور) بزورِ شمشیر قبضہ کیا۔ سرکشوں اور باغیوں، فتنہ پردازوں کو تہہ تیغ کر کے مالِ غنیمت سمیٹا اور علاقہ میں پھیلے ہوئے تخریب پسندوں کی بیخ کنی میں بڑی سختی دکھائی۔ اسکا قول تھا "جنگ کے وقت صبر و تحمل کی بجائے قتل و غارت بہتر ہے۔" خود آزین کا رخ کیا اُسے تاراج کر کے ہر نمد کے باغات تباہ کر دیئے اور حبیب ابن مرّہ کو مالوہ پر بھیجا۔ کچھ، بیلمان اور گجرات فتح کئے۔ اس یلغار میں اُسے بہت مال ہاتھ آیا۔ جسکا بہت بڑا حصّہ اُسنے لوگوں میں خیرات کر دیا۔

ے (جو ین) اصبح زوار الجنید و صحبہ   یحیون صلت الوجہ جامواھبہ

جنید اور اُسکے مصاحب اور ساتھی قابلِ مبارکباد ہیں کیونکہ وہ سدا خوش و خرم اور سخاوت پیشہ ہے۔ جنید نے خلیفہ ہشام کی بیوی اُمّ حکیم بنت یحییٰ بن حکم کو ایک ہار تحفتہً بھیجا جسے دیکھ کر ہشام بڑا حیران ہوا تو جنید نے ویسا ہی ایک اور ہار بنوا کر ہشام کو بھیج دیا۔

۱۱۱ھ ہشام نے جنید کو خراسان کا والی بنا کر بھیجا جہاں اُسنے ترکوں کے چھکّے چھڑا دیئے۔ مگر شومئی قسمت کہ فاضلہ بنت یزید بن مہلب سے نکاح کر بیٹھا۔ ہشام بگڑ گیا اور جنید کو معزول کر دیا اور اسکی جگہ اسکے دشمن عاصم کو تعینات کر کے تاکید کی کہ جنید کو ٹھکانے لگا دینا۔ جنید نے عاصم کے بغض کو دور کرنے کیلئے بہت مال دیا۔ مگر خلیفہ صاحب کی ہدایت پہنچی کہ جنید کو بہرحال لذتِ زندگی سے محروم کرنا ہے۔

خواہ اس میں اب ایک رمق ہی باقی ہو۔ مگر جنید خود ہی دُنیا سے رخصت ہو گیا۔

عاصم نے اسکے چچا زاد عمارہ بن حریم اور اسکے عمال اور کنبہ کو بہت ایذائیں دیں جو بدحالی میں سندھ کیطرف ہجرت پر مجبور ہو گئے۔ مگر کھشتریوں نے انکو زرخیز علاقوں میں داخل ہونے سے روک دیا۔ کیونکہ جنید نے انکے ساتھ بہت سختی کا برتاؤ کیا تھا۔ اسی بغض و عناد کی بنا پر کھیتران ابھی تک مرّی قبیلہ سے مصالحت نہیں کر پائے۔ ہمیشہ ہر معاملہ میں دشمنی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ جنید نے مرو میں وفات پائی۔ جویرّہ نے مرثیہ کہا۔ ہے

سخاوت اور جنید دونوں زمین میں دفن ہو گئے۔ شہر مرو کے باشندے پیٹ کے ساتھ گھٹنے لگا کر رہ گئے۔ جب کبوتری نے بیٹھ کر گایا۔ (طبری)

(بنو مرّۃ بن عبید بن مقاعس بن عمرو بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم اور بنو عامر بن صعصعہ کے بھائی بھی مرّی کہلاتے ہیں جو الگ گروہ ہیں)

ابن اسحاق کے مطابق شاعر سامہ بن لوئی مکہ سے عمان کیطرف چلا گیا۔ عوف بن لوئی جب غطفان کے علاقہ میں پہنچا تو قافلہ سے بچھڑ گیا۔ اسکے بھائی ثعلبہ بن سعد نے جو بنی ذبیان میں تھا اُسے روک لیا۔ اور اسکی شادی بنی ذبیان میں کر دی جسکی وجہ سے اسکا بیٹا مرّۃ ابن عوف بن سعد بن ذبیان مشہور ہو گیا۔

ابن ہشام نے لکھا ہے۔ "وہ بنی مرّہ بن عوف کا ہے۔ جب وہ نعمان بن منذر سے ڈر کر بھاگا تو قریش میں جا کر مل گیا۔"

بنی لوئی چار شاخوں میں منقسم تھے۔ بنی کعب۔ بنی عامر۔ بنی سامہ۔ بنی عوف۔

عمر فاروقؓ نے بنی مرّہ بن عوف کے سرداران ہرم و خارجہ پسران سنان بن ابی حارثہ بن مرّہ بن نشبہ اور حارث بن عوف و حصین بن الحمام و ہاشم بن حرملہ سے کہا (یہ غطفان کے اشراف تھے) اگر تم اپنے نسب کیطرف لوٹنا چاہو تو لوٹ سکتے ہو۔

آخر الذکر ہاشم بن حرملہ کی تعریف میں عامر قیسی نے کہا ہے

سخاوت کے وقت اور جنگ یعملہ کے روز ہاشم نے اپنے باپ کا نام زندہ کر دیا۔ ملوک کو اسکے سامنے اسقدر ذلیل دیکھو گے کہ وہ انیس کے گناہگار اور بے گناہ کو قتل کر ڈالتا ہے (یعنی اسکا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا) اسکا نیزہ ماؤں کو بچوں پہ رُلانے والا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکی نیک نامی اور شہرت بنی غطفان اور بنی قیس عیلان میں ہے۔ بسل بھی انہی کا ہے جسنے اہل عرب کیلئے آٹھ ماہ احترام کے قابل مقرر کئے۔

جنکی عرب نہ مخالفت کرتے ہیں نہ انکار (ابن اسحاق)

کلب زئی

بنو قضاعہ کی شاخ بنو کلب (یعنی کلبی قضاعی) کلب ابن دبرہ بن ثعلبہ بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاع ۔

سر سید احمد خان نے حسن مصری کی پیروی میں قضاع کو ابن مالک بن عمرو بن مرہ بن زید بن مالک بن حمیر بن عبد شمس (سبا اکبر) اور سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ابن ہشام کی رائے پر قضاع کو معز کا بھائی یعنی ابن نزار بن معد بن عدنان لکھا ہے ۔ مگر عبدالرحمٰن شوق امرتسری نے تاریخ اسلام میں اپنی تحقیق کو اسطرح نوٹ کیا ہے ۔

" یہ اولادِ عجم کہلاتے تھے ۔ اور سیدنا اسماعیل کے بھائی فروخ کی اولاد ہیں ۔ یہ گروہ اپنے ملازموں کے ساتھ جو موالی کہلاتے تھے موتیوں کی تجارت کیلئے یمن میں مقیم ہوا ۔ یمنی اظہارِ نفرت کیلئے انکو فسادی اور مکارہ کہتے تھے ۔ عربی میں فارسی الفاظ کی ملاوٹ انہوں نے کی ۔ پھر یمن سے نکل کر علاقہ شام میں آباد ہو گئے ۔ بحیرۂ احمر کے عرب ساحل اور مصری ساحل پر ان کا قبضہ رہا ۔ ان کا پہلا سردار تنوخ تھا جو سلطنتِ روم کے زیرِ تابع تھا ۔ ان میں صرف تین حاکم ہوئے ۔ پھر ان کے قبیلہ بنی عم کا سلیح بڑا جری اور بہادر ہوا جس نے قیصرِ روم ٹائٹس (TITUS) کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے قدس کو برباد کر دیا ۔ اسکی نسل مدت تک علاقہ کی حاکم رہی ۔ ان میں داؤد بن نشق بڑا نامور ہوا ۔ جسکا قبیلہ بنی ضجیم کہلاتا تھا ۔ یہ عیسائی ہو گئے اور علاقہ بلقا میں موآب کے پاس مقیم تھے ۔ چھٹی صدی میں بنو ازد کے غسانیوں نے انکو اکھاڑ پھینکا تو یہ حجاز میں پناہ گزین ہو گئے ۔ انکے آخری سردار زیاد بن ہیولہ کو حاکم حجر آکل المراد نے قتل کر ڈالا ۔ تبوک سے دومۃ الجندل تک انکی آبادیاں تھیں ۔ قضاع کی شاخ بنی عذرہ عشق بازی میں بڑی شہرت رکھتے تھے ۔ عدنان کی پندرھویں پشت اور فہر کی نسل میں چھ بطنوں کے بعد زید کی بیوہ ماں فاطمہ بنت سعد خثمیہ نے بنی عذرہ کے ربیع سے نکاح کر لیا ۔ ربیعہ فاطمہ کو معہ زید کمسن دودھ پیتا بچہ کے شام اپنے ساتھ لے گیا ۔ زید وہیں جوان ہوا ۔ قضاعی اسے قصی (دور کا رہنے والا کہتے) ۔ قصی مکہ واپس آ گیا اور بنی جرہم کے رئیس حلیل بن حبشیہ خزاعی کی بیٹی حبی سے نکاح کر لیا ۔ اور اپنے سسر کی ذمہ داریوں میں حرم کعبہ کے انتظام و انصرام میں شامل ہو گیا ۔ جب حلیل فوت ہوا تو قصی نے اپنے ماں جائے بھائی رزاح بن ربیعہ قضاعی سے مدد مانگ لی ۔ اور اپنے قبیلہ بنو کنانہ کو بھی ساتھ ملا کر حرم کعبہ پر متصرف ہو گیا ۔ دو زبردست لڑائیوں میں بیشمار قتل و نقصان کے بعد یعمر بن عوف کنانی کی ثالثی میں قصی کے حق میں فیصلہ ہو گیا کہ وہ

مقتولوں کی دیت ادا کردے۔

قصی نے قریش کے منتشر گھرانوں کو جمع کرکے مکہ میں بسا لیا سردار عبدالمطلب کے زمانہ میں بھی بنو بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ نے کعبہ کی تولیت پر قریش کی اجارہ داری ختم کرنے کی کوشش کی مگر عبدالمطلب نے بنو ہون، بنو حارث اور بنو مصطلق کی امداد حاصل کرکے بنی بکر کو مغلوب کر لیا۔ فتنۂ ارتداد میں دومۃ الجندل میں غسانیوں اور بنو بہرا کے ساتھ بنو کلب بھی جمع ہو گئے تھے۔ خالدؓ بن ولید ۳۰۰ میل صحرا کے سفر کو دس روز میں طے کرکے عیاضؓ بن غنم کی امداد کو پہنچ گئے۔ بنو کلب بنی تمیم کے حلیف تھے۔ اقرع بن حابس اور عاصم بن عمرو تمیمی سرداروں نے انکو پناہ دیدی باقی سب مارے گئے۔ آنحضورؐ نے دحیہ کلبیؓ (جنکی جبرئیلؑ صورت بنا کر آتے تھے)، کو قیصر کے پاس سفارت کیلئے بھیجا تھا۔ واپسی پہ وادی القریٰ کے موضع حسمی کے پاس ہنید جذامی نے اُن کا سامان لوٹ لیا۔ رفاع بن زید جذامی کا آپؐ کے ساتھ معاہدۂ امن ہو چکا تھا۔ رفاع کو پتہ چلا تو اُسنے ہنید سے سامان واپس لیکر مدینہ بھیجدیا۔ اس دوران آنحضورؐ نے زیدؓ بن الحارث کو ۵۰۰ مجاہدین کے ساتھ بھیجدیا تھا جنہوں نے ہُنید کا بیٹا، ایک سو عورتیں اور بچے بنی جذام کے گرفتار کرکے ۲۰۰ اونٹ اور ۵۰۰ بکریاں بھی قابو کیں۔ جذامی رفاع کیطرف بھاگے۔ تو اُسنے تیز رفتاری سے مدینہ کی راہ لی۔ آنحضورؐ کے سامنے عہدنامہ ڈال کر بولا یہ سنبھالو اپنا عہدنامہ جو بوسیدہ ہو چکا اور تمہاری عہد شکنی تازہ بتازہ ہے۔

آنحضورؐ نے احوال دریافت کرکے فرمایا جو مارے گئے وہ تو زندہ ہونے سے رہے۔ اُسنے کہا جو زندہ ہیں انکو تو امن دو۔ آپؐ نے علی المرتضیٰ کو ساتھ کردیا۔ راستے میں اسلامی لشکر مل گیا۔ تو رفاع نے بڑی سختی دکھائی۔ اپنے بچے، عورتیں، مرد اور مال متاع واپس لے لیا۔ مسلمان علی المرتضیٰ کیوجہ سے خاموش رہے۔

فارس کے ماہ جنکا نام آنحضورؐ نے سلمانؓ الخیر رکھا۔ دینِ حق کی تلاش میں گھر سے نکلے۔ تو عموریہ کے اسقف نے انکو بتلایا کہ مسیحت مسخ ہو چکی ہے البتہ ریگستان عرب سے اُس نبی کی بعثت قریب ہے جو دینِ حنیف ابراہیمی کو زندہ کرے گا۔ وہ کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت کرے گا۔ ماہ بنو کلب کے تاجروں کے ساتھ چل پڑے جنہوں نے انکو وادی القریٰ کے یہودؔ کے پاس بیچ دیا اور انہوں نے اپنے رشتہ داروں کے پاس مدینہ بھیج دیا۔ اسطرح اللہ عزّوجل نے انکو آنحضورؐ کی صحبتِ بابرکات سے بہرہ یاب کر دیا۔ آنحضورؐ نے انکو آزاد کرانے کے لئے ۴۰ اوقیہ سونا اور ۳۰۰

کھجور کے درخت لگانے کی شرط پوری کردی ۔سلمان الخیر رض کو اپنے اہلِ بیت میں شامل کرلیا۔
یزید کی موت پر ابنِ زبیر رض نے مروان کو خود ہی مدینہ سے بھگا کر دمشق روانہ کردیا۔
وہاں ابنِ زیاد بھی پہنچ گیا ۔ جسنے اموی نوجوانوں کو مروان کی بیعت پر آمادہ کرلیا۔ قیس عیلان مرج راہط
میں جمع تھے ۔کہ ابنِ زیاد کے مشورہ سے مروان نے بنو کلب کو ساتھ لیکر ان پر شب خون مارا ۔اور انکے سردار
ضحاک بن قیس کو مار ڈالا کئی روز کی لڑائی میں بنو قیس کا بڑا نقصان ہوا۔
محرم ۶۷ھ دریائے زاب کے کنارے مختار ثقفی کا فرستادہ ابراہیم الاشتر کا
لشکر ابنِ زیاد کے مقابل ہوا تو بنو قیس جو ابنِ زبیر کے خیر خواہ تھے۔ اور مرج راہط میں بہت نقصان
اٹھا چکے تھے ابنِ زیاد سے الگ ہوگئے اور اسکے ساتھ صرف بنو کلب رہ گئے ۔ بنو قیس نے وہ بدلہ چکایا
اور ایک بھی کلبی بچ کر نکلنے نہ دیا ۔ابنِ زیاد مارا گیا اور نمیر بھی کام آگیا جو لشکر کے ہتھے چڑھ گیا ۔اس نے
اہلِ مدینہ کو برباد کیا تھا۔
ہشام بن عبدالملک نے تمیم بن زید العتبی کی جگہ حکم بن عوانہ کلبی کو سندھ کا عامل بنایا اور
محمد بن قاسم کے بیٹے عمرو کو اسکا معاون مقرر کردیا جسنے تمام علاقہ کو واگذار کرالیا ۔حکم کے کارنامے سن کر
خالد بن عبداللہ القسری والئے عراق نے کہا ۔عجیب معاملہ ہے کہ اہلِ سندھ نے عرب کے نوجوان
سخی (تمیم العتبی) کی تولیت کو ٹھکرا دیا۔ اور جب یہ تولیت عرب کے بخیل ترین شخص (حکم کلبی) کو تفویض
کی گئی تو وہ اُس پر راضی ہوگئے ۔ دراصل لوگ عمرو کو محمد بن قاسم کا جانشین پاکر مطمئن ہوگئے تھے اور
شور و شر ختم ہوگیا تھا۔ یہی حکم بن عوانہ کلبی سکے زئی قبیلہ کا مورثِ اعلیٰ ہے جو سندھ میں سنہ ۱۲۲ھ
۷۳۹ء میں قتل ہوگیا تو عمرو بن محمد بن قاسم نے از خود سارے اختیارات سنبھال لئے ۔ہشام
نے بھی اسکو سندِ حکومت بھیجدی اُسنے اپنے باپ کی طرح نیکنامی پائی ۔ملک میں عدل و انصاف سے
خیر و برکت اور امن و امان کا دور لوٹ آیا۔
سنہ ۱۲۶ھ ۷۴۳ء منصور ابن جمہور کلبی بے دین آدمی تھا ۔ یزید بن عبد الملک کے ساتھ
غیلانیہ کے بارے میں متحد الرائے اور ولید کے قتل میں شریک تھا ۔اس لئے یزید نے اُسے عراق کی امارت
دیدی ۔ تھوڑی سی مدت میں بیشمار فتنے پھوٹ پڑے ۔ بغاوتیں ہوئیں ۔جسکی بنا پر یہ اپنے بھائی منظور
کے ساتھ سندھ بھاگ آیا ۔ (سنہ ۱۳۰) اور عامل سندھ یزید بن عرار کو قتل کرکے شامیوں کی اعانت
سے خود متصرف ہوگیا ۔جب عباسی اقتدار میں آگئے تو اوّل ابو مسلم خراسانی نے سندھ پر مغلس عبدی

کو بھیجا جسکا لشکر شکست کھا گیا ۔ عبداللہ السفاح نے اپنے صاحب شرطہ موسیٰ بن کعب خثعمی کو بھیجا ۔ جسنے ۱۳۴ھ منظور کو قتل کیا اور منصور کو بھگا دیا ۔ وہ صحرا میں بھوک پیاس کی شدت سے ہلاک ہو گیا ۔

حجاج کے ماتحت عرب افواج میں بنی کلب کے مشہور سالاران عبدالرحمٰن بن سلیم جس نے عبدالرحمٰن بن اشعث کو شکست دی تھی ۔ سفیان بن الابرو جسنے شبیب خارجی کو شکست دی اور قطعن بن برک جسنے بصرہ کی بغاوت پر قابو پایا ۔

یزید کی والدہ میسون بنت بحدل بن انیف کلبیہ تھی جسکی بنا پر یہ بنوامیہ کے طرفدار اور بنو عباس کے معتوب رہے ۔ اور عباسی دور میں ان پر زمین تنگ ہوگئی ۔ برک کے معنی لکھ انکو ککے زئی کہا جانے لگا ۔ اصل میں کلبی قضاعی ہیں ۔ انکے خدوخال چہرے کے نقوش، جھریوں کی رنگت آنکھیں اور طرز گفتگو، عادات وخصائل میں انکی انفرادیت اور شامی حسن کی جھلک منہ بولتی دلیل ہے ⊙

زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی بعمر ۸ سال اپنی والدہ سعدیٰ بنت ثعلبہ طائی کے ساتھ انکے قبیلے بنو معن میں ننہال کے ہاں تھے کہ ان پر بنو قین بن حسر نے ڈاکہ ڈالا ۔ قیدیوں میں زیدؓ بھی تھے جنہیں عکاظ میں خدیجۃ الکبریٰ رضہ کے بھتیجے حکیم بن حزام کے ہاتھ بیچدیا انہوں نے پھوپھی کو دیدیا اسطرح آپؐ کی خدمت میں پہنچ گیا ۔ کلبی قضاعی ہونے اور اپنے جد امجد زید قصی کا ہم نام ہونے نے آنحضورؐ کی توجہ لے لی ۔ آپ نے بیٹا بنا لیا ۔ اور پھوپھی زاد برّہ سے نکاح بھی کر دیا ۔ جس سے نہ بنھ سکی تو اپنی والدہ کی کنیز ام ایمن سے نکاح کر دیا ۔ جس سے اسامہ پیدا ہوئے ۔ اسامہ کو بھی آپ نے اپنے نواسوں کے برابر شفقت و محبت عطا فرمائی ۔ زید آپ کے لئے ابو رافع رضہ اور میسرہ رضہ کیا تھا کاروبار کرتے جس سے گھر کا خرچ چلتا ۔ انکو چار سریوں میں بحیثیت سالار بھی بھیجا پہلے عیص پھر وادی القریٰ اسکے بعد ام قرفہ بعد ازاں طرف پر بھیجا جس سے آپکی فوجی صلاحیت کا اندازہ ہوتا ہے ۔ آپؐ نے زید کی شہادت پر اسامہ کو رومی لشکر کے مقابلہ کیلئے منتخب کیا تاکہ بنو قضاعہ انکی بنو غسان کے مقابلہ میں امداد کریں جو عرب کا قاعدہ ہے ۔

حضرت اسامہ کی شخصیت انکے لشکر کو حملہ سے پہلے خطاب سے عیاں ہے ۔ فرمایا ۔

"اے مجاہدین اسلام ! حملہ کیلئے تیار ہو جاؤ ۔ دشمن اگر بھاگ نکلے تو اسکا پیچھا نہ کرنا ۔ آپس میں متحد و متفق رہو ۔ ہلکی آواز سے بولو ۔ اللہ کو اپنے دلوں میں یاد کرو اور تلواریں جب ایک دفعہ نیاموں سے نکال لو پھر جبتک تم اپنے دشمنوں کا جو تم پر ہتھیار اٹھائے ہوئے ہیں ۔ قلع قمع نہ کر

⊙ آغا سلیم خورشید ایڈووکیٹ وہاڑی و ڈاکٹر پروفیسر اے ۔ ڈی نسیم ساہیوال کلبی حسن کی شاہکار تصویریں ہیں ۔

دو ، واپس نیام میں مت ڈالو۔"

اسامہ سرحد شام سے رومیوں کو بھگا کر بخیریت واپس آ گئے۔ رومی فوج کی شکست کی خبر سن کر قیصر روم جو حمص میں تھا بہت بوکھلا گیا۔ اُسنے پادریوں کو بلوا کر کہا "دیکھو یہ وہی لوگ ہیں جنکے بارے میں تم کو خبردار کرتا تھا مگر تم نہ مانتے تھے۔ تم ان عربوں کی جرائت و ہمت پر غور کرو کہ ابھی انکا نبیؐ فوت ہوا اِدھر ایک ماہ کی مسافت سے اچانک آ دھمکے۔ تم پر چھاپہ مار کر صحیح سلامت واپس بھی چلے گئے۔"

عثمان ذوالنورین رضؓ کی شہادت پر آپؓ کی اہلیہ محترمہ جنابہ نائلہ کلبیہ رضؓ نے جو تقریر فرمائی اُسکے چند اقتباسات :-

"میں غم کی ماری ہوں، اشک ریز ہوں۔ جانکاہ صدمے سے دوچار ہوں۔ عثمان رضؓ کے قتل کے باعث مجھ پر مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ وہ عثمان جو فضیلت کے لحاظ سے رسول اللہ صلعم کے اصحاب میں تیسرے تھے۔ لوگ مشورہ کیلئے ان سے رجوع کیا کرتے تھے۔ وہ پاک سیرت، پسندیدہ خو، اور برگزیدہ شخصیت کے مالک تھے۔ کوئی آگے بڑھنے والا فضیلت میں ان سے آگے نہ تھا۔۔۔ کوئی ایسا نہ تھا جو اُنکے حسن سخاوت اور عطائے نعمت کا منکر ہو۔۔۔۔ عثمان رضؓ نے اپنی سچائی سے تمہارے حوصلے بلند کئے۔ انہوں نے بڑوں کی برائی سے چشم پوشی کی۔ نیکوں کی حوصلہ افزائی کی۔ اپنے مال سے تمہاری مدد کی۔ مگر تم نے انکی امداد میں کمزوری دکھائی۔ ان سے جھگڑے پیدا کئے۔ انہوں نے پھر بھی تمہیں ڈھیل دی۔ بھائی بنکر تمہاری راہنمائی کی۔ اور باطل کی شیطنیت تم پر ظاہر کی۔ انہوں نے تمہارے دلوں میں جھانکا اور تمہارے ظاہر و باطن کو پہچانا۔ تم نے اس میں جاہ و جلال اور شوکت و حشمت نہ دیکھی۔ اسلئے انکی دارو گیر سے مطمئن و بے خوف ہو گئے۔ تم نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ فسادیوں کا ہی اچھا انجام کرتا ہے تم نے عثمان کے ساتھ دشمنوں کا سا برتاؤ کیا۔ اور ایک بے داغ زندگی کے مالک اور احکام الٰہی سمجھانے میں نرم زبان اور بروز قیامت میزان میں گرانقدر ہستی پر ایسی سختیاں کیں اور ایسا ناروا سلوک کیا جو کوئی بدعقل ہی کر سکتا ہے۔ تم نے عثمان کا خون بہایا اور اُنکے حرم کو بے حرمت کیا۔

اے اللہ! تیرا یہ فیصلہ ہے کہ ظالموں کیلئے بُرا بدلہ اور بُرا ٹھکانہ ہے۔ لوگو! یہ ظالم لوگ تمہیں شبہات کا غلام بنائیں گے۔ اور تمہاری راہیں متفرق کر دیں گے۔۔۔۔ لوگو! ابھی تم نے بہت کچھ دیکھنا ہے اسوقت تمہیں عثمان رضؓ یاد آئے گا۔ لیکن اب عثمان رضؓ کہاں؟۔۔۔۔ لوگو! تم ایک تاریک وحشتناک اور غضب آلود

فتنہ میں مبتلا ہو چکے ہو۔ تمہارے معاملات شر کی نظر ہو چکے ہیں ۔ اہلِ خیر ہر بھلائی سے مایوس ہو چکے ہیں شر کے جبڑے کھلے ہوئے ہیں ۔ بُرائیوں کے دانت نکلے ہوئے ہیں ۔ شیطانی نگاہیں تمہاری تاک میں ہیں ۔ اہلِ باطل غصہ سے کھول رہے ہیں ۔ تم نے اُسے قتل کر دیا ہے جسکا دستر خوان اور نیک ارادے وسیع تھے ۔۔۔"

نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں، خون آلود قرآن اور لباس اور یہ تقریر جب دربارِ امیر معاویہؓ کے کلبی سرداروں تک پہنچیں تو اہلِ مدینہ کے خلاف نفرت نے انکو انتقام کیلئے مستعد کر دیا ۔

میو

د اور و کی غلط املا کی بنا پر تاریخوں میں مید لکھا پڑھا جاتا رہا ۔ جسکے سبب میو قوم کی تاریخ پر پردہ پڑا رہا ۔ میو قوم مکران اور سندھ کے ساحلی علاقوں میں آباد تھی ۔ بحری قزاقی انکا شعار تھا دریائے سندھ کے سمندری دہانے سے لیکر ملتان تک اُن کی آبادیاں تھیں ۔ دریائے سندھ اور تاپتی کے درمیانی علاقے انکی چراگاہ تھے ۔ بحیرۂ عرب میں سقوطرہ تک عربوں کے جہازوں کو لوٹ لیتے تھے ۔ لنکا مالدیپ لکادیپ ملایا وغیرہ سے آنے جانے والے جہازوں پر ہمیشہ ڈاکے ڈالتے رہتے تھے ۔ حجاج کے زمانہ میں عرب جہازوں کو لوٹ لینے اور مردوں عورتوں بچوں کو قیدی بنا لینے کے واقعہ نے سندھ اور ہند کی فتوحات کا راستہ کھول دیا اور میو قوم کی پٹائی شروع ہو گئی ۔

۱۹۸ھ بنی سامہ بن لوئی بن غالب بحری تجارت کرتے تھے آئے روز کے بحری خطرات کے پیشِ نظر انکے آزاد کردہ غلام فضل بن ماہان نے مامون عباسی کے دور میں بندرگاہ سندان (سنجان) پر قبضہ کر کے اپنا بحری مستقر بنا لیا ۔ یہ بندرگاہ بمبئی سنٹرل ریلوے اسٹیشن سے شمالاً ۹۴ کلومیٹر اور سُورت سے جنوباً ۱۱۸ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے ۔ یہ راجہ بلہرا آوائی گجرات کی عملداری میں تھا ۔

فضل نے قبضہ کر لینے کے بعد بغداد دار الخلافہ سے تعلق پیدا کر لیا ۔ تحائف اور ہاتھی بھیج کر اپنے لئے سندِ حکومت حاصل کر لی ۔ اور اپنی خود مختاری کو قائم رکھا ۔ اسی دور میں ایران کے شاہی خاندان برمک نے امورِ سلطنت پر اپنی گرفت مضبوط کر لی تھی ۔ معتصم کی خلافت میں اس خاندان کا ایک فرد عمران بن موسےٰ بن یحییٰ بن خالد برمکی اپنے باپ کی وفات (۲۲۱ھ) پر سندھ کا حاکم بنا اُسنے روڑی کے جاٹوں کو حاضر ہونیکا حکم دیا ۔ اُن سے جذیہ وصول کیا ۔ ہر جاٹ کو ایک کتا ساتھ رکھنے

ملاحظہ: قدیم زمانہ میں فرد البیرونی نے بھی دریائے سندھ کو دریائے پنجاب لکھا ہے ۔

اور کمر پر پیٹی باندھنے کا پابند بنایا اور میو قوم سے الگ شناخت کیلئے ہاتھوں پر مہریں لگا دیں۔ دریائے مہران کے پانی کو روکنے کیلئے ایک زبردست بند تعمیر کیا۔ سمندر سے نہر لاکر سمندری پانی کو جھیل میں ڈال دیا۔ جس سے سارا پانی شور ہو گیا۔ اسکے بعد میو قوم کے خلاف فوجی اقدام شروع کیا۔ جاٹوں کے سردار ساتھ لئے جنکے کتوں کی وجہ سے میو کو جنگلات میں ڈھونڈ نکالنا آسان ہو گیا۔ ان کے تین ہزار جوان قتل کئے۔

حاکم سندان فضل کے فوت ہونے پر اسکا بیٹا محمد والی بنا۔ اُسنے ستر بحری جہازوں کا جنگی بیڑا تیار کر کے میو قوم کو سمندر اور خشکی میں گھیر لیا۔ مقامی آبادی نے اسکا پورا ساتھ دیا۔ اور گرد و نواح کے حکمران راجے مہاراجے خوش ہو گئے۔ اور محمد کی ہر ممکن مدد کی۔ میو قوم نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مگر زبردست ہزیمت اٹھائی۔ ہزاروں جوان ضائع کروا کر راجستھان کے ریگستان میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ جےپور ریاست الور بھرت پور گڑگاؤں جسے علاقہ میوات کہا جاتا ہے مستقلاً آباد ہو گئے اپنی بستیوں کے نام الور وغیرہ ہی رکھے اور بعض اولیاء اللہ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر پُر امن زندگی کے خوگر ہو گئے۔ اکثر ہجرت کر کے پاکستان میں واپس آ گئے ہیں اور بہت سارے ابھی وہیں آباد ہیں اور بھارتی فوج میں ملازم ہیں۔

خواجہ اجمیریؒ، شاہ مدار زندہ پیرؒ، چوکھا پیر اور سالار غازیؒ کے مُرید ہیں۔ محمد بن فضل کی غیر حاضری میں اسکے بھائی ماہان نے سنجان پر خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اور بھائی سے باغی ہو گیا۔ راجپوتوں نے محمد کا ساتھ دیا۔ ماہان کو گرفتار کر کے سُولی پر لٹکا دیا گیا مگر محمد کی بجائے راجپوت خود متصرف ہو گئے۔ البتہ مسلمانوں کو نمازیں پڑھنے اور اپنے خلیفہ کیلئے دعائیں کرتے رہنے کی اجازت دے دی اس لئے کہ خلافتِ مآب نے اپنی کم عقلی کے باعث بھائیوں میں فیصل بننے کی بجائے جانبدارانہ رویہ اختیار کر کے سنجان کو ہمیشہ کیلئے اسلامی ریاست سے خارج کرا لیا۔ ابوالعتاہیہ نے مذمت میں اشعار کہے۔

ے ہم نے کسی بات پر سندان میں باہمی اختلاف و افتراق کیا ہم نے تو کبھی اسطرح کی بھائی بندی نہیں دیکھی تھی۔ تم لوگوں کو انکی بے وفائی پر ہندی تلواروں سے مارتے ہو مگر وفاداری کو بھلا بیٹھے ہو۔

(کتاب الاغانی۔ بلاذری)

سُوری بلوچ

بلوچستان اور سندھ کرنے ایران کے باجگذار تھے اور ایرانی فوج میں بلوچ اور جاٹ کافی تعداد میں بھرتی ہوتے تھے - انکے ساتھ سندھی ملاح بھی تھے سیاہ اسوار یزدجرد کے مقدمہ کا سالار تھا اُسے ۳۰۰ چیدہ جنگجوؤں اور ۷۰ آزمودہ کار افسروں کے ساتھ اصطخر بھیجا اور اجازت دیگئی کہ ہر شہر سے اپنی مرضی کے جوان بھرتی کرلے اور عربوں سے مقابلہ کرے -

سیاہ جب تستر اور رامہرمز کے درمیان پہنچا اسوقت تک ابو موسٰے اشعریؓ نے سوس والوں کو امن دیکر تستر کو گھیر رکھا تھا - سیاہ نے اپنے اصفہانی ساتھیوں کو مخاطب کرکے کہا - آپ لوگوں کو اسکا اچھی طرح علم ہے اور ہم عربوں کی نسبت کھلے عام کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ ایران پر ضرور غالب آکر رہیں گے - انکے مویشی اصطخر کے محلات میں لید کریں گے - اب آپ لوگ انکے غلبۂ ظہور کا مشاہدہ کررہے ہو - اپنی جانوں پر ترس کھاؤ انکے دین میں داخل ہوجاؤ ورنہ بربادی ہے انہوں نے سیاہ کی بات مان لی - سیاہ نے شیرو یدالاسواری کو دس معززین کے ساتھ ابو موسٰے کے پاس بھیجا اور ان شرائط پر صلح کرلی کہ ہم دینِ اسلام میں داخل ہوکر مشرکین سے جنگ کرینگے اور تمہارے اپنے جماعتی اختلاف میں کسی گروہ کا ساتھ نہیں دیں گے - اگر کسی عرب قبیلہ نے ہم پر یلغار کی تو ہمارا دفاع تمہیں کرنا ہوگا - ہمیں اختیار ہوگا کہ جس علاقہ میں چاہے رہیں اور بس جائیں اور جس قبیلہ کا چاہیں حلیف بن جائیں اور ہمیں فوج میں عہدے دیئے جائیں -

ابو موسٰے نے ان مطالبات کی منظوری عمر فاروقؓ سے حاصل کرلی وہ لوگ اسلامی لشکر میں آکر مل گئے مگر تستر کی جنگ میں حصہ نہ لیا اور تماشائی بنے رہے اسپر ابو موسٰےؓ نے کہا کہ اے سیاہ بھائی! تو اور تیرے ساتھی ہمارے گمان کے مطابق نہ نکلے - سیاہ نے جواب دیا - ہمارا اور تمہارا نکتۂ نگاہ مختلف ہے اوّل یہ کہ ہم اپنے بچاؤ کی خاطر آپ سے ملے تھے - دوسرے ہمیں مالِ غنیمت کا لالچ تھا - تم نے ہمیں عہدے بھی نہ دیئے کہ تنزلی کا خوف دامن گیر ہوتا اور نہ ہمارا کماحقہٗ احترام کیا جاتا ہے -

ابو موسٰے نے سیاہ کو سمجھایا کہ ہم میں بڑا چھوٹا نہیں ہوتا - ہم اہلیت کے مطابق امیر مقرر کرلیتے ہیں اور ذمہ داریاں تقسیم کرلیتے ہیں - حقوق اور ذمہ داری میں سب مسلمان برابر ہیں - جب امیرالمومنین

کسی کو محاذ کا سپہ سالار مقرر کر دیتے ہیں تو سب اسکی اطاعت کو دینی فریضہ سمجھ کر بجا لاتے ہیں۔ ہر سالار اپنے اہل الرائے ساتھی کے مشورہ سے قدم اٹھاتا ہے کوئی شخص من مانی نہیں کرتا۔ غنیمت کو اللہ نے اس اُمّت پر حلال کیا ہے اس لئے آپ لوگوں کو بھی دیگر مجاہدین کے برابر حصّہ ملے گا۔ جہاں تک عطا کا تعلق ہے آپ سب کے قبیلہ و کنبہ کے ہر فرد کو بیت المال سے وظائف ملیں گے خواہ جہاد میں شریک ہوں یا نہ ہوں۔ اور عہدوں کی بات یہ ہے کہ آپ نے اپنے گروہ میں جو حیثیتیں مقرر کر رکھی ہیں ہم اسکا احترام کرتے ہیں گو ہم تقوے اور اہلبیت کو عزت و فضیلت کا معیار سمجھتے ہیں مگر دوسری قوموں کے معزز و برگزیدہ امرا کا ویسے ہی احترام کرتے ہیں

البتہ عجمیوں کے رسوم و رواج کی طرح جھک کر کورنش بجا لانا اور زمین بوس ہونیکو توہینِ انسانیت گردانتے ہیں۔

شیرویہ بنو بکر بن وائل کے سردار خالد بن معمر کا حلیف بننا چاہتا تھا۔ اور بنی سدوس میں ڈیرہ ڈالنا پسند کرتا تھا مگر سیاہ نے انکار کیا اور بصرہ کو منتخب کیا پہلے بنی ازد کے پاس رُکے پھر دریافت کیا آنحضورؐ اور خلفائے راشدین کیساتھ نسب اور دینی تعلق میں کون زیادہ قریب ہیں بتایا گیا۔ بنو تمیم جنکے سردار احنف بن قیس ہیں۔ جاٹ اور ملاح جو قید ہو گئے تھے انہوں نے بھی اساورہ کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیا۔ اور اساورہ کے پاس بصرہ چلے گئے مگر جاٹوں نے حسبِ عادت نزاع شروع کر دی تو بنو تمیم بڑے دل برداشتہ ہوئے۔ سیاہ بہت معاملہ فہم تھا اس نے اساورہ کو بنو سعد تمیم کی بستیوں میں اور جاٹوں ملاحوں کو بنی حنظلہ تمیم میں بٹھا دیا۔ یہ لوگ احنف بن قیس کی روش پر رہے۔ جنگِ جمل و حنین میں غیر جانبدار رہے۔ ابنِ زبیرؓ کے وقت ربذہ کی جنگ میں حصّہ لیا اور اپنے تیروں سے بہتوں کو ڈھیر کر دیا۔ یہ بڑے نشانہ باز تھے۔ حجاج والی عراق بنا تو اس نے انکے وظائف بند کر دیئے اور اکثر کے گھر وندے ڈھا دیئے اور ایک گروہ کو جوار انطاکیہ میں بھیج دیا جہاں ان سے پہلے اس گروہ کے لوگوں (جاٹ، بلوچ، ملاح) کو سواحل شام اور انطاکیہ کیطرف منتقل کیا تھا تاکہ رومیوں کے بحری حملوں کا تدارک ہو سکے۔ پہلے خراسان میں عبداللہ بن عامر کا ساتھ دیا پھر عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کے ساتھ ہو گئے اور ہر معرکہ میں حصّہ لیتے رہے۔

جب ابن الاشعث نے عبدالملک اور حجاج کے خلاف بغاوت کر دی تو بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے کی بنا پر انکی بھی شامت آگئی۔ تقریباً تین ہزار ہلاک ہوئے۔ شیرویہ الاسواری نے عبیداللہ

ابن زیاد کی والدہ مرجانہ سے شادی رچائی اور اسکے لئے بصرہ میں ایک محل تعمیر کرایا۔ جسکے بہت سارے دروازے رکھوائے اسلئے اُسے قصرِ ہزار در کہنے لگے۔ ایک نہر کھدوا کر اپنے قبیلے کیلئے پانی کا انتظام کیا جو نہر الاساورہ مشہور ہوئی۔ اسکی اولاد کو شیروانی اور مشہور عالم دین علی الاسواری کی آل کو اسرانی پکارا جاتا ہے۔ شیرویہ کی آل میں سے شیر شاہ سوری نے ہندوستان پر حکمرانی کی اور اپنے لائق وزیر میاں محمد عبداللہؒ سلطانپوری کی کارکردگی اور اصلاحات کی بنا پر نیک نامی پائی۔ جہلم میں گکھڑوں کو قابو کرکے ان باغیوں کے ہی ہاتھوں قلعہ رہتاس تعمیر کرایا۔ وہاں کے انجینئر ملک نجیب اللہ جو اقوام متحدہ میں بھارت کے ساتھ دریائی پانیوں کا سمجھوتہ کرنے اور متبادل انتظام سندھ تاس منصوبہ کے سلسلہ میں پاکستانی وفد میں شامل تھے۔ منگلا کے ساتھ زائد جھیل کے منصوبہ کو اس بنا پر منظور نہ ہونے دیا کہ دوسری جھیل قلعہ رہتاس کے تاریخی پتھروں کو غائب کردے گی جسکا ایک ایک پتھر واشنگٹن شہر سے زیادہ قیمتی ہے۔ بقول اُن کے ایسے قیمتی آثار پر ضرورت ذخیرۂ آب کو قربان کردیا گیا۔

قلعہ رہتاس کی اہم ترین شخصیت شیرویہ اور شیر شاہ (فریلیا) کے مثیل شعیب ملک (علیگ) نے تحریک پاکستان میں علیگڑھ مسلم اسٹوڈنٹس کے ساتھ زبردست خدمات انجام دیں۔ ان کے ساتھیوں اور دوستوں نے پاکستان کے اعلیٰ عہدوں کا لطف اٹھایا۔ مگر شعیب ملک نے اپنے ضمیر اور ایمان کو مفاداتِ دنیوی سے آلودہ نہیں ہونے دیا حالانکہ انہی کی رائے پر پاکستان کی حکومتوں میں بہت ردّوبدل ہوتے رہے ہیں سہ پاتے ہیں کہ گلاب چنانوں میں بھی پرورش۔ آتی ہے پتھروں سے بھی خوشبو کبھی کبھی

ایوب خاں کی جگہ جسٹس مرشد کی دریافت، نوابزادہ کی واہ واہ اور بالآخر اپنے "چچا" یحییٰ خاں کو اقتدار دلانے اور اسکے بعد جنرل گل حسن کے بطور سربراہ افواجِ بری کے انتخاب میں انکی رائے پر عمل ہوا۔ مشرقی پاکستان کی شکست پر بھٹو کو آگے لانے کا مشورہ بھی انہی کا کام کرگیا۔ مقتدرہ جو فیصلے کرتی ہے اُسکی پشت پر جن اہل الرائے کی مشاورت ہوتی ہے وہ عام و خاص کی نگاہوں سے اوجھل ہوتا ہے۔ اب چونکہ فری میسنری طاقتور ہے اسلئے سیاستدان لندن کو بھاگتے ہیں۔ پاکستانی عوام خوش فہمی میں ہیں کہ عوامی راج ہے اور ملک کے نام کے ساتھ اسلامیہ بھی چسپاں ہے۔ بھٹو نے ولی خاں اور اسکے ساتھیوں کو سیاست بدر کرنے کے لئے حیدرآباد ٹریبونل کا جو ڈھونگ رچایا تھا نسیم ولی خان نے اپنے رشتہ دار جنرل غلام حیسن اور شیرباز مزاری نے اپنے عزیز جنرل ارباب جہانزیب کی خدمات حاصل کرلیں۔ جنرل غلام حیسن نے منگلا میں اپنی رہائش گاہ پر ۲ جولائی ۱۹۷۷ء کو بیٹی کی شادی رکھ کر

کور کمانڈروں کو بلوا لیا۔ جبکہ افواج کے چاروں چیف صاحبان کو اسکی اطلاع ۴ جولائی کی شام کو کردی گئی۔ جب فوج نے عملاً ملک کا اقتدار سنبھال لیا حیدر آباد ٹربیونل کے فیصلہ کو قانونی اور آئینی طریقہ سے ختم کرانے کی ضرورت کے تحت سپریم کورٹ سے رجوع کرنے اور آئینی پابندی کے تحت ۹۰ دنوں میں انتخابات کرانے کے "ضیائی" تو ہمات کو جرنلوں نے ذرا بھی حیثیت نہ دی بلکہ ولی خاں کو آزاد کرکے " احتساب، احتساب پہلے، انتخاب بعد میں" کی گردان شروع کرا دی گئی۔ اور دنیا بنانے میں لگ گئے۔

شعیب ملک نے سیاستدانوں کو بھٹو کے ساتھ لا یعنی طویل مذاکرات کا تماشا ختم کرکے صحیح قدم اٹھانے کا مشورہ فرداً فرداً بل کر دیا۔ نوابزادہ نصراللہ خاں وڈیرہ ذہنیت کے تحت بھٹو کے اقتدار میں رہنے کے دل وجان سے خواہشمند تھے۔ مفتی محمود احراری جمعیتی گٹھ جوڑ کے پابند تھے۔ سردار عبدالقیوم تیسے دَرُوں نیسے بروں کی حالت میں تھے۔ نورانی میاں ایئر مارشل اصغر خاں کی پٹی سے بندھے تھے۔ اور خود اصغر خاں اپنے آپ کو ایئر مارشل ہی سمجھ رہے تھے۔ شعیب ملک خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ پھر کسی معاملہ میں نہ پڑے۔ انکے بوڑھے سیکریٹری ساتھی بھی حکومت سے چلتے بنے اب لندن والوں کا دَور ہے اور باطل کی حکومت ہے۔ حق کے پرستار منتشر زیرِ پرہیں۔ ایک قلیل گروہ باطل کے مقابل خدا کے سہارے زور آزما ہے۔ (اِنَّ الباطِلَ کانَ زَھُوقا)

جاٹ

یہ ایک منفرد قوم ہے جو سارے خطۂ زمین پر پھیلی ہوئی ہے اپنی عادات و لہجۂ زبان سے پہچانی جاتی ہے۔ فطرتاً مار دھاڑ کو پسند کرتی ہے۔ مذہب و اخلاق کو سر پر سوار نہیں ہونے دیتی صرف سیاسی ضرورت کے مطابق مذہب سے سرسری لگاؤ رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ تاریخ عالم میں دونوں کبھی ایک دوسرے کیلئے خطرہ نہیں بنے۔ ہندوؤں نے ان سے چھیڑ چھاڑ کی انکو شودروں کی فہرست میں رکھ لیا تو جاٹوں نے کرشن پیدا کر لیا اور حساب برابر کر دیا۔ پھر کسی کو ان سے مذہبی جنگ کی جرأت نہ ہوئی۔ نہ جاٹوں نے مذہب کو چھیڑا۔

سنہ ۶۵۰ء راجہ ساسی مر گیا تو اسکے برہمن وزیر چچ نے بیوہ سے شادی رچا کر گدی سنبھال لی۔

کچھ عرصہ راجہ کی موت کو خفیہ رکھ کر سرداروں کی طاقتور جماعت کو بڑے بڑے عطیات دے کر ہمنوا بنا لیا۔ چتوڑ کا راجہ آنجہانی رشتہ دار کی راجدھانی پر قبضہ جمانے کے لئے تعزیت کے بہانے تھوڑی سی جمعیت لیکر آیا تو اسے بھگا دیا۔ برہمن آباد کا راجہ اگھم مر گیا تو اسکا علاقہ قابو کیا۔ پھر ملتان وسیستان بھی زیر کر لئے اور مملکت کو وسیع کر کے انتظام خاطر خواہ کر لیا۔

بدھ مت کو دیس نکالا دیکر ہندو مت کی اشاعت و ترویج شروع کر دی پھر جاٹوں کے پیچھے پڑ گیا۔ انکے لئے سخت توہین آمیز قانون بنائے جن سے بنیادی انسانی حقوق بھی سلب کر لئے۔ اور بہت سختیاں کیں مثلاً ریشمی کپڑے اور ستھرا لباس پہننا ممنوع قرار دیدیا۔ سر اور پاؤں سے ننگے رہنے کا حکم دیا۔ گھوڑوں پر بغیر زین سوار ہونے کی قدغن لگا دی۔ اور برہمن آباد کے راجہ کے ہاں ایندھن کی لکڑیاں پہنچاتے رہنے کا پابند بنا دیا۔

جاٹ لڑاکا اور جرائم پیشہ لوگ تھے۔ ان کے ساتھ اسطرح کا امتیازی سلوک ہندوؤں کیلئے مہلک ثابت ہوا۔ سندوستان کے چار ہزار جاٹوں کے دستے نے محمد بن قاسم کا ساتھ دیا۔ اور داہر کے خلاف جنگ لڑی۔ ایرانی فوج میں جاٹ بہت اہم عنصر تھا۔ مگر ایرانیوں نے انکو کبھی ایک جگہ نہ بسایا۔ خانہ بدوش رکھا۔ اسی لئے یزدجرد کی شکست کے آثار دیکھ کر یہ عرب مسلمانوں کے ساتھ جاملے۔ سندھ کے حکمران داہر نے اپنے وزیر بدھ یمن کی رائے پر مملکت کے تحفظ کے موہوم اندیشہ کے تحت اپنی بہن "مائیں" سے شادی رچالی۔ اسے رمالوں نے بتایا تھا کہ "مائیں" کا پتی مملکت کا والی ہوگا۔ داہر کے بھائی دہر سینہ نے بہت برا منایا اور داہر کو بڑی ملامت کی تو اسنے جواب دیا۔

" اگر چہ مائیں کو ہمارے باپ سے نسبت ہے لیکن دراصل وہ جاٹوں کی بیٹی ہے جو سرکش اور جرائم پیشہ ہیں خصوصاً جاٹوں کی عورتیں ہرگز اعتماد کے قابل نہیں اور امانت و دیانت سے بہت دور ہوتی ہیں۔ بہر حال چونکہ مائیں اجنبی ہے اسلئے میرا اس سے نکاح مباح ہے۔ (تاریخ سندھ۔ قدوسی)

حجاج کے سامنے دوسری قوموں کے ساتھ جب سندھ کے جاٹ پیش کئے گئے جن کے ساتھ انکے بیوی بچے اور مویشی بھی تھے تو اس نے انکو کسکر کے نشیبی علاقے میں آباد کر دیا۔ پھر یہ لوگ بطیحہ پر پھیل گئے۔ جہاں انکی نسلیں بڑھیں۔ پھر بھگوڑے غلاموں کا ایک گروہ انکے پاس پناہ گیر ہو گیا۔ باہلہ کے موالی اور محمد بن سلیمان بن علی کے ننھیالی قرابت دار اور کئی دوسرے لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے۔ اور یہ سب آپس میں رچ بس گئے۔ تو جاٹوں نے انکو رہزنی، مرکز سے بغاوت اور

جنگ کرنے کی ہمت دلائی۔ قبل ازیں یہ لوگ تھوڑی سی بخشیش پر راضی ہو جاتے تھے اور بحری تجارتی
جہازوں کے مال اتارنے اور چڑھانے اور مال برداری کا کام خوش اسلوبی سے کرتے تھے۔ جاٹوں کی
انگیخت پر تاجروں کے مال لوٹنے کی وارداتیں شروع ہو گئیں حتے کہ مامون عباسی کے زمانہ میں ان
کی چیرہ دستیاں اسقدر بڑھ گئیں کہ اسطرف کی تمام گذرگاہیں بند ہو گئیں۔ بصرہ سے بغداد تک کشتیوں
کے ذریعے مال برداری اور مسافروں کی آمدورفت بھی بند ہو گئی۔

معتصم نے اپنی حکومت مستحکم کرکے انکی طرف رُخ کیا۔ انکی سرکوبی کیلئے خراسان سے
عجیف بن عنبسہ کو مقرر کیا۔ اور اسکی ضرورت کا لشکر و اسلحہ فراہم کر دیا۔ عجیف نے پہلے خبر رسانی
کی چوکیاں مقرر کیں۔ جن پر تیز رفتار سواریاں رکھیں۔ جاٹوں کی نقل وحرکت کی گہری نگرانی شروع
کر دی۔ پھر انکی طرف آب رسانی بند کر دی۔ ایسے انتظامات کئے کہ انکو بغیر جنگ کئے گرفتار کر لیا
اور کشتیوں میں چھوٹے چھوٹے گروہوں کی صورت بغداد بھیجا گیا۔ وہاں سے کچھ خانقین بھیج دیئے گئے۔
باقی عین زربہ اور ثغور میں منتشر کر دیئے گئے۔ جب ترکوں کا دور آیا تو انکو ریاستہائے بلقان
میں دھکیل دیا گیا۔ عرب کا زُط یورپ میں جپسی ہو گیا۔ اہل یورپ ان سے خوف کھاتے تھے۔ ان میں
لسی کا استعمال اور پنجابی کے اکثر الفاظ مقامی لہجوں میں بولتے ہیں۔ ۱۶۵ھ منصور عباسی کے دور میں
جب جاٹوں نے سندھ میں بغاوت کی تھی تو عبدالملک بن شہاب مسمعی نے جاٹوں کو بری طرح دبایا
اور سب کو پنجاب کی طرف دھکیل دیا۔

اوّلین مسلمین میں ابو سالمہ جٹ بڑا مرد صالح تھا جس نے علی المرتضٰی کا ساتھ دیا تھا۔

باہلہ (واہلہ)

جب راجگان شکار کو نکلتے تو جو لوگ ہرن پکڑنے کے جال جانوروں پر لاد کر لے جاتے
بھینسوں اور سانڈوں پر سوار ہو کر شیر کے گرد گھیرا ڈالتے۔ سانڈ ایک دوسرے کے ساتھ سینگ ملا کر
شیر پر حملہ آور ہوتے اور باہلہ نیزوں سے شیر پر وار کرتے۔

پہلوانوں اور سرداروں کے خود، اسلحہ اور تیر کمان پکڑے رہتے اسلئے واہلہ
کہلوائے۔ یہ جاٹوں میں سے ہی ہیں اور جو عرب نسل کے باہلی کہلواتے ہیں وہ باہلہ بن نعیر بن
سعد بن قیس بن عیلان سے ہیں۔ جن میں سلمان بن ربیعہ باہلی دور عمر فاروقؓ میں آرمینیا کا

گورنر جنہوں نے بڑی شہرت پائی تھی۔ (تاریخ فیروز شاہی)

بھاٹ

عثمان ذوالنورین رضؓ کے گورنر بصرہ عبداللہ بن عامر رضؓ نے سجستان میں بغاوت کو فرو کرنے کیلئے عبدالرحمٰن بن سمرہ رضؓ کو مامور کیا تو اُسنے وہاں کے حاکم مرزبان کو بہت جلد سیدھا کر دیا۔ عبدالرحمٰن بہت باہمت اور مہم جو جرنیل تھا اُسنے سجستان سے فراغت پاتے ہی بلوچستان کا رُخ کیا اور مغربی حصّے داور تک کا علاقہ زیر نگیں کر لیا پھر غزنی اور کابل کا علاقہ بھی فتح کر لیا۔ اس دور میں جو علاقے فتح ہوئے اور سلطنتِ اسلامیہ میں شامل کئے گئے انکے ذکر میں شبیل کے باشندوں اور بھاٹوں کی بغاوت اور اُنکے ساتھ علاقہ کے کردوں کا شامل ہونا بیان ہوا ہے۔ شدید جنگ کے بعد انکو منتشر کر کے ایذج پر قبضہ ہوا اس سے بھاٹوں کا ایک جنگجو قبیلہ ہونا ثابت ہے۔ کلر کہار شاہنشاہ بابر نے آباد کیا اور اس علاقہ کو گلستان بنا دیا۔ پنجاب کا چیف آف بھاٹ اسی آبادی کے موضع جال میں رہتا ہے۔

بوہرہ (بوحرّہ)

قوم سبا جنوبی عرب کی مشہور تجارت پیشہ قوم تھی۔ اسکا عروج ۱۱۰۰ ق م سے شروع ہوا۔ اور ایک ہزار سال تک یہ اپنی عظمت کے ڈنکے بجاتی رہی۔ مشرقی افریقہ ہندوستان مشرقِ بعید اور خود عرب کی جتنی تجارت مصر و شام و یونان و روم کیساتھ ہوتی تھی وہ زیادہ تر انہی سبائیوں کے ہاتھ میں تھی۔ اسی وجہ سے یہ قوم قدیم زمانہ میں اپنی دولت کے لئے نہایت مشہور تھی یونانی مؤرخین کے نزدیک دنیا کی سب سے زیادہ مالدار قوم شمار ہوتی تھی۔ تجارت کے علاوہ انکی خوشحالی کا بڑا سبب مُلک کی زرخیزی تھی جگہ جگہ بند باندھ کر بہترین نظامِ آبپاشی قائم کیا جس سے علاقہ جنت نظیر بن گیا تھا۔ پہلے سورج پرست تھے۔ سلیمانؑ نے انکو مسلمان کیا مگر ستاروں کی روحانیت سے استفادہ کے توہماتی علوم نے ان کو پھر اُسی ڈگر پہ لگا دیا اور ملوک نے عوام کی نفسیاتی کمزوریوں سے فائدہ اُٹھا کر خود کو دیوتاؤں کا وسیلہ بنا لیا اسطرح یہ مذہب خالصتاً سیاست بن گیا۔ ۴۵۱ء میں سدِ مآرب ٹوٹنے سے جب تباہی پھیلی اور سارا نظام درہم برہم ہو گیا تو بنو خزاع

نے جدّہ کے پاس تہامہ میں سکونت اختیار کر لی۔ وہاں انکی بسائی ہوئی بستی بوحرّہ اب تک موجود ہے اسکے شمال میں بدّہ کی بستی ہے۔ جسکے نام پر کو[illegible] میں ریلوے روڈ پر ایک بستی قائم ہے۔ یہ لوگ اپنے کاروباری مقاصد کیلئے ہندوستان کے مغربی ساحل پر کئی مقامات پر تجارتی اڈے قائم کر کے رہائش پذیر تھے۔ اور اپنی اصل قیام گاہ بوحرّہ کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ ہندوؤں سے کاروباری اشتراک کے علاوہ مذہبی اعتقادات میں بھی قریب تھے۔ سومنات انہی کی کارستانی بتائی جاتی ہے۔ مناۃ کے ساتھ "سو" ہندی زبان میں بہتر کے معنی میں بولا جاتا ہے اور ہندی کا بیوپار بھی اسی تجارت پیشہ قوم کے نام پر رائج ہوا۔

نزہتہ الخواطر کے مصنف کی رائے میں ساتویں ہجری کے آغاز میں شیخ حیدری اسماعیلی مدفون کلمبایت نے انکو دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ ان میں سے کچھ جعفر گجراتی کے پیروکار بن گئے۔ اور اسماعیلی مذہب ترک کر کے فقہ حنفی کو اپنا لیا۔ انکے علاوہ مجدالدین بن محمد بن طاہر بن علی جو حنفی العقیدہ تھے ان کی بیعت کر کے حنفی بن گئے۔ مگر اکثریت اسماعیلی رہی اسلئے کہ ان کے کاروبار میں مصر وغیرہ کے اسماعیلیوں کا اشتراک رہا جو خود ہجرت کر کے گجرات (دکن) میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔

راجپوت

برصغیر پاک و ہند کی پرانی تہذیب و تمدّن کو پانچ اَدوار میں تقسیم کیا جاتا ہے:

پہلا ہندو ویدک دَور ۲۰۰۰ ق م تا ۱۴۰۰ قبل مسیح، دوسرا مہابھارت (کورو پانڈو) کی جنگوں کا دَور ۱۰۰۰ ق م تک، تیسرا علم و ہنر کا دَور ۱۰۰۰ ق م تا ۶۵۰ء۔ اس میں ہیئت و ریاضی اور فلسفہ و حکمت کا شہرہ ہوا اور اسی سے ہم اپنی تاریخ راجپوتوں کے حوالہ سے شروع کرینگے اس دَور میں بدھ مت کی اشاعت ہوئی۔ چوتھا پرانک دَور۔ مسلمانوں کی آمد تک۔ پانچواں اسلامی اخوت و توحید کے اثرات کا ہے۔ برصغیر تین حصوں میں تھا۔ پاکستان کا علاقہ کرو بیج دیپ[۵]

نوٹ: فتوح البلدان میں اسیابجہ (فارسی سیاوَ بچی) الزط (جاٹ) کیساتھ الاندغار کے دستوں کا قید ہونا مذکور ہے یہ جاٹوں سے الگ گروہ تھا پھر انہی میں ضم ہو گئے انکے گاؤں کا نام اندگرلہ ہمارے قریب تھا اور ساتھ ہی ہجرت کر کے آئے۔ یہ عربوں کے ساتھ دیگر جاٹوں کے دستوں میں شامل ہو کر وارد ہند ہوئے۔

[۵] پاکستان کا آریائی نام جمبودیپا

جنوبی ہند اور لنکا سراندیپ، بھارت برہا یتت جنبو دیپ کہلاتے تھے۔ طوفان نوحؑ کے بعد سمندر کی حدود میں زبردست تبدیلی آئی۔ ان تینوں خطوں میں حائل سمندر ہٹ گیا اور راجپوتانہ کی زمین اور پہاڑ ظاہر ہو گئے جو عرصۂ دراز تک پڑے رہنے سے جنگل و بیابان کی صورت بن گئے۔ کوہِ ہمالیہ کی چوٹی کو ناؤ بندھن کہا جاتا ہے۔

نوحؑ کے پیروکاروں نے سب سے پہلے وادیٔ چناب میں کھیتی باڑی شروع کی۔ منو (مہا نوحؑ) سمرتی (شرائع) میں یہ قانون درج ہے۔ "جس نے سب سے پہلا تیر چلایا شکار اسکا ہے۔ جسنے پہلے زمین کو ہموار کیا زمین اسکی ہے"۔ نوحؑ کی امت گندھارا سے دریائے سرسوتی تک پھیل گئی۔ یہیں سے آریہ جاتی نے جنم لیا۔ مغرب کی طرف ایران وغیرہ کو بڑھے اور مشرق میں گنگا جمنا کی وادی تک پھیل گئے۔

بھارت میں نو وارد تکشک نسل کے ششو ناگ قبیلے نے ۶۰۰ ق م سے لیکر ۳۶ برس تک دہلی پر حکومت کی۔ راجپوت قوم کے افراد اس دور میں وسط ایشیا کے علاقے میں آزادانہ آتے جاتے تھے اور اپنے پاکیزہ خون اور نجیب الطرفین ہونے پر فخر کرتے تھے۔ حکمران خاندان کی دسویں پشت میں مہا نند راجہ ہوا جسے حرامی سمجھا جاتا تھا۔ اسلئے راجپوت اس سے توہین آمیز رویہ رکھتے اسنے بھی راجپوتوں کے قتل پر کمر ہمت باندھی۔ یہانتک کہ اسکی سفاکی سے بچنے کیلئے آخر راجپوتوں کو ریت کے سمندر راجستھان میں پناہ لینی پڑی۔ ششو ناگ خاندان کی چوتھی پشت میں بمبسار حکمران ہوا جسنے ۵۰ سال حکمرانی کی۔ اسکے دور میں مہاتما بدھ پیدا ہوئے۔ راجہ کی موت پر اس کا بیٹا ۴۸۵ ق م آجات شترو گدی پر بیٹھا اسکے بعد چار راجہ ہوئے آخری دو نندی وردھن اور مہانندی تھے۔

اس خاندان کے بعد نندی خاندان کا بانی مہا پدم ہوا۔ اس خاندان نے ایک صدی تک حکومت کی۔ آخری راجہ نند کے دور میں سکندر رومی نے حملہ کیا۔ چندرگپت اسی خاندان کا شہزادہ تھا۔ جسے نند نے قتل کرانا چاہا۔ اسکی ماں مورا "برہمن" خاندان کی تھی۔ چندرگپت نے بھاگ کر ٹیکسلا کے راجہ کے ہاں پناہ لے لی۔ پھر اپنے مشیر چانکیہ (مصنف ارتھ شاستر) کی مدد سے نند کو گدی سے اتار کر خود تخت نشین ہو گیا۔ یونانیوں کے ساتھ جنگ کے نتیجہ میں اسکی جو صلح ہوئی اس سے سلوکس نے اپنی بیٹی چندرگپت سے بیاہ دی اور کابل، ہرات، قندھار

بھی اسکے حوالے کردیئے ۔ ہندوکش سرحد ٹھہری ۔ چندر گپت موریہ ۲۹۸ ق م میں مر گیا ۔ اس کا بیٹا بندوسار ۲۵ سال حکومت کر کے ۲۷۳ ق م میں مر گیا۔ جسکے بعد اسکا بیٹا اشوک گدی نشین ہوا جسنے بدھ دھرم اختیار کرلیا ۔ اور بدھ مت کو چاروانگ میں پھیلا دیا ۔ اسکے پرچارک مصر، شام، سائبیریا تک اور یونان میں پھیل گئے ۔

پاکستان میں شرائع نوح کے بعد بدھ مت کی حکمرانی آٹھویں صدی عیسوی تک رہی اسکے بعد اسلامی حکومتیں قائم ہوتی گئیں ۔ بحمداللہ اس خطہ پاکستان میں کبھی بھی باطل کی حکمرانی نہیں ہوئی ہمیشہ قوانین الٰہی ہی رائج رہے ہیں ۔ مسلمانوں کی آمد سے قبل پالی اور پراکرت زبانیں یہی پنجابی اور سندھی تھیں ۔ عربوں نے ان میں عربی الفاظ داخل کر کے انکی فصاحت میں اضافہ کر دیا ۔ موریہ خاندان کے دس حکمرانوں کا ۱۳۷ سالہ اقتدار ۱۸۵ ق م میں ختم ہو گیا۔

آخری حکمران پردھارتھ بڑا عیاش اور کم عقل تھا اسی کے سردار پشپ مترنے اسکو قتل کر کے سانہگا خاندان کی بنیاد رکھی ۔ ۱۵۵ ۔ ۱۵۳ ق م کے درمیان ہندوکش کے پاس باختریہ کے ایک شہزادے مینیڈر نے کابل، پنجاب، کاٹھیہ وار، متھرا تک دبا کر مدھیامکا کا محاصرہ کر لیا اور پاٹلی پتر پر یلغار کی مگر پشپ مترنے اسے شکست فاش دی ۔ اور اپنا گھوڑا کھلا چھوڑ کر ایک فوجی دستہ ساتھ کر دیا۔ جس کسی نے گھوڑا روکا اسے باغی قرار دیکر تہہ تیغ کر دیا ۔ یہ خاندان صرف ۱۱۲ برس حکمران رہا ۔ ان کا آخری حکمران دیوبھوتی بھی بہت عیاش و بدکار تھا جسے قتل کر دیا گیا پھر ۷۳ ق م میں واسدیو کانو اور اسکا گھرانہ ۴۵ سال حکمران رہا ۔

دوسری صدی قبل مسیح میں کچھ تاتاری قبائل چین کے شمال مغرب سے نکل کر جنوب کیطرف پھیلنے لگے ان میں سے شاکیہ دریائے جیحوں کے پاس اور تبت میں بس گئے ۔ پھر ہندوکش کے پاس باختریہ پر قابض ہو گئے ۔ ۱۶۰ ق م یوچی قبیلہ نے شاکیہ کو دھکیلنا شروع کیا پھر یوچی قبیلہ کو دھکیلنے والے اور تاتاری بڑھ آئے ۔ ۱۵ء میں یوچی قبیلہ نے کیڈفی سس کو اپنا سردار بنایا ۔ کابل و کشمیر پر یلغار کی اور پارتھیوں کو بھی مطیع کر لیا ۔ یہ ایران سے سندھ تک پھیل گئے ۔ ان کا دوسرا سردار ۴۵ء میں مقرر ہوا ۔ جسنے پنجاب کو فتح کر کے بنارس تک کا علاقہ زیر نگیں کر لیا ۔ اس دور میں چین نے رومن ایمپائر کی حد تک غلبہ حاصل کر لیا تھا ۔ اسکی موت پر ۷۸ء میں اسکا بیٹا کنشک حکمران بنا جسنے لیپنا ور کو دارالسلطنت بنایا ۔ تاشقند، یارقند اور ختن

کو فتح کیا۔ بدھ مت کی بڑی اشاعت کی۔ کنشک کے تین جانشین واسنک، ہوشک اور واسدیو ۲۲ء ہوئے۔ انکے بعد ایک صدی ایسی گذری جس میں کوئی بڑا حکمران نہ ہوا۔ چوتھی صدی عیسوی میں لشاری قبیلہ پاٹلی پتر پر قابض ہو گیا۔

چندر گپت دوئم نے اس قبیلہ کی کمار دیوی سے ۳۰۸ء میں شادی کر کے جنوبی بہار اودھ ترہٹ پر حکومت قائم کر لی۔ ۲۶ فروری ۳۲۰ء کو اپنے نام سے نیا سمت جاری کیا۔ تقریباً ۱۵ سال حکومت کر کے اپنے بیٹے سمدر گپت کو گدی پر بٹھا دیا۔ جسنے سارے بھارت کو ایک کر کے پاٹلی پتر کی جگہ اجودھیا کو دار السلطنت بنایا اور سارا دکن بھی زیر کر لیا۔ پنجاب نیپال آسام بھی اسکی سیادت ماننے لگے۔ مشرقی راجپوتانہ مالوہ میں آر جنیئن، مالوا اور ابھیر نے اپنی آزادی برقرار رکھی۔ اسکے بعد اسکا بیٹا چندر گپت بکرما دتیہ ۳۷۵ء میں گدی نشین ہوا اور اپنے نام کا سکہ جاری کیا اُسنے مالوہ گجرات اور کاٹھیاواڑ فتح کئے جو پہلی صدی سے لیکر شاکیہ قوم کے قبضے میں چلے آتے تھے۔ ان کا آخری حکمران اور سنگھ نہائت بدچلن تھا۔ قتل کے وقت کسی شخص کی بیوی کے لہنگے میں چھپ گیا مگر پکڑا گیا۔

بکرماجیت نے ۵۷ ق م پہلے رکھو کر اپنا نیا سمت جاری کیا۔ چینی سیاح فاہان نے اسکے عہد میں ۴۰۵ء تا ۴۱۱ء بھارت کی سیر کی۔ ۴۱۳ء میں اسکا بیٹا کمار گپت گدی پر بیٹھا۔ ۴۵۵ء میں اسکے بیٹے اسکند گپت نے راج سنبھالا۔ وسط ایشیا سے سفید ہن قوم نے آکر لوٹ مچا دی۔ ۴۷۰ء میں اس پر حملہ آور ہوئی۔ جسے شکست دینے میں ناکام رہا۔ اور وہ گندھارا پر قابض ہو گئے۔ پھر ۴۸۰ء میں اسکا بھائی پرو گپت ۵ سال رہا جسکے بعد اسکے بیٹے نرسنگھ گپت اور اسکے بعد اسکا بیٹا کمار گپت دوم اور اسکے بعد ۵۳۵ء میں بالا دیتہ گدی نشین ہوا۔ اور گپتا خاندان کی حکمرانی جاتی رہی۔ پھر ایک صدی تک حملہ آور آتے رہے۔

پانچویں خاندان سرنگی وس کے آٹھ راجوں نے ۱۱۲ سال حکومت کی ان میں نجیب الطرفین تھے اور چار شودر عورتوں سے تھے۔ انکے بعد کانو دیش کا خاندان راج کرنے لگا۔ جسکی ۲۳ نسلیں ہوئیں۔ آخری راجہ سو لمبدھی تھا اسطرح مہابھارت کی لڑائی سے لیکر بھاگوت میں ۶ خاندانوں کے ۸۲ راجوں کا ایک سلسلہ بتایا جاتا ہے۔ جنہوں نے جراسندھ کے جانشین سہدیو سے لیکر سو لمبدھی تک مگدھ دیش پر حکومت کی۔

جو ہُن یورپ کی طرف بڑھے انکا سردار اٹیلا تھا ۔ جسکی خونخواری کے قصے تاریخ یورپ میں پائے جاتے ہیں ۔ جو ہُن بھارت پر حملہ آور ہوئے ان کا سردار تورمان تھا ۔ جسنے پہلے ایران کے شاہ فیروز کو ختم کیا ۔ ۵۰۰ء میں مالوہ فتح کر کے مہاراجہ کا لقب اپنایا ۔ ۵۱۰ء میں اسکا بیٹا مہر گل سردار بنا ۔ جس نے سیالکوٹ میں اڈہ جما لیا ۔ یہ بہت ظالم اور بیرحم تھا انکی شکلیں خوفناک اور ڈراونی تھیں ۔ ۵۲۸ء میں راجاؤں نے مل کر بالادیتہ کی ماتحتی میں اسکو شکست دی وہ بھاگ کر کشمیر چلا گیا ۔ اور وہاں کے راجہ کو دھوکا سے قتل کر کے حکمران بن بیٹھا ۔ اسکے بھائی ساکل نے پنجاب پر غلبہ حاصل کر لیا مہر گل گندھارا فتح کر کے سندھ تک پہنچ گیا ۔ ۵۴۰ء میں مرگیا ۔ اور ہُن بھی قوت کھو بیٹھے ۔ گوجر آہیر ڈوگرا انہی قبائل شاکیہ یوچی اور شان کی باقیات ہیں ۔ ہنوں کو نون کہتے ہیں ۔

۶۰۴ء میں تھانیسر کے راجہ پربھاکر نے اپنے بڑے بیٹے راج وردھن کو ہُن قوم کے خلاف بھیجا اسکے ساتھ چھوٹا بیٹا ہرش بھی تھا ۔ پربھاکر بیمار پڑ گیا ۔ تو دونوں بیٹے لوٹ آئے ۔ باپ کے مرنے پر راج وردھن نے گدی سنبھالی تو اسے خبر ملی کہ اسکے بہنوئی کو راجہ مالوہ نے قتل کر کے اسکی بہن کو قید کر لیا ہے ۔ راج نے دس ہزار سواروں کے ساتھ راجہ ملوہ کو شکست دی ۔ مگر بنگال کے راجہ سانسک نے دھوکہ سے اسکو قتل کر دیا ۔ راجیشوری بندھیاچل کے جنگل میں جا کر چھپ گئی ۔ اپنے بھائی کے پیچھے ہرش نے بھاری قوت سے حملہ کیا ۔ راجہ بنگال کو شکست دی اور اپنی بہن کی جان بچائی ۔ جو خود سوزی کیلئے تیار تھی پھر پانچ سال میں سارے شمالی ہند مالوہ سوراشٹر آنندپور کو زیر کیا اور اپنے دور کا مہاراجہ ادھیراج بن گیا ۔

فروری مارچ ۶۴۳ء ہرش نے بدھ بھکشوؤں اور عالموں کا بہت بڑا جلسہ کیا کئی راجہ شامل ہوئے ۔ پنڈال میں مینار تعمیر کرایا ۔ جس پر مہاتما بدھ کی قدِ آدم سونے کی مورتی بنائی ۔ ہرش بڑا عالم ، ادیب اور شاعر تھا کئی ڈراموں کا مصنف تھا اسکے دستخط بڑے خوبصورت تھے ۔ ۶۴۷ء میں لاولد فوت ہوا ۔ ۶۳۰ء میں ہرش کے پاس ۱۹ سالہ چینی سیاح ہیون سانگ آیا اسنے ۱۳ سال سیاحت میں گذارے بڑا عالم و فاضل شخص تھا ۔ ہرش نے تھانیسر کی بجائے قنوج کو دارالسلطنت بنایا اور اسے بڑی ترقی دی ۔ ہیون سیانگ اسے پانچ میل لمبا اور ایک میل چوڑا شہر بتاتا ہے جس میں خوبصورت باغ تالاب اور عجائبات ہیں ۔ ہیون سانگ نے اس دور میں جالندھر کے حکمران خاندان کی بھی تعریف کی ہے ۔

چھٹی صدی عیسوی میں مدھو بھارت کے کمارل بھٹ نے بدھو مدرسوں سے مروّجہ تعلیم
حاصل کی پھر سارے بھارت و دکن کی سیر کی۔ دکن کی کئی زبانوں دراوڑی، کینری، تلگو، ملیالم کا بڑا
ماہر تھا۔ اُسے گوشت خوری کی عادت ہو گئی۔ (علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بہر روز تک مسلسل گوشت کھانے والا
سخت دل اور ترک کرنے والا بدخو ہو جاتا ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان تھا ایک بار گوشت کھانے ایک بار روغن
ایک بار دودھ ایک بار سرکہ اور ایک بار سوکھی روٹی کھائی جائے)

کمارل بھٹ نسلی تعصب کا بھی شکار تھا۔ صرف آریہ کی عزت کرتا دیگر اقوام اور باہر سے
آنے والوں کو ملیچھ کہتا۔ وہ احتجاج کرتا کہ آجکل ہم مختلف ذاتوں (برہمن کشتری ویش شودر) کے
اشخاص کو راج کرتا دیکھ رہے ہیں۔ دکن میں لفظ راجہ سب کشتری استعمال کرتے ہیں جن کا
راج پاٹ سے کوئی تعلق واسطہ نہیں۔ اس نے بدھو مت کے آہنسا اور تیاگ کے خلاف تحریک شروع کی
مگر اپنے اساتذہ کے خلاف تقاریر کے احساسِ گناہ نے اسے خود سوزی سے کفارہ پر مجبور کر دیا۔ اسکا
شاگرد بھو بھوتی قنوج کے راجہ کا درباری شاعر تھا۔ جس نے راجاؤں کو ہندو مت کی طرف راغب کر کے
مورتی پوجا پر لگا دیا۔ ورنہ محققین یورپ کے عالموں خصوصاً انگریز مؤرخ کرنل ٹاڈ کی تحقیق کے مطابق
راجپوت قوم تاتاری نسل کا ہی حصہ ہیں۔ انکی شکلیں اور رسوم تاتاریوں کے مشابہ ہیں۔ مغل تاتار اور جرمن
بھی خود کو سورج چاند کی نسل بتاتے ہیں (OXFORD HISTORY)

بدھ مت کی مقدس کتب میں آنحضورؐ کے بارے میں پیشگوئیوں کی بنا پر سراندیپ، ملیبار
گجرات، طامن، رتبیل اور رُہمی کے راجگان مسلمانوں کو دوست رکھتے تھے۔ راجہ قنوج سرباتک طویل العمر
آنحضورؐ سے اپنی نسبت پر فخر کرتا تھا۔ اُسنے شعبۂ اسلام کی الگ وزارت قائم کر رکھی تھی اولیآ اللہ نے اس کی

نوٹ: یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جبتک حکمران ایک علیحدہ جماعت کی صورت رہتے ہیں انکی تعداد بہت محدود رہتی ہے صرف
مفاد پرست طبقہ انکے گرد جمع رہتا ہے جس سے ظلم پھیلتا ہے۔ پھر لوگ ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو ان کی ہستی ہی مٹ
جاتی ہے۔ ملک میں رہنے والی جماعت وہی پھلتی پھولتی ہے اور پھیلتی ہے جو عوام الناس سے ناطہ جوڑتی ہے۔ بلند سطح کے گروہ جو
زمین سے ہر طرح کا تعلق ہٹا کر دوسرے ذرائع سے دولت جمع کر کے عیش و عشرت میں پڑ جاتے ہیں ان کی تعداد زیادہ نہیں ہوتی۔
وہ آہستہ آہستہ کم ہو کر جگہ خالی کرتے جاتے ہیں۔ جب کوئی تازہ دم قوت کی جماعت ان پر حملہ آور ہوتی ہے تو وہ
تاش کے پتوں کی طرح بکھر جاتے ہیں۔

★

تعریف کی ہے۔ مگر عباسیوں کے سرکاری مولوی ابن حجر نے اسکی تکذیب کی۔ مسلمانوں سے بغض وعناد رکھنے والے راجہ کمار اور راجہ سلمان برہمنوں کے زیر اثر تھے اور ہندومت میں داخل ہو چکے تھے۔ جسکی بنیاد نوح ؑ نے تقسیم کار اہلیت کے لحاظ سے رکھی تھی۔ بعد میں اسے مذہب کا رنگ دیکر نفرتوں کی داغ بیل ڈال دی گئی۔

پاکستان کا جغرافیہ اور تاریخ مرتب کرنے کیلئے ہمیں قرآنی فیصلہ کے مطابق ختم الرسل نوح ؑ سے آغاز کرنا ہوگا تاکہ اقصائے عالم میں اس خطہ کی فضیلت آشکارا ہو جائے۔ اور دین بھی مروّجہ مذاہب سے خالص ہو کر اقوامِ عالم کیلئے خصوصاً بدھوں اور ہندوؤں کیلئے قابلِ قبول بن جائے۔

محمد بن قاسم نے بیٹ کے سردار مکا بابیا (کاکا) کو داہر کے خلاف کاروائی میں اعانت کے لئے دعوت دی تو اُسنے جواب میں لکھا "سندھ کا ملک ہمارا وطن ہے۔ یہ ہمارے آباؤ اجداد کیطرف سے ہمیں ورثہ میں ملا ہے۔ راجہ داہر اور ہمارے درمیان خون کا رشتہ ہے۔ وہ سندھ کے باقی راجاؤں کا مہاراجہ ہے۔ اس لئے میرا یہ عین فرض ہے کہ اسوقت اسکی رفاقت میں کھڑا ہو جاؤں۔ ہم ایک ہی مُلک کے باسی ہونے کی بنا پر غم اور خوشی میں باہم شریک ہیں۔ لیکن میرا ضمیر اور دُور بینی بتاتے ہیں اور علم جوتش کی وِدیا سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ملک ہمارے ہاتھوں سے نکل کر بدیشیوں کے اختیار میں جانے والا ہے۔"

جب محمد کی فوج کے جاٹ سرداروں نے کاکا مکا بابیا کو اسلام کے زرّیں اصولوں اور عربوں کے دیگر اقوام کیساتھ برادرانہ برتاؤ سے آگاہ کیا تو کاکا اور اُسکے بھائی راسل راجہ کچھ نے اسلام قبول کرلیا اور محمد کا پُورا ساتھ دیا۔

بدھ مت (میتریا)

انند نے مبارک شخص سے کہا۔ "جب تم چلے جاؤ گے اسکے بعد ہمیں کون تعلیم دے گا" مبارک شخص نے جواب دیا۔ "میں پہلا بدھ نہیں ہوں جو دُنیا میں آیا ہے اور نہ ہی آخری ہوں گا۔ اپنے وقت پر ایک اور بُدھ دنیا میں ظاہر ہوگا، بڑا ہی مبارک، انتہائی خبر یافتہ، کردار میں حکمت والا، مسعود و موّدت، کائنات کی خبریں رکھنے والا، انسانوں کا لاثانی راہنما، ملائکہ و جن و بشر کا حاکم۔ وہ تمہارے سامنے وہی ابدی سچائیاں کھول کر بیان کرے گا، جو میں تم کو سکھا تا رہا ہوں۔ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرے گا

جو اپنے آغاز میں شاندار، عروج پر شاندار اور تکمیل مقصد پر بھی شاندار ہوگا۔ وہ ایک دینی نظام حیات کا اعلان کرے گا جو مکمل طور پر خالص اور بے داغ ہوگا۔ بالکل ایسے جیسے میں تبلیغ کر رہا ہوں۔ اسکے پیروکاروں کی تعداد لکھو کھا ہوگی۔ جبکہ میرے پیروکار سینکڑوں میں ہیں۔''

انند نے کہا ''ہم اُسے کیسے پہچانیں گے۔؟''

مبارک شخص نے بتایا'' اُسے میتریا (رحمت العالمین) پکارا جائے گا۔''

راول

جنید ابن عبدالرحمٰن المرّی کے خراسان تبادلہ پر تمیم بن زید العتبی کو سندھ بھیجا گیا جو نہایت سست و لاپرواہ تھا۔ جو کچھ صدقات و محصولات سے وصول ہوتا غربا، مساکین اور ضرورت مندوں کو بانٹ دیتا اگر کہیں سے انکار ہوتا تو خاموش ہو رہتا۔ اور کوئی کاروائی نہ کرتا۔ اس طرح مہم جو میدان میں آگئے جو دور دور کے علاقے جنید نے فتح کئے تھے ہاتھ سے نکل گئے۔ ان مہم جوؤں میں ہندو مؤرخین نے باپا راول کو عظیم جرنیل ثابت کیا ہے۔ اور اُسے بھارت کا چارلس مارٹل کہا ہے۔ باپا شاہی خاندان کا ادنیٰ فرد تھا۔ راول کے معنی چھوٹا راؤ۔ چیتوڑ کے موری خاندان کے ماتحت اودے پور سے چند میل دور نگدہ گاؤں کا رئیس بنجر دار تھا اس گاؤں کی آبادی بھیل قوم کی تھی۔ جسکے نوجوانوں کو اُسنے فوجی تربیت دینی شروع کی پھر اردگرد کے راجپوت شہزادوں کی اعانت حاصل کر کے بھیلوں کی کافی جمعیت اکٹھی کر لی۔ اور انہیں لیکر چیتوڑ کے راجہ مان سنگھ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو راجہ نے اُسے فوجی عہدہ عطا کر دیا۔

باپا نے اپنا اثر و رسوخ پھیلانے کیلئے مار دھاڑ شروع کر دی عرب حکمرانوں کے محصلوں پر چھاپے مارتا۔ جو کچھ وصول ہوتا۔ ماتحتوں میں انعام کے طور پر تقسیم کر دیتا اس طرح راجہ کی ساری سینا نے اُسے اپنا چیف بنا لیا۔ راجہ مان بہت شریف النفس اور سادھو طبع تھا۔ جسے علیحدہ کر کے باپا کو خود گدی سنبھال لینے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ مگر رعایا جو راجہ مان سے عقیدت و محبت رکھتی تھی اور امن و امان کی زندگی کو شور و شر پہ ترجیح دیتی تھی۔ باپا راول کی فوجی مہموں سے متاثر نہ ہوئی۔ تو باپا آخر خود ۷۶۳ء میں گدی سے دستبردار ہو گیا۔ ۱۹۴۷ء سے برہمن راج قائم ہونے کے بعد راجگان پر برا وقت شروع ہو گیا۔ چیتوڑ کے شاہی خاندان نے ۱۲۰۰ سال حکومت کی اور بہت نیک نام رہے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ وہ ہجرت کر کے دہلی یا پنجاب میں آبسے۔

بابا راول کی اولاد راؤل کہلائی۔ انہوں نے بھی اسلام قبول کرکے پنجاب کا رخ کیا انمیں قائد اعظم کے ذاتی معالج کرنل الٰہی بخش کا خاندان سرفہرست ہے۔ آج کل تو ہر کس و ناکس راؤ، رانا، رائے کنور کہلانے لگا ہے حالانکہ ان کی اکثریت بھیل قوم کی ہے۔ شاہی خاندان کے راجپوت الگ تھلگ پہچانے جاتے ہیں۔

کھرل

راجپوت سردار بھوپا رائے اور اسکا بیٹا کھرل ہستناپور (دہلی) سے وسیع آکر مسلمان ہوئے۔ جسکی برکت سے انکی اولاد راوی کے اطراف پھیل گئی مشہور ولی اللہ نور محمد مہاروی اسی قبیلہ کے تھے۔ (ملتان گزیٹیئر مرتبہ میکلیگن)

برہمن: خود کو برہما یعنی سیدنا ابراہیمؑ کی آل کہتے ہیں۔ ہندو دیومالا اور اسرائیلیات کا موازنہ کیا جائے تو مماثلت کا پتہ چلتا ہے مثلاً گائے اور گئو سالہ پرستی اور گئوشالہ جو دراصل بھارت کے زرعی ملک ہونے کی بنا پر داناؤں نے گائے کی پرورش کو مذہبی فریضہ بنا کر ترقی دی نارد دیوتا اور موسیٰؑ کی کہانیاں دسہرہ اور دس موسوی الہامی احکامات اور ذکریاؑ کے آرہ سے چیرے جانے کا سوانگ، ایوب صابرؑ کی شبیہ وغیرہ برہمنوں کے یہودی الاصل ہونے کا ثبوت ہیں۔ بخت نصر نے یہوداہ اور اسرائیل کی دونوں ریاستوں کو ختم کرکے آلِ یعقوبؑ کو ہانک کر درۂ خیبر میں محبوس کر دیا تو انکے عالموں نے بھارتی راجاؤں کے درباروں میں اثر و رسوخ پیدا کر لیا۔ علم و حکمت سے پورے ہندوستان میں محترم ہو گئے۔

یہود جو اقصائے عالم میں منتشر ہوئے وہ اختلاط جنسی کی بنا پر مختلف الاشکال ہو گئے۔ بھارت میں بھی پنڈت برہمن ایک علمی عہدہ قرار پایا۔ جس پر حصولِ علم و ریاضت نفس سے دیگر اقوام کے افراد بھی فائز ہوتے گئے۔ تاہم برہمنوں کے ایک مخصوص طبقہ نے اپنی نسلی فضیلت کو برقرار رکھا۔

بنارس یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر پران ناتھ نے برہمنوں کو مصری حملہ آوروں کی باقیات تحریر کیا ہے۔ ۱۴۰۰ ق م تھیبس کے حکمرانوں میں سے سائرس ثانی نے مکران اور ہند پر کئی حملے کئے۔ اور گنگا تک کا علاقہ فتح کر لیا۔ مگر علم قیافہ کی رو سے مصری قبطیوں یا راعیوں سے برہمن کا دور کا واسطہ بھی نہیں۔ البتہ ۷۰۰ ق م خورشس اعظم نے مکران و سندھ پر قبضہ جما یا تھا۔ اس لئے ایرانی علماء کا بھارت میں قیام اور

درباروں میں عمل دخل قابل فہم ہے۔ اور یہود خود کو ایرانی الاصل کہتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے رضا شاہ سے مراعات حاصل کر کے ایران کی مارکیٹ پر قبضہ کر لیا۔ ایرانی موجودہ قیادت کی دشمنی کے باوجود دورانِ جنگ اسلحہ سپلائی کرتے میں مستعدی دکھائی۔ اور عراق کے بخت نصریوں کی تباہی کی کوشش کی۔ آزادئ ہند کیوقت برہمن لیڈر جواہر لعل نہرو اور یہودی لیڈر بن گوریاں کی نمائندہ لیڈی ماؤنٹ بیٹن اور برطانوی شاہی خاندان کے درمیان مسلمانوں کیخلاف ہر محاذ پر مشترکہ کاروائیاں کرنیکا جو معاہدہ کینڈی لنکا میں SEAC (مشرق بعید فوجی کمان) کے ہیڈکوارٹر پر طے پایا تھا۔ اور اسکے مطابق لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو وائسرائے ہند لگوایا گیا۔

انگریز کے ایجنٹ جسے عیاری سے نہرو لیڈی معاشقہ کہہ کر پردہ ڈالدیتے ہیں[1]۔ عراق وشام اور پاکستان میں اسلامی تحریکوں کو دبانا۔ انکی افواج کو بے دست و پا رکھنا اور صنعتوں سے محروم رکھنا اس تثلیث کا مقصدِ اوّلین ہے۔ اگر تقسیم ملک کے وقت مسلمان افواج جرأتِ رندانہ کا مظاہرہ نہ کرتیں تو اکیلی سیاسی قوت سے کچھ بن نہ آتا۔ یہ مسلمان فوجی تھے جنہوں نے ہر جگہ یونین جیک کے برابر سبز ہلالی پرچم لہرائے۔ ماؤنٹ بیٹن خوفزدہ ہو کر آزادی کی تاریخیں قریب سے قریب تر کرنے لگا۔ تاکہ اپنی قوم کو زندہ سلامت نکال لے جائے۔

عربوں کی یہود سے شکستوں پر شیخ عبداللہ کشمیری کی مسرت کے اظہار سے صاف عیاں ہے کہ برہمن اور یہود خود کو ایک نسل سمجھتے ہیں۔

مصری (مراثی)

علامہ ابن خلدون نے مصریوں کے بارے میں حقیقت بیان کی ہے۔ کہ انکی روحوں میں غلبہ حرارت کی بنا پر انبساطی کیفیت بہت زیادہ ہے۔ اُن میں ٹھٹھا پن، سطحی فکر اور کثرت سے اچھل کود پائی جاتی ہے ہر بات میں مزاح پیدا کرتے ہیں۔ اور ہر خیال و تصور پر ناچنے لگتے ہیں۔ ضرورت کی خوراک کا ذخیرہ نہیں کرتے بلکہ روز کی روز بازار سے حاصل کرتے ہیں۔ جسکا نتیجہ خفت و سبکی ہے۔ اور انجام سے بے خبری۔ یہ صفت آج بھی مصری قبطیوں میں پائی جاتی ہے۔

---

[1]: کینیڈی میں ماؤنٹ بیٹن نے پنڈت نہرو کا اسقدر شاہانہ استقبال کیا کہ چرچل بھی چیخ اٹھا۔ خدا نے اسے بالآخر کشتر کے پاس پہنچا دیا وہیں اسکے وارثین پہنچیں گے۔ انشاءاللہ العزیز

پنجاب میں مصری نسل مراثی کہلواتی ہے۔ جو مصری کی بگڑی صورت ہے جیسے چاقو کو قاچو،
مطلب کو مطبل، حسن کو سوہنا کہتے ہیں۔ شکل وشباہت میں بھی انکے حلیئے یکسانیت کے مظہر ہیں۔ حسن ظرافت
میں صرف مصری ہی انکے ہم پایہ ہیں۔ خصوصاً گانے میں دونوں ایک سا کمال رکھتے ہیں۔
ساری دنیا میں گلے اور ناک کی آوازوں میں یکسانیت پیدا کرنے کی مہارت کو سراہا جاتا ہے۔
مگر گلے کے نیچے سے مترنم آوازیں نکالنے کا جوہر انہی دونوں میں ہے۔ جسکے برہمن فنکار بھی معترف ہیں حالانکہ وہ
خود کو موسیقی کا باوا سمجھتے ہیں۔ ہمارے قوالوں کا راگ سنکر مصری مغنی جھوم جاتے ہیں۔ اور پکار اٹھتے
ہیں۔ واللہ المصری ھذا المغنی۔ یعنی یہ گانے والا مصری ہی ہو سکتا ہے اسکے سوا
کوئی نہیں ہو سکتا۔ یہ مراثیوں کے حقیقتاً مصری الاصل ہونے کی واضح شہادت ہے۔

پارسی

؎ عمرؓ کرد اسلام را آشکار
بیاراست گیتی بباغ و بہار

دانائے عرب احنف بن قیس سعدی یمتمی کا چچا جزء بن معاویہ اہواز کے اضلاع
سُرّق و مغاذر کا عامل صدقات تھا۔ عمر فاروقؓ نے اسکو لکھا " اپنے علاقہ کے پارسیوں سے
جذیہ وصول کرو جیسا کہ آنحضورؐ نے ہجر کے پارسیوں سے جذیہ وصول کیا تھا۔ ہر کاہن اور جادوگر
کی گردن مار دو اور ذی محرم شوہر اور بیوی کو جدا کردو۔ انہیں کھانا کھاتے وقت گنگنانے سے بھی روکو۔
اگر پارسی لوگ محرمات (ماں، بیٹی، بہن) سے نکاح کرنا چھوڑ دیں اور سب مل کر کھانا کھایا کریں تو ہم ان کو
اہل کتاب کا درجہ دے دیں گے۔"[۱]

انکی مذہبی کتب میں آنحضورؐ کی بعثت کی بشارت ملتی ہے۔ دساتیر ح ۱۴۲۔ ساسائل۔

" جب اہل فارس بد اخلاقی اور بدکرداری کی انتہائی سطح پر جا پہنچینگے۔ تب ملک عرب میں ایک
شخص پیدا ہوگا۔ جسکے پیروکار انکے تخت وتاج، مذہب اور ہر چیز کو ہلا کر رکھ دیں گے۔ فارس کے
طاقتور سرکش، زیر نگیں ہو جائیں گے۔ عبادت کدے (کعبہ) کو بُتوں سے پاک کر دیا جائے گا۔ اور
لوگ اسکی طرف مُنہ کرکے نمازیں پڑھیں گے۔ وہ مدائن اور اسکے ارد گرد کے آتش کدوں پر قابض
ہو جائیں گے۔ طوس بلخ اور دیگر اہم مقامات کو فتح کر لیں گے۔ عوام الناس میں بے چینی پیدا ہو جائے گی۔

ایران کے علمائ فضلاء اور دوسرے لوگ اسکے پیرو کار دن کیسا تھ مل جائیں گے۔"

ایرانیوں نے زرتشت کو خدائی صفات سے متصف کر کے معبودان باطل میں شمار کر لیا تھا۔ یزدان (نیکی) و اہرمن (بدی) دو خداؤں کی پوجا شروع ہو گئی پھر سورج چاند ستارے حجر و شجر اور آتش کی پرستش ہونے لگی۔ آنحضورؐ سے چند صدیاں پیشتر مانی نے مسیحت اور مجوسیت کی آمیزش سے نیا مذہب دیا۔ اسکے فلسفۂ نور و ظلمت کے تحت دنیا سے قطع تعلق کر کے جنگلوں اور ویرانوں میں زندگی بسر کرنی چاہیئے اور ترک ازدواج سے نسل انسانی کو منقطع کر دیا جاتے۔ تاکہ بدی کا خاتمہ ہو جائے پھر مزدک نے اشتراکیت کو پھیلایا، عورتوں کو بھی اموال کی طرح مشترکہ جائداد قرار دیدیا۔ باپ کے بیٹی کو بھائی کے بہن کو بیوی بنالینے کی رسم جاری کی۔ پانچویں صدی عیسوی کے وسط میں یزدجرد ثانی نے بیٹی سے نکاح کیا پھر اُسے قتل کر دیا۔ مشاہیر کو الوہیت کا درجہ دیکر گیت گائے جانے لگے۔

زرتشت کی پیشن گوئی:۔ "تین ہزار برس فسادات و انقلابات میں گذریں گے پھر شاہ بہرام جو دُنیا کا منجی ہے ظاہر ہوگا اور اہرمن کو جو بدی کی روح ہے برباد کرے گا۔ اور دنیا میں راست بازی اور امن و عدل کا دور دورہ ہوگا۔"

علی المرتضےٰ کی روائت کے مطابق ایک ایرانی بادشاہ نے شراب پی اور مدہوش ہو کر اپنی سگی بہن سے زنا کیا اور پھر حرامکاری سے باز نہ آیا تو اسکی بات کھل گئی۔ عوام میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ اور لوگوں نے بر سر عام مذمت کی۔ تو اُس نے اعلان کیا کہ خدا نے محرمات یعنی ماں، بہن، بیٹی، پھوپھی، خالہ سے نکاح کو جائز قرار دیدیا ہے۔

اس اعلان پر مزید شور مچ گیا۔ دین کی بربادی کے خلاف مذہبی طبقہ بھی میدان میں آگیا۔ اس ظالم بادشاہ نے گڑھے کھدوائے۔ جن میں ایندھن بھر کر آگ لگادی۔ پھر جو لوگ اس کے قانون سے انحراف کرتے انہیں آگ کے گڑھوں میں پھینکوادیتا۔ اسطرح یہ بُرائی رواج پائی۔

بادشاہ قباد بن فیروز جب مزدک کے جال میں پھنس گیا تو مؤبد اعظم نے قباد کے بیٹے نوشیروان کی موجودگی میں مزدک سے مناظرہ کیا۔ مزدک سے پوچھا۔

(۱) تم نے دولت کو سب کیلئے مباح قرار دیدیا ہے۔ سبکو بلا امتیاز محنت و قابلیت اسپر حقوق حاصل ہیں۔ تو جو لوگ رفاہی اور خیراتی کام کرتے ہیں۔ مثلاً سرائے، پل، شفاخانہ، مدرسہ، عبادت گاہ بناتے ہیں آیا یہ عقبےٰ کیلئے نہیں کرتے؟

مزدک بولا" میں تو ایسا ہی سمجھتا ہوں "۔ موبد اعظم نے کہا اگر دولت سب میں مشترک قرار پاگئی تو صرف دولت کے ذریعے جو خیرات ہوگی ۔ اسکا ثواب کس کو ملے گا ؟ ۔ مزدک خاموش رہا ۔

موبدِ اعظم نے دوسرا سوال کیا ۔ (۱) جو شخص بنجر افتادہ زمین کو ہموار کر کے قابلِ کاشت بناتا ہے ، اسمیں فصل اگاتا یا باغ لگاتا ہے ۔ آیا اسکے پھل پر اسکا اور اسکے لواحقین کا کوئی حق نہیں ۔ یا کوئی مکان بناتا ہے تو اس میں وہ یا اسکے وارث رہائش رکھنے کے مجاز نہیں ؟ مزدک خاموش رہا تو موبدِ اعظم نے شاہ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا ۔" یہ بادشاہ جو تخت پر جلوہ گر ہے درحقیقت بادشاہ ہے اور شاہ فیروز کا بیٹا ہے ۔ جس نے سلطنت وراثت میں پائی ہے ۔ اب اگر بادشاہ کی ملکہ سے تمہارے اصول اور مذہب کے مطابق دس آدمی شادکام ہوں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں جو اولاد پیدا ہوگی تو وہ کس سے متعلق سمجھی جائے گی ۔ پھر اگر بادشاہ کی نسل مشتبہ اور منقطع ہو جائے گی تو گویا شاہی تخت وارث سے محروم ہو گیا ۔

بڑائی اور چھوٹائی کا معیار محنت و قابلیت کے نتیجہ کی دولت مندی اور معذوروں کی مفلسی ہے ۔ محتاجوں کو مالداروں کی امداد کی ضرورت خواہ مخواہ ہوگی ۔ اور وہ انکی خدمت اور مزدوری پر مجبور ہوں گے ۔ لیکن جب مال پر سب کا ہی حق ہو جائے گا تو پورا نظام درہم برہم ہو جائے گا ۔ امیر و معمور خادم و مخدوم کا کوئی رشتہ نہ رہے گا ۔ تم چاہتے ہو کہ شاہنشاہ ایران کے خاندان سے حکومت نکل جائے ۔

مزدک بوکھلا گیا مگر کوئی جواب نہ بن آیا ۔ شہزادہ نوشیرواں نے مزدک کے ارادوں کی تہہ میں ایرانی سلطنت کی تباہی بھانپ کر مزدک سے عقیدت کا ظاہری اظہار کر کے اسکے کارندوں کو جمع کرنے کی چال چلی ۔ مزدک کو آمادہ کر لیا کہ اسکے تمام کارندوں کو دعوت پر بلا کر حکومت پر قبضہ کر کے قانونِ اشتراکیت نافذ کر دیا جائے مزدک نے آنکھیں بند کر کے عمل کیا ۔ دس ہزار کارکن جمع ہو گئے ۔ جنکو زندہ درگور کرنے کا پورا انتظام نوشیرواں نے کر رکھا تھا ۔ زمین میں گڑھے کھودے گئے ۔ ٹانگیں باہر رکھ کر سروں کو گڑھوں میں دبا دیا گیا ۔ اس طرح ہزار سال تک کیلئے اشتراکیت کو زمین میں دفن کر دیا گیا ۔

مورخ مسعودی نے ایک واقعہ درج کیا ہے ۔

ایک روز شاہ بہرام نے الو کی آواز سن کر حکیم موبدان سے پوچھا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے ؟ حکیم بولا ۔ یہ ایک نر الو ہے جو مادہ الو کو شادی کیلئے آمادہ کر رہا ہے ۔ مادہ نے ۲۰ ویرانوں کے حق مہر کا مطالبہ کیا ۔ جس پر نر نے کہا کہ شاہ بہرام سلامت رہے بیس ویرانوں کی کیا حیثیت ہے کچھ دنوں تک

ہزار ایسے ویران قریے دے دوں گا۔ یہ سن کر شاہ بہرام چونکا اور حکیم سے علیٰحدگی میں کہا تم اپنا مطلب بیان کرو۔

موبذان بولا "اے بادشاہ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ حکمران کی عزت و آبرو قوانین شریعت کی پابندی سے قائم ہوتی ہے۔ اور شریعت کے تقاضے اسیوقت پورے ہوتے ہیں جب حکمران خود اس کی پشت پناہی کرے۔ اور بادشاہ کی استواری اور محکمی کا راز اسمیں مضمر ہے کہ اسکی حمایت و نصرت کیلئے عوام موجود ہوں اور عوام کے دلوں کو مال کے بغیر فتح نہیں کیا جا سکتا۔ اور مال کے حصول کا ایک ہی ذریعہ ملک کی آبادی اور عمرانی جدو جہد ہے۔ اور یہ اسوقت حاصل ہوتی ہے جب عدل کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا جائے کیونکہ عدل وہ ترازو ہے جسکو خدا نے خود قائم کیا ہے۔ اور اسی کو حکومت کا ضامن قرار دیا ہے۔ لیکن اے بادشاہ تونے یہ غلطی کی ہے کہ عام کسانوں سے انکی زمینیں چھین کر جو کاشت کرتے تھے اور خراج دیتے تھے ان لوگوں میں بانٹ دی ہیں۔ جو تمہارے حواری موالی ہیں اور پرلے درجے کے سست و کاہل ہیں جو یہ نہیں جانتے کہ زمین کیونکر کاشت کی جاتی ہے۔ اور اسکی کیا ضروریات ہیں اس سے پیداوار گھٹ گئی ہے اور لگان کم ہو گیا ہے۔ بلکہ وہ لگان دیتے ہی نہیں۔ کیونکہ ان کو یہ زعم ہے کہ وہ تیرے مقرّب ہیں اسکا نتیجہ یہ ہے کہ زمینیں تباہ و برباد ہو گئی ہیں۔ آمدنی میں فرق آ گیا ہے۔ فوج اور رعیت ہلاک ہو گئی ہے دشمنوں کو موقع مل گیا ہے کہ وہ اس ملک کی طرف حریصانہ نظروں سے دیکھیں۔"

آنحضورؐ کی ولادت پر ایوانِ کسریٰ کے ۱۴ کنگرے اوپر کی منزل کے زلزلے سے گر گئے۔ ہزار سال سے روشن آتشکدہ بجھ گیا۔ اور دریائے ساوہ خشک ہو گیا۔ اور موبدِ اعظم نے خواب دیکھا کہ سمت اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچے لئے جا رہے ہیں اور دریائے دجلہ سے پار ہو کر تمام ممالک میں پھیل گئے ہیں اس خواب کی تعبیر کیلئے کسریٰ نے نعمان بن منذر کو معبر بھیجنے کو لکھا تو اسنے جہاندیدہ عالم عبدالمسیح غسانی کو بھیجدیا۔ جسنے احوال معلوم کرکے اپنے ماموں سطیح سے رجوع کیا۔ جو سیلِ عرم کے وقت کا تھا۔ اور اسوقت حالتِ نزع میں تھا۔ سطیح نے آنکھیں بند کئے کہا "تجھے بنی ساسان کے بادشاہ نے ان باتوں کی بنا پر اور موبدان کے خواب کی تعبیر کیلئے بھیجا ہے تو اے عبدالمسیح خوب غور سے سن لے۔ جب کلام الٰہی کی تلاوت کثرت سے ہونے لگے اور صاحبِ عصا ظاہر ہو اور وادیٔ سماوہ رواں ہو جائے۔ دریائے ساوہ خشک ہو جائے۔ فارس کی آگ بجھ جائے تو سطیح کیلئے شام شام نہ رہے گا۔ بنی ساسان کے چند مرد اور چند عورتیں محل کے کنگروں کے بقدر بادشاہت کریں گے اور جو شے آنیوالی ہے وہ گویا آ ہی گئی۔ یہ کہتے

سطیح مر گیا۔

عبدالمسیح نے واپس جا کر کسریٰ کو حال بتایا۔ تو اُسنے گمان کیا کہ چودہ سلطنتوں کے گذرنے کو عرصۂ دراز چاہیئے۔ یہ نہ خیال کیا کہ حالات کو پلٹا کھاتے دیر نہیں لگتی۔ دس بادشاہ تو چار سال ہی میں سلطنت کر کے چلتے بنے۔ اور باقی چار عثمان ذوالنورین رض کے دور تک حکومت کر کے ختم ہو گئے۔ (وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ)

سطیح کے الفاظ:۔

یا جلیع امر نجیع رجل فصیح صائح بصیع لسان فصیح یدعو بمکۃ ان لا الٰہ الا اللہ۔

"اے جلیح یہ امر نجات بخش ہے وہ شخص خیر خواہ سچا بیان فصیح زبان میں مکہ میں دعوت دے گا۔ کہ کسی کو اللہ واحد کے سوا الٰہ نہ مانو"

قریش سادات

ماسوائے چند نفوس قدسیہ قریش کے کبیر و صغیر اسلام اور شارع اسلام کے جانی دشمن رہے فتح مکہ کے بعد آنحضور کے حسن سلوک، صلۂ رحمی اور حنین کی بے بہا غنیمت سے ایکدم مالا مال ہو کر مسلمانوں کے قائد بن گئے۔ اپنی فطری ذہانت اور قرابت کے زور پر آجتک گردنوں پر سوار ہیں۔

سعد بن عبادہ رض سردار مدینہ عمرہ کے خیال سے مکہ چلے گئے تو انکو پکڑ کر باندھ دیا۔ بنی عامر بن لوئی کا نوجوان سہیل بن عمرو حسین و جمیل گورے رنگ کا خوبصورت جوان تھا۔ سعد رض نے اسے بھلا آدمی خیال کیا مگر اسنے آتے ہی تھپڑ جڑ دیا تو بولے قریش کے ایسے کا یہ حال ہے تو باقی کیسے ہوں گے۔

عمر فاروق رض کو انکی وجاہت طلبی اور ہوس اقتدار کی کمزوری کا بہت خیال تھا۔ اس لئے وہ اہل مکہ کو عطایا نہ دیتے اور کہا کرتے کہ وہ ایسے ہیں۔ وہ ویسے ہیں۔ یہانتک کہ قریشی اکابر صحابہ کو بھی مدینہ سے باہر نہ جانے دیتے۔ عثمان ذوالنورین رض نے یہ پابندی اٹھا دی تو یہ جاگیروں پر چلے گئے دولت میں کھیلنے لگے۔ شان و شوکت کی زندگی نے ہوس جاہ کے جذبات کو ابھارا۔ مفتوحہ اقوام نے اُن میں باہمی سر پھٹول کیلئے قوت فراہم کر دی۔ صدیق اکبر رض کی مرض الموت کیوقت عبدالرحمٰن بن عوف رض عیادت کو گئے تو انہوں نے فرمایا۔

"سنو! اسکے باوجود کہ میں شدید درد میں مبتلا ہوں اور جو کچھ اے گروہِ مہاجرین میں نے تمہارا برتاؤ دیکھا ہے - میرے لئے وہ میرے اس درد سے زیادہ تکلیف دہ ہے - میں نے اپنے نزدیک تم میں سے بہتر کو والی بنایا - لیکن تم میں سے ہر ایک کی ناک پھول گئی کہ امر خلافت اسکے علاوہ کسی اور کو کیوں ملے - لہٰذا تم لوگ دیبا کے گدے اور ریشمی پردے پسند کرو گے اور آذربائیجانی اُون سے تم کو تکلیف ہوگی - جیسے کسی کو چراگاہ سدان کے کانٹوں سے ہوتی ہے - مجھے اللہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کسی شخص کی گردن بغیر کسی جرم کے اڑا دی جائے یہ اسکے حق میں بہتر ہوگا کہ وہ دُنیا کی گہرائیوں میں گھسے بس اب صورتیں دو ہی ہیں یا صبح کی روشنی میں چلو یا اندھیرے میں چل کر مصیبت میں پڑو -"

ابو بکر صدیق اکبرؓ کی بیعت پر ابو سفیان صخر بن حرب نے علی المرتضیٰؓ کو اکسایا کہ نکمے نہ بنو - تم کھڑے ہو جاؤ تو واللہ میں ایک بڑا لشکر جمع کر لوں گا - اور امارت چھین لیں گے - پھر یہ دو شعر پڑھے -

"سوائے ان دو ذلیلوں کے، شہری گدھے اور خیمے کی میخ کے، کوئی شریف النفس ظلم برداشت نہیں کرتا - میخ پر جب ضرب پڑتی ہے اسکا سر دبتا چلا جاتا ہے - اور گدھا اپنے بوجھ کی وجہ سے کراہتا ہے - تو بھی اس پر رحم نہیں کیا جاتا -"

علی المرتضیٰ نے جواب دیا - اے نیلی آنکھوں والے (ونحشر المجرمین یومئذ زرقا) تم نے اسلام سے دشمنی کر کے بہت دیکھ لی - کسی اور تے رائے پوچھی تو بولا ہمیں اُس سے کیا سروکار - یہ تو بنی عبد مناف کا حق ہے - جب پوچھنے والے نے بتایا کہ تمہارے بیٹے کو بھی ولائت عطا کر دی ہے تو خوش ہو کر بولا ہاں خوب اُسی نے قرابت کا لحاظ کیا - زبیر بن العوام نے بھی تلوار نکال لی - اور اعلان کیا "لا اغمد ہ حتیٰ یبایع علیؓ" مگر محمد بن مسلمہؓ نے تلوار اُچک لی اور توڑ کر پھینک دی کہ کیا یہ خاندانی بادشاہت ہے - صدیق اکبرؓ کو اطلاع ہوئی تو پوچھا الست اوّل من اسلم تو دونوں نے کہا ہمیں مشاورت سے محرومی کا رنج ہے ورنہ ابو بکرؓ افضل ہیں - ہمیں ملامت نہ کیجئے - (فرمایا! میں شاہیت قائم کرنے کیلئے مبعوث نہیں ہوا - روض الانف - سیرۃ ابن ہشام)

صدیق اکبرؓ نے خطبہ دیا - "اللہ کی قسم! میں نے کسی دن یا شب کو کبھی بھی امارت کے بارے میں خیال نہ کیا تھا - نہ پوشیدہ نہ اعلانیہ - کبھی اسکی رغبت کی نہ اسکے بارے میں اللہ سے

سوال کیا ۔ البتہ میں فتنہ سے ڈرا اور امارت میں میرے لئے کوئی راحت بھی نہیں ہے ۔ بلکہ میرے گلے میں اتنی بڑی ذمہ داری کا طوق ڈال دیا گیا ہے ۔ جسکی بجز توفیق الٰہی کے مجھ میں طاقت بھی نہیں ہے ۔ میری آرزو تھی کہ مجھ سے زیادہ قوی آدمی میری جگہ ہوتا اسی لئے میں نے عمرؓ کا نام تجویز کیا تھا ۔ اس پر عمرؓ بول پڑے " اِنَّ قُوَّتِی لَکَ مَعَ فَضْلِکَ "

ابن مسعودؓ ۔ مسلمانوں کی اسوقت حالت اُس بکری جیسی تھی جو سردیوں کی برسات رات میں جنگل میں کھڑی ہو ۔ اگر اللہ تعالیٰ ابو بکرؓ کے ذریعے مدد نہ فرماتا تو ہم ہلاک ہو جاتے ۔

ابو ہریرہؓ ۔ تین مرتبہ لا الٰہ الا ھو پڑھکر بولے اگر ابو بکرؓ خلیفہ نہ ہوتے تو اللہ کی عبادت نہ ہوتی (ابن عساکر)

امام جعفرؓ بن محمدؓ بن علی زین العابدینؒ (طیوریات) سے روایت ہے کہ ایک شخص نے علی المرتضیٰ سے پوچھا آپ اکثر خطبات میں کہتے ہیں " یا الٰہی ! ہم کو ویسی ہی صلاحیت عطا کر جیسے آپ نے خلفائے راشدین المہدیین کو عطا فرمائی تھی ۔ وہ کون تھے ؟ علیؓ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا میرے دوست شیخین الاسلام ابو بکرؓ و عمرؓ ۔ وہ دونوں امام الہدیٰ تھے وہ آنحضورؐ کے بعد قریش کے مقتدے تھے جس شخص نے ان کی اقتداء کی نجات پا گیا اور جس نے بھی ان کا اتباع کیا ہدایت پائی جو لوگ اُن کے راستے پر چلے وہ اللہ کے لشکر میں داخل ہیں (تاریخ الخلفاء)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ امارت و خلافت ایک دینی منصب ہے ۔ امیر کو اپنے روحانی جسمانی اور اخلاقی کمالات و اوصاف کے اعتبار سے بلند تر ہونا چاہیئے اور کوئی بھی خاندان خواہ اپنے بانی و مورثِ اعلیٰ کی نسبت سے کتنا ہی مؤقر و ممتاز اور سرفراز و سربلند ہو اسلامی طرزِ معاشرت میں مخصوص پوزیشن حاصل نہیں کر سکتا ۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۔

اصحابِ کبارؓ اپنے دور کے بہترین لوگ تھے ۔ اور اُمت کے سربراہ تھے ۔ اور عدالت و پاکیزگی کا نمونہ تھے ۔ انکو تنقید و تنقیص کا ہدف نہیں ٹھہرایا جا سکتا اور نہ ہی نیتوں پر شک کیا جا سکتا ہے ۔ یہ مال و دولت عمرؓ و عثمانؓ کے ادوار کی برکت کا نتیجہ تھے ۔ زمین کے بہترین حصوں کو اللہ نے ان کے زیرِ نگین کر دیا ۔ روم ، عجم کے تعیشات پر قبضہ کرا دیا ۔ اور ان کے زخارف سے ان کے دامن بھر دیئے ۔ دولت کی فراوانی اور بے پایانی کے باوجود صحابہؓ کے زہد و فقر پر اسکا کوئی اثر نہ پڑا ۔ عمر فاروقؓ اب بھی اپنی چادر پر چمڑے کا پیوند لگاتے تھے ۔ فرمایا ۔ اے سونا چاندی

کسی اور کو ڈھونڈیں میں تیرا شکار نہیں۔

عہدِ عثمانیؓ میں لوگوں کے پاس مال جمع ہونے لگا۔ انہوں نے جاگیریں خریدیں۔ مکانات بنوائے تاہم مال کے استعمال میں قصد و اعتدال کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا اور کہیں غلط استعمال نہ کیا۔ اختیار و اقتدار آنے پر بھی ناجائز اور اللہ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کیا۔ حتےٰ کہ اجتہادی اختلافات پر سخت رویّہ کے باعث باہمی جنگوں میں بھی حدود اللہ کو فراموش نہ کیا اور حق پر قائم رہے۔ لیکن مال و دولت کی ریل پیل نے آخر ان کی اولاد ولا کو فتنوں میں ڈال دیا۔ جسکے لئے عمر فاروقؓ زار و قطار روئے تھے۔ بنی امیہؓ کے عہد تک عرب عصبیت غالب رہی۔ مگر عراق کے طاقتور قبیلوں میں خوارج کی تحریک نے زور پکڑنا شروع کر دیا۔ ایران و روم کے امرائ نے وقت سے فائدہ اٹھانے کی کوششوں کا آغاز کر دیا۔

امیر معاویہؓ نے صعصعہ بن صوحان کو مخاطب کرکے کہا "تم کو قریش سے عزت و حکومت ملی" تو اس نے ٹوکا "اے امیر! تم نے قریش کا جو ذکر کیا ہے۔ تو وہ کسی زمانے میں بھی بر لحاظ مردم شماری ہم سے زیادہ نہ تھے۔ اور نہ دورِ جاہلیت میں ان کا کوئی قابل ذکر رعب و دبدبہ تھا۔ جس سے تم ہم کو ڈراتے ہو۔ اور جو تم نے یہ کہا کہ وہ تمہارے سپر ہیں تو جب سپر ٹوٹ جائے گی تو ہم خود سینہ سپر ہو جائیں گے۔"

کوفہ کے بارے میں سعد بن ابی العاص نے کہہ دیا۔ ھذا بستان قریش تو اشتر بگڑ گیا اور بولا۔ "جس سواد کو اللہ نے ہماری تلواروں سے فتح کرایا تم اسکو اپنا اور اپنی قوم کا بستان خیال کرتے ہو۔"

امویوں کو تحریکِ خوارج نے بہت کھوکھلا کر دیا۔ متواتر جنگوں نے انکی حکومت کی چولیں اکھاڑ دیں بنو ہاشم نے امویوں کے مظالم کا خوب پراپیگنڈہ کیا۔ ایرانیوں کی عربوں کے خلاف نفرت کا فائدہ اٹھایا اور موقع کی تاک میں رہے۔ نفرتوں کے جذبات پر مہلب کے قتل نے جلتی پر تیل ڈال دیا۔ قحطانی اور عدنانی عصبیت جو اسلام نے دبا دی تھی پھر جگا دی گئی۔ جب حکومت کا سنگھاسن ڈولنے لگتا ہے تو حکمران ابلیسی سیاست سے کام لیکر خانہ جنگی کرا دیتے ہیں۔ اور گروہی نفرتوں کو خوب ہوا دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس خطۂ پاک میں ہوتا آرہا ہے۔

۲۴ مارچ ۱۹۷۳ء کو قومی اتحاد کے مفتی محمود نے وزیر اعظم بھٹو کے نام خط میں لکھا "ابھی حال ہی میں ہمارے علم میں آیا ہے کہ لسانی اور علاقائی تعصبات کو ہوا دینے کی سازش کی جا رہی ہے۔" دراصل اُمّ ابلیسی قوتوں کیلئے موت کا پیامبر ہوتا ہے عوام انفاس ان کا محاسبہ شروع کر دیتے ہیں۔ دین کی سب سے بڑی مصیبت بدکار حاکم ہوتے ہیں۔

آل ہبار رضؓ بن اسود بن مطلب بن عبدالعزیٰ بن قصی

ہبار نے سیّدہ زینب بنت محمد صلعم کے وقتِ ہجرت نیزہ مار کر ناقہ سے نیچے گرادیا تھا جس سے ان کا حمل ساقط ہوگیا آنحضورؐ کا فرمان تھا کہ ہبار جہاں ملے اُسے آگ میں جلایا جائے مگر فتح مکہ کے وقت مقام جعرانہ حاضر ہوکر تائب ہوگیا۔ اور اسکی خطا معاف ہوگئی۔ آنحضورؐ کے وصال کے بعد شام چلا گیا۔ دورِ ہشام بن عبدالملک اموی میں حکم بن عوانہ کلبی کے ساتھ منذر بن زبیر بن عبدالرحمٰن بن ہبار رضؓ سندھ آیا اور منصورہ کے پاس پانیہ میں آباد ہوگیا۔ اموی اور عباسی جنگوں کے دوران سندھ سے قرقیسیا جا کر قسمت آزمائی کی سفاح نے پکڑ کر سُولی دیدی۔

۱۳۳ھ اسکا پوتا عمر بن عبدالعزیز بن منذر پانیہ میں تھا کہ قحطانی نزاری آپس میں لڑ پڑے یمنیوں کی پشت پناہی عباسی عامل عمران بن موسےٰ برمکی کر رہا تھا۔ عمر نے اسکو قتل کرکے نزاریوں کی قیادت سنبھال لی۔ جب ہارون بن ابوخالد مروزی کو قتل کر دیا گیا تو عمر نے منصورہ پر قبضہ کرلیا۔ اور عباسی خلیفہ کا خطبہ جاری کر دیا۔ متوکل عباسی نے بھی مصلحتاً اسکی ولایت تسلیم کرلی۔

عمر کے بعد اسکا بیٹا عبداللہ حاکم بنا تو کشمیر کے نواح الور کے راجہ مہروق بن واثق نے فرمائش کی کر اُسے شریعت اسلامیہ کو شرح و بسط سے ہندی زبان میں ترجمہ کراکر فراہم کردے۔ عبداللہ نے ایک جیّد عالم بھیجدیا۔ جس سے راجہ نے تفسیر قرآن سُننی شروع کردی۔ قاری نے جب سورۂ یٰسین کی آیہ "قال من یحیی العظام و ھی رمیم" کے معنی بتلائے تو راجہ تخت سے اُتر کر زمین پر ٹہلنے لگا پھر سجدہ کرکے رخسار زمین پر رکھ دیئے۔ اور اسقدر رویا کہ چہرہ مٹی سے ملوث ہوگیا۔

راجہ پر عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ بولا "یہی رب معبود ہے اور اوّل قدیم ہے۔ اسکا نہ کوئی شریک ہے نہ مثیل۔ جدید سائنسی معلومات سے ہزاروں سال پرانی ہڈیوں میں حیات پائی گئی ہے۔ عبداللہ کے بعد اسکا بھائی موسےٰ حکمران ہوا۔ جسنے عباسی خلفاء سے تعلقات بہتر بنائے۔ ۲۷۱ھ معتمد عباسی کو تحائف بھیجے۔ ایک بہت قدآور ہاتھی، عمدہ نسل کے اونٹ، نیل گائیں، سونے کے مجسمے، مشک، عنبر، عود کا تخت، ریشمی کپڑے۔ چوتھا حکمران ابوالمنذر عمر بن عبداللہ جسکے دو لڑکے محمد اور علی اور وزیر ریاح تھا۔ انکے بعد یحییٰ بن محمد حاکم ہوا۔ جو بہت دیندار اور صالح تھا۔

منصورہ کے علویوں کی ہباری بہت عزت و احترام کرتے رہے۔ ۲۱۷ھ تا ۲۴۷ھ ہباری خاندان برسرِ اقتدار رہا۔ ایک دفعہ ان پر مشکل وقت آیا تو عضدالدولہ نے ان کی امداد کی جسکے بعد اسکے نام کا

(بعض نے ہبار کو خدیجہ الکبریٰ کے سگے چچازاد بھائی کا لڑکا لکھا ہے)

خطبہ جاری کر دیا۔ یہ خاندان پہلے امام داؤد ظاہری کے مسلک پر سُنّی مسلمان تھے۔ پھر سلطان محمود غزنوی کے مقابل شیعہ، رافضی اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر محاذ قائم کرنے کی بنا پر اقتدار گنوا بیٹھے۔

شیخ الاسلام بہاؤ الدین ذکریا ملتانی ۶۶۶ھ اسی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آج کل بھی یہ خاندان اپنی سیادت کا ڈنکا بجا رہا ہے۔ (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ مصنفہ مولانا قاضی اطہر مبارکپوری ایڈیٹر البلاغ بمبئی)

آلِ عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمی۔

عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کندی جب حجاج سے باغی ہو کر عبدالملک اموی کی بیعت سے منحرف ہو گیا تو اہواز چھوڑ کر سجستان گیا اور عبدالرحمٰن ہاشمی کی بیعت کر لی۔ اسکا بھائی ہذیل بھی موجود تھا۔ دونوں نے ۲۰ ہزار کی جمعیت کر کے ہرات پر حملہ کیا اور مرزبان کو قتل کر دیا۔

یزید بن مہلب نے پیغام دیا کہ مجھے تم سے جنگ گوارا نہیں۔ عبدالرحمٰن جبابہ منتقل ہو گئے اور یزید کو کہلا بھیجا کہ ہم صرف کچھ وقت کیلئے محض تھکان دور کرنے کی غرض سے ٹھہرے ہیں۔ ہمیں مال منال کی خواہش نہیں۔ جب یزید نے اصرار کیا کہ اب تمہاری تھکن دور ہو چکی چلتے بنو تو ابن اشعث اکڑ گیا۔ یزید بولا یوں ہی سہی۔ معاملہ حد سے گذر چکا لہذا خود میدان میں آپہنچا۔ ابن اشعث مارا گیا عبدالرحمٰن نے تین دن تک مدافعت کی پھر بھاگ نکلا۔ یزید نے تعاقب سے منع کر دیا۔ عبدالرحمٰن شکست خوردہ فوج کے جاٹوں کو ساتھ لیکر ہرات آیا۔ وہاں کے عامل رقاد عتکی کو قتل کر کے خود خراج وصول کرنے لگا یزید کو اطلاع ملی تو پیچھا کیا۔ مگر عبدالرحمٰن سندھ کی طرف نکل کھڑا ہوا۔ مگر سندھ میں بھی دال نہ گلی تو جاٹوں کیساتھ پنجاب میں داخل ہو گیا۔ ان کا مزار موضع پیر عبدالرحمٰن ضلع جھنگ میں ہے۔ چناب کی وادی کے جاٹ انہی کے ہمراہی مرید ہیں۔ ان کی وفات کے کتبہ پر سنہ ۱۰۱ھ کندہ ہے۔ ان کا خاندان سیاسیات میں کافی بااثر اور مقبول ہے۔

قاضی خاندان

جبابرین کی حکایتوں سے تو تاریخ کے صفحات پُر ہیں۔ اب اُن اشراف کی بات کریں جن کے ہاتھ چومنا فضیلتِ انسانی کے اقرار کا لازمہ ہے۔

حضرت عثمان غنی ذوالنورین رض کی آل میں سے محمد دانیال قطری لاہور ہوتے ہوئے عہد شمسی میں بدایوں چلے گئے۔ انکی اولاد میں مولوی مرید محمد ولد مُلا عبدالشکور نے عہد عالمگیری میں نانگہ ہندوؤں

کے خلاف زبردست جہاد کیا جنہوں نے بدایوں کے قریب سورنج کنڈ میں ایک مسجد کو شہید کر دیا تھا۔ انہوں نے مسجد دوبارہ تعمیر کرائی۔ انکی اولاد میں مفتی درویش محمد ابن مُلّا شیخ محمد ابن مولینا شیخ مصطفےٰ بدایوں سے بانسی بریلی چلے گئے۔ حافظ رحمت خاں نے ان کو وہاں کا ۱۸۴۰ء میں قاضی مقرر کر دیا۔ انکی پہلی شادی بدایوں میں ہوئی۔ جس سے چھ فرزند تولد ہوئے۔ (۱) مفتی عبد الغنی (۲) مفتی محمد امجد (۳) قاضی امین الدین (۴) مولوی حبیب الدین (۵) مولوی وجیہہ الدین (۶) محمد لطیف۔ دوسری شادی بریلی میں کی جس سے نامور فرزند مفتی محمد عوض اور مولوی محمد انجب لاولد ہوئے۔ مفتی عبد الغنی نامور فقیہہ اور محدث ہوئے انکے تلامذہ میں شاہ حسن علی چشتی، پیر مولوی اکرام اللہ محشر (مصنف روضہ مصفا)، شیخ محمد افضل (مصنف ہدایت المخلوق) اور مفتی محمد عوض تھے۔ مفتی عبد الغنی کے پوتے مفتی ابو الحسن، صدر الصدور ابن مولینا ابو المعالی نے بریلی میں سکونت اختیار کی۔ انکے تین بیٹے (۱) مولوی محمد حسن خاں صدر الصدور (۲) مولوی حامد حسن (۳) مولوی احمد حسن صدر الصدور جنکے نامور بیٹے مولوی سلطان حسن شاگرد علامہ فضل حق خیر آبادی تھے۔ مفتی محمد امجد کے تیسرے بیٹے مولوی غلام نبی بریلی کے قاضی تھے۔ انکی اولاد میں آخر تک قضاۃ کے عہدہ پر فائز رہی۔ انکے بیٹے قاضی غلام احمد انکے بیٹے قاضی عبد الجلیل جنوں (شاگرد مرزا غالب) اور انکے نامور بیٹے رئیس قاضی محمد خلیل حیراں اور قاضی عبد الجلیل ہوئے۔ بریلی کی امامت وخطابت اسی خاندان سے متعلق رہی ہے۔ قاضی امین الدین نارنول چلے گئے ان کی اولاد جے پور اور نارنول میں اب تک موجود ہے۔ مفتی محمد عوض نے ۱۸۱۶ء میں انگریزوں کیخلاف جہاد میں قیادت کی۔ پھر ٹونک چلے گئے وہیں فوت ہوئے۔ انکے بیٹے مولوی محمد حسن اور انکے بیٹے شیخ حامد حسین کا نکاح نواب صدیق حسن (بھوپال) کی ہمشیرہ محمدی بیگم سے ہوا جسکے بطن سے دو لڑکے جمال میاں، شفاعت اللہ اور تین لڑکیاں اسماء، ہاجرہ اور عائشہ ہوئیں۔ مفتی محمد عوض کی کئی لڑکیاں تھیں۔ ایک لڑکی مولوی اولاد حسن قنوجی سے بیاہی گئی۔ جنکے نامور بیٹے مولوی احمد حسن عرشی شاگرد مرزا غالب وشاہ عبد الغنی۔ دوسری لڑکی کا نکاح مولوی فضل امام خلیفہ حضرت اچھے میاں مارہروی سے ہوا۔ تیسری لڑکی مفتی صاحب کے بھتیجے قاضی بدر الدین ابن مفتی محمد امجد سے بیاہی گئی۔ جنکے بیٹے غلام نظام الدین انکے بیٹے غلام محی الدین اور انکے بیٹے حاجی آل حسن اور انکے بیٹے ابن حسن جو عالم جوانی میں فوت ہوئے۔ چوتھی لڑکی سید حیدر علی ساکن سرائے میراں سے منسوب ہوئی۔ جنکے تین بیٹے حسن علی، عاشق علی اور سید محمد شاہ (جو اپنے داماد (خاوند حسینہ بانو) کیسا تھ انگریزوں کے ہاتھ مصلوب ہو کر شہادت پا گئے۔) حسن علی کے دو بیٹے تھے۔ خورشید علی اور فیاض علی (صوبیدار پھر رجسٹرار) جنکی اولاد میں سلطان احمد، سلیمان احمد اور ظفر احمد تھے۔ عاشق علی کے دو بیٹے نذیر احمد وکیل اور عزیز احمد

کے بیٹے خلیل احمد ہوئے۔ پانچویں بیٹی قاضی قمرالدین حمیدی ساکن ٹولہ سے بیاہی گئی۔ انکے دو بیٹے نیاز الدین اور بشیرالدین کے بیٹے وصی الدین ہوئے۔ نیاز الدین کے بیٹے ریاض الدین اور شمس الدین کے بیٹے سراج الدین اور قطب الدین متعلا شاہ ہوئے۔

قاضی ٹولہ (بدایوں) کے بزرگ منشی فیض علی کی صاحبزادی فضیلت النسا قاضی ارشاد علی ابن عوض علی ابن محمد حیات سے بیاہی گئی۔ تقسیم ملک کے وقت ان کا ایک گھرانہ پلول سے ہجرت کرکے اپنے میو معتقدین کے ساتھ وہاڑی میں آباد ہوا (ماخوذ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء۔ پاک اکیڈمی) ان میں سے قاضی خورشید علی تحصیلدار ابن قاضی ارشاد علی ملتان میں، قاضی نظام الدین بہاولپور میں بس گئے۔ پروفیسر قاضی عبدالقادر والد غلام محی الدین سیالکوٹ چلے گئے۔ قاضی معین الدین اور قاضی قطب الدین وغیرہم وہاڑی میں مستقلاً آباد ہیں۔

ان میں سادات گھرانے کے قاضی بشیرالدین کے ہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ اُن کے چھوٹے بچے کی طلب پر ان کی بیگم نے دودھ گرم کرنے کے لئے باورچی خانہ میں جاکر چولہا جلایا۔ تو ایک نہایت خوبصورت بلی آئی اور چولہے کے دوسرے حصہ میں مُنہ چھپا کر لیٹ گئی۔ بیگم نے خیال کیا کہ یہ کسی ہمسایہ کی ہوگی۔ سردی اور بھوک کی وجہ سے ادھر آ نکلی ہے۔ دودھ ذرا گرم ہولے تو اسے بھی پلاتی ہوں۔ اتنے میں باہر کے دروازہ کے کواڑوں پر دستک ہوئی۔ بچہ بھاگا گیا کہ ابا آگئے۔ جنہوں نے گھر میں داخل ہوتے ہی اعلان کیا "مُنے میں تھانیدار ہوگیا ہوں"۔ بچہ بھاگ کر اپنی امی کو بتانے گیا کہ ابو تھانیدار ہو گیا ہے۔ اسپر بلی چونکی۔ اُس نے گردن نکالی اور بولی "کاکو تھانیدار ہوگیا"۔ اور باہر نکلنے لگی تو بیگم بھی دروازہ بند کرنے کو لپکی۔ مگر بلی چھلانگ مار کر باہر نکل گئی۔ بچے اور اسکی امی نے شور مچایا۔ اسے پکڑو یہ بولتی ہے۔ تھانیدار صاحب نے خیال کیا خوشی کی خبر نے ان کو پاگل کر دیا ہے۔ اس لئے ڈانٹ کر کہا خاموش رہو اور آرام سے بیٹھو جب بلیاں بولا ہی کرتی ہیں۔

مگر جب بیگم نے انکو سمجھایا کہ یہ تو کہتی ہے "کاکو تھانیدار ہوگیا"۔ تو اسپر صاحب بھی حیرت میں ڈوب گئے کہ مجھے گہرے گندمی رنگ کی بنا پر والدہ مرحومہ پیار سے کاکو کہا کرتی تھی اور یہ قرب قیامت کے آثار ہیں کہ جانور باتیں کرنے لگیں گے۔ وہ بلی نہ تو پہلے اس محلہ میں کبھی دیکھی گئی نہ بعد میں کہیں نظر آئی۔

سقّے سقایہ، مشکیں بھرنا۔ اور رفادہ معذوروں اور مستورات کو پالکی میں بٹھا کر طواف اور سعی کرانا۔

حاجیوں اور عمرہ کیلئے آنیوالے زائرین کی یہ خدمت خاص بنو ہاشم کے حصّہ میں آئی تھی۔ انکے جاگیردار اور اُمرا سیّد بنکر جُدا ہو گئے۔ جنہوں نے ریاضت و محنت کی روزی اور سادہ زندگی اپنائے رکھی وہ غریب اور غلام محض سقّے رہ گئے۔ یہ اپنے شریفانہ خصائل اور بھولے پن میں منفرد ہیں۔ آنحضورؐ نے بشارت دی۔ اھل الجنۃ البلہٗ یعنی جنت بھولے بھالے لوگوں کی قیام گاہ ہے۔

نیز فرمایا مولی القوم منھم یعنی کسی قوم کا غلام انہی میں سے ایک فرد شمار ہوتا ہے۔ یہ بھی مشہور رہے کہ جو شخص خضرؑ کی زیارت کر لیتا ہے وہ سقائی پیشہ اختیار کر لیتا ہے۔

(ہندوؤں سے اسلام میں داخل ہونے والے دایا قوم کے لوگ ان سے قطعی الگ ہیں۔ ان میں سے بھی اکثر ذاتی حلیہ سے نسبت دیتے ہیں)

نائی حجامت اور پنچائت بنو عبد الدار کی تھی۔ آج بھی پنچائیت کیلئے اکٹھ کرنے کو نائیوں سے کہا جاتا ہے۔ ان پر اعتماد اسقدر تھا کہ اپنی بیٹیوں کے رشتے ناطے انہی کی صوابدید پر چھوڑ دیتے۔ شاہ و گدا، حاکم و محکوم، راعی اور رعایا، عالم و جاہل، امیر و غریب ان کے آگے سر جھکانے کا فخر رکھتا ہے۔ جو وحشی کو انسان کا رُوپ دیتے ہیں۔ اندلسی وزیر زریاب نے بالوں کی وضع قطع کے ایسے فیشن ایجاد کئے کہ یورپی نوجوان ان پر ریجھ کر مسلمان ہو جاتے تھے ہمارا نائی یا باخرانطی استاد جیہہ، پُررعب اور قدآور تھا کہ اُسے دیکھتے ہی کسی قریشی سردار کا تصوّر ذہن میں اُبھرتا تھا۔ (خرانطی محدّث مشہور ہیں) ان کا لڑکا موسےٰ دیکھنے میں ایسا محسوس ہوتا جیسے گھوڑے پر سوار ہو مثل مشہور صحابی

کمہار بنو اسد کے بعض افراد نے عراق میں برتن سازی کا فن بابلیوں سے سیکھا۔ جب چولستان (موہنجوڈھو) میں آکر بسے تو پنجاب میں بھی انکی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ اور عرب اقوام کی بستیوں میں بسیرا کرتے گئے۔ ان کا فن ہندو کمہاروں سے اعلیٰ و پائیدار ہے۔ آثارِ قدیمہ کے ماہرین پرانی بستیوں سے ملنے والے

برتنوں کے ٹکڑوں کو دیکھ کر تہذیب کے ڈانڈے بابل سے ملاتے ہیں ۔ جواہنی کا شاہکار ہیں ۔ اس خوبصورت قوم کے نقوش اپنے قریش ہونے کی واضح دلیل ہیں ۔

جُلاہے

جُلاح جُلاحائ عربی لفظ ہے جسکے معنی سر کے دونوں اطراف گنجاپن ۔

مدینہ (یثرب) میں بنو نجار کی امیرزادی سلمٰی بنت عمروُ نے اُحیحہ ابن جُلاح سے خُلع کے حق کی شرط پر نکاح کیا تھا ۔ جب ہاشم بن عبد مناف شام جاتے ہوئے مدینہ سے گذرے تو یہود نے اُن کے ماتھے پر نورِ نبوت کا مشاہدہ کر کے سجدہ کیا اور اپنی بیٹیاں نکاح کیلئے پیش کیں ۔ سلمٰی نے بھی پیغامِ نکاح بھیجدیا ۔ جو ہاشم (عمرو) نے قبول کر لیا ۔ جن سے عبدالمطلب پیدا ہوئے ۔ ہاشم غزہ فلسطین جا کر وفات پا گئے ۔

انصار کھیتی باڑی کے علاوہ پارچہ بافی کرتے تھے ۔ یہ قوم حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے تبرکاً منسوب ہے دگرنہ بنی اوس کے بنو جلاح کمتر نہیں ۔ شرافت و نجابت اور طہارت و توکل میں سارے بنو قیلہ اور دیگر انصار آنحضورؐ کی دعا و برکت سے پورے عالم میں یکتا ہیں ۔

(عبد المطلب کا ماں جایا بھائی عمرو بن اُحیحہ بن جُلاح بن الحریش بن جحی بن کلعۃ بن عوف بن عمرو بن مالک بن اوس)

تیلی

شامی عربوں میں تیلیوں کی قوم بنو نعیم شامل ہے ۔ جن کے نام کا قصبہ فلسطین میں جرون کے مغربی جانب موجود ہے ۔ اسی نسبت سے پنجاب کے تیلی ملک کہلاتے ہیں ۔ ان کا شامی حسن اور عرب خدوخال ان کے بنو نعیم ہونے کی دلیل ہیں ۔

ترخان لوہار

ترخ بمعنی شگاف ۔ ترخا جوڑ لگانا اور لوح بمعنی تختی ۔ آر بنانے والا ۔ یہ عربی الفاظ ہیں ۔ مغلوں کی آمد سے قبل لکڑی کا کام سندھ میں انتہائی عروج پر تھا ۔ مغلوں کے ساتھ بھی اُن کے اسلحہ ساز آئے ہوں گے مگر عرب بھی اس فن میں مشتاق تھے ۔ خصوصاً ربیعی اور کہلانی (بنی مُراد)

پاکستان میں اس فن کے ماہرین نے بلا تحقیق مغل کہلانا شروع کر دیا ہے ۔ ان میں سبھی اقوام کے لوگ شامل ہیں ۔

۱؎ ہند میں صرف دو اصحاب آلِ ابوایوب انصاری وارد ہوئے تھے ۔ یوسف انصاریؒ اور علاؤ الدین انصاریؒ ۔ باقی ہر آئیں بس گئے

موچی

عرب تاجر زیادہ تر چمڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ اور اُن کے خوشبودار مال کی مانگ اُمرا اور شاہی درباروں میں بہت تھی۔ طائف بہت بڑی چمڑے کی مارکیٹ تھی۔ اسی لئے اسکو بلد الدباغ کہتے تھے۔

یمنی اپنا مال یہیں لاکر فروخت کرتے تھے۔ جنگِ حنین میں ۲۸ ہزار اُونٹ اور ۴۰ ہزار بکریاں جو مسلمانوں کے ہاتھ لگیں۔ وہ صرف ایک چھوٹے سے گھرانے کا مال تھا۔ جنہیں ان کا نوجوان ناتجربہ کار سردار مالک بن عوف گھیر لایا تھا۔ طائف سے لیکر شہدائے اُحد کے قبرستان تک وادی قنات ریوڑوں سے پُر رہتی تھی۔ ہر گھر میں روزانہ کئی بکریاں ذبح ہوتی تھیں۔ عرب کی خوراک گوشت اور دودھ تھی۔ ہمارے منبروں پر غلط بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضورؐ یا علی المرتضٰیؑ کی خوراک ساری عمر چند سیر آٹا ہی تھی۔ روزانہ سیروں کھجور اور سیروں گوشت کھاتے عربوں کو آج بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

چمڑوں کو خوشبودار بنانے کے لئے یمنی لوگ سہیل ستارے کے طلوع کا انتظار کرتے تھے۔ چمڑوں کو کھلے آسمان تلے ستارے کے رُخ پر لٹکا دیتے اسکی روشنی کے اثر سے چمڑوں میں خوشبو پیدا ہوجاتی۔ قریش (تجار) اُنہیں خرید کر مصر و شام و ایران لیجاتے اور خوب منافع کماتے۔ اس ستارے کی تعریف میں اکثر شعرائے کلام کہا ہے۔ نظامی گنجوی کہتا ہے کہ اسکے طلوع سے حرامزادے مرجاتے ہیں اور سب غیر فطری مخلوق کی موت واقع ہوجاتی ہے۔

ے ولد الزنا است حاسد منم آنکہ طالعؔ ن
ولد الزنا کُش آمد چوں ستارہ یمانی

مگر شیخ سعدی نے کہا ہے ے

ترجمہ: پتھر سے نکالیں نقرہ و طلاءٔ۔ لیکن ہر ایک سنگ سے نکلے نہ سیم و زر
خوشبودار کر سکے نہ ہر ایک چرم سخت کو۔ گرچہ سہیل چمکے ہے سارے جہان پر

ماہِ ستمبر میں ایک چار سُو تند ہوا چلتی ہے۔ جسے دیہات میں اَکتھ کہا جاتا ہے۔ اس موقع پر دکن کی طرف سے قطب جنوبی پر ایک ستارہ طلوع ہوتا ہے جو یمن کی جانب بڑھتا ہے۔ اسکی تاثیر نظر سے تمام خود رَا حیوانات و حشرات مرجاتے ہیں۔ یہ ستارہ یمن پر آتا ہے اور واپس ہوجاتا ہے۔ اسلئے اسے سہیل یمنی کہتے ہیں۔ یہ قدرِ اوّل کا ستارہ ایک بہت بڑے نظامِ شمسی کا مرکز ہے اور سورج سے ۵۵ ہزار گنا بڑا ہے اسکا عرض ۵۲½ درجہ (لاہور سے ۸۴°) جنوبی اور ۱۰ فروری کی شب

۹ بجے نصف النہار پر ہوتا ہے۔

سیدنا ابراہیمؑ کے بعد آنحضورؐ کی ولادت کیوقت یہ مکہ کے اوپر تک آیا تھا اور اب پھر بلند ہو رہا ہے۔ ۸ فروری تا ۱۵ مارچ ۱۹۸۴ء نو ستارے سورج کی سیدھ میں رہے۔ ۸ فروری کو عطارد کا مریخ سے قِران ہوا۔ ۱۵ فروری کو زحل، ۱۹ فروری کو مشتری، ۲ مارچ کو یورینس، ۱۰ مارچ کو پنچون اور دیگر سیارگان سے قِران ہوا۔ عطارد کو آسمانوں کا منشی کہا جاتا ہے۔

۲۲ فروری کو زہرہ کا مریخ سے، ۹ مارچ کو زحل سے، اور ۱۸ مارچ کو مشتری سے قِران ہوا۔ جسکے ۹ ماہ بعد ۶ جنوری ۱۹۸۳ء ۹ بجے شب (بعد نماز عشاء) قرن تبدیل ہوگیا۔ جس سے کرۂ ارضی میں سیاسی اور تہذیبی، دینی و دنیاوی، طبعی اور مابعد الطبعی جغرافیائی و موسیاتی، عادات و خصائل میں بھی تبدیلی کا آغاز ہوا۔

تخریبی عناصر میں ٹھہراؤ آ گیا یعنی دونوں بڑی اندھی قوتوں امریکہ اور روس کے جنگی جنون کا خاتمہ ہوگیا۔ آزادی کی روح آ جاگزیں ہوئی اور نئے خیالات نے جنم لیا جو دنیا کے نئے نقشے کا پیش خیمہ ہے جسمیں یہود و ہنود اور برطانیہ کے اقتدار کیلئے کوئی جگہ نہ ہوگی۔ برطانیہ کو فاک لینڈ کے بعد ڈنمارک کے چیلنج نے متنبہ کیا تھا۔ مگر آسمانی فیصلے آخر معرضِ وجود میں آتے ہیں۔ اب دسمبر ۱۹۹۰ء میں زحل دسویں گھر میں داخل ہوگا۔ خدا خیر کرے۔

سندھ اور بھارت میں چمڑے کا کاروبار عربوں کی آمد سے ہوا انہی تاجروں نے عربوں کو ہند و سندھ کا راستہ دکھایا۔ پاکستان میں چمڑے کے بیوپاری اور چرم ساز شوہ میکر یعنی عرب ہیں۔ ان کی شکل و صورت اور عادات و خصائل، قد کاٹھ اور رنگت میں حمیریوں سے مماثلت ہے۔ اور ایک طبقہ قریش کے معزز و محترم خاندان کی سی خصوصیات کا حامل ہے۔ شاہی خاندان شمار ہونے کی وجہ سے جام آف لس بیلہ کی طرح انکو بھی جام کہا جاتا ہے۔

دھوبی

طہارت و پاکیزگی۔ جسم و لباس کی صفائی خصوصاً سفید لباس کو نیلا رنگ دینا۔ عرب مسلمانوں کی عادت ہے اور اسے بطور پیشہ عربوں نے ہی اپنایا۔ وگرنہ ہند و سندھ کے لنگوٹی پوشوں کو اسکی کوئی حاجت نہ تھی۔ یہ قوم خالص عرب نسل ہے معاملات میں بھی صفائی انکی عادتِ ثانیہ ہے۔ اخلاق و تہذیب اور شرافت میں سب سے اول مقام رکھتے ہیں۔ انسانیت کے محسن ہیں۔ آجکل مشینی دور نے انکی معیشت کو تنگ کردیا ہے۔ دوسرے کئی پیشوں کی طرح یہ بھی مشکل میں ہیں۔

بلوچستانی قبائل

ہمارے ہاں عربی الفاظ عشق اور لکچ وغیرہ کو چج اور لچا۔ بولتے ہیں۔ مصری جمال کو گمال اور ترک آتا ترک کو آتا ترچ، اللہ اکبر کو اللہ اچبر کہتے ہیں۔

بعض مؤرخین بلوچ قوم کو بلوص بن عدی بن فزارہ بن ذبیان بن بعیص بن ریث بن غطفان کی گمشدہ اولاد سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ عرب میں اس قبیلہ کا کوئی نشان نہیں رہا۔ جو بلوچ حلب و رقہ کے درمیان آباد ہیں وہ حجاج کے فرستادہ ہیں۔ جنکی آبادی (عسکر) چھاؤنی وادی بلوص میں تھی۔ بعض عرب بدوی، کویتی اور نجدیوں کو بھی بلوچ سمجھتے ہیں۔ جو بلوچستان سے جاکر وہاں آباد ہو گئے تھے۔ کیونکہ بلوچستان کے زرخیز علاقوں اور چراگاہوں پر عربوں نے قبضہ جمالیا۔ تو انہوں نے عرب کی راہ لی۔ خصوصاً جب مسقط و عمان کی سلطنت پھیلی تو بلوچوں کو فوجی ملازمت کا شوق لے گیا۔ آلِ صباح اور آلِ سعود اپنا نسب بنو عنزہ سے ملاتے ہیں۔ جو بنو ربیعہ کی شاخ ہے۔

بگٹی

بکر، تغلب اور عنزہ وائل کے بیٹے تھے جن میں بکر بن وائل کا ایک دستہ محمد بن قاسم کی فوج میں شامل تھا۔ خراسان اور سندھ میں انکے مخالف بنو تمیم کی حکومتیں قائم ہوگئیں۔ تو بکر بن وائل نے جو چھوٹا سا گروہ تھا اپنی عافیت اسی میں سمجھی کہ پہاڑوں کی پناہ لی جائے۔ اور اپنے دشمن سے حتی الامکان قدرتی تحفظ حاصل رہے۔ انکو بکری کی بجائے بگٹی زبان کے اختلاف سے کہا جانے لگا۔

عبداللہ ابن حازم سُلمی نے انکو خراسان سے بھگا کر بلوچستان کی راہ دکھائی تھی۔ یہ مقامی آبادی میں گھل مِل گئے۔

کھیتران

سرحدِ ہند و سندھ کے محافظ کھشتری لوگ جو مسلمانوں کے کردار سے متاثر ہو کر اسلام میں داخل ہو گئے تھے یہ بہت لڑا کا قوم ہے بدلہ لینے میں انتہائی سخت اور کینہ پرور۔

عمرانی شیرانی رئیسانی جمالی آپس میں بھائی بند ہیں۔ یہ آلِ منصور ہیں۔ زہری بھی بنو زہرہ بن مازن بن منصور کی آل ہیں یہ لوگ جالندھر اور کشمیر کے پاس گجرات سیالکوٹ (دوادی چناب) میں آباد تھے۔ محمد تغلق کے زمانہ میں جب تاتاریوں نے حملے شروع کئے تو محمد تغلق نے ان عرب

قبائل کو سرحد محفوظ کرنے کیلئے چنا اور انکو بلوچستان لیجا کر بٹھا دیا ۔ اور اسکی یہ سیاست بڑی کامیاب رہی ۔ پھر تاتاریوں کو ترکتازیوں کی جرأت نہ ہوئی ۔ چند جھڑپوں میں ہی ان قبائل نے خراسان کا بدلہ چکا دیا اور ان پہاڑی درّوں میں تاتاریوں کی کچھ پیش نہ جانے دی ۔ آ دتیاہ کرتے رہے ۔ (زہری زیادہ مصرکے علاقہ اشموبٹنی میں آباد ہیں)

ضلع کچھی کے قصبہ گندھارا ، غازی اور تحصیل مستونگ میں وہی سیالکوٹی گجراتی ارائیں آباد ہیں ۔

مزاری

عرب متحدہ عمارات میں ابوظہبی سے خلیج فارس کے ساتھ ساتھ دوبا کی جانب سفر کریں تو شمس کے بائیں ہاتھ یعنی بجانب عرب علاقہ "مزاری" ہے یہ عبدالقیس قبیلہ کا مسکن تھا ۔ جسکے جوان محمد بن قاسم کے لشکر میں چوتھی صف میں تھے یہ بھی اپنے چچیرے بھائیوں بنو بکر بن وائل کیطرح بلوچستان میں ہی بس گئے اور عبدی کہلانے کی بجائے اپنے سابقہ علاقہ کے نام کو زندہ رکھنے کیلئے مزاری کہلانے لگے ۔

بلوچستان کا رقبہ ۴ کروڑ ، ۱ لاکھ ایکڑ ہے اس میں تانبہ ، خام لوہا ، گیس ، تیل ، کوئلہ ، سنگِ مرمر ، کرومائیٹ اور دیگر معدنیات کے ذخائر ہیں ۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ کا مخفی خزانہ ہے ۔ اگر قوم اللہ کیطرف رجوع ہو جائے اور باطل کے سامنے ڈٹ جائے ۔ اس خزانہ کو شیاطین کی دستبرد سے بچانے کیلئے ہمہ وقت جہاد کیلئے کمربستہ رہے اور کسی دھوکہ میں نہ آئے تو ہم اس خطۂ پاک کو بہت جلد جنت نظیر بنا سکتے ہیں ۔

اللہ تعالے مخلص قیادت عطا فرمائے ۔

وما توفیقی الا باللہ العظیم

اختتامیہ

جرمن قائد ہٹلر نٹشے کی فکر سے بہت متاثر تھا۔ علامہ اقبالؒ نے اُسے مجذوبِ فرنگی کہا ہے۔ اُس کا قول ہے:۔

"انسان کو ماضی کی اس قدر معلومات رکھنی چاہئیں جس قدر کہ وہ ہضم کر سکے۔ کیونکہ حد سے زیادہ ماضی کی معلومات اور یادیں ذہن کو انتشار کا شکار کر دیتی ہیں۔ اس سے وہ اپنے حال کے مسائل حل کرنے کے قابل نہیں رہتا۔"

گوئٹے کا بھی انتباہ ہے۔ "ہم سب ماضی کے سہارے زندہ رہتے ہیں اور اسی ماضی کی وجہ سے تباہ ہوتے ہیں"۔

والٹیر نے مذاق اڑانے کیلئے مذاہب کو ہدف بنایا تھا۔ تاریخ پر بھی برس پڑا "تاریخ محض جرائم اور حماقتوں کا مرقع ہے۔"

میکاولی نے رواقی فلاسفہ کے قول کی تائید کی ہے کہ تاریخ دائرہ (circle) میں گردش کرتی ہے۔ مگر ہیگل نے اس کی مخالفت میں کہا کہ یہ مخروطی شکل spiral میں اُوپر کی جانب جاتی ہے۔

جرمن چانسلر عظیم المرتبت ولیم بسمارک نے عقیدۂ تسلیم و رضا "یعنی واقعات خود بخود رُو نما ہوتے ہیں" کا اظہار یوں کیا ہے۔ "ہم سب مل کر دُنیا کا مقابلہ کر سکتے ہیں مگر تاریخ تعمیر نہیں کر سکتے۔ جب تاریخ تعمیر ہو رہی ہو تو اُس دوران انتظار کرنا چاہیئے۔"

پلیخانوف:۔ با اثر افراد اپنے رسوخ، کردار اور ذہنی مخصوص صفات کی بدولت واقعات اور اُنکے مخصوص نتائج کو بدل تو سکتے ہیں لیکن وہ واقعات کے عمومی رُجحان کو نہیں بدل سکتے۔ جو دُوسری قوتوں سے متعین ہوتے ہیں۔

فرانسیسی مُفکر میچلٹ: تاریخ عظیم انسانوں کے کارناموں کا مرقع نہیں بلکہ عام

انسانوں، عوام اور محکوم لوگوں کی تاریخ ہے عوام اکثر راہنماؤں سے بہتر ہوتے ہیں
یہ ضروری ہے کہ تاریخ کے ساتھ انسانی دور کے معاشی، مذہبی اور فلسفیانہ
نظریات کا بھی مطالعہ کیا جائے۔ کیونکہ ان کا تاریخی عمل سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔
ہر نظریہ زمانہ و وقت کی اہم ضرورت کو پورا کرنے کیلئے جنم لیتا ہے یعنی نظریات ماحول
و معاشرے کی پیداوار ہوتے ہیں۔ انسانوں کے بنائے ہوئے تمام قوانین، روایات و
نظاموں اور دستوروں کا مقصد یہی ہے کہ تاریخی عمل کو روک دیا جائے اور انسانی ذہن
کو ایک جگہ منجمد کر دیا جائے۔ ان آفاقی قوانین و قدروں کی مدد سے انسانی
معاشرے کو ایک جگہ ٹھہرا کر تغیر و تبدل کے تمام راستے محدود کر دیئے جائیں۔ دنیائے اسلام
میں دین و مذہب و تصوف کے پردوں میں جو کچھ ہوتا رہا ہے اور جن شکنجوں
میں آج بھی ملت اسلامیہ گرفتار ہے اسکے چند نمونے اگلے حصہ میں درج ہیں۔
تاریخ کا قطعاً یہ مقصد نہیں کہ ہم اپنی پسماندگی، غربت و افلاس اور زوال
کو ماضی کی عظمت اور شان و شوکت میں فراموش کر دیں اور اپنے حال کے
مسائل سے غافل ہو جائیں بلکہ ماضی کے کارناموں کو مشعل راہ بنا کر حرکت میں
آئیں۔ وما توفیقی الا باللہ العظیم۔

ہر کجا پستی است آب آنجا رود — ہر کجا مشکل جواب آنجا رود
ہر کجا درد دوا آنجا رود — ہر کجا رنج شفا آنجا رود

شہرتِ کتابم "بہ گیتی بعدِ من خواہد شدن"

محمد حفیظ اللہ